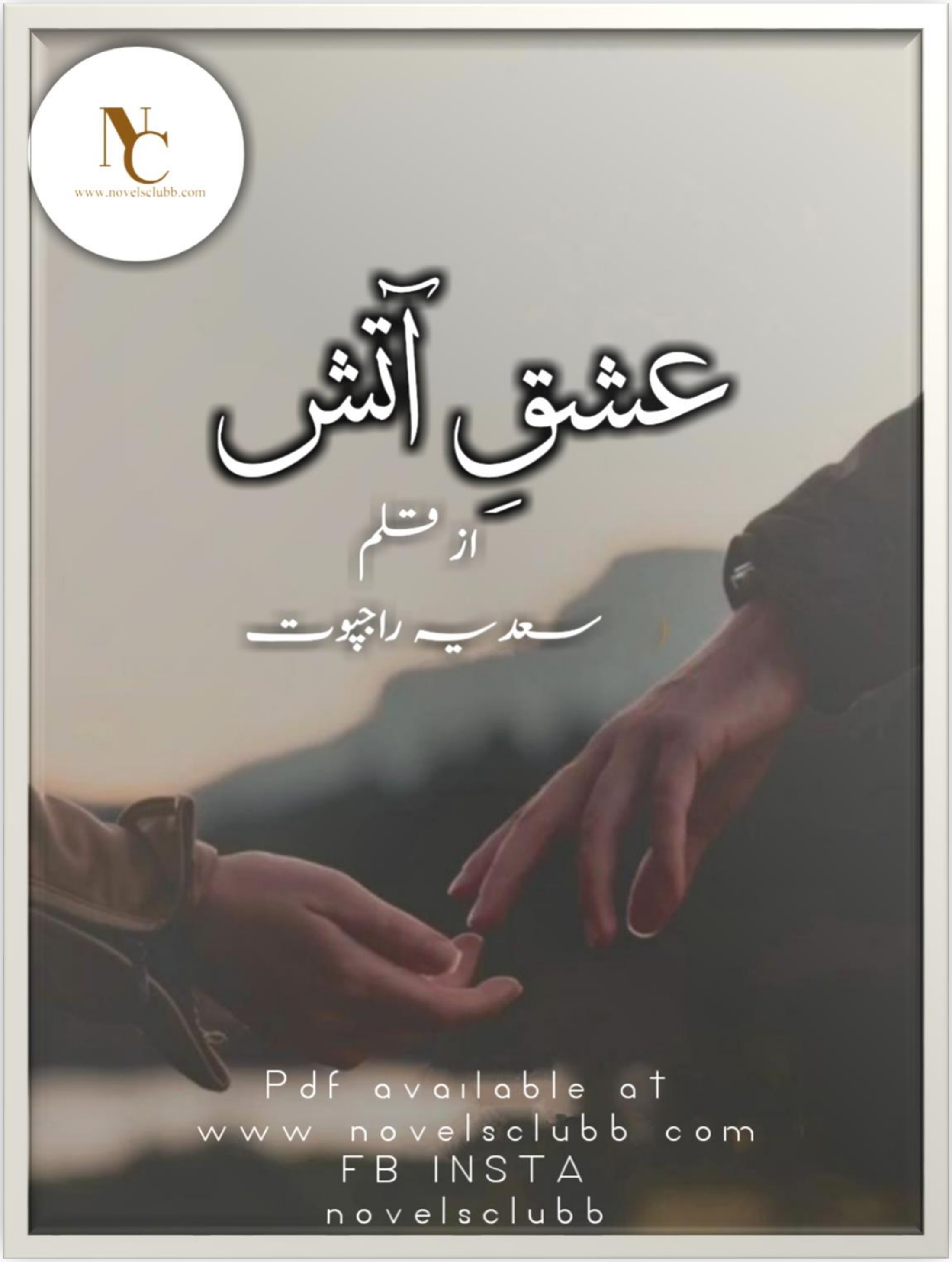
NC
www.novelsclubb.com
عشقِ آتش
از قلم
سعدیہ راجپوت
Pdf available at
www novelsclubb com
FB INSTA
novelsclubb

السلام علیکم

اگر آپ میں لکھنے کی صلاحیت ہے اور آپ اپنا لکھا ہوا دنیا تک پہنچانا چاہتے ہیں، مگر آپ کے پاس کوئی ذریعہ نہیں ہے۔۔تو ہم سے رابطہ کریں۔

ہماری ٹیم آپ کو قدم قدم پر رہنمائی فراہم کرے گی اور آپ کی لکھی ہوئی تحریر دنیا تک لائے گی۔

آپ اپنا لکھا ہوا ناول،افسانہ،شاعری،ناولٹ،کالم یا آرٹیکل پوسٹ کروانا چاہتے ہیں تو اپنا مسودہ ہمیں ورڈ فائل یا ٹیکسٹ فارم میں میل کریں

novelsclubb@gmail.com

آپ ہمارے فیس بک،انسٹا پیج اور واٹس ایپ کے ذریعے بھی ہم سے رابطہ کر سکتے ہیں۔

FB PAGE:

NOVELSCLUBB

INSTA:

NOVELSCLUBB

WHATSAPP:

عشقِ آتش

از قلم

سعدیہ راجپوت

www.novelsclubb.com

کون کہتا ہے زندگی سمجھی اور سمجھائی نہیں جاسکتی. جبکے مردہ جسموں سے بھرے قبرستان قدرت کی یونیورسٹیز ہیں اور دو گز زمین تلے دبا ہر شخص زندگی کا پروفیسر. تو پھر ایسا کیوں ہوتا ہے کہ ہم پیدا ہوتے ہیں، مر جاتے ہیں پر جی نہیں پاتے کہ ہم نے تو بس وقت کو جینا سیکھا ہے. زندگی کو تو ہم نے کبھی جیا ہی نہیں اور جب یہی وقت ہمارے پاس ختم ہو جاتا ہے تو سوچتے ہیں کہ ہم جو عمر بھر وقت کے کتابچے میں نفع و نقصان درج کرتے رہے تو وہ کونسا پیمانہ تھا جو اِس ناپ تول کے کام آیا؟ اور کیا کوئی ایسا فارمولا بھی ہے جو بتا سکے کہ نفع فائدے کے سوا کچھ بھی نہیں اور نقصان تو بس نقصان ہی دے سکتا ہے. جبکے سچ تو یہ ہے کہ زندگی نفع دیتی ہی کب ہے؟ یہ تو سودا ہی گھاٹے کا ہے، ہم تو عدم میں بہت آرام سے تھے پھر اِس زندگی کے ہاتھوں وجود میں بدل کر اِس متضاد دُنیا میں آئے یعنی آزمائش میں ڈالے گئے اور آزمائش میں نا تو منافع کی امید ہوتی ہے اور نا نقصان کی. مگر حیرت ہے پھر بھی ہم خسارے کی فہرست مرتب کرتے رہے.

زندگی کو تو جیسا گزارنا تھا، ویسے ہی گزر جاتی... کم اَز کم وقت رخصت یہ خلش تو نا ہوتی کہ ہم نے جو نقصان کا کھاتہ بند کر دیا ہوتا تو شاید زندگی کچھ سہل ہو جاتی. مگر ہم سمجھتے ہی نہیں اور وقت ہے کہ ختم ہوتا جاتا ہے. کبھی دوسرے کا تو کبھی ہمارا... صدیوں سے یہی کھیل کھیلا جا رہا ہے. ہم آتے ہیں.. سیدھے راستوں کو خود اپنے لیے پیچیدہ بناتے ہیں اور یہ کہتے گزر جاتے ہیں.

اب جو دیکھیں تو کوئی ایسی بڑی بات نا تھی

یہ شب و روز، ماہ و سال کا پر پیچ سفر

قدرے آسان بھی ہو سکتا تھا

ہم ذرا دھیان سے چلتے تو وہ گھر

جس کے دَر و بام پہ ویرانی ہے

جس کے ہر طاق پہ رکھی ہوئی حیرانی ہے

جس کی ہر صبح میں شاموں کی پریشانی ہے

www.novelsclubb.com

اس میں ہم چین سے آباد بھی ہو سکتے تھے

اب جو دیکھیں تو بہت صاف نظر آتے ہیں

سارے منظر بھی، پس منظر بھی

لیکن اِس دیر خیالی کا صلہ کیا ھو گا

وہ جو ھونا تھا ہوا، ہو بھی چکا

لائنیں کٹتی رہیں، لفظ بدلنے کے سبب

حاصل عمر یہی چند ادھورے خاکے

کوئی تصویر مکمل نہیں ہونے پائی

ملیحہ فاروقی 26 مئی 1977

~~~~~~~~~~~~~~~~~~~~~~~~~~~~~~~~~~~~~~

وہ ہاتھ میں بوکے پکڑے اجنبی چہروں کے درمیان کسی شناسا چہرے کو ڈھونڈ رہی

تھی کے کسی نے اسکا نام پکارا
~~~~~~~~~~~~~~~~~~~~~~~~~~~~~~~~~~~~~~

"تانیا..!"

وہ مڑی اور آواز کی سمت دیکھ کر جوش سے ہاتھ ہلایا

"فائزہ...!" دونوں نے ایک دوسرے کے سمت قدم بڑھائے اور قریب آنے پر گلے لگ گئیں

"بھائی کی انگیجمنٹ مبارک ہو" تانیا نے الگ ہوتے ہوئے کہا

"تھینکس" فائزہ نے مسکرا کر مبارک باد قبول کی.

"چلو تمہیں اپنی ہونی والی بھابھی سے ملواؤں" پھر تانیا کا ہاتھ پکڑ کر سٹیج پہ چڑھ گئی.تانیا نے فائزہ کے بھائی کو وش کر کے اسکے ساتھ بیٹھی سجی سنواری اور کچھ شرمائی سی لڑکی کو بو کے پیش کیا اور پھر چند جملوں کے تبادلے کے بعد فائزہ کے ساتھ ہی سٹیج سے اُتر گئی

"تمھاری ممی نظر نہیں آرہیں"

"ابھی تو یہیں تھیں" فائزہ نے ادھر اُدھر نظریں دوڑاتے ہوئے کہا پھر تانیا کو لیے

www.novelsclubb.com

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

آگے بڑھ گئی

"سنو..!"تانیانے اسے مخاطب کیاجوچلتے چلتے رک کر مہمانوں سے حال احوال بھی دریافت کرتی جارہی تھی

"ہوں"فائزہ نے اسکی طرف دیکھ کر کہا

"وہ نہیں آیا؟"

"کون..؟کس کی بات کررہی ہو؟"وہ مسکراہٹ دباکر حیران بنتے ہوئے بولی

"تمھارے کزن کی"تانیانے سنجیدگی سے کہا.فائزہ مستقل شرارت کے موڈمیں تھی

"میرے توسب ہی کزنزیہاں ہیں"فائزہ کی لاپرواہی عروج پر تھی

"میں شایان کاپوچھ رہی ہوں"بلآخرتانیانے چڑکرکہا

"اچھاتویوں کہونا"اسکے بن کربولنے پرتانیانے اسے ہاتھ جڑدیا

"مارکیوں رہی ہو؟...بس آتاہی ہوگا.ویسے بھی اسکی پولیس ٹریننگ ہی ختم ہوئی

ہے،ابھی پوسٹنگ کے آرڈرز نہیں آئے اور ایسے فارغ بندے کے لیے دعوت

اڑانے سے اچھی اور کیا مصروفیات ھو سکتی ہیں؟"

بات ختم کرتے ہی وہ پیچھے ہٹی کہیں تانیا شایان کی حمایت میں اسے اک تھپڑ اور نا جڑ

دے.تانیا نے اسے گھورا مگر پھر قصداً نظرانداز کرتے ہوئے پوچھا

"ایک بات تو بتاؤ"

"پوچھو"صورت حال قابو میں دیکھ کر فائزہ اسکے برابر آ کھڑی ہوئی

"شایان کس رشتے سے تمہارا کزن ہے؟"

"اصل میں میری ممی،شایان کی مدر کی کزن ہیں"

"اچھا"سَر ہلاتے ہوئے تانیا نے سامنے دیکھا تو اسکی نظر ڈنر سوٹ میں ملبوس

شایان کے دراز قامت وجود پر پڑی.اس نے فائزہ کو پکڑ کر جھنجوڑ دیا

"شایان آ گیا"

"شکر ہے. نہیں تو تم مجھے مار ڈالتیں"

"بکو مت" تانیا نے شایان کو دیکھتے ہوئے اسے ڈانٹا جو سیدھا ان ہی کی طرف آرہا تھا

"کیا ہو رہا ہے؟" وہ پاس آکر بولا

"تمھارے آنے کی خوشی میں تانیا میرا گلا دبانے والی ہے" فائزہ بے چارگی سے بولی. شایان نے پہلے اسکی شکل دیکھی پِھر تانیا کی جس کے دونوں ہاتھ پیچھے سے فائزہ کے شانوں پر تھے. تانیا نے بدک کر اپنے ہاتھ ہٹائے اور زور سے اسے دھکا دے کر بولی

"دفعہ ہو جاؤ"

"ہاں ہو رہی ہوں. ویسی بھی تم جیسے کبابوں کی ہڈی بننے میں اپنا ہی نقصان ہے. اور ہاں" جاتے جاتے وہ بولی" یہاں سے ہلنا مت. میں ممی کو لے کر آتی ہوں"

وہ چلی گئی تو شایان نے مسکراہٹ دبا کر پوچھا

"کیا تم واقعی اسکو مار رہی تھیں؟"

"بیکار کی باتیں مت کرو" تانیا برا منہ بنا کر بولی" تمھیں نہیں پتا، اسے ایکٹنگ کرنے

کا کتنا شوق ہے"

"تانیا!" کچھ پل کی خاموشی کے بعد شایان نے اسے پکارا تو وہ سَر اٹھا کر اسے دیکھنے لگی "اک بات کہوں؟"

" کہو" شولڈر کٹ بالوں کو چہرے سے ہٹا کر وہ سنجیدگی سے اسکی طرف متواجہ ہو کر بولی تو وہ دھیرے سے مسکرا کر بولا

"پہلی بار تمہیں یوں سجرے سنوارے روپ میں دیکھ رہا ہوں. اچھی لگ رہی ہو" وہ پزل ہو گئی. واقعی وہ بہت سدا سے حولیے میں رہا کرتی تھی. اپنی طرف سے خاصی لاپرواہ. لیکن آج خلاف معمول ہلکی امبرویڈیری کے شیفون کی شلوار قمیض میں ڈوپٹہ کندھوں پر ڈالے ہلکے میک اپ کے ساتھ میچنگ جیولری پہنے کافی مختلف لگ رہی تھی

اور تو اور آج بال بھی بینڈ کی قید سے آزاد شانوں پر لہرا رہے تھے. شایان کے اِس قدرے ڈائریکٹ جملے پر حالانکہ وہ بس اک پل کو ہی گڑبڑائی تھی، پھر بھی محظوظ

سی ہنسی ہنس کر تانیا نے خفگی سے اسکی سمت دیکھا

"کیا یہی کہنا تھا؟" وہ فوراً بولی

"نہیں. کہنا تو کچھ اور ہے پر سوچا تمھاری تھوڑی سی تعریف کر دوں. سنا ہے لڑکیوں کو اپنی تعریف بہت اچھی لگتی ہے. پھِر ان سے جو بھی کہا جائے وہ فوراً مان جاتی ہیں"

"تم کیا منوانا چاہتے ہو؟" شایان کی بات سے قیاس لگا کر اس نے آئی برو اچھکا کر پوچھا. کچھ بھی کہنے سے پہلے وہ کچھ پل چُپ رہا جیسے الفاظ ترتیب دے رہا ہو. پھِر دھیرے دھیرے بولنے لگا

"تانیہ! میں نہیں جانتا، میں نے کب اس طرح سے سوچنا شروع کیا مگر یہ بات میرے دل میں بہت عرصے سے تھی۔ بس کبھی کہا نہیں۔ سوچا مناسب وقت آنے پر تم سے کہوں گا" کچھ لمحے خاموشی سے سرک گئے "وقت پتہ نہیں مناسب ہے یا نہیں مگر میں اب اور انتظار نہیں کر سکتا" اپنی بات کے آخر میں اس نے تانیہ

www.novelsclubb.com

کی طرف دیکھا جو یک ٹک اسے ہی دیکھ رہی تھی۔شایان کا گمبھیر لہجہ، سحر زدہ الفاظ اور آنکھوں کا والہانہ پن۔تانیہ کو لگا، شایان آج وہ سب کہہ دے گا جسے سننے کی خواہش تین سال سے اسکے دل میں تھی

"تانیہ۔۔! میں تم سے۔۔۔۔۔"

"ایکسکیوزمی پلیز" فائزہ کی تیز آواز سے طلسم ٹوٹ گیا اور وہ دونوں چونک کر اس کی طرف مڑے جو قدرے بھاری جسامت والے مگر گریس فل مرد کا ہاتھ پکڑے انکی طرف آتی دور سے ہی چلائی تھی

"ممی تو بزی ہیں، مگر دیکھو میں پاپا کو لے آئی ہوں" وہ بولتے ہوئے انکے پاس آکر رکی، پھر تعارف کرانے لگی

"تانیہ! ان سے ملو۔یہ میرے پاپا ہیں" پھر تانیہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا

"اور پاپا۔۔! یہ میری بیسٹ فرینڈ تانیہ فاروقی۔موسٹ ایلیجیبل بزنس مین نور الہدیٰ فاروقی کی بیٹی ہم دونوں ایم بی اے کلاسز میں ساتھ ساتھ تھے" فائزہ کی بات

پر وہ بری طرح چونکے

"تم نور الہدیٰ کی بیٹی ہو؟"

"جی"

نور الہدیٰ فاروقی ایک مشہور شخصیت تھے اور اکثر تانیہ کے بتانے پر انکے حوالے پر لوگ چونک کر یہ سوال کرتے تھے اس لئے تانیہ نے کچھ خاص نوٹس نہ لیا

"کیا آپ میرے پاپا کو جانتے ہیں؟"

"انہیں کون نہیں جانتا؟" اب وہ سنبھل کر بول رہے تھے

"ہی از دا لیڈنگ انڈسٹریلسٹ آف دا کنٹری اور لاسٹ ویک بزنس میگزین میں جو انکا انٹرویو چھپا تھا، کمال کا تھا۔ وہ بہت سے لوگوں کے لیے انسپریشن ہیں۔ اپنی وے ایم بی اے تو کمپلیٹ ہو گیا، اب کیا کر رہی ہو؟"

اپنے پاپا کی تعریف پر اسے فطری طور پر خوشی ہو رہی تھی۔ انکی بات کے جواب میں وہ مسکرا کر بولی

"پاپا کا آفس جوائن کر لیا ہے"

"گڈ" وہ خوش دلی سے بولے

"او کے بیٹا! مجھے کچھ اور مہمانوں کو بھی وقت دینا ہے۔ تم لوگ انجوائے کرو" وہ ناقابلِ فہم انداز میں مسکراتے ہوئے چلے گئے تو تانیہ کو یک دم سے شایان کا خیال آیا۔ وہ پلٹی مگر وہاں کوئی نہیں تھا۔ اس نے تیزی سے نظریں دوڑائیں مگر شایان کہیں نظر نہیں آیا

"کیا بات ہے؟" فائزہ نے اسے کچھ ڈھونڈتے پا کر پوچھا

"شایان ابھی تو یہیں تھا۔ کہاں چلا گیا؟"

"ارے ہاں۔ یہ اچانک کہاں غائب ہو گیا؟"

تانیہ اسکی بات کو ان سنا کرتے ہوئے شایان کی تلاش میں گیٹ تک آئی تو اس نے شایان کو ہال سے باہر جاتے دیکھا

"شایان! بات سنو" وہ بے ساختہ پکاری مگر شایان نے جیسے سنا ہی نہ ہو اور باہر نکلتا

www.novelsclubb.com

چلا گیا۔تانیہ اسکے پیچھے لپکی مگر جب وہ باہر آئی شایان اپنی بائیک پر بیٹھ کر جا چکا تھا۔اس خیال نے تانیہ کو آزردہ کر دیا کہ وہ کچھ کہے بغیر ہی چلا گیا تھا۔وہ کتنی ہی دیر اندھیرے میں بے حس و حرکت کھڑی رہی

~~~~~~~~~~~~~~~~~~~~

وہ کب سے شایان کے موبائل پر کال کرنے کی کوشش کر رہی تھی مگر دوسری طرف فون بند تھا

"آجاؤ" دروازے پر دستک کی آواز سن کر اس نے بلند آواز میں بے زاری سے کہا اور پھر سے موبائل پر نمبر ملایا

"جی ماما!" دروازہ کھول کر اپنی ماما کو اندر آتے دیکھ کر اس نے موبائل نیچے کر دیا

"دو بار خدیجہ کو تمہیں بلانے کے لیے بھیج چکی ہوں۔آ کر کھانا تو کھا لو تانیہ!" انہوں نے اسے سرزنش کی

"آپ چلیں۔۔میں بس تھوڑی دیر میں آتی ہوں" وہ زچ ہو رہی تھی۔آخر شایان

www.novelsclubb.com

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM
~~~~~~~~~~~~~~~~~~~~

نے موبائل آف کیوں کیا ہے؟

"جب سے آفس سے آئی ہو، فون سے چپک کر بیٹھی ہو۔آخر کس کو فون کر رہی ہو؟"

"ایک دوست کو، جس ایڈیٹ نے پرسوں سے اپنا موبائل بند رکھا ہوا ہے اور میں اس سے بھی بڑی ایڈیٹ ہوں جو بار بار اسکا نمبر ٹرائی کر رہی ہوں" موبائل سے نظر ہٹائے بغیر تانیہ نے کہا اور دوبارہ نمبر ڈائل کرنے لگی تو ماما نے آگے بڑھ کر موبائل اسکے ہاتھ سے لے کر سائیڈ ٹیبل پر رکھ دیا

"فون بعد میں بھی ہو سکتا ہے۔اب چلو تمہارے پاپا انتظار کر رہے ہیں"

"پاپا آگئے؟" وہ گود میں رکھا تکیہ بیڈ پر رکھ کر اٹھ گئی

"ہاں۔اور تم پانچ منٹ میں نیچے آجاؤ۔ورنہ میں تمہارے پاپا کو بھیجتی ہوں" وہ دھمکی آمیز انداز میں کہہ کر کمرے سے چلی گئیں تو تانیہ نے بھی فٹافٹ منہ ہاتھ دھویا اور بال کلپ میں جکڑ کر نیچے ڈائننگ روم میں آگئی اور کرسی گھسیٹ کر بیٹھتے

ہوئے نورالہدیٰ سے کہا

"کیا بات ہے پاپا! آج آپ نو بجے ہی گھر پر نظر آرہے ہیں"

"بس بیٹا۔۔! گھڑی نے دھوکا دے دیا۔ ورنہ میں تو بارہ بجنے کے بعد ہی گھر آیا تھا۔ شاید اٹک گئی ہے"

تانیہ کے شرارتی انداز میں پوچھنے پر وہ سنجیدگی سے بولتے ہوئے آخر میں یوں انگلی سے کلائی پر بندھی گھڑی کو ٹھونکنے لگے جیسے گھڑی واقعی اٹک گئی ہو۔ مریم انکے مذاق کو سمجھ کر خفگی سے بولیں

"کیوں؟ بارہ بجے سے پہلے گھر آنے پر پابندی ہے؟" مزے سے ہنستی تانیہ نے ایک دم منہ پر ہاتھ رکھ کر ہنسی روکی اور محظوظ انداز میں نورالہدیٰ کی طرف دیکھنے لگی جو پہلے ہی جیسی سنجیدگی سے بولے

"نہیں۔۔ لیکن پابندی تو بارہ بجے کے بعد آنے پر بھی نہیں ہے" مریم سلگ کر زور سے بولیں

"بہادر پانی ابھی تک ٹیبل پر نہیں پہنچا"

"بس پاپا اب خیریت اسی میں ہے کہ چپ کر کے کھانا کھالیں ورنہ آپکو ماما سے زبردست ڈانٹ پڑ سکتی ہے"

"مشورہ تو بہت اچھا ہے تانیہ پر بات یہ ہے کہ تمہاری ماما کو مجھے ڈانٹنا پسند ہے اور مجھے ان سے ڈانٹ سننا"

"نورالہدیٰ کھانا ٹھنڈا ہو رہا ہے" انکے ٹوکنے پر نورالہدیٰ نے فرمابرداری سے سامنے رکھی پلیٹ میں سالن ڈالا اور چپاتیوں کے لیے ہاتھ بڑھایا

"تمہارے صاحبزادے نظر نہیں آرہے۔کہاں ہیں؟"

"وہاں" مریم نے سامنے ٹی وی کی طرف اشارہ کیا جس پر پاکستان انڈیا کرکٹ میچ لائیو ٹیلی کاسٹ ہو رہا تھا۔دونوں نے ٹی وی کی طرف دیکھا اس اور تانیہ حیرت سے بولی

"ٹی وی میں؟"

www.novelsclubb.com

"ٹی وی میں نہیں اسٹیڈیم میں۔ دوستوں کے ساتھ میچ دیکھنے گئے ہیں" وہ تانیہ کی پلیٹ میں سالن ڈالنے لگی جواب تک خالی تھی

"دادا جان بھی ساتھ گئے ہیں؟"

"وہ اپنے کمرے میں ہیں۔ آج پھر ڈپریشن کا دورہ پڑا ہے۔ صبح سے دروازہ بند کر کے بیٹھے ہیں۔ کتنی بار انکا دروازہ بجا چکی ہوں مگر وہ کوئی جواب ہی نہیں دے رہے"

دادا جان کے اس طرزِ عمل کے سبھی عادی تھے نور الہدیٰ کسی تاثر کے بغیر کھانا کھا رہے تھے لیکن تانیہ نے سامنے رکھے کھانے کو ہاتھ بھی نہیں لگایا

"پتہ نہیں دادا جان کو ایک دم سے کیا ہو جاتا ہے؟ کیوں خود کو کمرے میں بند کر لیتے ہیں؟ پھر اگلے کئی دنوں تک انہیں کسی چیز کا ہوش نہیں رہتا۔ پاپا! آپکو پتہ ہے دادا جان ایسا کیوں کرتے ہیں؟" تانیہ افسردگی سے نور الہدیٰ سے پوچھنے لگی۔ کھانا کھاتے ہوئے ایک پل کو نور الہدیٰ کا ہاتھ رکا پھر تلخی سے بولے

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

"ہونگے عمر رفتہ کے کچھ زخم جو بے کل کرتے ہونگے۔اس عمر میں یوں بھی آدمی کے پاس پچھتانے کے لیے بہت کچھ ہوتا ہے"تانیہ کو انکا انداز اور بات دونوں ناگوار گزرے۔وہ اپنی جگہ سے اٹھ کھڑی ہوئی

"میں داداجان کو لے کر آتی ہوں.انہوں نے صبح سے کچھ نہیں کھایا ہوگا"پھِر کسی کی طرف دیکھے بغیر وہاں سے چلی گئی

لاونج میں دائیں اور بائیں دونوں طرف سیڑھیاں تھیں.دائیں طرف کی سیڑھیاں اوپر منزل کے کوریڈور سے جڑی تھی جب کے بائیں جانب کی بیسمنٹ میں،.بیسمنٹ کی انہیں سیڑھیوں کے اک جانب اظہر فاروقی کا کمرا تھا.تانیا کی کئی بار دستکوں کے بعد بھی اندر سے کوئی جواب نا آیا.

"دروازہ کھولیے داداجان"مگر اندر خاموشی کا راج تھا

"میں آپکو لینے آئی ہوں اور لیے بغیر نہیں جاؤں گی"

جواب ندارد

"ٹھیک ہے، آپکو دروازہ نہیں کھولنا تو نا کھولئیں. میں بھی یہیں دروازے کے پاس بیٹھی رہونگی"

اور پھر وہ دروازے کے پاس دیوار سے ٹیک لگا کر بیٹھ گئی. اگلے کچھ اور پلوں کی خاموشی کے بعد ہلکی سی کلِک کی آواز کے ساتھ دروازہ کھل گیا. تانیا نے سَر اٹھا کر دیکھا تو اظہر فاروقی ذرا سا دروازہ کھول کر چہرہ باہر نکالے اسے دیکھ رہے تھے.

"اندر آجاؤ" اتنا کہہ کر وہ دروازہ کھلا چھوڑ کر واپس مڑ گئے۔ تانیہ اندر چلی گئی

"بیٹھو" انہوں نے تانیہ سے بیٹھنے کو کہا تو اسکو محسوس ہوا جیسے انکی آواز رندھی ہوئی ہے۔ انکے چہرے پر آنسوؤں کے نشان تھے۔ آنکھیں جھکا رکھی تھیں۔ تانیہ کو اندازہ تھا کہ وہ سرخ ہو رہی ہونگی۔

ہر بار کی قید تنہائی کے بعد انکی حالت ایسے ہی دگرگوں ہوا کرتی تھی۔ وہ ریٹائرڈ کرنل تھے اور انکی بارعب شخصیت سے جاہ پسندی ٹپکتی تھی۔ ستتر برس کی عمر میں بھی انکی صحت قابلِ رشک تھی۔ کچھ سالوں سے بلڈ پریشر کے مسئلے کے سوا انکو

www.novelsclubb.com

کوئی پریشانی نہیں ہوئی۔البتہ عمر کی زیادتی کی وجہ سے انکے شانے قدرے جھک گئے تھے مگر انکے رعب، دبدبے اور شخصیت سے یکسر مختلف تانیہ نے ہمیشہ انہیں نرم مزاج ہی پایا تھا۔انکی کڑکڑاتی آواز تانیہ نے سرگوشیوں جیسی دھیمی ہی سنی تھی۔گو ملال کی ایک مستقل کیفیت انکے سرخ وسفید چہرے کی مکین تھی پھر بھی تانیہ کو وہ چٹان کی طرح مضبوط لگا کرتے تھے۔مگر اس وقت وہ بے حد کمزور اور شکستہ دکھائی دے رہے تھے۔تانیہ بیڈ کے کونے پر ٹک گئی۔وہ آہستہ سے چلتے آتش دان کے پاس کرسی کے ساتھ رکھی تپائی تک آئے۔اس پر کھلی پڑی ریڈ کور کی ڈائری اٹھائی اور اسی طرح چلتے اسٹڈی ٹیبل تک آ گئے۔ڈائری کو دراز میں رکھ کر لوک کیا اور چابی ہاتھ میں لے لی پھر تانیہ کو مخاطب کئے بغیر کہا

"میں فریش ہو کر آتا ہوں" اور باتھ روم میں چلے گئے۔تانیہ نے غیر دلچسپی سے یہاں وہاں سر گھمایا، پھر ٹھوڑی کے نیچے ہاتھ رکھ کر آتش دان کے اوپر لگی تصویر کو دیکھنے لگی۔

کچھ ہی دیر میں اظہر فاروقی کمرے میں آ گئے

"آؤ چلیں"

ساتھ ساتھ دونوں کو ڈائننگ روم کے دروازے سے آتا دیکھ کر نورالہدیٰ کا منہ کی طرف جاتا ہاتھ وہیں رک گیا انہوں نے نوالہ پلیٹ میں رکھا اور عجیب سی نظروں سے اظہر فاروقی کو دیکھنے لگے۔انہیں کرسی پر بٹھاتے تانیہ نے اپنے پاپا کو دیکھا تو ٹھٹک گئی۔دوسری طرف نورالہدیٰ نے اسکی نگاہوں کو محسوس کر کے آنکھیں جھکاتے ہوئے پلیٹ سے نوالہ اٹھا کر منہ میں رکھا مگر اسے نگلنے کے لیے پانی کا سہارا لینا پڑا۔تانیہ انہیں نظرانداز کر کے خود بھی بیٹھ گئی۔اظہر فاروقی کی پلیٹ میں کھانا نکالتے ہوئے اٹھلاتے ہوئے مریم سے کہا

"دیکھا ماما! میں نے کہا تو دادا جان فوراً آ گئے۔دادا جان کبھی میری بات ٹال نہیں سکتے"

"پر جس کی ماننی چاہیے تھی اسکی تو انہوں نے کبھی نہیں مانی" نورالہدیٰ کے لہجے کی

ترشی کو دونوں ماں بیٹی نے محسوس کیا تھا مگر اس گھر کے غیر اعلانیہ قوانین میں ایک قانون یہ بھی تھا کہ ان باپ بیٹے کے معاملے میں کوئی کبھی نہیں بولے گا سو وہ دونوں خاموش رہیں

مگر دادا جان کے ہاتھ میں پکڑا پانی کا گلاس چھلک پڑا تھا۔تانیہ نے انکے ہاتھ پر ہاتھ رکھا اور گلاس انکے ہونٹوں سے لگا دیا۔پانی پیتے ہوئے اظہر فاروقی کی آنکھیں ڈبڈبا گئی تھیں

کھانے کے بعد وہ اپنے کمرے میں سونے کے لیے آئی تو موبائل دیکھ کر اسے شایان کا خیال آیا۔بیڈ پر نیم دراز ہوتے ہوئے اس نے شایان کو فون کیا مگر اسکا سیل فون حسب سابق بند تھا

"بس بہت ہو گیا۔اب دوبارہ ٹرائی نہیں کرونگی" اس نے موبائل تکیے پر پٹخا اور دھپ سے لیٹ گئی۔پر صبح سب کچھ بھلائے وہ پھر سے شایان کا نمبر ٹرائی کرتی رہی

~~~~~~~~~~~~~~~~~~~~~~
~~~~~~~~~~~~~~~~~~~~~~

"فائزہ پلیز! میں پریشان ہو گئی ہوں پہلے تو اس نے فون بند کر رکھا تھا اور اب کال تو جاتی ہے مگر وہ فون نہیں اٹھا رہا"

"ایک تو تانیہ! تم نا ذرا ذرا سی بات پر پریشان ہو جاتی ہو"

"یہ ذرا سی بات ہے؟" وہ بھڑک گئی "پچھلے دو ہفتوں سے میں پاگلوں کی طرح اسے کال ملا رہی ہوں اور وہ جناب فون ہی نہیں اٹھا رہے"

"بھئی ہو سکتا ہے وہ بزی ہو" فائزہ نے اسے ٹھنڈا کرنا چاہا پر وہ اور بدک گئی

"بیٹھے بٹھائے اے ایس پی صاحب نے ایسی کیا مصروفیت ایجاد کر لی ہے جو فون نہیں اٹھا سکتے؟"

www.novelsclubb.com

"افوہ۔۔ تمہاری سوئی تو ایک ہی جگہ پر اٹک گئی ہے۔ اب فون رکھو۔ میرا باس سارا کام چھوڑ کر مجھے اپنی الو جیسی آنکھوں سے گھور رہا ہے۔ نوکری سے نکلواؤ گی؟"

"زیادہ اوور ایکٹنگ کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ میں بھی آفس میں ہی بیٹھی ہوں"

"وہ تمہارے پاپا کا ہے جبکہ میرا اباس میرا چاچا بننے کو بھی تیار نہیں"

"اچھا ٹھیک ہے۔ تم مجھے شایان کے گھر کا نمبر دو۔ پھر میں فون رکھتی ہوں"

"گھر کا نمبر کیوں؟" تانیہ نے بے اختیار دانت پیس کر کہا

"ویسے جلدی جلدی کی رٹ لگا رکھی ہے مگر کیوں؟ کس لیے؟ بھی پوچھنا ضروری ہے" پھر کچھ نارمل لہجے میں کہا

"دیکھو موبائل پر تو وہ کال ریسیو کر نہیں رہا، گھر کا فون تو اٹھائے گا"

"ہاں مگر میرے پاس اسکے گھر کا نمبر نہیں ہے"

"واٹ؟" وہ دھاڑی

"شایان تمہارا کزن ہے اور تمہارے پاس اسکے گھر کا نمبر نہیں ہے"

"ہے۔ مگر وہ پرانا والا ہے۔ نیا مجھے یاد نہیں۔ ممی کی ڈائری میں لکھا ہو گا"

"ٹھیک ہے۔ گھر پہنچتے ہی مجھے فون کرنا"

"کروں گی اور اب فون رکھ دو۔ بائے!" تانیہ نے فون رکھ دیا۔ تبھی کسی نے اسکے

www.novelsclubb.com

آفس کے دروازے پر دستک دی

"کم ان" اس نے سر اٹھائے بغیر کہا۔ کوئی دروازہ کھول کر آفس میں آیا اور اپنے پیچھے دروازہ بند کر کے وہ تانیہ کے متوجہ ہونے کا انتظار کرنے لگا

تانیہ نے کسی کی آمد کو تو محسوس کیا پھر جب کوئی آواز نہیں آئی تو اس نے دروازے کی طرف دیکھا۔ سترہ اٹھارہ سال کا صاف رنگت والا لمبا مگر دبلا لڑکا، گرے رنگ کی پینٹ پر اسی رنگ کی شرٹ پہنے بازو سینے پر لپیٹے زیر لب مسکراہٹ کے ساتھ اسے ہی دیکھ رہا تھا۔ تانیہ کو اپنی طرف متوجہ ہوتے دیکھ کر وہ لمبے لمبے ڈگ بھرتا اسکی طرف آگیا پھر ایک ہاتھ ٹیبل پر رکھ کر جھکتے ہوئے بولا

"آپ کو ابھی اور اسی وقت ہمارے ساتھ چلنا ہو گا" اسکی بات سن کر تانیہ دلچسپی سے مسکرائی اور ایک ہاتھ ٹھوڑی کے نیچے رکھ کر وہ ٹیبل پر آگے ہوئی، اسی کے انداز سے بولی

"اور اگر میں نہ جاؤں تو۔۔۔؟"

"تو میں آپکو زبردستی کندھوں پر اٹھا کر لے جاؤں گا"

"واقعی؟"تانیہ اطمینان سے بولی

"آزمالیں"ادھر اسکے اطمینان میں بھی کوئی فرق نہیں آیا

"تو ٹھیک ہے"تانیہ نے اپنی سیٹ پر پیچھے ہوتے ہوئے مسکراہٹ دبائی

"اٹھا کر لے جاؤ"اب اسکے چہرے سے مسکراہٹ غائب ہو چکی تھی۔وہ آنکھیں سکیڑے تانیہ کو گھورتا رہا پھر سر جھٹک کر سیدھا ہوا اور دروازے کی طرف منہ کر کے زور سے بولا

"نمبر دو"ابھی اسکی آواز کی بازگشت باقی تھی کہ دروازہ کھلا اور اسکی عمر اور اسی جیسے حلیے والا قدرے سانولی رنگت کا اسکا ہم شکل کارپیٹ پر لڑھک گیا۔فرش پر پڑے لڑکے نے اپنے گوگلز کارپیٹ سے اٹھائے اور گھٹنوں پر سے پینٹ جھاڑ کر اٹھ کھڑا ہوا

"عمیر کے بچے!تمہیں کتنی دفعہ منع کیا ہے،مجھے نمبر دو نہ کہا کرو"عمیر آنکھیں

پھاڑے کسی بت کی طرح ایک ہی سمت دیکھے جا رہا تھا

"اب یہ اسٹیچو بنے کیوں کھڑے ہو؟" اس نے ٹوکا پھر خود بھی دیکھا تو فوراً ہی اپنے فرش نشین ہونے کی وجہ سمجھ آ گئی

"مارے گئے" ایک دم اسکے منہ سے نکلا۔ عمیر نے پیچھے سے اسکے کندھے پر ہاتھ مارا

"بھاگ عزیر!" وہ دونوں بھاگ کر تانیہ کی چیئر کے پیچھے جا چھپے جو دونوں ہاتھ منہ پہ رکھے ہنسی روکنے کی کوشش میں لوٹ پوٹ ہو رہی تھی

"باہر نکلو تم دونوں" دروازے کے ہینڈل پر ہاتھ رکھ کر کھڑے نورالہدیٰ غصے سے بولے تو وہ دونوں لٹکے ہوئے چہروں کے ساتھ سامنے آ گئے

"ان دونوں کو پارکنگ میں دیکھ کر ہی میں سمجھ گیا تھا کہ یہ سیدھے تمہارے پاس ہی آئیں گے۔ عمیر تو اندر تھا پر تمہیں پتہ ہے عزیر کیا کر رہا تھا۔ یہ واجبزادے گھٹنوں کے بل بیٹھے کی ہول سے تمہارے کمرے میں جھانک رہے تھے۔ دیکھو زرا

ان دونوں کی حرکتیں "تانیہ کو پتا تھا انکا غصہ مصنوعی ہے مگر اپنے بھائیوں کے اترے چہرے دیکھ کر بولی

"جانے دیں نا پاپا! بچے ہیں" مگر بیٹوں کی ردی ہوتی حالت انہیں اتنا محظوظ کر رہی تھی کہ وہ مزید کھنچائی کرنے کے انداز میں بولے

"پہلے پوچھو ان سے یہ دونوں یہاں کیا کارنامہ کرنے آئے تھے؟" عزیر جلدی سے بولا

"ہم کارنامہ کرنے نہیں آئے پاپا! ہم تو آپی سے ملنے آئے تھے۔ صبح ناشتے پر ان سے ملاقات نہیں ہوئی اس لیے دل بے چین سا تھا۔ پھر کالج سے واپس آکر ہم نے سوچا، آپی سے آفس جا کر مل لیتے ہیں۔ بول نا عمیر۔۔!"

اعلی پائے کی بکواس ایکٹنگ کرتے ہوئے اس نے عمیر سے مدد مانگی جو فوراً ہی مل گئی

"بالکل پاپا! یہ دو نمبر ٹھیک کہہ رہا ہے"

"تم نے پھر مجھے دو نمبر کہا" عزیر سب چھوڑ کر اسکے پیچھے پڑ گیا

"تم مجھ سے پورے پندرہ منٹ چھوٹے ہو تو ہوئے نا نمبر دو"

"ہاں "عزیر کی ہاں اس قدر مدبرانہ تھی جیسے یہ بات آج ہی اسکے علم میں آئی ہو

"تم دونوں پھر سے شروع ہو گئے "نورالہدیٰ انہیں ٹوکتے ہوئے تانیہ کی طرف

مڑے

"یہ دونوں اگر پانچ منٹ اور آفس میں رہے تو بھونچال آجائے گا اور تمہیں لیے

بغیر یہ ٹلیں گے نہیں۔اس لئے تم ان دونوں کے ساتھ جاؤ۔تمہارا کام طارق دیکھ

لے گا"

"اوکے "تانیہ سر ہلا کر بولی تو عمیر جلدی سے آگے ہوا

"ہم صرف آپی کو لینے نہیں آئے۔آپ بھی ہمارے ساتھ چلیں "وہ پلٹنے لگے تھے

رک کر پوچھا

"خیریت؟"

"داداجان کا برتھڈے ہے اور آپ ہمیشہ بھول جاتے ہیں۔تو ہم نے سوچا اس بار

آپکو خود ہی لینے آجاتے ہیں۔ چلیں"

"سوری بیٹا! میں اس بار بھی نہیں آپاؤں گا" ایک پل میں انکے چہرے کے عضلات تن گئے تھے عمیر کو بہت برا لگا

"کیوں؟"

"میری فارن ڈیلیگیشن کے ساتھ میٹنگ ہے۔ میں کیسے آسکتا ہوں؟"

عزیر بچوں کی طرح منہ پھلا کر بولا "میٹنگ کینسل کر دیں"

"سمجھا کرو بیٹا!! میٹنگ کینسل نہیں ہو سکتی"

"تو پھر آپ نے آج کے دن میٹنگ رکھی ہی کیوں؟ جبکہ پتہ ہے 29 نومبر کو دادا جان کا برتھڈے ہوتا ہے اور ہم سب مناتے ہیں" اس سے پہلے وہ کچھ بولتے تانیہ نے کہا

"جانے دو عزیر!! پاپا نہیں آئیں گے۔ میٹنگ واقعی بہت اہم ہے" نورالھدیٰ نے چونک کر اسے دیکھا۔ وہ جانتے تھے کہ تانیہ جانتی ہے کہ وہ جس فارن ڈیلیگیشن

کی بات کر رہے ہیں وہ کل دوپہر کو واپس جا چکا تھا اور اسی بات نے انہیں چونکایا تھا۔ پھر انہوں نے تانیہ کا چہرہ دیکھا تو سمجھ گئے کہ اس نے جو کچھ بھی کہا ہے انکا بھرم رکھنے کے لیے نہیں کہا بلکہ وہ ان پر جتا رہی ہے۔ وہ شرمندہ ہو گئے اور ایسا پہلی بار نہیں ہوا تھا

تانیہ نے اشارے سے عزیر اور عمیر کو چلنے کے لیے کہا اور خود وہ چھوٹے چھوٹے قدم اٹھاتی نورالہدیٰ کے سامنے جا رکی

"آپ دادا جان کا برتھڈے کبھی نہیں بھولتے، ہے نا پاپا؟" انہوں نے بس اسے دیکھا اور چپ چاپ وہاں سے چلے گئے

ہائی کلاس کی باقی خواتین کی طرح مریم فاروقی کو بھی سوشل ورک کا شوق تھا۔ ہاں مگر یہ بات تو تھی کہ ترجیحات کی لسٹ میں انکے بچے سب سے پہلے آتے تھے۔ کسی ورک شاپ اور کانفرنس کو انہوں نے کبھی بھی بچوں سے زیادہ اہمیت نہیں

دی۔اس دن بھی کلب کے ممبرز کی جوائنٹ میٹنگ تھی مگر وہ معذرت کر کے اٹھ گئیں۔انکے پہنچنے تک قصر فاروقی میں اچھا خاصا ہنگامہ برپا ہو چکا تھا۔

لان چیئرز کے ساتھ رکھے ٹیبل سے غباروں کا ایک گچھا بڑے اہتمام سے بندھا ہوا تھا۔اور شوخ رنگ کے ہر غبارے پر ہیپی برتھڈے لکھا نظر آرہا تھا۔راہداری میں بھی ایسے غبارے ہر جگہ بندھے تھے۔وہ ہر طرف کا جائزہ لیتیں سٹنگ روم میں پہنچیں جہاں رکھا بھاری فرنیچر نہ جانے کس طرح کھسکا کر من پسند کونوں میں گھسایا گیا جسکے بعد خالی پڑے قالین پر لکڑی کی اونچی پشت والی کرسی ایک چھوٹے سے ٹیبل کے ساتھ بالکل درمیان میں رکھی تھی۔جسکے سامنے اور دائیں بائیں کشن پڑے ہوئے تھے۔اور بہت سے غبارے اضافی آرائش کے طور پر یہاں بھی سجائے گئے تھے۔مریم فاروقی نے اپنا سر پیٹ لیا۔

"یہ کیا ہو رہا ہے اس گھر میں؟...خدیجہ!...بہادر!...رشیدہ!" وہ ایک ایک کر کے تمام ملازموں کو آواز دینے لگیں۔ایک ملازم کسی کونے سے نکل کر سامنے

آیا۔

"جی بیگم صاحب!"

"یہ فرنیچر یہاں سے کیوں ہٹایا ہے؟..اور یہ غبارے کس نے باندھے ہیں؟"

"جی وہ..."مریم سمجھ گئیں۔

"اچھا تو یہ ان تینوں کی حرکت ہے۔کہاں ہیں یہ تینوں؟"

"کچن میں۔"

"اب وہاں یہ لوگ کیا طوفان مچائیں گے؟"وہ کچن کی طرف چل پڑیں۔

*****

www.novelsclubb.com

ڈائننگ روم سے باہر تک سنائی دیتے قہقہوں سے پتہ چلتا تھا کہ وہ تینوں اپنی پسند کا کوئی کارنامہ کر چکے ہیں۔اور کچن کے دروازے سے داخل ہوتے ہی انکے خیال کی تصدیق بھی ہو گئی۔کچن اس طرح پھیلا ہوا تھا جیسے دو طاقتور فوجوں کے بیچ گھمسان کا رن پڑا ہو۔فرش پر پڑے عجیب سے آمیزے سے بچتے ہوئے انکی نظر بہادر پر

پڑی۔

وہ دونوں پیر اٹھا کر اسٹول پر رکھے بیٹھا دونوں ہاتھوں سے اپنا کھچڑی بالوں والا سر پکڑ کر بند آنکھوں سے آگے پیچھے جھولتا ہوا جیسے اپنے اندر اٹھتے ابال کو دبانے کی کوشش کر رہا تھا۔ اس پر سے نظر ہٹا کر انہوں نے کچن ٹیبل کے گرد کھڑے اپنے سپوتوں کو دیکھا جو سامنے رکھی پلیٹ میں کوئلے جیسی چیز کو دیکھ کر بری طرح ہنس رہے تھے۔

"یہ کیا لگا رکھا ہے تم تینوں نے؟... اور یہ کیا چیز ہے؟" نہ چاہتے ہوئے بھی وہ جھڑک کر بولیں۔ ساتھ ہی پلیٹ میں رکھے عجوبے کے بارے میں سوال کیا۔

"کیک۔" عزیر نے بڑی سادگی کے ساتھ یک لفظی جواب دیا۔ جبکہ باقی دونوں صورت حال کی نزاکت کو دیکھ کر خاموش رہے۔

"یہ کیک ہے؟" وہ حیران ہوئیں۔ "کس نے بنایا ہے؟"

"آپی نے۔" وہ فوراً بولا۔

تانیہ نے کھینچ کر ہاتھ اسکی گدی پر مارا۔اس وارننگ کے ساتھ ہی اس نے بیان بدل دیا۔

"نہیں۔عمیر نے۔"

"میں نے کب بنایا؟"اس نے آنکھیں دکھائیں۔

"تم لوگ کبھی چپ بھی کر جایا کرو۔"

"اور تم..."وہ تانیہ کی طرف مڑیں۔"حد کرتی ہو تانیہ! بڑی ہو۔بجائے اس کے کہ بھائیوں کو ٹوکو تم بھی انکے ساتھ مل گئیں۔"

"ہم تو بس دادا جان کے لیے برتھڈے کیک بنا رہے تھے۔"اس نے کمزور سی آواز میں صفائی دی۔

عمیر نے اسکے جملے کو اچک کر کہا۔"وہ الگ بات ہے کہ اوون سے کوئلہ برآمد ہوا ہے۔"اور وہ تینوں کھی کھی کر کے ہنسنے لگے۔وہ کچھ نرم ہو کر بولیں۔

"کیک میں بیک کر دیتی ہوں مگر ایک شرط پر۔"

"کیا؟"تینوں ہم آواز ہو کر بولے

"جتنی دیر میں، میں فریش ہو کر آتی ہوں، تم تینوں کچن صاف کرو گے اور بہادر صرف نگرانی کرے گا۔اٹھو بہادر! اور دیکھنا ان میں سے کوئی بھاگنے نہ پائے۔"وہ جا چکی تو بہادر سینہ چوڑا کر کے اسٹول سے اٹھ کھڑا ہوا۔

"چلیں عمیر صاحب! آپ فرش صاف کریں۔اور تانیہ بی بی! آپ عزیر صاحب کے ساتھ مل کر برتن دھوئیں۔"

"اتنا ماروں گی نا، یاد رکھو گے۔"تانیہ نے دھمکانے کے انداز میں ہاتھ اٹھایا تو بے چارہ بہادر وہیں دبک گیا۔عمیر نے ڈسٹر اٹھایا اور جا کر بہادر کے ہاتھ میں دے دیا۔

"چلیں بہادر صاحب! فرش صاف کریں۔پھر آپ کو برتن بھی دھونے ہیں۔"

مریم واپس آئیں تو بہادر رگڑ رگڑ کر فرش صاف کر رہا تھا۔انہوں نے تینوں کو گھورا جو خود بھی گڑبڑا گئے تھے۔

"کیا کہا تھا میں نے؟"

"ہم تو فرش صاف کر رہے تھے، بہادر خود ہی...."

"شٹ اپ۔" انہوں نے تانیہ کو بیچ میں ہی چپ کرا دیا۔ پھر بہادر کو ایک طرف اسٹول پر بیٹھنے کو کہا اور ان تینوں سے پورا کچن صاف کروایا۔

انکو کام کرتا دیکھ کر بہادر دانت نکال رہا تھا اور وہ تینوں اسکے دانت دیکھ کر آنکھیں۔ مگر مما کی موجودگی کی وجہ سے اسے کچھ کہہ نہیں سکے۔

وہ جب کیک بیک کر چکیں تو تینوں کو لے کر سٹنگ روم میں آ گئیں اور انکی ارینجمنٹ کو چھیڑے بغیر انہی سے سارا فرنیچر اسکی جگہ پر رکھوایا۔ اٹھواتے وقت انہوں نے صرف آرڈر دیئے تھے۔ اب خود بھاری فرنیچر اٹھانا پڑا تو عقل ٹھکانے آ گئی۔

"ہائے ماما! بازو دکھ رہے ہیں۔"

"جتنا چاہے شور مچا لو، مجھ پر کوئی اثر نہیں ہو گا۔" انہیں بھی پتہ تھا ماما پہ اثر نہیں ہو گا تو کراہنا چھوڑ کر کیرم لے کر بیٹھ گئے اور مریم کو بھی ملا لیا۔

"نو بج گئے ہیں ماما! میں دادا جان کو بلا کر لاتی ہوں۔ کیک کاٹ لیتے ہیں۔"

"اپنے پاپا کو تو آ جانے دو۔" انکے ٹوکنے پر وہ تلخ لہجے میں بولی۔

"29 نومبر کے دن پاپا کی واپسی دو ڈھائی بجے سے پہلے نہیں ہوتی۔"

"مگر بابا جان تو ہر بار انکا پوچھتے ہیں۔" وہ رسان سے کہہ کر چپ ہو گئیں۔

"ٹھیک ہے۔ کیک نہیں کاٹیں گے۔ پر کھانا تو کھا سکتے ہیں۔" وہ اظہر فاروقی کو بلانے چلی گئی۔

دروازے پر ہلکی سی دستک کے بعُد کوئی آواز نہیں ابھری تو تانیا نے دروازے کی نوب پر ہاتھ رکھ کر ذرا سا گھمایا اور دروازہ بے آواز کھلتا چلا گیا. کمرے کی ہلکی زرد روشنی میں تانیا نے اندر جھانکا تو نگاہ سیدھی قدیم طرز کے بنے گیس سے جلنے والے آتَش دان پر لگی تصویر پر پڑی اور ہمیشہ کی طرح آج بھی تانیا کو وہ تصویر سانس لیتی ہوئی محسوس ہوئی. اظہر فاروقی آتَش دان کے سامنے راکنگ چیئر پر بند آنکھوں کے ساتھ نیم دراز تھے. ریڈ ڈائری بند ان کے سینے پر رکھی تھی اور اک ہاتھ اس ڈائری

پر تھا، دوسرا ہاتھ بے جان سے اندازِ میں انکی سنہری فریم کی عینک کو پکڑے گود میں پڑا تھا.

آتش دان روشن تھا اور کمرے میں پھیلی زَرد روشنی اسی سے نکل رہی تھی جس نے ماحول کو پراسرار بنا دیا تھا. تانیا نے آہستگی سے دروازہ بند کیا اور دبے قدموں چلتی ان کے سامنے کارپیٹ پر بیٹھ گئی. انہیں آواز دیتے ہوئے وہ ہچکچا رہی تھی کہ کہیں وہ سو نا رہے ہوں. پھِر کچھ سوچ کر اس نے اپنا ہاتھ ان کے گھٹنے پر رکھ دیا.

اظہر فاروقی بہت زور سے چونکے. یہ اندازِ تو کسی کی پہچان تھا. انہوں نے تڑپ کر اپنی آنکھیں کھول دیں. مگر انہیں دکھائی ہی نہیں دیا. تانیا نے انہیں آنکھیں کھولتا دیکھ کر کچھ کہا تھا مگر انہیں کچھ سنائی ہی نہیں دیا. انکی آنکھیں کسی اور ہی منظر میں الجھ گئی تھیں. ان کے کان اس آواز کو سن رہے تھے جسے اک بار اور سن لینے کی خواہش برسوں سے ان کے دِل میں تھی. تانیا کے اک غیر اِرادی عمل نے انہیں بہت پیچھے دھکیل دیا

"ہیپی برتھڈے ٹو یو..ہیپی برتھڈے ٹو یو...ہیپی برتھڈے ٹو ڈیئر بابا...!"

آتش دان کے سامنے راکنگ چیئر پر نیم دراز اظہر فاروقی نے اسکی گنگناتی آواز بھی سنی تھی اور اسکا اپنے قدموں میں بیٹھنا بھی محسوس کیا تھا لیکن پھِر بھی وہ آنکھیں بند کیے اس پل کا انتظار کرتے رہے جب وہ انکی ساری تھکن سمیٹ لیتی. اور پھِر اس نے بہت آہستہ سے ان کے گھٹنے پر ہاتھ رکھ دیا. اظہر فاورقی نے دھیرے سے آنکھیں کھول کر آسمانی رنگ کے کپڑوں میں ملبوس اس آسمان کی پری کو دیکھا جس کے چہرے کے گرد بکھرے لمبے سنہری مائل گھنے بال رات اور چند کا عکس لگ رہے تھے. وہ دھیرے سے مسکرا دیئے. وہ کھلکھلا کر ہنس پڑی.

"ہیپی برتھڈے بابا جان."

"تھینک یو بیٹا." وہ بولے اور شکایت کرنے لگے.

"تاریخ بدلنے میں اب بس چند منٹ ہی باقی ہیں. اب جا کر بابا کو وش کرنے کا خیال آیا ہے؟"

www.novelsclubb.com

"سوری بابا جان ! مگر مجھے یاد تھا. بس ھادی بھائی کا انتظار کر رہی تھی کے وہ آجائیں تو کیک ساتھ میں ہی کاٹیں گے. "بولتے ہوئے وہ ذرا سا تپائی کی طرف کھسک گئی اور کیک پر لگی کینڈل کو جلانے کے لیے ماچس اٹھالی. اظہر فاروقی نے سوال کیا.

"نورالہدی ابھی نہیں آیا؟"

"نہیں."

"تو پِھر اسے آجانے دو."

ماچس جلاتے ہوئے اسکے ہاتھ وہیں رک گئے.

"بابا جان ! بارہ تو بس بجنے ہی والے ہیں اور سالگرہ تو اپنی تاریخ پر ہی اچھی لگتی ہے."

"مگر انتظار کر لینے میں کوئی حرج نہیں. "اپنی بات کہہ کے وہ اٹھے اور کھڑکی کے ساتھ رکھی اسٹڈی ٹیبل پر ترتیب سے رکھی کتابوں میں سے اک کتاب اٹھا کر اسکے ورک پلٹنے لگے اور وہ چُپ سی ہو گئی. پِھر اس نے انگلیوں میں دبی ماچس کی تیلی کو

جلایا اور جب رقص کرتے ننھے سے شعلے کا عکس اسکی آنکھوں میں چمکنے لگا تو پھونک مار کر ماچس بجھاتے وہ اٹھ گئ اور ساتھ ہی تپائی پر سے کیک کی پلیٹ بھی اٹھا لی.

اپنے نظر اندازِ کیے جانے پر اسکے چہرے سے چھلکتی تکلیف جسے آج وہ اپنے دِل میں محسوس کر رہے تھے، اس دن انہوں نے دیکھی بھی نہیں تھی. وہ دروازے تک بھی نا پہنچی تھی کے ہارن کی تیز آواز سنائی دی.

"ھادی بھائی آ گئے." کہہ کر اس نے پلیٹ واپس رکھی اور باہر کی طرف دوڑ گئ.

بھاگتی ہوئے لاونج سے گزر کر وہ ٹیرِس ڈور کی طرف بڑھی..

ٹھیک اسی وقت نور الہدی دروازہ کھول کر اندر آنے لگے اور سامنے سے آتی لڑکی سے ٹکرا گئے اور اس سے پہلے کے وہ انہیں ساتھ لے کر دوسری طرف جا گرتی، خود کو سنبھالتے ہوئے نور الہدی نے اسے بھی سنبھال لیا.

"آرے بھئ آرام سے، گر جاؤ گی." اسے خود سے الگ کرتے ہوئے وہ بولے.

"بائے داوے اگر تمہارا اِرادہ اولمپکس میں حصہ لینے کا ہے، تب بھی ڈور کر گریس جانے کی کیا ضرورت ہے ؟" وہ لاونج کی سیڑھیوں کی طرف بڑھ گئے وہ پیچھے سے بولی.

"ھادی بھائی! کہاں جارہے ہیں؟"

"اپنے کمرے میں."

"جی نہیں." پاس آکر انکا بازو تھامتے ہوئے بولی. "آپ میرے ساتھ چل رہے ہیں."

"تمہارا اِس وقت آؤٹنگ کا پروگرام ہے؟" وہ گھبرا کر بولے. حالانکہ وہ تھک چکے تھے اور فوراً سونا چاہتے تھے پِھر بھی ان کے لہجے میں اکتاہٹ کے بجائے وہی نرمی تھی جو اس لڑکی کے لیے مخصوص تھی.

"نہیں بھئی. باباجان کے پاس چلنے کو کہہ رہی ہوں. وہ کب سے آپکا انتظار کررہے ہیں."

"باباجان ابھی تک جاگ رہے ہیں؟" وہ چونک کر بولے۔ "اس کا مطلب آج تو دیر سے آنے پر ڈانٹ پڑے گی۔"

"اور پڑنی بھی چاہیے مگر اِس وقت باباجان آپکی کلاس لینے کے لیے نہیں بلکہ اپنا برتھڈے سیلیبریٹ کرنے کے لیے آپکا انتظار کر رہے ہیں۔"

"آرے ہاں... آج تو 29 نومبر ہے۔" وہ سَر پر ہاتھ مار کر بولے پھر اسکی طرف دیکھ کر کہا۔ "اگر میں بھول ہی گیا تھا تو تم مجھے یاد نہیں کرا سکتی تھیں؟"

"ایکسیوزمی۔" وہ برا مان کر کہنے لگی۔

"آپ تو ہر سال بھول جاتے ہیں ہمیشہ مجھے ہی یاد کرانا پڑتا ہے۔ ورنہ خود سے آپکو اپنا برتھڈے بھی یاد نا رہے۔"

"اوکے.. اوکے" وہ جلدی سے بولے۔

"یہ جھگڑا بعد میں دیکھیں گے ابھی باباجان کے پاس چلو۔" پھر اسکے کندھے پر بازو پھیلا کر ساتھ لیے وہ باباجان کے کمرے میں آگئے۔

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

"آیئے برخوردار! کب سے آپکا انتظار ہے۔" باباجان انہیں دیکھتے ہی بولے۔

"ہیپی برتھڈے۔"نورالہدی ان سے بغل گیر ہوئے۔

"سوری باباجان! اِس بار بھی بھول گیا۔"ان سے الگ ہوتے،اسے کن اکھیوں سے دیکھ کر وہ اسے چیڑانے کے لیے بولے۔اس نے منہ پھلا کر رخ پھیر لیا۔

"چلیں بیٹھیں۔"انہیں صوفے پر بیٹھاتے ہوئے انکی نظر کیک پر پڑی تو پلٹ کر کیک کی پلیٹ اور ماچس اٹھا کر صوفے پر آبیٹھے۔پلیٹ ٹیبل پر رکھ کر کینڈل جلائی اور کیک کاٹنے کی چھری اٹھا کر باباجان کو پکڑائی۔پھِر اسے دیکھ کر بولے۔

"وہاں کیوں کھڑی ہو؟...ادھر آؤ۔"

اور وہ آکر باباجان کے دوسری طرف بیٹھ گئی۔

"داداجان! کیک کاٹ لیں۔"

"کیا؟"

"باباجان! بچے کیک کاٹنے کو کہہ رہے ہیں۔"اب کے ذرا دھیان سے انہوں نے

اپنے آس پاس دیکھا. تانیا ہاتھ میں چھری لیے منتظر سی ان کے ساتھ بیٹھی تھی. جبکہ مریم دوسری طرف تھی اور عمیر اور عزیر سامنے بیٹھے تھے. سب کی طرف دیکھ کر پوچھا.

"نورالہدی نہیں آیا؟"

"نہیں اور اب تو 12 بجنے والے ہیں دادا جان!... کیک کاٹ لیجئے."

"ہاں اور سالگرہ تو اپنی تاریخ پر ہی اچھی لگتی ہے."تانیا کی بات پر برسوں پہلے کسی کا کہا جملہ شکستہ اندازِ میں ان کے لب سے ادا ہوا تھا.

یاد ماضی عذاب ہے یارب

چین لے مجھ سے حافظہ میرا

~~~~~~~~~~~

اتوار کا دن تھا. فائزہ کچھ دیر پہلے جاگی تھی اور ابھی ناشتے سے فارغ ہی ہوئی تھی کہ اسے ملازمہ نے تانیا کی آمد کے بارے میں بتایا. وہ فوراً ہی ڈرائنگ روم میں چلی

www.novelsclubb.com
~~~~~~~~~~~

آئی.

"مجھے شایان کے گھر لے چلو." سلام دعا کے بعد جو پہلی بات تانیا نے کی تھی، وہ یہی تھی. وہ گڑبڑا گئی. پھر سنبھل کر بولی.

"تم بیٹھو. چائے آتی ہو گی. پھر بات کرتے ہیں."

"فائزہ مجھے شایان سے ملنا ہے. ابھی اور اسی وقت."

فائزہ نے گہرا سانس کھینچتے ہوئے اسے اپنے ساتھ بیٹھا لیا. اسے ٹینس ہوتے دیکھ کر تانیا نے پوچھا.

"کیا بات ہے؟"

"شایان کراچی میں نہیں ہے." وہ پھر بولی. "اسکی پوسٹنگ ہو چکی ہے اور 3 دن پہلے وہ اپنا چارج سنبھالنے سکھر جا چکا ہے."

تانیا کے لیے یہ اطلاع اِس قدر غیر متوقع تھی کہ وہ کافی دیر تک کچھ بول ہی نا سکی. بہت دیر کی خاموشی کے بعد اس نے بے یقینی سے کہا.

"وہ مجھ سے ملے بغیر چلا گیا؟"پِھر اس نے شاکی نظروں سے فائزہ کو دیکھا.

"اور تم نے بھی مجھے انجان رکھا."

"مجھے ایسا کرنا پڑا."وہ جلدی سے صفائی دیتے ہوئے بولی.

"جواد کی انگیجمنٹ کے دوسرے ہی دن اسکی پوسٹنگ کے آرڈرز آ گئے تھے. مگر شایان نے مجھے منع کر دیا کے تمہیں نا بتاؤں. پِھر جب میں نے اسے کہا کہ تم اس سے بات کرنا چاہتی ہو تو اس نے کہا کہ وہ تم سے بات نہیں کر سکتا. پتہ نہیں کیوں؟ مگر مجھے وہ کافی اپ سیٹ لگ رہا تھا."وہ چُپ ہوئی تو تانیا نے کہا.

"بات نہیں کر سکتا؟... مگر کیوں؟ ایسا تو کچھ بھی نہیں ہوا کے وہ مجھ سے بات بھی نا کرے. تم نے اس سے پوچھا نہیں، وہ ایسا کیوں کر رہا ہے؟"تانیا اب بھی حیران تھی. فائزہ سے اسکی طرف دیکھا ہی نہیں گیا، سر جھکا کر بولی.

"پوچھا تھا. لیکن اس نے کچھ بتایا ہی نہیں. تو میں نے سوچا شاید تم دونوں میں ان بن ہو گئی ھو گی."

"ہمارے بیچ تو کچھ نہیں ہوا۔"تانیا نے فوراً تردید کی.

"امپوسیبل." فائزہ نے ماننے سے انکار کر دیا.

"کچھ تو بات ہوئی ھو گی. بنا کسی بات کے وہ تعلق کیوں ختم کرے گا؟اس نے تم سے کچھ تو کہا ھو گا."

"یقین کرو فائزہ! کوئی بات ہوئی ہی نہیں." وہ پریشان سی ہو کر چُپ ہو گئی. پِھر جیسے یاد آنے پر بولی.

"لیکن انگیجمنٹ والے دن وہ مجھ سے کچھ کہنا چاہتا تھا."

"کیا؟" فائزہ کو تجسس ہوا.

"پتہ نہیں." تانیا نے یہ بات چھپالی کے اسکے خیال میں شایان اس دن اسے پرپز کرنے والا تھا.

"وہ کہنے ہی والا تھا کے تم اور انکل وہاں آ گئے. پِھر وہ کوئی بات کیے بغیر اچانک ہی چلا گیا."

وہ رکی پِھر تلخ سی ہنسی کے ساتھ بولی.

"وہ تو ہمیشہ ہی بغیر کچھ کہے چلا جاتا ہے."

ملازمہ اسی وقت چائے کی ٹرالی کے ساتھ اندر آئی تو دونوں چُپ ہو گئیں. اسکے جانے کے بعد فائزہ نے چائے کا کپ تانیا کو دیتے ہوئے کہا.

"پر تانیا! تم شایان کی طرف سے پہل کا انتظار کیوں کرتی رہیں؟ خود سے کیوں نا کہہ دیا؟"

وہ کپ پکڑتی بے بسی سے بولی.

"کیسے کہہ دیتی؟ جب کے میں یہ بھی نہیں جانتی کہ وہ مجھ سے محبت کرتا بھی ہے یا نہیں؟"

"تم تو اسے محبت کرتی ھو نا. کیا یہ کافی نہیں ہے؟"

تانیا نے کچھ کہے بغیر کپ ٹیبل پہ رکھا اور کھڑی ہو گئی

"میں اب چلو نگی."

فائزہ نے روکنا چاہا لیکن وہ رکی ہی نہیں. فائزہ اسے باہر تک چھوڑنے آئی. تانیا کار کا دروازہ کھولنے کے لیے کی ہول میں چابی ڈال رہی تھی، جب اس نے فائزہ کو کہتے سنا.

"اک بات مانو گی تانیا! اگر وہ نہیں کہتا تو تم کہہ دو اور اگر نہیں کہہ سکتی تو اِس انتظار کو ختم کر کے آگے بڑھ جاؤ. کب تک اِس پل صراط پہ کھڑی رہو گی؟ تکلیف میں رہو گی. یا تو ہٹ جاؤ یا گزر جاؤ. ٹھہر نا مت. ٹھہرنے والے کا پور پور زخم بن جاتا ہے."

وہ کار میں بیٹھی اور چلی گئی.

"تمھارے اندیشے چاہے کتنے ہی درست ہوتے شایان! مگر آگہی کے بعد تمہیں جدائی بخشنے کا کوئی حق نہیں تھا." فائزہ نے سوچا

ایک ہاتھ میں فائلز اور دوسرے میں دوپٹہ پکڑے اسکی آمد کافی افرا تفری میں

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

ہوئی تھی. نورالہدی نے اخبار نیچے کر کے اسے دیکھا.

"میں سوچ رہا ہوں، دیر سے آنے والوں کی تنخواہ کاٹنا شروع کر دوں."

مریم ان کی طرف دیکھ کر ہنسی.

"ایسا مت کرنا نورالہدی! ورنہ تنخواہ کے نام پر تانیہ کے ہاتھ کچھ بھی نہیں آئے گا."

"ویری فنی" فائلز اور دوپٹہ ساتھ والی چیئر پر رکھ کر ہاتھ میں پکڑا کلپ لاپروائی سے سلکی براؤن بالوں میں اٹکاتے ہوئی وہ برا مان کر بولی. "ویسے پاپا! ایک بات میں آپ کو بتا دوں، جس دن آپ نے میری تنخواہ کاٹی، اگلے دن میں ریزائن کر دوں گی."

"دھمکی دے رہی ہو؟" وہ آنکھیں نکل کر بولے.

"آپ بھی تو دے رہے ہیں." آرام سے کہہ کر اس نے سلائس اٹھالیا.

"اچھا آرام سے کھاؤ." اُسے جلدی جلدی سلائس منہ میں ڈالتے دیکھ کر مریم نے

ٹوکا.

نورالہدی نے اخبار پلٹ کر سائڈ میں رکھ دیا انہیں اخبار رکھتے دیکھ کر مریم نے چائے کا کپ سامنے رکھتے ہوئے گلاس میں جوس نکل کرا نہیں تھامایا. ناشتے کے بعد اخبار پڑھنا انکا معمول تھا. پھِر اخبار سے فارغ ہو کر جوس پیتےاور آفس کے لیے نکل جاتے. جتنی دیر میں انہوں نے جوس پیا، تانیاناشتانپٹاچکی تھی. اس نے نیپکین سے ہاتھ صاف کر کے دوپٹہ گلے میں ڈالا.

"پاپا! چلیں."

"تم بعد میں چلی جانا." ان سے پہلے مریم بول پڑی. پھِر اس پر سے نگاہ ہٹا کر انہوں نے نورالہدی کو دیکھا. "میں تانیا سے کچھ بات کرنا چاہتی ہوں."

"اوکے." انہوں نے کوئی اعتراض نہیں کیا.

"اچھا سنو." انہیں اٹھتا دیکھ کر وہ بولیں. "آفس جانے سے پہلے باباجان سے مل کر جانا. رات انکی طبیعت کافی خراب تھی."

انکا موڈ اک دم سے بدل گیا اور رکھائی سے بولے ."میں بزنس مین ہوں، ڈاکٹر نہیں."

وہ چلے گئے تو تانیا مریم کی طرف مڑی.

"سمجھ نہیں آتا ماما! آخر پاپا دادا جان کے ساتھ اتنا روڈ بیہیو کیوں کرتے ہیں؟ کیا آپ جانتی ہیں، ان دونوں کے درمیان کیا ٹینشن ہے؟"

"میں کیسے جان سکتی ہوں؟" انہوں نے فوراً لاعلمی کا اظہار کیا."میں نے ان دونوں کو ہمیشہ ایسا ہی دیکھا ہے. اب تو خیر عادت ہو چکی ہے، لیکن شادی کے ابتدائی سالوں میں، میں بھی پریشان ہو جایا کرتی تھی. اک دو دفعہ نورالہدی سے پوچھا بھی تو کہنے لگے، تمہارا وہم ہے. وہ شاید بتانا نہیں چاہتے، اِس خیال سے میں نے کبھی زیادہ کریدا نہیں. اور اب تو مجھے بھی یہ اپنا وہم ہی لگتا ہے. تم خود غور کرو، نورالہدی کا انکے ساتھ رویہ اپنی جگہ مگر وہ کبھی بھی باباجان کی طرف سے غافل نہیں ہوئے اور مجھ سے ہمیشہ یہی کہا ہے کہ باباجان میرے بچوں کے دادا ہیں

اور انکی اِس حیثیت میں کبھی فرق نہیں انا چاہیے. یوں بھی دونوں کے بیچ ناراضگی کی کوئی وجہ بھی تو نظر نہیں آتی. "پھر اسکو پیار کرتے ہوئے بولیں. "ان باتوں کو اتنا سریس مت لیا کرو."

"آپ مجھ سے کچھ بات کرنی والی تھیں."

"ہاں، آؤ. تمھارے روم میں چل کر بات کرتے ہیں."

تانیا اپنی فائلز اٹھا کر ان کے ساتھ اٹھ کھڑی ہوئی.

اپنے کمرے سے بریف کیس اٹھا کر دو دو سٹیرھیاں اترتے ہوئے وہ لاونج میں آئے تو بجائے آگے بڑھنے کے رک گے. باباجان کی خراب طبیعت کا سن کر وہ پریشان ہو گئے تھے تفکر ان کے چہرے سے بھی نظر آرہا تھا. کچھ پل ٹھہر کر وہ آہستہ آہستہ قدم اٹھاتے ان کے کمرے کے دروازے پر جا رکے اور دستک کے لیئے ہاتھ اٹھایا. پھر پتہ نہیں کیا ہوا، انہوں نے اٹھتے ہوئے ہاتھ کی مٹھی بنا کر بھینچ لیا. اچانک ہی ان کے چہرے سے بے بسی جھلکنے لگی تھی. پھر وہ مڑے اور تیز

قدموں سے باہر نکل گئے.

تانیا دونوں پیر اٹھائے بیڈ پر بیٹھی تھی اور مریم اسے کچھ فاصلے پر گہری سوچ میں ڈوبی تھیں.

تانیا نے خود سے کچھ پوچھنا مناسب نہیں سمجھا تو چُپ کر کے انہیں دیکھنے لگی.

وہ ہمیشہ کی طرف ہی سلک کی ساڑھی پہنے ہوئے تھیں. تانیا نے کبھی بھی انہیں بہت زیادہ لمبے بالوں کے ساتھ نہیں دیکھا. اِس وقت بھی ان کے لہردار بالوں کی اسٹیپ کٹنگ کمر کے خم سے کچھ اوپر ہی ختم ہو رھی تھی جو کبھی سچ مچ ہی گہرے کالے رنگ کے ہوا کرتے تھے مگر اب اڑُتالیس برس کی عمر میں انہیں پابندی سے ڈائی کرانا پڑتا تھا.

سوچتے سوچتے اب اسکی ذہنی رَو نورالہدی کی طرف مڑ چکی تھی. اس نے اپنی عمر کی کئی لڑکیوں کو انکی پر سنیلیٹی کو سرھاتے سنا تھا. کنپٹیوں سے ان کے بال سفید ہو چکے تھے جنہیں انہوں نے کلر کرنے کی ضرورت محسوس نہیں کی. ان کے اٹھنے

بیٹھنے، چلنے پھرنے اور بولنے میں بھی خود اعتمادی جھلکتی تھی.

وہ متاثر کن شخصیت کے ملک تھے. ان دونوں کو ساتھ دیکھ کر تانیا کے دماغ میں

اک ہی بات آتی. "MADE FOR EACH OTHER"

ابھی بھی یہی سوچ کر اسکے ہونٹوں پر مسکراہٹ آگئی تھی جسے فوراً ہی دا باتے

ہوئے اس نے مریم سے کہا. "ماما! مجھے ابھی آفس بھی جانا ہے."

"ہاں مجھے یاد ہے."

وہ بول کر پھر رکیں، کچھ سوچا، پھر آخر اسے مخاطب کر ہی لیا.

"تمہیں انصر کیسا لگتا ہے؟"

"جیسا ہے، ویسا ہی لگتا ہے" اس نے محتاط انداز میں جواب دیا.

"یہی تو پوچھ رہی ہوں، کیسا ہے؟" وہ زور دے کر بولیں.

"مجھے کیا معلوم؟" اس نے پہلو تہی کی.

"معلوم کیوں نہیں ہے؟ آخر تم دونوں بچپن کے دوست ہو."

www.novelsclubb.com

"بچپن کی دوستی تو ماما! بچپن میں ہی ختم ہو گئی تھی جب وہ پڑھنے کے لیے ابروڈ چلا گیا تھا. اب وہ میرا دوست نہیں ہے، صرف فاروقی گروپ آف انڈسٹریز کا vendor ہے. اور اگر وہ میرے لیے کچھ ہے بھی تو صرف تیمور انکل کا بیٹا. اس کے علاوہ کچھ نہیں. "اس بار وہ بولی تو اس کے لہجے میں کوئی گنجائش نہیں تھی. مریم نے سانس بھر کر کہہ ہی دیا.

"انصر نے تمہیں پرپوز کیا ہے؟"

"خود" وہ حیران ہوئی.

"مجھ سے تو عُروسہ نے ہی بات کی ہے مگر ظاہر ہے بیٹے کی مرضی سے ہی کی ہو گی."

"وہ باقاعدہ طور پر رشتہ لے کر آنے کی اِجازت مانگ رہی ہے. تمھارے پاپا کو بھی پرپوزل اچھا لگا ہے اور داداجان نے بھی اپروو کر دیا ہے. مگر ظاہر ہے، آخری فیصلہ تم کو ہی کرنا ہے. سوچ سمجھ کر جواب دینا. "

"ماما لیکن... !" اس نے کچھ بولنا چاہا پر مریم نے بیچ میں ہی روک دیا.

"دیکھو اِس بار کوئی ٹال مٹول نہیں چلے گی. جب تک تم پڑھ رہی تھیں، تب تک تو ٹھیک تھا پر اب جو سال بھر سے تم بہانے بنا رہی ہو، وہ میری سمجھ سے باہر ہیں. مجھے سمجھ نہیں آتا، آخر تم شادی کے بارے میں کب سریس ھوگی؟"

"ماما پلیز! اِس ذکر کو ابھی رہنے دیں." اس نے کوشش کر کے بول ہی دیا. مگر انہوں نے جیسے سنا ہی نہیں.

"تمہیں کچھ اندازہ ہے تمھاری عمر کتنی ہو چکی ہے؟" ظاہر سی بات ہے یہ سوال اس سے جواب مانگنے کے لیے نہیں کیا گیا تھا.

"چوبیس سال." وہ بولیں. "اور جب میں چوبیس سال کی تھی تو تم میری گود میں تھیں." وہ رک کر اسکی فق شکل دیکھ کر بولیں. "میں نے پہلے بھی تم سے کہا ہے اور اب بھی کہہ رہی ہوں کہ اگر تمھاری اپنی کوئی چوائس ہے تو کھل کر کہہ دو. مجھے یا کسی بھی دوسرے شخص کو کوئی اعتراض نہیں ھوگا."

اسکی آنکھوں میں اک دم ہی شایان کا چہرہ ابھر آیا تو اس نے سختی سے پلکیں بند کیں، پھِر کھول کر انہیں دیکھا.

"اور اگر تمھاری کوئی چوائس نہیں ہے تو بیٹا! میں کہوں گی کے تمھارے لیے اَنصر سے بہتر اور کوئی نہیں ھو سکتا."

"تانیا! یہ وقت جو اِس پل تمھارے ہاتھ میں ہے، بہت خوبصورت ہے اسے نا گنواو."

"میں جاؤں؟" اس نے ہلکے سے پوچھا.

"ہاں جاؤ۔" انہوں نے اِجازت دی. انکے پاس سے اٹھ کر وہ دادا جان کے پاس آگئی.

"تم گئی نہیں؟" وہ خلاف معمول اِس وقت اسے گھر میں دیکھ کر حیران ہوئے.

"بس جا ہی رہی ہوں." پھِر بیڈ پر ان کے برابر بیٹھتے بولی. "اب آپکی طعبیت کیسی ہے؟"

"تمہیں دیکھ کر ٹھیک ہو گئی ہے۔" وہ قصداً مسکرائی۔اظہر فاروقی کچھ جھجکے پھر پوچھا۔

"نورالہدیٰ ابھی گھر پر ہے؟"

"نہیں وہ آفس جا چکے ہیں۔" آہستہ سے کہہ کر اس نے انکا ہاتھ چوم کر کہا۔"آئی لو یو دادا جان۔!"

وہ جانتی تھی کے یہ الفاظ انکی تکلیف کا نعم بدل نہیں ہو سکتی پھر بھی وہ مسکرائے تو اسے حوصلہ ہوا، پھر انہیں اللہ حافظ کہہ کر وہ باہر پورچ میں آ گئی۔اپنی کار ریورس کر رہی تھی کہ ڈاکٹر سراج بیک مرر میں گیٹ سے اندر آتے دکھائی دیئے۔وہ گاڑی میں بیٹھے بیٹھے ہی سر نکل کر بولی۔

"ڈاکٹر صاحب! آپ اِس وقت؟ ویسے ٹھیک وقت پر آئے ہیں۔آج دادا جان کی طعبیت کچھ ٹھیک نہیں۔"

وہ کھڑکی کے پاس آ کر جھکتے ہوئے بولے۔"ہر منگل کو مجھے کرنل صاحب کے چیک

اپ کے لیے انا ہی ہوتا ہے اور آج بھی میں شام کو آنے ہی والا تھا پر فاروقی صاحب کا فون آیا کہ کرنل صاحب کی طبعیت ناساز ہے تو میں صبح اگیا۔"

"آپکو پاپا نے فون کیا ہے؟" وہ خوش گوار حیرت سے بولی۔

"ہاں۔"

"اچھا۔" وہ ہنسی۔ "یہ بات داداجان کو ضرور بتایئے گا۔"

"بتادونگا۔" وہ نا سمجھی سے بولے اور تانیا انہیں حیران چھوڑ کر چلی گئی۔

***

دن ہفتوں میں اور ہفتے مہینوں میں کتنی تیزی سے بدلتے جارہے ہیں۔ یوں ہی کیلنڈر کو دیکھتے ہوئے تانیہ کو احساس ہوا کہ شایان کو سکھر گئے دو مہینے سے زیادہ ہو چکے تھے اور اس تمام عرصے میں شایان کی صورت دیکھنا تو دور اس نے شایان کی آواز تک نہیں سنی تھی۔ حالانکہ اس کا دل بہت چاہا، کم از کم ایک بار تو اسے فون کرلے مگر اس نے سختی سے خود کو روک لیا۔ انٹر کام کی بیپ پر اسکا دھیان بٹا تھا۔

"ہیلو..!" انٹرکام کا بٹن پریس کرتے ہوئے اس نے کہا.

"میڈم! مس فائزہ آپ سے ملنا چاہتی ہیں."

"ہاں اندر بھیجواور چائے بھی."

تانیہ فائزہ کے یوں آفس آنے کی وجہ سوچنے لگی. چند لمحوں بعد فائزہ ایک دم سے اسکے آفس کا دروازہ کھول کر اندر آئی اور آتے ہی بولی.

"شایان کے فادر کو ہارٹ اٹیک ہوا ہے."

تانیہ کتنی ہی دیر کچھ بول نہ سکی پھر کوشش کر کے اس نے خود کو ملنے پر آمادہ کیا.

www.novelsclubb.com

"وہ ٹھیک ہیں؟"

"سمجھو جان بچی ہے."

"اب انکی کنڈیشن کیسی ہے؟"

"ابھی تو صبح انہیں روم میں شفٹ کر دیا گیا ہے. پر سورات سے تو آئی سی یو میں تھے." تانیا کو خیال آیا وہ جب سے آئی ہے کھڑی ہے.

"اچھا بیٹھ تو جاؤ."

"نہیں." وہ کھڑی رہی. "میں اسپتال جا رہی ہوں. راستے میں تمھارا آفس آیا تو سوچا تمہیں انفارم کر دوں."

"میں بھی چلتی ہوں تمھارے ساتھ." تانیا نے جلدی سے کہا پھِر طارق صاحب کو بلایا اور فائلز سمیٹنے لگی.

"یس میڈم." ذرا دیر کے بعد وہ آئے.

"طارق صاحب! یہ فائل میں نے دیکھ لی ہے. جیسے ہی پاپا فیکٹری سے آئیں، سائن کروا لیجیئے گا اور اگر پاپا میرا پوچھے تو کہہ دیجیئے گا ضروری کام سے گئی ہوں. اک ڈیڑھ گھنٹے میں اجاونگی." اس نے فائلز ان کو پکڑوائی اور بیگ، موبائل اور چابیاں اُٹھاتی فائزہ کو اپنے پیچھے انے کا اشارہ کرتی باہر نکل گئی۔

فائزہ کے بیٹھتے ہی اس نے گاڑی آگے بڑھا دی.

"کونسے اسپتال میں ہیں؟"

"آغا خان."

"شایان کو پتہ ہے؟"

"انکل کو ہارٹ اٹیک ہفتے کی رات کو ہوا تھا اور شایان ہر ویک اینڈ پر کراچی آتا ہی ہے. انکل کو اسپتال بھی وہی لے کر گیا تھا." تانیا نے حیرت سے اسے دیکھا.

"شایان ہر ویک اینڈ پر کراچی آتا ہے؟"

"ہاں." فائزہ نے کہا

"بہت پریشان ہے وہ بے چارہ. مجھے تو ڈر ہے کہیں خود بیمار نا پڑ جائے. انکل سے محبت بھی تو بہت کرتا ہے. پر سو رات سے اسپتال میں ہے، اک پل کے لیے نہیں سویا. نا کھانے پینے کا کچھ ہوش ہے."

"فائزہ! کیا واقعی شایان ہر ویک اینڈ پر کراچی آتا ہے؟"

"ہاں بابا! ہر ویک اینڈ پر." وہ تانیا کی بار بار کی تکرار سے الجھ گئی. "اگر کوئی ضروری کام ہو تو اور بات ہے ورنہ وہ اپنی روٹین نہیں بدلتا."

"کمال ہے۔" وہ ونڈ واسکرین کے پار دیکھ کر بولی۔ فائزہ کو اک دم خیال آیا اور وہ تیزی سے اسکی طرف مڑ کر بولی۔

"کیا وہ تم سے نہیں ملتا؟" تانیا نے تلخ سی مسکراہٹ کے ساتھ نفی میں سر ہلا دیا۔

"فون تو کرتا ہوگا۔"

اِس بار تانیا نے کوئی جواب نہیں دیا۔ فائزہ چُپ سی ہو گئی۔

"واہ شایان صاحب! پاس تھے تو جلاتے تھے۔ دور گئے تو راکھ کر ڈالا۔ اُس پر کیا شان بے نیازی ہے کہ مڑ کر خبر تک نا لی۔ مگر کیا میرے رت جگے اتنے ہی بے اثر تھے کہ تمھاری نیند نا اڑا سکے؟" اسکی آنکھوں میں چبھن ہونی لگی تو اس نے ڈیش بورڈ پہ رکھے سن گلاسز اٹھا کر آنکھوں پہ لگا لیے۔ چوٹ تو لگ چکی، اب زخم دیکھانے کا کیا فائدہ؟ گاڑی اسپتال کے سامنے رک گئی۔ فائزہ نے اپنی طرف کا دروازہ کھولا اور اترنے لگی تو دھیان آیا، وہ ابھی تک اپنی سیٹ پر ہے اور اس نے انجن بھی بند نہیں کیا تو پوچھا۔

"تم اندر نہیں آؤ گی؟"

"تم چلو میں تھوڑی دیر میں آتی ہوں." وہ سامنے دیکھتے ہوئے بولی اور فائزہ کے اترتے ہی گاڑی بھاگا لے گئ.

کافی دیر تک بے مقصد شہر کی سڑکوں پر گاڑی بھگانے کے بعد بھی خون کے ابال میں کمی نہیں آئی تو تھک کر اس نے گھر کے راستے پر گاڑی موڑ دی۔ گھر میں داخل ہوتے ہی اسکی نظر ملازمہ پر پڑی تو اسے پکار کر کہا۔

"خدیجہ! میں اپنے کمرے میں جا رہی ہوں. اور کوئی ڈسٹرب نہ کرے."

پھر وہ رکی نہیں اور سیدھی اپنے روم میں آ گی.

جذباتی ٹوٹ پھوٹ کے بعد اب اس کے اعصاب شکستہ ہونے لگے تھے. اس پر ہیجان طاری تھا. دروازہ لاک کر کے اس نے ہاتھ میں پکڑی ہر چیز بیڈ پر پھانکی اور خود کرپٹ پر گھٹنوں کے بل گر پری. ہولے ہولے لرزتے ہوئے خود کلامی کر رہی تھی.

"میرا اعتبار توڑنے کی تمہارے پاس کوئی وجہ نہیں تھی شایان! اگر کوئی وجہ ہوتی تو تم مجھ سے لڑتے, مجھے الزام دیتے. مگر تم تو بنا کچھ کہے ہی پلٹ گئے. لفظوں کا آزار دے جاتے. میں کب تک تمہاری خاموشی سنو؟ کچھ تو بولا ہوتا شایان! میں سمجھا دیتی خود کو کہ تم نے دھوکہ دیا ہے مگر اب کیا کروں؟ خود کو کیسے سمجھاؤں؟"

اب اس کی آواز بلند ہوتی جا رہی تھی درد سے پھٹتے اپنے سر کو دونوں ہاتھوں سے پکڑے اس کا گلا رندھ گیا تھا.

"قصور تمہارا نہیں غلطی میری ہے. میں نے کیوں تم پر اعتبار کیا؟ میں نے کیوں تم سے محبت کی؟ کیوں میں آج بھی تم سے محبت کرتی ہوں؟ جب ساتھ ہی نہیں دینا تھا تو تم کیوں میرے پاس ہے؟ اگر جانا ہی تھا تو میرے زندگی میں, میرے دل میں آنے کا تمہارا کیا حق تھا؟ پاس آ کر دور جانے کا, جھلک دکھا کر چھپ جانے کا کھیل بہت بار کھیلا ہو گا" وہ اب چلا رہی تھی.

"بہت سو کو تڑپایا ہو گا. بہت ہو نگی جو تمہارے لیے روتی ہو نگی. مگر میں تانیا فاروقی

ہوں۔ان بہت سی لڑکیوں سے بہت الگ۔مجھے تڑپتا دیکھنے کی تمہاری خواہش کبھی پوری نہیں ہوگی شایان! نا میں تڑپوں گی نا روئوں گی۔تم وہ نہیں جس کے لیے میں خود کو برباد کرلوں۔"وہ کہہ رہی تھی کے وہ نہیں روئے گی مگر وہ پھوٹ پھوٹ کر رُو رہی تھی۔

سورج ڈھل چکا تھا اور کمرے میں اندھیرا ابھرنے لگا تھا لیکن تانیا نے لائٹ جلائی نا ہی پردے سمیٹے۔وہ بے حس و حرکت اوندھے منہ کارپیٹ پر سمٹ کر لیٹی تھی۔اب وہ رو نہیں رہی تھی۔اس کا چہرہ ستارہ ہوا تھا، بال بے ترتیب ہو رہے تھے۔بکھرے بکھرے حلیے کے ساتھ اس کے سر میں درد کی تیز لہریں اٹھ رہی تھیں۔کئی گھنٹوں تک۔رونے کی وجہ سے وہ تھک چکی تھی اور اب اس میں اتنے طاقت بھی نہیں تھی کہ وہ اٹھ کر بیڈ کے دراز سے پین کلر ہی نکال کر لے لے۔پھر کچھ وقت ہی سہی مگر اس نے خود کو ہلنے پر آمادہ کر ہی لیا۔وہ کھسک کر ٹیبل کی طرف گی۔ٹیبل کے سہارے سے بیٹھنے کے بعد اس نے جگ سے پانی گلاس میں ڈالا اور

گلاس پکڑ کر اٹھتے ہوئے بیڈ پر آ کر بیٹھ گی پھر دراز کھول کر پین کلر نکالی اور دو گولیاں پانی کے ساتھ لے کر گلاس سائیڈ ٹیبل پر رکھا اور بیڈ پر لیٹ گئی. اس کا دل چاہ رہا تھا کہ سو جائے مگر آنکھوں میں درد اتنا زیادہ تھا کہ بند کرنا بھی مشکل تھا. وہ چت لیٹی نیند آ جانے کا انتظار کرتی رہی.

اگلی صبح شاور لے کر ڈریسنگ روم میں آئی تو آئینے میں اپنی ہی صورت دیکھ کر حیران رہ گئی. آنکھوں کے گرد ہلکے سوجے ہوئے تھے. نہانے سے چہرے کی پژمردگی تو کم ہو گئی تھی مگر زردی جھلک رہی تھی. اِس حالت میں سب کا سامنا کرنا مشکل لگ رہا تھا. مگر اس کے سوا چارا بھی کیا تھا. آخر کار وہ ڈرائنگ روم میں آ ہی گئی. عمیر، عزیر تو کالج جا چکے تھے اور دادا جان بھی ناشتہ ان کے ساتھ کر کے اِس وقت اسٹڈی میں چلے جاتے تھے. مریم البتہ نور الہدیٰ کے ساتھ ہی ناشتہ کرتی تھیں اور جب سے تانیا نے آفس جانا شروع کیا تھا، وہ بھی ان کے ساتھ ڈائننگ ٹیبل پر موجود ہوتی تھی. نور الہدیٰ اس پر نظر پڑتے ہی چونک گئے. انہوں نے

مریم کی طرف دیکھا،ان کے تاثرات بھی نورالہدیٰ سے مختلف نہیں تھے.

"بہادر! میرے لیے چائے لے آؤ."سلائس پر بٹر لگاتے ہوئے وہ خود کو نارمل پوز کرنے کے لیے ضرورت سے زیادہ اونچی آواز میں بولی.

"تمہیں کیا ہوا ہے؟"مریم اس کے پوز کرنے سے ذرا بھی مطمئن نہیں ہوئی تھیں.تانیا کو بھی اندازہ تھا کہ "کچھ بھی نہیں" سے کام نہیں چلے گا.اس نے چائے کا کپ اٹھایا جسے ابھی ابھی بہادر چھوڑ گیا تھا اور سیب لے کر بولی.

"اب تو ٹھیک ہوں مگر طبیعت خراب ہو گئی تھی.اس لیے آفس سے جلدی اٹھنا پڑا.پھِر جو ٹیبلیٹ لے کر سوئی ہوں تو ایک گھنٹہ پہلے ہی آنکھ کھلی ہے."

اس نے غیر محسوس اندازِ میں کل سارا دن کمرا نشین رہنے کی بھی وضاحت کر دی.

"مجھے ابھی بھی تم ٹھیک نہیں لگ رہی ہو. تمہیں ڈاکٹر کے پاس جانا چاہیے."

"جی ماما!"وہ انکی تاکید کے جواب میں بولی.

مریم تو قدرے مطمئن ہو کر ناشتہ کرنے لگیں. مگر نورالہدیٰ مستقل اسے دیکھ

رہے تھے۔ حالانکہ انہوں نے کوئی سوال نہیں کیا تھا مگر انکا اِس طرح دیکھنا تانیا کو پریشان کر رہا تھا۔ پِھر بھی وہ آرام سے ناشتہ کرتی رہی۔ آخر انہوں نے تانیا پر سے نگاہ ہٹالی۔

"میرا خیال ہے، آج تم آفس مت جاؤ۔ گھر پر ہی رہ کر آرام کرو۔"

"میں بھی یہی سوچ رہی ہوں۔" اس نے کہا۔ نورالہدی اپنی جگہ سے اٹھے اور اسکے پاس آکر اس کا چہرہ اپنے ہاتھوں میں لے کر اپنی طرف کیا۔

"تمہیں تکلیف میں دیکھ کر مجھے بہت تکلیف ہوتی ہے مگر اِس وقت تکلیف اور بھی زیادہ ھوگی جب تم اپنی تکلیف مجھ سے چھپاؤ گی۔" وہ جھکے اور اسکے ماتھے کو چوم لیا۔ ان کے چوڑی پشت کو دیکھتے ہوئے تانیا حیران ھورھی تھی۔ نہ اس نے کچھ کہا، نہ پاپا نے کچھ پوچھا۔ انہیں پِھر شک کیسے ہوا کہ وہ کچھ چھپا رہی ہے؟ پِھر وہ اٹھ کر اپنے کمرے میں آگئی۔ اور جب یقین ہو گیا کے نورالہدی چلے گئے ہیں تو لاونج میں آکر وقت گزاری کے لیے ٹی وی آن کر کے بیٹھ گئی۔ مریم کہیں جانے کی

تیاری میں لاونج سے ہو کر گزریں. تانیا نے دور سے ہی انہیں بائے کہا. مسکرا کر اسکی طرف دیکھتے ہوئے انہوں نے دروازہ کھولا. پھر کچھ سوچتی نظروں سے گلاس وال کے دوسری طرف تانیا کو دیکھ کر انہوں نے دروازہ بند کیا اور لاونج میں آگئی.

"کچھ خاص پروگرام دیکھ رہی ہو؟"

"نہیں۔" فوراً سیدھے ہو کر اس نے ٹی وی کی آواز کم کر دی۔

"تم سے بات کرنا چاہ رہی تھی۔" وہ اسکے ساتھ بیٹھتے بولیں۔

"کہیں۔" وہ ہمہ تن گوش ہوئی۔

"بات تو کوئی نئی نہیں ہے پر عروسہ کا اصرار بڑھتا جا رہا ہے۔ حالانکہ میں بہت واضح انداز میں اس سے کہہ چکی ہوں کہ تم ابھی شادی کے لیے تیار نہیں ہو۔ مگر وہ کہتی ہے شادی نہ سہی منگنی تو کی جاسکتی ہے۔ اور سچ پوچھو تو مجھے بھی اسکی بات پسند آئی ہے۔ فی الحال منگنی کر دیتے ہیں۔ پھر جب تم ذمے داری اٹھانے کو تیار ہو جاؤ تو شادی کر دیں گے۔ اور کیا پتہ ایک بار انصر کے ساتھ رشتے میں بندھ کر شادی کا

فیصلہ تمہارے لیے زیادہ آسان ہو جائے۔" پھر اسے چپ دیکھ کر بولیں۔

"چپ کیوں ہو؟...کچھ تو بولو۔"

"کیا بولوں ماما؟" وہ ہنسی۔ "پل سراط پر ٹھہروں یا ہٹ جاؤں۔کچھ حاصل نہیں ہو گا۔پر شاید کچھ گنوانا بھی نہ پڑے۔ لیکن اگر گزر جاؤں تو سب گنوا دوں گی۔ مگر شاید تب بھی میرے ہاتھ خالی نہیں رہیں گے۔بن مانگے ہی سہی، لیکن زندگی کچھ عطا تو کرے گی۔پر نفع کس میں ہے اور نقصان کہاں؟ حساب کرو نگی تو ہی پتہ چلے گا۔"

www.novelsclubb.com

"کیا کہہ رہی ہو؟"

"آپ چاہتی ہیں نا میں شادی کر لوں؟"

"ہاں۔"

"میں سوچ کر جواب دو نگی۔"

"پتھر میں جونک تا لگی۔" اسکی بات پر مریم نہال ہو گئیں۔ "بس اب چاہے تم کچھ

بھی جواب دو، میرے لئے تو یہ بھی بہت ہے کہ تم شادی کے بارے میں سوچنے کو تیار ہو گئی ہو۔" تانیہ انہیں خوش دیکھ کر شرمندہ ہو گئی۔

جانے سے پہلے کتنی ہی دیر تک وہ اسے خود سے لپٹا کر پیار کرتی رہیں۔ اس نے کہہ تو دیا کہ سوچے گی۔ پھر کچھ سوچنے کی کوشش میں وہ کچھ بھی سوچ نہیں پارہی تھی۔ کتنا وقت گزر گیا، اسے کچھ احساس بھی نہیں تھا۔ کسی نے اسکے ہاتھ پر ہاتھ رکھا تو وہ چونک کر مڑی اور اپنے برابر بیٹھے عمیر کو دیکھ کر اسے ایک بار پھر چونکنا پڑا۔ وہ یونیفارم بدل چکا تھا۔ جسکا مطلب تھا اسے کالج سے آئے کافی دیر ہو گئی تھی۔

"بیٹھے بٹھائے کھو جانے کی عادت یا دادا جان کی ہے یا پھر پاپا کی۔ آپ نے یہ عادت کب سے اپنا لی؟ اتنی دیر سے آپکو آواز دے رہا ہوں، پر آپ ہیں کہ کچھ سنتی ہی نہیں۔"

"وہ... میں کچھ سوچ رہی تھی۔" وہ اٹھتے ہوئے بولی۔ "عزیر کہاں ہے؟"

"ڈائننگ ٹیبل پر آپکا انتظار کر رہا ہے اور دادا جان بھی وہیں ہیں۔"

"چلو پھر۔" وہ ڈائننگ روم میں آگئی۔

"آپی! صبح بتادیا ہوتا، آپ چھٹی کرنے والی ہیں۔ میں بھی کالج نہیں جاتا۔"

"بہت اچھا کیا میں نے جو صبح نہیں بتایا ورنہ بے کار کالج بنک کرتے۔" وہ عزیر کو بولی تو عمیر ہنسا۔

"یوں بھی اسکے ساتھ پورا دن بتانا آسان نہیں۔ وہ تو میری ہی ہمت ہے جو اسے جھیل لیتا ہوں۔" سب ہنسنے لگے تو اس نے منہ بنایا۔

"تم دونوں کیوں ہر وقت اسے چھیڑتے رہتے ہو؟" دادا جان رعب سے بولے تو عمیر فوراً بولا۔

www.novelsclubb.com

"ہمیں چھیڑنے کی کیا ضرورت ہے؟ یہ پیدائشی چھڑا ہے۔" اور پھر تانیہ کے ساتھ ہنسنے لگا تو عزیر بے چارا روہانسا ہو گیا۔

"روتے نہیں بیٹا! تم ان نامعقولوں کو چھوڑو اور کھانا کھاؤ۔"

\-\-\-\-\-\-\-\-\-\-\-\-

وہ بھی ایک سہانی شام کا منظر تھا۔ گرم گھاس پر بھری ہوئی ٹرے تھامے وہ سہج سہج قدم اٹھاتی لان میں رکھی چیئرز کی طرف بڑھی چلی آرہی تھی جن پر براجمان اظہر فاروقی اور نورالہدیٰ دنیا ومافیہا سے بے خبر نہ جانے کن باتوں میں الجھے تھے۔ ان دونوں نے ہی اسکی آمد کو محسوس نہیں کیا تھا بلکہ نورالہدیٰ تو اس وقت چونکے جب ٹرے رکھنے کے لیے جھکتے ہوئے اسکا کاسنی دوپٹہ شانے سے سرک کر گھٹنے پر رکھے انکے ہاتھ پر آپڑا۔ اس نے ایک ہاتھ سے دوپٹہ کندھے پر ڈالتے ہوئے دوسرے ہاتھ میں پکڑا کپ اٹھا کر باباجان کی طرف بڑھایا۔ مگر انہوں نے ہاتھ میں پکڑا اخبار ایک دم ہی اپنے سامنے پھیلا لیا۔ وہ سن سی ہو گئی۔ یہ ہو ہی نہیں سکتا تھا کہ اظہر فاروقی نے اسے اپنی طرف کپ بڑھاتے نہ دیکھا ہو۔ نورالہدیٰ جو بھی انکی حرکت اچھی نہیں لگی تھی۔ وہ خود کو بولنے سے روک نہ پائے۔

"باباجان! وہ آپکو کپ پکڑا رہی ہے۔"

اظہر فاروقی نے زرا سا اخبار کا کونا نیچے کرتے ہوئے سرسری سے انداز سے کہا۔

"ٹیبل پر رکھ دو نا بیٹا!" اور پھر سے اخبار اپنے سامنے کیا۔اس نے کپ انکے سامنے رکھا اور اسی خاموشی سے کرسی پر بیٹھ گئی۔

اسکا چہرہ پتھر کی طرح بے جان تھا۔ہر بار اپنے نظرانداز کئے جانے پر اسکی کیفیت اتنی ہی شدید ہو جایا کرتی تھی۔نورالھدیٰ اسکی اس قدر حساسیت پر اکثر حیران اور کبھی کبھار تو پریشان ہو جاتے۔اسے اس ٹرانس سے باہر لانے کے لیے نورالھدیٰ نے کپ اٹھا کر اسکے سامنے کیا اور اپنی عادت کے مطابق بشاشت سے بولے۔

"کیا شام کی چائے پینا بھی چھوڑ دیا ہے؟"

اس نے چونکتے ہوئے انکی طرف دیکھا اور سادگی سے مسکراتے ہوئے انکے ہاتھ سے کپ لے کر گھونٹ پینے لگی۔

"گھر میں بیکار بیٹھ کر کیا کرو گی؟ تم یونیورسٹی میں ایڈمیشن کیوں نہیں لے لیتی؟"

انہیں لگتا ہے،اسکی حد سے بڑھی ہوئی حساسیت کی وجہ تنہائی ہے۔حالانکہ گھر میں باباجان اور خود وہ موجود تھے مگر نورالھدیٰ اپنی مصروفیت کی وجہ سے اسے ٹھیک

سے ٹائم نہیں دے پاتے تھے۔اور باباجان گوکہ ریٹائرڈ تھے مگر الگ تھلگ رہنا پسند کرتے تھے۔انہوں نے سوچا، یونیورسٹی جانے سے اسکی تنہائی ختم ہو جائے گی اور پھر شاید اسکی جذباتیت بھی کم ہو جائے۔ مگر اس نے فوراً ہی انکے خیال کو مسترد کر دیا۔

"بی اے کر لیا، کافی ہے۔مجھے آگے نہیں پڑھنا۔"

"یہ کیا بات ہوئی؟" وہ ٹوک کر بولے۔

"بس۔" کچھ سمجھ نہیں آیا تو اس نے کندھے آچکا دیئے۔

"بس کیا؟" وہ کبھی کبھار ہی بڑے پن کا رعب جھاڑتے تھے اور جب ایسا کرتے، بڑے آرام سے مرعوب ہو جاتی جیسے ابھی ہو گئی تھی۔وہ اسی لہجے میں بولے۔

"میرا خیال ہے، ایڈمیشن تو اوپن ہو چکے ہوں گے۔میں کسی دن فارم لے آؤں گا تم بس فل کر دینا۔"

"مگر ہادی بھائی! مجھے آگے نہیں پڑھنا۔" وہ منمنائی۔

"کیوں؟" انکا انداز ہنوز وہی تھا۔

"مجھے کورس کی کتابیں اچھی نہیں لگتیں۔" بڑا معصوم سا انداز تھا۔ نورالہدیٰ مسکرا دیئے۔

"پھر کیا اچھا لگتا ہے؟"

"بتاؤں؟" وہ اسی بھولپن سے جوش میں بولی، پھر انکے جواب کا انتظار کئے بغیر شروع ہو گئی۔ اس نے سر اٹھا کر دور تک پھیلے آسمان کو دیکھا اور کہا۔

"مجھے آسمان کو دیکھنا اچھا لگتا ہے، اس میں اڑتے بادل اور پرندوں کی چہکار، سورج کی کرنیں اور چاند کی چاندنی، پھول، تتلی، خوشبو، صحرا میں بہتی ہوا کی آواز، سمندر کی لہریں، سردی کا موسم۔" بولتے بولتے وہ اچانک ہنس پڑی، پھر انہیں دیکھ کر بولی۔ "ہادی بھائی! مجھے زندگی اچھی لگتی ہے۔"

وہ ہنس پڑے۔ مگر وہ ایک دم سے چپ ہو کر کچھ سوچنے لگی تھی۔ پھر اس نے کپ

ٹیبل پر رکھا اور اپنی جگہ سے اٹھ کر گھاس پر بابا جان کے قدموں میں بیٹھ گئی جو لاتعلق سے اخبار میں گم تھے۔ انہیں متوجہ کرنے کے لئے اس نے اپنے ہاتھ اظہر فاروقی کے گھٹنے پر رکھ دیئے۔ انہوں نے اخبار ہٹا کر اسے دیکھا۔ "بابا جان! آرٹس کونسل میں نو آموز مصوروں کی نمائش ہو رہی ہے۔ میں نے بھی اپنا نام دیا تھا اور پتہ ہے، میرا سلیکشن بھی ہو گیا ہے۔ سترہ دسمبر سے تین دن کی نمائش ہے۔ آپ آئیں گے نا؟" جوش میں بولتے آخر میں اس کا لہجہ منت بھرا ہو گیا تھا۔

"تم جانتی ہو کہ بھیڑ بھاڑ والی جگہوں پر جانا مجھے پسند نہیں۔" انہوں نے مکمل انکار نہیں کیا تھا، اسی سے حوصلہ پکڑ کر وہ بولی۔

"مگر تھوڑی دیر کو تو جا سکتے ہیں بابا جان! یہ میری پہلی ایگزیبیشن ہے اور اس بہانے آپ میری پینٹنگز بھی دیکھ لیں گے۔ جانتے ہیں، اس بار میں نے اسٹل لائف اور لینڈ اسکیپنگ کے علاوہ سی اسکیپس بھی بنائے ہیں اور کیلی گرافی تو میں نے پہلی بار ہی کی ہے پچھلے مہینوں میں، میں نے اتنے سارے نئے کینوس بنا لئے ہیں اور

www.novelsclubb.com

آپ نے ابھی تک کوئی بھی نہیں دیکھا۔"

"اگر دیکھنا مقصود ہے تو آج ہی ایک نشست تمہارے کمرے میں رکھ لیتے ہیں۔ لیکن میں اگیزیبیشن میں نہیں آپاؤں گا۔ آرمی لائف کے دوران بھی پر ہجوم جگہوں پر جانا مجھے پسند نہیں تھا اور اب تو میں ریٹائرڈ لائف گزارتے گھر تک ہی محدود ہو گیا ہوں۔ اینی وے، بیسٹ آف لک۔"

'کیا ہو جاتا اگر بابا جان اسکا دل رکھنے کی خاطر کچھ دیر چلے جانے کی ہامی بھر لیتے۔' نورالہدیٰ نے تاسف سے سوچ کر اسے دیکھا۔

اس نے اپنی آنکھیں جھکا رکھی تھیں پھر بھی اسکی پلکوں پہ لرزتے آنسو نورالہدیٰ کو صاف نظر آئے تھے۔ نورالہدیٰ بے چین ہو کر اٹھے اور اسکے پاس والی چیئر پر بیٹھ کر ٹیبل پر رکھے اسکے ہاتھ پر اپنا ہاتھ رکھ دیا اور کچھ کہنا ہی چاہتے تھے کہ اس نے آہستگی سے اپنا ہاتھ انکے ہاتھ کے نیچے سے نکالا اور اٹھ کر یوں ہی رخ پھیرے اندر کی طرف بڑھ گئی۔

جو توں سمیت بیڈ پر چپ لیٹے نورالہدیٰ کو اپنی کنپٹیوں پر نمی کا احساس ہوا تھا۔ وہ اٹھ بیٹھے۔ اپنے چہرے پر سے آنسوؤں کو صاف کر کے ہاتھ اپنی آنکھوں کے سامنے کیا اور پوروں پر ٹھہری نمی کو دیکھنے لگے۔

"جو آج تم یہاں ہوتیں تو دیکھتیں کہ جو آنسو تمہاری آنکھوں سے نہ بہہ سکے وہ ستائیس سالوں سے میرا چہرہ بھگو رہے ہیں۔"

بے سبب تو نہیں تیری یادیں

تیری یادوں سے کیا نہیں سیکھا

ضبط کا حوصلہ بڑھا لینا

آنسوؤں کو کہیں چھپا لینا

کانپتی ڈوبتی صداؤں کو

چپ کی چادر سے ڈھانپ کر رکھنا

بے سبب بھی کبھی ہنسنا

www.novelsclubb.com

جب ہو بات کوئی تلخی کی

موضوع گفتگو بدل دینا

بے سبب تو نہیں تیری یادیں

تیری یادوں سے کیا نہیں سیکھا

وہ تھکے تھکے سے اٹھے اور کھڑکی کا پردہ ہٹا کر باہر جھانکا۔پورچ کی تیز روشنی میں تانیہ بار بار ہارن بجا رہی تھی۔پھر اظہر فاروقی چند لمحوں بعد اپنے پوتوں کے ساتھ نظر آئے۔

"سنبھلنے کے لیے ہمیشہ ٹھوکر کی ضرورت کیوں ہوتی ہے؟"فرنٹ ڈور کھول کر بیٹھتے اظہر فاروقی کو دیکھ کر انہوں نے سوچا تھا۔

ہاتھ میں بکے پکڑے تانیا نے اسپتال کے انفارمیشن کاؤنٹر پر شایان کے فادر کا نام بتا کر انکا روم نمبر پوچھا.

"روم نمبر ۵۔"دُبلی پتلی لڑکی نے کمپیوٹر سے چیک کر کے اسے بتایا۔

"تھینکس۔"کہہ کر تانیا لفٹ کی طرف آئی۔ لفٹ سے نکلتے ہی تانیا کو سامنے سے فائزہ آتی دیکھائی دی۔ پاس آنے پر وہ بولی۔

"کہاں جا رہی ہو؟"

"گھر۔"فائزہ نے جواب دے کر پوچھا۔"مگر پرسوں کیا ہوا تھا؟ تھوڑی دیر کا کہہ کر تم غائب ہی ہو گئیں۔"

"اک ضروری کام یاد آ گیا تھا۔"اس نے کہا۔ فائزہ گھر جانے کا اِرادہ ترک کر کے اسکے ساتھ ہی چلتے ہوئے روم میں آ گئی۔

پہلا قدم کمرے میں رکھتے ہی تانیا نے شایان کی موجودگی کو محسوس کر لیا تھا مگر جان بوجھ کر نظر اندازِ کر کے وہ بیڈ پر لیتے شخص کی طرف آ گئی۔ بیڈ کے ساتھ ہی رکھی میز پر بکے رکھ کر اس نے ہلکی آواز میں پوچھا۔

"انکی طبیعت اب کیسی ہے؟"

www.novelsclubb.com

"کافی بہتر ہے۔" اپنے پیچھے سے شایان کی بھاری آواز سن کر وہ سنبھل کر پلٹی۔

کوشش کر کے حیران ہوتے ہوئے بولی۔

"تم..." پھر قصداً مسکرائی۔ "سوری، میں نے تمہیں دیکھا نہیں۔" تبھی اسکی نظر سوفے پر بیٹھی سبز آنکھوں والی عورت پر پڑی۔ اس نے فوراً انہیں سلام کیا اور فائزہ کی طرف دیکھنے لگی کے انکا تعارف کروائی گی۔

خود سے وہ سمجھ نہیں پائی تھی کہ وہ شایان کی مدر ہے یا رشتے دار ایسا ہی سوال تانیا کے لیے انکی آنکھوں میں تھا۔ فائزہ نے دانستہ ان سوالوں سے آنکھ چراتے ہوئے کہا۔

"میرا خیال ہے، باہر چل کر بات کرتے ہیں۔ یہاں ہماری آواز سے انکل کی نیند خراب ھو گی۔"

وہ دروازہ کھول کر باہر چلی گئی تو تانیا اور شایان بھی آگے پیچھے باہر آ گئے۔ تانیا، فائزہ کے ساتھ ہی بینچ پر بیٹھ گئی۔ شایان دیوار سے کمر ٹکائے سامنے کھڑا تھا۔ اتنی دیر میں

پہلی بار تانیا نے اسکی طرف دیکھا. بلو جینز اور وائٹ شرٹ پہنے اسکا حلیہ رف سا تھا. کالے بال بے ترتیبی سے ماتھے پر پڑے تھے. شیو بڑھی ہوئی تھی اور آنکھوں کے نیچے ہلکے نظر آرہے تھے.

"اپنے فادر کے لیے بہت پریشان ہے." تانیا نے دِل میں اسکے لیے ہمدردی محسوس کی.

"بہت اپ سیٹ ہو؟" آخراس نے بات شروع کی.

"ابو میری زندگی کا لازمی حصہ ہیں. میں سب کچھ برداشت کر سکتا ہوں مگر انکی تکلیف نہیں."

www.novelsclubb.com

"ان شاءاللہ وہ جلد ٹھیک ہو جائیں گے." تانیا نے دِل سے کہا.

"آج کل کیا کر رہی ہو؟" وہ بات بدلنے کو بولا.

"کچھ خاص نہیں."

"تو کرونا...اور کتنا انتظار کرواوگی."

"کیا مطلب ؟...میں سمجھی نہیں."

"شادی کی بات کر رہا تھا، ویسے تم دونوں نے بہت مایوس کیا ہے. کیریئر کے پیچھے ہی پڑ گئی ہو. ورنہ میرا خیال تھا، ایم بی اے کی ڈگری ملتے ہی تم دونوں ڈولی میں بیٹھ جاو گی." جان بوجھ کر اس نے یہ ٹاپک شروع کیا ہے، اِس خیال سے تانیا کو اس پر غصہ آنے لگا. فائزہ بھی کچھ چڑ گئی.

"تم اپنا خیال چھوڑو اور انکل کا خیال کرو. کتنا ارمان ہے انہیں تمھارے سر پر سہرا دیکھنے کا. یوں بھی عمر میں تم ہم دونوں سے ہی تین سال بڑے ہو. پہلے تمھاری شادی ھو گی. ہمارا نمبر تو بعد میں آئیگا."

"میں اسکی شادی تک انتظار نہیں کرنی والی."

"مطلب؟" فائزہ نے پوچھا.

"میں شادی کر رہی ہوں." وہ غصے میں بنا سوچے سمجھے ہی بول گئی.

"زبردست."

www.novelsclubb.com

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

شایان کی آواز پر اس نے اسکی طرف دیکھا، اگر کوئی امید تانیا کے دِل میں تھی بھی تو اس وقت ختم ہو گئی تھی. شایان کے چہرے پر خوشی چھپائے نہیں چُھپ رہی تھی.

"کب کر رہی ہو شادی؟"

"بہت جلد." وہ جز بُز ہو کر بولی.

"شادی میں بلاؤ گی نا؟"

"آف کورس اور بھلا میری شادی تمھارے بنا ہو سکتی ہے؟" وہ دِل جلانے والی مسکراہٹ کے ساتھ بولی تو شایان بس اسے دیکھ کر رہ گیا. پِھر وہ فوراً ہی اُٹھ گئی.

"اچھا فائزہ! میں اب چلتی ہوں."

"ٹھیک ہے. میں شام کو فون کرونگی."

"بائے." وہ کہہ کر شایان کی طرف دیکھے بغیر تیزی سے چلتی لفٹ کا انتظار کرنے کے بجائے سیڑھیوں سے نیچے اُتر گئی.

شایان کوریڈور کے بیچوں بیچ کھڑا اسے لمحہ لمحہ خود سے دور جاتا دیکھ رہا تھا. فائزہ اُٹھ

کر اسکے پاس آکر بولی.

"کبھی کبھی مجھے لگتا ہے شایان! تم نے کبھی تانیا سے محبت کی ہی نہیں." شایان نے اسے دیکھا اور بولا.

"محبت کرتا ہوں، اسی لیے تو..." پِھر ہونٹ کاٹ کر بیچ میں ہی چُپ ہو گیا.

"تب تو مجھے تم پر غصہ نہیں، ترس انا چاہیے. محبت سے ڈر جانے والے کمزور شخص پر ترس ہی آسکتا ہے."

بول کر وہ رکی نہیں آگے بڑھ گئی اور شایان وہیں بینچ پر بیٹھ گیا.

****

www.novelsclubb.com

انٹرنس سے اندر پیر رکھتے ہی تانیہ نے ڈرائنگ روم سے آتی آوازوں سے اس نے اندازہ لگایا کہ عروسہ بھی ڈرائنگ روم میں موجود تھی مگر اس وقت کسی میل ملاپ کے موڈ میں نہیں تھی لیکن مشکل یہ تھی کہ ڈرائنگ روم کا دروازہ کھولا تھا اور لاؤنج کی سیڑھیاں ٹھیک ڈرائنگ روم کے سامنے تھیں اور یہی سیڑھیاں اِس

زینے تک جاتی تھیں جس پر تانیا کا کمرا تھا۔اب اگر وہ اپنے کمرے میں جانے کے لیے سیڑھیوں تک جاتی تو کھلے دروازے سے اسے دیکھا جا سکتا تھا۔تانیہ نے کچھ سوچ کر دروازہ بند کیا اور باہر آگئی۔لان کا چکر کاٹ کر وہ قصر فاروقی کے پچھلے حصے کی طرف نکل آئی۔

اب اسکے سامنے سیاہ آبنوس کا بے حد لمبا اور کافی چوڑا منقش دروازہ تھا مگر اس دروازے کے دونوں پٹوں کو پکڑ کر دھکیلتے ہوئے تانیہ کو کچھ زیادہ طاقت لگانی نہیں پڑی۔دروازہ کھلتے ہی تانیہ پر جیسے طلسم ہوش ربا کا کوئی باب کھلا تھا۔کم از کم تانیہ کو یہ جگہ کسی جادو نگر کی طرح ہی لگا کرتی تھی۔قصر فاروقی کا یہ حصہ باقی گھر سے الگ تھلگ تھا اور تقریباً نہ استعمال ہونے والا تھا۔تانیہ نے ایک قدم اٹھایا اور وسیع ہال میں آگئی۔ہال کے دونوں جانب آمنے سامنے دو دروازے تھے۔بائیں طرف والا ڈائننگ ہال میں کھلتا تھا جسکے ایک جانب کچن تھا،ڈائننگ روم میں دوسری طرف ایک اور دروازہ تھا جو راہداری سے جڑا تھا جسکے آگے لاؤنج تھا۔

دوسرا دائیں جانب کا دروازہ ایک لمبے کوریڈور میں پہنچتا جسکے آگے سٹنگ روم اور اس سے آگے لاؤنج تھا۔لاؤنج میں بائیں جانب اظہر فاروقی کا کمرہ اور اسکے ساتھ لائبریری سے ملحق اسٹڈی تھی جبکہ دائیں جانب رہائشی کمرے تھے اور دائیں جانب سے ہی سیڑھیاں اوپر کے کاریڈور تک جاتی تھیں جہاں دونوں جانب کمروں کی قطاریں تھیں۔یعنی اگر کوئی اس ہال کے ایک دروازے سے نکلتا تو پورے قصرِ فاروقی کا چکر کاٹ کر وہ واپس یہیں آ پہنچتا۔

اس پورشن کی یہ آنوکھی خصوصیت تھی کہ وہ بیک وقت گھر کے ہر حصّے سے جڑا بھی تھا اور پورے گھر سے الگ بھی تھا۔ہال کے داخلی دروازے کو سامنے دبیز قالین کا بڑا سا ٹکڑا تھا جسکے ساتھ رکھا لکڑی کا آرام دہ فرنیچر اسے نشست گاہ کا روپ دے رہا تھا۔دائیں طرف کی دیوار پر بڑا سا آئینہ تھا جس پر آرٹ ورک کیا گیا تھا۔آئینے کے نیچے ایک چھوٹی میز اور دو کرسیاں تھیں۔ناک کی سیدھ میں تھوڑا آگے جا کر سیڑھیاں تھیں جنکے بائیں جانب ایک اونچا لکڑی کا اسٹول تھا جس پر گھومنے والے

ڈائلر کے ساتھ پرانی طرز کا فون رکھا تھا مگر اس فون کا کنکشن نکال دیا گیا تھا۔

سیڑھیوں کے اوپری زینے کے سامنے ایک دروازہ تھا جسکے دونوں پٹوں سے لٹکتی زنجیر میں تالا لگا تھا۔تانیہ نے ہمیشہ یہی سنا تھا کہ وہ کمرہ اسٹور روم ہے۔یہ جگہ اتنی کشادہ تھی اور دروازے سے سیڑھیوں کا فاصلہ اتنا زیادہ تھا کہ زینے والے کمرے کی بالکونی عمارت کے سامنے کی طرف سے دائیں جانب کھلتی تھی۔ویسے تانیہ کیلئے تو اسٹور روم میں بالکونی کی موجودگی کافی حیران کن تھی۔جبکہ بالکونی میں بڑا سا لکڑی کا جھولا تھا اور چھت سے ونڈ چائمز لٹک رہے تھے، جن کا مدھر سنگیت چاندنی رات میں مبہوت کر دیا کرتا تھا اور اضافی حیرت کی بات تو یہ تھی کہ بالکونی میں رکھے گملوں میں لگے پودے اور مورننگ گلوری کی خوبصورت بیل ہری بھری تھی لیکن تانیہ نے کبھی کسی کو انہیں پانی دیتے نہیں دیکھا تھا۔

گھر کے کسی فرد سے تو پوچھنا ہی بے کار تھا مگر نوکروں سے بھی ایک آدھ بار اس نے جاننا چاہا تو انہوں نے صاف انکار کر دیا کے وہ کبھی اس کمرے میں نہیں گئے.اِس

ہال کے تمام دروازے، سیڑھیاں اور زینے کی ریلنگ، حد تو یہ ہے کے تمام فرنیچر بھی منقش ابنوسی لکڑی کا تھا. یوں تو سارا قصر فاروقی ہی سفید سنگ مرمر سے بنا تھا مگر سیاہ اور سفید کا یہ پر کشش امتزاج گھر کے اور کسی حصے میں نظر نہیں آتا تھا. ایسا لگتا تھا کہ وقت کے ساتھ ساتھ باقی گھر کی رینوویشن تو ہوتی رہی مگر اِس حصے کو جان بوجھ کر ہاتھ نہیں لگایا گیا. یہاں وقت کو قید کر دیا گیا تھا.

ہال کے دروازے سے اندر داخل ہو کر بائیں طرف کے دروازے سے گزر کر ڈائننگ روم میں آتے تانیا کو محض چند سیکنڈ ہی لگے تھے مگر اسے یوں لگا، جیسے ایک عہد سے گزر آئی ہو. لاونج میں قدم رکھنے سے پہلے اس نے ڈرائنگ روم سے آتی آواز پر دھیان دیا. وہ سب بدستور گپ شپ میں مصروف تھے. تانیا اطمینان سے اظہر فاروقی کے کمرے تک آئی اور دستک دینے والی تھی کے کسی نے کہا.

"کرنل صاحب اپنے کمرے میں نہیں ہیں. "تانیا نے مڑ کر بہادر کو دیکھا جو ڈرائنگ روم میں چائے لے کر جاتا اسے دیکھ کر رک گیا تھا.

"کہاں گئے ہیں؟"اس نے پوچھا.

"زمینوں پر گئے ہیں، کل شام تک آجائے گے. آپکو کچھ کام تھا تانیا بی بی؟"

"نہیں. تم جاؤ."تانیا نے اسے جانے کو کہا، پِھر خود ہی اسے آواز دے کر روک لیا. "بہادر!"

"جی تانیا بی بی؟"

"جب مہمان چلے جائے تو مجھے بتا دینا، میں دادا جان کے کمرے میں ہوں."

"ٹھیک ہے جی."وہ کہہ کر چلے گیا تو تانیا دروازہ کھول کر کمرے میں آگئی. کچھ دیر تک تو وہ یونہی کھڑی رہی جیسے سوچ رہی ہو، اب کیا کرے. پِھر اس نے ہینڈ بیگ بیڈ پر ڈالا اور خود بھی جوتے اُتار کر آرام سے لیٹ گئی. وہ جس زاویے سے لیٹی تھی، آتَش دان کے اوپر لگی تصویر اسکی آنکھوں کے سامنے تھی. کرنے کو اور تو کچھ تھا نہیں، وہ یوں ہی اس تصویر کو دیکھنے لگی.

یہ تصویر کسی ۲۰،۱۹ سال کی نوجوان لڑکی کے چہرے کا کلوز اپ تھی. کشادا پیشانی

پر تیکھی آئیبرو کمان کی طرح کاٹ دار تھی. بڑی بڑی سنہری مائل غلافی آنکھیں جن پر خم دَر پلکوں کی گھنی جھالر تھی. ستواں ناک، گال سرخی مائل بھرے بھرے تھے. ہونٹ گُداز اور ٹھوڑی قدرے باریک تھی. چہرے کی رنگت کندانی تھی جس کے اطراف میں شہد جیسی رنگت والے سلکی بال بکھرے ہوئے تھے. کانوں میں موتیے کے اویزی لٹک رہے تھے اور کندھوں پر پڑا اسفید ڈوپٹہ بھی نظر آرہا تھا. وہ جو بھی تھی، بلاشبہ حَسین تھی. مگر حسن بھی تو دو طرح کا ہوتا ہے. کچھ چہرے ایسے ہوتے ہیں جس کو دیکھتے ہی آنکھیں چندھیا جاتی ہیں. کیوں کہ کچھ اور نظر ہی نہیں آتا. پِھر جب وہ آنکھوں سے اوجھل ہو جاتی ہیں تو ذہن یوں ہڑ بڑا کر جاگتا ہے جیسے نیند سے جاگا ہو. پِھر جتنی بار انہیں دیکھا جائے، اپنی کشش کھوتے جاتے ہیں.

البتہ کچھ چہرے ایسے بھی ہوتے ہیں جو آنکھوں کو چندھیاتے نہیں، باندھ لیتے ہیں یوں کے پِھر کسی اور طرف دیکھنے کو دِل ہی نہیں چاہتا. پِھر چاہے وہ آنکھوں سے

اوجھل ہو جائیں، انکا اثر باقی رہتا ہے اور جتنی بار وہ سامنے آئیں، لگتا ہے پہلی بار دیکھ رہے ہیں. اس لڑکی کا چہرہ بھی ان چہروں میں سے تھا جن سے نظر نہیں ہٹتی.

بالکل اس طرح جیسے تانیہ کی نظر نہیں ہٹ رہی تھی۔تانیہ نے کئی بار دیکھا تھا کہ اظہر فاروقی کسی بت کی طرح بیٹھے گھنٹوں اس تصویر کو تکا کرتے تھے۔انکی محویت پر تانیہ کو حیرت ہوا کرتی تھی۔ لیکن اب خود اس تصویر کو دیکھتے ہوئے بالکل محو ہو چکی تھی۔ مگر اسکی محویت کی وجہ محض اس لڑکی کا حسن نہیں تھا۔تانیہ نے وہ تصویر تو سینکڑوں بار دیکھی تھی مگر تصویر والی کو کبھی نہیں دیکھا تھا۔ پھر بھی پتہ نہیں کیوں اسے یہ چہرہ بہت مانوس لگتا تھا۔اسکے ذہن میں وہ سوال سر اٹھا رہے تھے جو بچپن میں اس تصویر کو دیکھ کر اسکے ذہن میں آتے تھے۔

"وہ کون ہے؟...اسکی تصویر اس گھر میں کیوں لگی ہے؟...اسکا اس گھر کے مکینوں سے کیا تعلق ہے؟" مگر تانیہ جانتی تھی کہ ان سوالوں کو سوچ لینا جتنا آسان ہے، انکے جواب پانا اتنا ہی مشکل۔ اسے یاد تھا، ایک بار جب وہ بہت چھوٹی تھی تو

اس نے مریم سے پوچھا تھا۔

"ماما! وہ لڑکی کون ہے جس کی تصویر داداجان کے کمرے میں لگی ہے؟"

"تمہیں اس بارے میں جاننا ہے؟" وہ ایک دم غیض وغضب سے بولیں۔تانیہ نے چاہا انکار کردے مگر ننھی سی بچی سہم کر ہاں میں سر ہلا بیٹھی۔ پھر کیا تھا۔مریم نے جھپٹ کر اسکا بازو اپنی آہنی گرفت میں لے لیا اور اسکے گالوں پر تھپڑوں کی بارش کردی۔

نورالہدیٰ نے مریم کو اس حرکت پر ڈانٹا اور کونے میں کھڑی دہشت سے کانپتی تانیہ کے پاس آئے۔وہ اس قدر خوف زدہ ہو چکی تھی کہ رو بھی نہیں پا رہی تھی اور رونے کی کوشش میں اسکے حلق سے لایعنی آوازہی نکل رہی تھی۔پانچ چھ سال کی بچی کو اٹھا کر وہ صوفے پر آ بیٹھے۔ کتنی ہی دیر تک نورالہدیٰ اسے اپنے سینے سے لگائے پچکتے رہے۔وہ کبھی اسکے بالوں میں انگلیاں چلاتے، کبھی اسکے مسلے گئے گالوں پر پیار کرتے۔بہت دیر بعد کہیں جا کر وہ نارمل ہوئی تھی۔ مگر اسکے ذہن میں

خوف بیٹھ چکا تھا۔ پھر کچھ دن بعد اظہر فاروقی نے اسے بہت نرمی سے سمجھایا کہ وہ کبھی تصویر والی لڑکی کے بارے میں کوئی بات نہیں کرے گی۔ اسکا خوف کچھ اور گہرا ہو گیا۔ پھر اس نے خوف کے مارے بھی اس لڑکی کا ذکر نہیں کیا۔

وقت کے ساتھ ساتھ تانیہ کا خوف تو ختم ہو گیا مگر وہ یہ بھی سمجھ گئی کہ وہ لڑکی چاہے جو بھی ہو اسکا ذکر شجر ممنوعہ ہے۔ پھر ایسے سوال کرنے کا فائدہ جنکا جواب نہ ملے۔ یہ سوچ کر اس نے کبھی اس لڑکی کے بارے میں اپنے ذہن میں تجسّس پیدا ہی نہیں ہونے دیا۔ بھلا اگر دادا جان کے کمرے میں کسی لڑکی کی تصویر لگی ہے تو لگی رہے۔ کیا فرق پڑتا ہے۔ ایک دم سے تانیہ کو احساس ہوا جیسے وہ اس لڑکی کے بارے میں سوچ کر اپنا وقت ضائع کر رہی ہے۔ وہ بے زاری سے رخ بدل کر بیٹھ گئی۔

"کوئی فائدہ نہیں۔ کوئی کبھی نہیں بتائے گا کہ یہ کون ہے؟" اس نے کوفت سے اپنا سر جھٹکا اور بیڈ سے اٹھنے ہی والی تھی کہ ٹھٹک کر رک گئی۔ اسکی نظر دادا جان کی

اسٹڈی ٹیبل پر رکھی ریڈ ڈائری پر اتفاقاً ہی پڑ گئی تھی۔لوگ ڈائری لکھتے ہیں مگر اس نے دادا جان کو ہمیشہ ڈائری پڑھتے دیکھا تھا۔

"دیکھوں تو اس ڈائری میں کیا لکھا ہے؟" اسکے اندر تجسّس جاگا۔ ٹیبل سے ڈائری اٹھا کر وہ دوبارہ بیڈ پر آبیٹھی۔ تکیہ رکھ کر نیم دراز ہوتی وہ ڈائری کا پہلا صفحہ کھول کر پڑھنے لگی۔

میاں جی،نواب شاہ کے بااثر زمیندار تھے۔بلند و بالا حویلی انکی خاندانی جاگیر کے طور پر انکے حصے میں آئی تھی۔بیگم حیات نہیں تھیں البتہ انکی دو اولادیں تھیں اور دونوں ہی بیٹے تھے۔ بڑے مظہر فاروقی اور چھوٹے اظہر فاروقی۔ مظہر فاروقی، میاں جی کی طرح ہی پکے زمیندار تھے۔اظہر فاروقی کا مزاج تو زمیندارانہ تھا مگر انہیں اپنے آبائی پیشے میں کوئی خاص شغف نہیں تھا۔اسکے بجائے انہیں تعلیم حاصل کرنے میں دلچسپی تھی۔

میاں جی کو بیٹے کا شوق پسند تھا اور ساتھ ہی وسائل کی کوئی کمی نہیں تھی۔ انہوں نے اظہر فاروقی کو حصول تعلیم کے لیے بخوشی کراچی بھیج دیا البتہ ہوسٹل کی رہائش انہیں پسند نہیں تھی۔ جب تک اظہر فاروقی میٹرک کر کے کالج میں پہنچے، انہوں نے کراچی میں ہی وسیع رقبے پر حویلی کی تعمیر مکمل کر والی۔

ایک ہزار گز پر تعمیر کیا گیا قصر فاروقی، سفید سنگ مرمر سے بنی پر شکوہ عمارت تھی۔ باہر سے اگر یہ عمارت سبز و سفید کا شاہکار تھی تو اندر سے سیاہ و سفید کا عجوبہ۔ قصر فاروقی کی آرائش میں لکڑی کا بکثرت استعمال ہوا تھا۔

اظہر فاروقی نے قصر فاروقی میں رہتے ہوئے ہی گریجویشن کا ایگزام دیا اور اسکے بعد آرمی میں جانے کی خواہش ظاہر کر دی۔ میاں جی کو یہ بات پسند نہیں آئی۔ وہ چاہتے تھے تعلیم حاصل کرنے کے بعد اظہر فاروقی واپس حویلی آجائیں اور اظہر فاروقی کو یہ منظور نہیں تھا۔ آخر مظہر فاروقی انکی مدد کو آئے اور ناجانے کن مشکلوں سے انہوں نے اظہر فاروقی کو آرمی جوائن کرنے کی اجازت دلوادی۔ بہر حال جب

سارے معاملے طے ہو گئے تو انہیں بیٹوں کی شادی کا خیال آیا۔اس معاملے میں اظہر فاروقی نے بڑے بھائی کی طرح ہی فرمانبر داری سے سب کچھ ان پر چھوڑ دیا۔ میاں جی نے خود بہوؤں کے انتخاب میں احتیاط برتی۔ مظہر فاروقی کی بیگم نورین زمیندار گھرانے سے تھیں البتہ چھوٹی بہو فریال کراچی کے پڑھے لکھے خاندان سے تھیں اور خود بھی تعلیم یافتہ تھیں۔شادی کے پہلے سال ہی مظہر فاروقی بیٹے کے باپ بن گئے اور پوتے کی پیدائش کے چند ہفتوں بعد ہی میاں جی قضائے الٰہی سے وفات پا گئے۔

دکھ کتنا ہی بڑا ہو، زندگی نہیں رکتی۔یہی سوچ کر دونوں بھائی اپنی زندگیوں میں ایڈجسٹ کرنے کی کوشش کرنے لگے۔ لیکن اظہر فاروقی کے نصیب میں ایک دکھ اور لکھا تھا۔اظہر فاروقی آرمی جوائن کرتے ہی مسافر ہو گئے تھے اور انکا پڑاؤ کبھی ایک تو کبھی دوسرے شہر ہوتا۔ مگر فریال کو بھی گاؤں کا ماحول پسند نہیں تھا اور اظہر فاروقی کی غیر موجودگی میں انکا حویلی میں رہنا ضروری نہیں تھا اس لیے وہ

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

شادی کے ابتدائی دنوں میں ہی قصر فاروقی شفٹ ہو گئیں۔ لیکن انکا اپنے سسرال سے مکمل رابطہ تھا۔ کبھی وہ خود حویلی چلی جاتیں تو کبھی انکے جیٹھ اور جیٹھانی بیٹے کو ساتھ لئے کراچی آ جاتے۔اس بار بھی انکی واپسی ایک لمبے قیام کے بعد ہوئی تھی۔ مگر وہ نواب شاہ تک نہیں پہنچ سکے۔ راستے میں ہی انکی کار کا مسافر کوچ کے ساتھ زبردست تصادم ہوا تھا۔حادثے کی اطلاع ملتے ہی اظہر فاروقی جائے حادثہ پر پہنچ گئے۔ مگر جب وہ پہنچے تو انکے بھائی اور بھابھی دم توڑ چکے تھے لیکن تین سال کا انکا بیٹا معجزانہ طور پر محفوظ رہا تھا۔انکی تدفین سے فارغ ہو کر جب دونوں میاں بیوی نے رخت سفر باندھا تو اس ننھے سے بچے کو بھی ساتھ کراچی لے آئے۔

فریال کی اپنی گود تو اب تک خالی تھی انہوں نے بہت آسانی سے اس بچے کو اپنے بیٹے کی حیثیت سے قبول کر لیا اور بہت جلد ہی وہ انکی زندگی کا مرکز بن گیا۔ یہاں تک کے شادی کے ساتویں برس منتوں اور دعاؤں کا ثمر بن کر پیدا ہونے والی ملیحہ فاروقی بھی اس کے لیے فریال کی محبت کو کم نہ کر سکی۔ پھر اسکے سات سال بعد

جیسے اظہر فاروقی حصولِ تعلیم کے لیے کراچی آئے تھے، اپنے بھتیجے کو انہوں نے اعلیٰ تعلیم کے لیے لندن بھیج دیا مگر چار سال بعد ہی انہیں واپس آنا پڑا۔ ملیحہ کی پیدائش کے وقت ہی فریال کو کچھ پیچیدگیوں سے گزرنا پڑا تھا اور پھر اسکے بعد وہ مستقل بیمار رہیں اور گیارہ سال کی بیماری کے بعد وہ خالق حقیقی سے جاملیں۔ پالنے والی ماں کو کندھا دے کر وہ پھر لندن چلے گئے۔ مگر ملیحہ کی زندگی میں خلا ہمیشہ کے لیے ٹھہر گیا۔ حالانکہ باباجان نے بہت جلد ہی ریٹائرمنٹ لے لی شاید ملیحہ کی تنہائی کے خیال سے... مگر پاس ہونے اور ساتھ ہونے میں فرق ہوتا ہے۔

ب صورت حال یہ ہے کہ وہ یا تو اپنی اسٹڈی میں وقت گزرتے ہیں یا اپنے پرانے دوست ملک ناصر کے ساتھ شطرنج کھیلتے ہیں اور میری یعنی ملیحہ فاروقی کی روٹین بھی بس یوں ہی سی ہے. میں نے حال ہی میں گریجویشن کیا ہے اور میرا سارا وقت گھرداری میں یا پھر پینٹنگ میں گزرتا ہے. ہاں روز ہی کچھ وقت نکال کر میں لائبریری چلی جاتی ہوں. ویسی تو باباجان کی لائبریری میں میرے لیے بہت سی

کتابیں ہیں مگر لائبریری جانے کی وجہ صرف اتنی ہے کہ میں اِس تنہائی سے کچھ دیر پیچھا چھڑا سکوں جو امی جان کے انتقال کے نو سال بعد بھی مجھے بوکھلا دیتی ہے. مگر اب شاید تنہائی کا احساس کچھ کم ہو جائے.

پڑھائی ختم کر کے نورالہدی نے لندن میں جاب بھی کر لی تھی. پر اب سنا ہے کہ بابا جان کے بھتیجے ہمیشہ کے لیے واپس آ رہے ہیں.

تانیا کو جھٹکا لگا تھا. وہ جلدی سے سیدھی ہو بیٹھی. پِھر اس نے اس لائن کو دوبارہ پڑھا. پِھر تیسری اور چوتھی بار. ہر بار پڑھنے میں اک ہی بات سمجھ میں آئی.

"پاپا، دادا جان کے بیٹے نہیں ہیں." یہ اس کے لیے انکشاف تھا. وہ سوچنے لگی، اگر یہ بات سچ ہے تو بھی چھپائی کیوں گئی؟ بھلا اِس بات کے پتہ چل جانے میں کیا ہجر ہے؟

اظہر فاروقی اگر نورالہدی کے چاچا بھی تھے تو تانیا کے دادا ہی تھے. پِھر اس نے سوچا، جب تک وہ سب کچھ جان نہیں لیتی، اِس بات کو خود تک محدود رکھے گی. اسی

وقت دستک کی آواز پر تانیا اچھل گئی. اس نے جلدی سے ڈائری اپنے پیچھے چھپالی.

"دروازہ کھلا ہے. " اسکی آواز پر ملازمہ نے دروازہ کھول کر اندر جھانکا.

"مہمان چلے گئے ہیں تانیا بی بی! اور سب آپکا کھانے پر انتظار کر رہے ہیں. "

"پاپا آ گئے؟ "

"نہیں. "

"ٹھیک ہے. تم چلو میں آتی ہوں. "

اسکے جانے کے بعد وہ ڈائری ہاتھ میں لیے اٹھی اور چلتے ہوئے تصویر کے سامنے جا کھڑی ہوئی.

"مجھے شک سا ہو رہا ہے کہ ملیحہ فاروقی آپ ہی ہیں اور اگر آپ ملیحہ ہیں تو یہ ڈائری بھی اپنے ہی نے لکھی ہو گی. ہمیشہ سے میرا دِل چاہتا تھا کہ میں آپکے بارے میں کچھ جان پاؤں اور اب یہ ڈائری مجھے آپکے بارے میں کافی کچھ بتانی والی ہے. مگر گھبرائے مت، پڑھ کر آپکی ڈائری واپس کر دونگی اور اِس میں جو بھی لکھا ہے، وہ

www.novelsclubb.com

میرے اور آپکے درمیان رہیگا. یہ میرا وعدہ ہے."

وہ چُپ ہوئی، پھِر اپنی ہی حرکت پر ہنستی کمرے سے باہر آگئی.

اس نے ڈائری اپنے کمرے میں رکھی اور کھانا کھانے نیچے آگئی. ڈائری پڑھنے کی جلدی میں اس نے ٹھیک سے کھانا بھی نہیں کھایا اور کمرے سے آگئی. کمرے میں آ کر اس نے لائٹ آن کی اور دروازہ لوک کر کے ڈائری نکل کر بیڈ پر بیٹھ گئی.

ملیحہ لائبریری میں بیٹھی کتاب کے مطالعے میں غرق تھی کہ اسے اپنے چہرے پر کسی کی نگاہوں کی تپش محسوس ہوئی. اس نے سَر اٹھا کر دیکھا مگر کوئی بھی متواجہ نظر نہیں آیا تو سَر جھٹک کر واپس کتاب پر نظریں جمادیں. مگر کسی کی نظروں کا احساس بدستور تھا. وہ چڑ گئی. آج تیسرا دن تھا کہ وہ کتاب لے کر بیٹھی اور کسی کی نظروں کی شدت اسے بے چین کرنی لگی. دو دن تک وہ اپنا وہم سمجھ کر نظر اندازِ کرتی رہی مگر آج سچ مچ اسے غصہ آگیا تھا. اس نے کتاب بند کی اور اپنے اطراف کا

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

جائزہ لینا شروع کیا. اسکے بالکل سامنے اک انکل اخبار پڑھ رہے تھے مگر انکی سفید داڑھی کا احترام کرتے ہوئے اس نے اپنے دائیں جانب چہرہ موڑ کر دیکھا. وہاں یونیورسٹی کے کچھ اسٹوڈنٹ کمبائن اسٹڈی کر رہے تھے. وہ گروپ کے لڑکوں کو مشکوک نگاہوں سے دیکھنے لگی مگر کسی نے بھی اسکی طرف نہیں دیکھا تو اس نے دوسری طرف دیکھا. وہ کوئی لڑکی تھی اور ظاہر ہے یہ حرکت وہ تو نہیں کرے گی. ہال میں کچھ اور لوگ بھی تھے مگر ملیحہ نے کسی کو بھی اپنی طرف دیکھتے ہوئے نہیں دیکھا.

"کیا مصیبت ہے؟" اسے سخت بیزاری ہوئی، دو دن سے یہی ہو رہا تھا. بیٹھے بیٹھائے محسوس ہونے لگتا کہ کوئی اسے بہت توجہ سے دیکھ رہا ہے مگر ڈھونڈنے پر کوئی نظر نہیں آتا اور وہ غصے سے کھولتی گھر آ جاتی.

اپنی طرف سے تو اس نے مسئلے کا یہ حل نکالا تھا کہ آج صبح کے بجائے شام کو آئی تھی اور اپنی مخصوص جگہ سے ہٹ کر بیٹھی تھی. مگر سامنے والا بھی کافی مستقل

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

مزاج تھا۔ گھر کی تنہائی سے گھبرا کر وہ یہاں آتی تھی پر اب لگ رہا تھا کہ اِس نادیدہ مہربان کی وجہ سے یہ اکلوتی سَر گرمی بھی ترک کرنی پڑے گی۔ وہ اٹھی اور کتاب گھر جا کر پڑھنے کے خیال سے اشو کرواتی باہر آگئی۔

"ایکسیوزمی مس!" وہ پتھر کی چوڑی سیڑھیوں سے اُتَر رہی تھی جب کوئی اسکے پیچھے سے بولا تھا۔ وہ رک کر پلٹی تو دیکھا سانولی رنگت کا ایک لڑکا بلیک پینٹ شرٹ پہنے اسکی طرف آرہا تھا۔

"جی؟" وہ قریب ایا تو ملیحہ نے کہا اور اس جی کے جواب میں اس نے جو کہا، اسے سن کر ملیحہ کا جی چاہا کہ اسکا سر پھاڑ دے۔ بے فکری سے ماتھے پر آئے کالے بالوں کو ایک ہاتھ سے ہٹاتے ہوئے وہ بڑے عام سے اندازِ میں بول رہا تھا۔

"آپ مجھ سے شادی کریں گی؟" ملیحہ کو پہلے تو لگا کے اسے سنے میں غلطی ہوئی ہے پھر اسے گھور کر دیکھتے ہوئے کچھ کہنا چاہا مگر پھر اپنا اِرادہ ترک کر کے وہ پلٹی اور سیڑھیاں اترنے لگی۔ وہ بھی ساتھ ہو لیا۔

"دیکھیے ناتو میں آپ سے مذاق کر رہا ہوں اور نا میرا اِرادہ فلرٹ کرنے کا ہے. میں پوری سنجیدگی سے آپکو پرو پوز کر رہا ہوں. ھو سکتا ہے آپکو یہ سب عجیب لگ رہا ہو مگر میں ریکویسٹ کرتا ہوں کہ پلیز سوچ کر جواب دیجیئے گا. مجھے جواب جاننے کی کوئی جلدی نہیں ہے. آپ چاہیں تو کل جواب دیں، پرسوں دیں، ایک ہفتے بعد، ایک سال بعد، دس سال بعد یا چاھے قیامت کے دن. میں یہیں لائبریری میں آپکے جواب کا انتظار کرونگا. "ملیحہ نے پہلے تو اپنے قدموں کی رفتار تیز کی پھِر کانوں پر ہاتھ رکھ لیے اور آخر میں اس نے دوڑ لگادی. دوڑتے ہوئے اسے احساس ہوا کہ اسکی آواز آنی بند ہو گئی ہے تو اس نے رک کر ڈرتے ڈرتے پلٹ کر دیکھا. دور تک سڑک سنسان تھی. اسے اطمینان ہوا. بھاگتے ہوئے سانس پھول گیا تھا. وہ وہیں سڑک کے کنارے فٹ پاتھ پر بیٹھ کر سانس درست کرنے لگی.

"بد تمیز کمینہ لوفر کہیں کا. کہتا ہے شادی کرے گا. ایسا مارونگی کہ شادی، بربادی سب بھول جائے گا. ایڈیٹ جواب لینے آئے گا بد تحریب انسان. آئیگا تو آتا

رہے. میں تواب مر کر بھی ادھر کارخ نا کروں."

وہ فٹ پاتھ پر بیٹھی اونچی آواز میں اسے صلاواتیں سنا رہی تھی. وہ تو شکر تھا، سڑک بالکل خالی تھی ورنہ اگر کوئی اسے اِس حال میں دیکھ لیتا تو ہاتھ پکڑ کر پاگل خانے چھوڑ آتا.

"پاگل ہوں نا میں کہ کوئی بھی راہ چلتا شادی کی آفر کرے گا اور میں چل پڑونگی." بڑبڑاتے ہوئے وہ اُٹھی. اب جو اپنے اطراف میں غور کیا تو جی چاہا، سَر پیٹ لے. یہ جگہ جانی پہچانی تو تھی مگر اسکے گھر سے کافی دور تھی. دوڑتے ہوئے وہ اپنے گھر کے بجائے دوسری سڑک پہ نکل آئی تھی اِس خیال سے کہ کہیں وہ راستے میں نا مل جائے. واپس پلٹنے کے بجائے اس نے آگے جا کر مین روڈ سے گھر جانے کا سوچا اور آگے بڑھی. پھِر اک دم ہی غصے میں پلٹ کر جہاں سے آئی تھی، اس طرف منہ کر کے زور سے بولی.

"اُلو کا پٹھا.. بابا کو بتاؤں نا تو کل اسی گلی سے تمھارا جنازہ نکل رہا ہوگا. فوجی کا ہاتھ پڑا تو

دماغ ٹھکانے آجائے گا۔" وہ یوں بول رہی تھی جیسے وہ کھڑا سن رہا ہو۔

******

وہ گھر پہنچی تو اظہر فاروقی لان میں ہی مل گئے۔ وہ تو اندر جانے والی تھی مگر انہیں اپنی طرف آتا دیکھ کر وہ انکی طرف بڑھی۔

"اسلام علیکم باباجان۔"

"وعلیکم اسلام! آج تم نے کچھ زیادہ ہی دیر کر دی۔" انکی بات پر اس نے اپنی کلائی پر بندھی گھڑی کی طرف دیکھا۔ وہ عام طور پر دو ڈھائی گھنٹے میں واپس آجاتی تھی مگر آج اسکی واپسی تین گھنٹے بعد ہوئی تھی۔ ایک تو پہلے اس نے خوب دماغ خراب کیا پھر غصے میں اتنا خیال بھی نہیں آیا کہ رکشہ یا ٹیکسی ہی کر لیتی، اسے کوستی پیدل ہی چلی آئی۔

"ایک پاگل جو مل گیا تھا، پھر دیر کیسے نا ہوتی؟"

"کیا کہہ رہی ہو؟" اسکے ہونٹ ہلتے دیکھ کر انہوں نے پوچھا۔

"کچھ نہیں. آپ میرا انتظار کر رہے تھے کچھ کام تھا؟"

"ہاں مجھے پوچھنا تھا، تم نے نورالھدی کا کمرا تو ٹھیک سے سیٹ کر لیا ہے؟"

"کتنی بار پوچھیں گے؟"اس نے دِل میں کہا پِھر بولی. "آپ بے فکر رہے بابا جان! میں نے ان کے کمرے کی ہر چیز اپنے ہاتھ سے سیٹ کی ہے. "پِھر ان کے پاس سے ہٹ کر وہ کچن کے سامنے سے گزرتی پچھلی طرف کے ہال میں آگئی. حل کی سیرھیاں اک اک کر کے چڑھتی وہ اپنے کمرے میں آئی. یہ کمرہ کافی کھلا اور بڑا تھا اور ارایشی لڑیوں سے دو حصوں میں تقسیم کیا گیا تھا. اک طرف کا حصہ بیڈ روم تھا جس میں ورڈورب بھی اٹیچ تھا. ورڈورب کے ایک طرف اٹیچ باتھ تھا. دوسرا حصہ آرٹ اسٹوڈیو کا لک دے رہا تھا ایک دیوار پر لکڑی کا لمبا سا ریک دیوار سے جوڑا گیا تھا جس پر کچھ کنواس سوکھنے کے لیے رکھے گئے تھے. ایک طرف رائٹنگ ٹیبل کے ساتھ کرسی رکھی تھی، ایک ٹیبل پر پینٹینگ برش بھی رکھے تھے. پاس ہی ایزل بھی موجود تھا. کمرے میں بالکونی بھی تھی. جسکی چھت سے ملیحہ نے بہت

سے ونڈ چائمیز لٹکا رکھے تھے. بالکونی میں موجود جھولے سے بھی اس نے چھوٹی چھوٹی گھنٹیاں باندھ رکھی تھی. ملیحہ کو انکی آوازوں کا شور بہت پسند تھا.

اکثر چاندنی راتوں میں وہ جھولے میں لیٹی ان آوازوں کو سنتی رہی. یہ کمرہ کشادہ تو تھا, اسکی اک ور خصوصیت یہ تھی کہ یہ باقی گھر سے منسلک ہوتے ہوئے بھی کافی الگ تھا اور اسے وجہہ سے ملیحہ نے اسے اپنے لئے منتخب کیا تھا کہ وہ یہاں یکسوئی سے اپنا کام کر سکتی تھی. ملیحہ نے کتاب ٹیبل پر رکھی اور فرش ہونے کے لئے باتھروم میں چلی گی. منہ ہاتھ دھو کر وہ تولیے سے خشک کرتی ایزل کے سامنے آ کھڑی ہوئی. یہ کینوس اس نے کافی دن پھلے شروع کیا تھا مگر ابھی تک آسمان کا کچھ حصہ اور اک سوکھا درخت ہی پینٹ کر پا تھی. اس نے سوچا, آج اس کینوس کو ضرور مکمل کر لے گی. اس نے ٹرے میں کلر مکس کر کے برش پر لگایا اور کینوس پر کچھ اسٹروک لگا کر ہی اس نے ہاتھ روک لیا. پتا نہیں کیوں اس کا ذہن یکسو نہیں ہو پا رہا تھا. اس نے ایک بار اور کوشش کی مگر ذہن اب بھی بٹا ہوا تھا. اس نے محسوس

کیا کہ کوئی چیز اسے ڈسٹرب کر رہی ہے.

"شاید وہ ونڈ چائمز کی آواز۔" اس نے سوچا اور اٹھی۔ بالکونی کی سلائیڈنگ گلاس ڈور کو بند کر کے وہ مطمئن سی ہوتی، کرسی گھسیٹ کر ایزل کے سامنے آرام سے بیٹھ گئی۔ مگر اب کمرے کی خاموشی اسے چبھنے لگی تھی۔ وہ چڑ سی گئی۔ اسی ماحول میں وہ گھنٹوں کینوس پر کام کرتی تھی مگر آج وہ اپنا ذہن تک نہیں بنا پا رہی تھی۔ تنگ آکر اس نے برش رکھا اور کچن میں آگئی۔ سامنے ہی کچن ٹیبل کے ساتھ رکھے اسٹول پر چڑھا، اسکا ہم عمر دبلا پتلا سا بہادر سلاد کاٹ رہا تھا۔

"تم۔۔۔؟" وہ اسے دیکھ کر حیرت سے بولی۔ "گل بانو کہاں ہے؟"

"اماں کی طبیعت ٹھیک نہیں ہے تو آج کھانا میں نے بنایا ہے۔"

"ہونہہ۔۔۔" ملیحہ نے ہنکار بھرا اور کھانے کا جائزہ لینے لگی۔

"بی بی صاب!، مہمان رات کو دیر سے آئیں گے؟"

"مہمان نہیں۔۔ چھوٹے صاحب آرہے ہیں۔" ملیحہ نے تصحیح کی۔

"چھوٹے صاحب کیا یہیں رہیں گے؟"

"ظاہر ہے۔۔انسان اپنے گھر میں ہی رہتا ہے۔"

"تو پھر وہ لندن میں کہاں رہتے تھے؟" بہادر نے سوچتے ہوئے پوچھا۔

"فٹ پاتھ پر۔" وہ چڑ گئی۔ "تم کیا ناشتے میں کوّے کھاتے ہو؟ جب دیکھو زبان چلتی رہتی ہے۔ ذرا دیر کو چپ نہیں رہا جا سکتا۔"

بہادر کی شکل بتا رہی تھی کہ اسے ملیحہ کا ڈانٹنا بالکل اچھا نہیں لگا تھا مگر ملیحہ نے پرواہ کیے بغیر مزید کہا۔

"اگر رائتہ بنا چکے ہو تو ٹیبل پر کھانا لگا دو اور بابا جان سے بھی کہہ دو، کھانا تیار ہے۔"

"ٹھیک ہے جی۔" وہ برتن لگانے لگا۔

ایک بھتیجے کے آنے پر قصرِ فاروقی کو نئے اندازِ سے سجایا گیا تھا جسکی وجہ سے ملیحہ کو کافی کوفت ہوئی تھی۔

ملیحہ چاولوں کی ڈش ٹیبل پر رکھ رہی تھی کہ بہادر آکر بولا۔

"کرنل صاب کہہ رہے ہیں، وہ کھانا چھوٹے صاب کے ساتھ کھائیں گے۔"

ملیحہ نے اپنا ماتھا پیٹ لیا اور بلانے چلی گئی. اس نے اسٹڈی میں پیر رکھا ہی تھا کہ اسکی ہنسی چھوٹتے چھوٹتے رہ گئی. ہمیشہ کی طرح سفید براق کرتا شلوار میں کالے رنگ کی سادا سی چپل پیروں میں ڈالے سنہری فریم کی عینک لگائے وہ سامنے کرسی پر اٹینشن بیٹھے تھے اور نظریں وال کلاک پر جمی تھی. وہ آگے بڑھی اور چلتے ہوئے ان کے پاس فرش پر بیٹھ کر اپنا ہاتھ ان کے گھٹنے پر رکھا. یہ اسکی بچپن کی عادت تھی. اسے جب بھی بابا جان کو متوجہ کرنا ہوتا تو مخاطب کرنے کے بجائے انکی طرف دیکھنے لگتی. اظہر فاروقی نے کلاک سے نظر ہٹا کر اسے دیکھا.

"کھانا کھالیں بابا جان!"

"آج تو کھانا نور الہدیٰ کے ساتھ ہی کھاونگا. تم جا کر کھالو."

"بابا جان! انکی فلائٹ 11 بجے لینڈ کرے گی اور گھر آنے میں ڈیڑھ بج جائے

گا۔اتنی رات کو آنے کے بعد وہ صبح ناشتے سے پہلے کچھ نہیں کھائے گے."

"مجھے کھانا نہیں کھانا."انہیں ملیحہ کی بات سہی لگی تھی پھر بھی کھانے کے لیے نہیں مانے تو ملیحہ نے پھر اصرار کیا.

"تھوڑا سا کھالیں. آپ جانتے ہیں مجھے اکیلے کھانا کھانا پسند نہیں."

"کھانا کھانے کے لیے بھوک کا لگنا ضروری ہے، کسی کا ساتھ ہونا نہیں. تمہیں بھوک لگ رہی ہے تو جا کر کھالو."انہوں نے نرمی سے مگر قطعی لہجے میں کہا.اسے برا تو لگا مگر مزید کچھ نہیں کہا.وہ اٹھ کر ڈائننگ روم میں آگئی.

"بہادر!"اسکی آواز پر بہادر، بوتل کے جن کی طرح حاضر ہو گیا.

"کھانا اٹھا دو."وہ اپنے کمرے سے جا کر لائبریری سے ایشو کروائی کتاب اٹھائے لاونج میں آ بیٹھی.

11 بجنے میں 1 گھنٹہ باقی تھا کہ بابا جان اسٹڈی سے نکل کر لاونج میں آئے، پھر اسے دیکھ کر بولے.

"ملیحہ."

"جی بابا جان!" وہ کتاب بند کرتے ہوئے بولی.

"میں ایئرپورٹ کے لیے نکل رہا ہوں. پھِر سوچا ایک نظر نورالہدی کا کمرا دیکھ لوں."

"آیئے بابا جان!" ملیحہ کے آگے چلتے ہوئے وہ ایک دم ہی پلٹ کر بولے.

"تم نیچے کا کوئی کمرا ٹھیک کروا لیتیں، اب وہ اتنی رات کو تھکا ہوا سیر ھیاں چڑھ کر اپنے کمرے میں جائے گا."

ملیحہ چاھتے ہوئے بھی نا کہہ سکی کہ آپ نے ہی کہا تھا نورالہدی کے لیے اوپر والا کمرا ٹھیک کروانا. اسے گراؤنڈ فلور پر رہنا پسند نہیں.

وہاں سے باہر نکلے تو ملازموں کو لائن میں کھڑا کر کے ہدایت دینا شروع کیں.

"جب تک میں نورالہدی کو لے کر ایئرپورٹ سے نہیں آجاتا، تم میں سے کوئی سرونٹ کوائٹر کی طرف بھٹکے گا بھی نہیں. بہادر اور نزیر! تم دونوں فوراً گاڑی رکتے

ہی نورالہدی کا سامان نکل کر اسکے کمرے میں پہنچا دینا اور گلاب خان! پہلے ہارن پر ہی گیٹ کھل جانا چاہیے. اگر دیر لگی تو یاد رکھنا، میری رائفل کو ابھی زنگ نہیں لگا. اور یہ ڈرائیور کدھر رہ گیا ہے؟ دیکھو ذرا اس نے گاڑی تیار کی یا نہیں. "ایک ملازم دیکھ کر آیا.

"جیپ تیار ہے کرنل صاحب!" پِھر جب انکی گاڑی گیٹ سے نکل گئی تو ہر ایک نے سکون کا سانس لیا.

"کوئی مجھے اک گلاس پانی کے ساتھ سر درد کی ٹیبلیٹ دے گا؟" صوفے پر بیٹھتے ہوئے ملیحہ نے سدا لگائی. اسے دیر تک جاگنے کی عادت نہیں تھی لیکن آج جاگنا ضروری تھا.

ایک بجتے ہی ملیحہ کی نظر وال کلاک سے جیسے چپک گئی تھی. اسکا اِرادَہ تھا وہ لوگ ڈیڑھ بجے تک تو ہر حَال میں آجائیں گے مگر 2 بجے، پِھر ڈھائی، پِھر پونے تین اور تنگ آکر 3 بجے ملیحہ نے ائرپورٹ انکوائری کا نمبر ملا دیا. پتہ چلا فلائٹ 3 گھنٹے لیٹ

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

تھی اور یہ سوچنا بھی بے کار ہے کہ " بابا جان مجھے فون کر کے اطلاع دے دیتے" ریسیور رکھتے ہوئے اس نے خود سے کہا اور بہار داور نزیر کے علاوہ سب کو سرونٹ کواٹر میں بیجھ دیا اور خود لاونج میں بیٹھ گئی. جہاں وہ بیٹھی تھی وہاں سے انٹرینس نظر کے سامنے تھا. نیند کے مارے اسکا برا حال تھا لیکن جانتی تھی اگر نورالہدی کے استقبال کو وہ بہ نفس نفیس موجود نا ہوئی تو بابا جان ناراض ہوں گے.

"انتظار کرنا بھی کتنا مشکل کام ہے." سوچتے سوچتے اچانک اسکی ذہنی رُو بہک گئی.

"آپ چاھے کل جواب دے، پرسوں.. یا چاھے قیامت کے دن.. میں انتظار کرونگا." اس وقت تو اسے غصہ ہی آیا تھا مگر اب وہ گم سم ہو گئی تھی.

"کیا کوئی قیامت کے دن تک کسی کا انتظار کر سکتا ہے؟" اس نے خود سے سوال کیا اور پھِر فوراً ہی جواب بھی دے ڈالا.

"امپوسیبل."

ساڑھے چار بجے کے قریب ہارن کی آواز ائی۔

"فلائٹ ایکچولی ٹیک اوف کے وقت ہی لیٹ ہو گئی تھی. لندن کا موسم تو آپ جانتے ہیں. ایئر پورٹ جانے سے پہلے اگر آپ انکوائری سے معلوم کر لیتے تو اتنی زحمت نا ہوتی اور..." اظہر فاروقی کے ساتھ اندر آتے نور الھدی جانے کیا بولنے والے تھے کہ صوفے پر بے خبر سوتی لڑکی کو دیکھ کر چُپ ہو گئے. بابا جان نے بھی اسے دیکھ لیا تھا.

"یہ اِس طرح کیوں سو رہی ہے؟" وہ ناگواری سے پاس کھڑی ملازمہ سے بولے جو گاڑی کی آواز پر کوائٹر سے نکل کر پورچ میں آگئی تھی اور اب ان کے ساتھ ہی اندر آئی تھی.

"بابا جان پلیز..!" انھوں نے بابا جان کو ٹوکا اور ملازمہ سے بولے. "تم جاؤ."

بابا جان کو ساتھ لیے ان کے کمرے میں چھوڑ کر وہ اپنے کمرے میں جانے کے لیے صوفے کے پاس سے گزرے تو غیر اِرادی طور پر بازو پر لٹکا کوٹ جھٹکتے ہوئے

اس پر پھیلا دیا. وہ اپنے کمرے میں آئے اور جوتوں سمیت ہی بیڈ پر لیٹ گئے.

~~~~~

تھکن کے مارے ملیحہ کا حال برا تھا. درد سے بدن ٹوٹ رہا تھا. پھِر بھی فجر کی اذان کے ساتھ ہی حسب عادت اسکی آنکھ کھل گئی. آنکھ کھلتے ہی اسے سب سے پہلے نورالہدی کا خیال آیا اور وہ جھٹکے سے اٹھ کھڑی ہوئی. کھڑے ہوتے ہی کوئی چیز اسکے وجود پر سے پھسلتے ہوئے اسکے پیروں پر گر گئی. اس نے اپنے پیروں کی طرف دیکھا.

یہ کوٹ کس کا تھا اور اس پر کس نے ڈالا ہوگا؟ ملیحہ کو یہ سمجھنے میں اک سیکنڈ کی بھی دیر نہیں لگی. جھک کر کوٹ اٹھا کے بازو پر ڈالتے ہوئے وہ عجیب سے احساس سے دو چار ہوئی تھی. وہ کوٹ لیے اپنے کمرے میں آگئی. کوٹ بیڈ پر ڈال کر وہ شاور لینے چلی گئی. دس منٹ بعد ہی وہ گیلے بالوں کے ساتھ کمرے میں آئی. پھِر اس نے نماز پڑھی.

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM
~~~~~

نورالھدیٰ یوں بھی سحر خیز تھے. پھر وہ فلائٹ میں نیند پوری کر چکے تھے. سورج کے چھپ دیکھتے ہی وہ ٹریک سوٹ پہنے لان میں نکل آئے. دوڑتے ہوئے لان کے کئی چکر کاٹ کر وہ ایک جگہ رکے، بار بار جھک کر اپنے پنجوں کو چھوتے وہ اک بار اٹھے اور پھر جھکنا بھول گئے. وہ اپسرا نہیں تھی مگر لگ رہی تھی. سفید کپڑوں میں اہتمام سے ڈوپٹہ شانوں پر پھیلائے ہوئے اسکے لمبے نم بال ہوا سے لہراتے بار بار اسکے چہرے پر آرہے تھے مگر وہ بے نیاز سی بنی جھولے پر بیٹھی تھی جو اسکے گداز پیروں کے دھکلے سے آہستہ آہستہ آگے پیچھے جھول رہا تھا. وہ سر اٹھائے بڑی محویت سے آسمان کو دیکھ رہی تھی کہ تبھی سورج کا رستہ روکے بادل اک دم کھسکا اور اسکا وجود کرنوں کی زد میں آگیا. وہ ہنس پڑی اور ہنستے ہوئے اُس نے یوں ہی اپنا سر جھکایا تو نظر ٹریک سوٹ پہنے بت کی طرح ساکت کھڑے شخص پر پڑی. وہ جھجھک گئی.

وہ اس وقت نورالھدیٰ کی وہاں موجودگی کی توقع نہیں کر رہی تھی. اس نے اپنے

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

آپ ہی سوچ لیا تھا کہ رات گئے آنے والا، دن چڑھے تک تھکن اتارتا رہے گا. وہ اٹھی اور گھوم کر کمرے میں چلی گئی.

"مون لائٹ ان سن لائٹ. امیزنگ!" وہ آہستہ سے بڑبڑائے.

وہ بال سمیٹ کر کچن میں آگئی. فٹافٹ اورنج جوس نکال کر اس نے جگ میں ڈالا اور جگ گلاس سمیت ٹرے میں رکھ کے بہادر کو تھما کر لان میں بھیجا پھر اپنے ناشتے کی ٹرے تیار کر کے وہ کچن سے نکلنے والی تھی کہ نورالہدیٰ جوس کا گلاس ہاتھ میں لیے کچن کے دروازے سے اندر آگئے.

"ہیلو ملیحہ!" اسے دیکھ کر اپنے ہاتھ آگے بڑھاتے وہ بولے تو ملیحہ نروس ہو گئی کہ ان سے ہاتھ ملائے یا نہیں. اسی گھبراہٹ میں وہ ان کے ہیلو کا جواب نہیں دے سکی تو وہ غیر اِرادی طور پر اپنا ہاتھ نیچے کر کے اسکی طرف جھک کر بولے. "آئی ایم رونگ." اِس بار وہ اعتماد سے مسکرائے.

"ناٹ نیڈ" پھر انکے ہاتھ میں پکڑے آدھے خالی گلاس کو دیکھ کر بولی. "اور

چاہیئے؟"

"نو تھینکس."

ملیحہ سمجھ نہیں پارہی تھی کہ ان سے کس اندازِ میں بات کرے. اس لیے بات کرنے سے بچنے کے خاطر وہ ٹرے اٹھائے ان کے برابر سے گزر کر آگے بڑھ گئی مگر اگلے ہی قدم پر اسے رک جانا پڑا.

"میں ۱۵ منٹ میں نہا کر آتا ہوں. تب تک آپ میرا ناشتہ تیار کرلیں. کوئی خاص اہتمام کرنے کی ضرورت نہیں. بس جو باقی گھر والے لیتے ہوں، البتہ چائے اسٹرونگ ہونی چاہیے." گل بانو کو ہدایت دے کر وہ پلٹے تو ملیحہ کو دیکھتے ہی ان کے منہ سے نکلا.

"واٹ ہیپنڈ؟" اس نے بھی فوراً سے جواب دیا.

"نتھنگ." اس نے آہستہ سے نفی میں سَر ہلایا. نور الہدیٰ اپنے کمرے کی طرف بڑھ گئے.

ٹھیک ۱۵ منٹ بعد وہ ٹراوزر ٹی شرٹ پہنے ڈائننگ روم میں تھے. ملیحہ ڈائننگ ٹیبل پر ہی انکی منتظر تھی. انہیں دیکھ کر اس نے گل بانو کو آواز دے کر ناشتہ لانے کو کہا. ناشتہ لگ چکا تھا. نور الہدی نے نوالہ منہ میں رکھ کر دوسرے ہاتھ سے اخبار اٹھایا پھر ملیحہ کی طرف بڑھا کر سوالیہ لہجے میں بولے.

"نیوز پیپر."

ملیحہ نے ناشتے سے دھیان ہٹا کر ان کے ہاتھ کی طرف دیکھا اور مسکرا کر بولی.

"میں ناشتے کے وقت اخبار نہیں پڑھتی."

"کیوں؟" وہ یوں ہی پوچھنے لگے.

"کیوں کہ اخباروں میں ایسی خوفناک خبریں چھپتی ہیں کہ پڑھ کر بھوک ہی دور ہو جائے."

"سچ کہا." بولتے ہوئے انہوں نے اخبار کھولا اور پڑھنے لگے. ناشتہ ختم ہونے تک وہ اخبار بھی ختم کر چکے تھے. نیپکن سے ہاتھ صاف کر کے انہوں نے اخبار کو تہہ کر

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

کے رکھا اور اپنے لیے چائے نکالتے ہوئے اس سے بولے.

"چائے لو گی؟"

"میں چائے کم پیتی ہوں. دن میں صرف اک کپ. وہ بھی شام میں." وہ بھی ناشتہ کر چکی تھی، نیپکن سے ہاتھ صاف کرتے ہوئے بولی. پھر اخبار اٹھاتے ہوئے اس نے بہادر کو آواز دی، بہادر کو بھی جیسے پتہ تھا کہ آواز کیوں دی گئی ہے. وہ دوسرے ہی لمحے جوس کا گلاس لیے آ پہنچا.

"تم لوگوں نے ناشتہ کر لیا؟"

"جی بی بی صاب!"

"ٹھیک ہے، تم جاؤ."

نور الہدیٰ نے چائے پی کر خالی کپ ٹیبل پر رکھتے ہوئے اسے کہا. "فارغ ہو کر میرے روم میں آ جانا."

وہ سمجھ گئی سامان سیٹ کروانا چاہ رہے ہیں اور ہاں میں سَر ہلا دیا.

www.novelsclubb.com

وہ کچھ دیر بعد نوک کر کے ان کے کمرے میں آئی تو سارے بریف کیس کھلے ہوئے تھے. ایک بڑی اٹیچی کیس تو بیڈ پر ہی کھلا رکھا تھا اور خود نورالھدی ہاتھ میں ہینگر لگے کپڑے پکڑ کر وارڈورب کا دروازہ کھول کر اسکے سامنے کھڑے تھے.

"ملیحہ! آجاؤ." انہوں نے پلٹ کر اسے کہا پھِر وارڈورب میں دیکھتے ہوئے بولے. "یہ سب کس نے خریدا ہے؟"

"میں نے. باباجان کا حکم تھا کہ کمرے کے ساتھ آپکا وارڈورب بھی سیٹ کر دوں. میں نے تو ان سے بہت کہا کہ پتہ نہیں آپکو میری پسند اچھی لگے بھی یا نہیں مگر..." وہ بات ادھوری چھوڑ کر یوں ہی چُپ ہو گئی. وہ اسکی طرف دیکھ کر مسکرائے.

"تمھاری پسند اتنی اچھی ہے کہ بری لگ ہی نہیں سکتی. مگر اک پرو بلم ہے."

"کیا؟" اس نے پوچھا.

"انہیں کہاں رکھوں؟" انہوں نے کپڑوں سے بھرے سوٹ کیس کی طرف اشارہ

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

کیا.

"لائیں میں رکھ دیتی ہوں." اس نے ان کے ہاتھ سے کپڑے لے کر بیڈ پر رکھے اور وارڈورب میں جگہ بنانے لگی. پھِر سوٹ کیس سے کپڑے نکال کر وارڈورب میں لٹکانے لگی. اسے مصروف دیکھ کر نورالہدی سائیڈ پر ہو گئے. ڈریسنگ ٹیبل پر سے سگریٹ کا پیکٹ اٹھا کر اک سگریٹ نکالا، پھِر لائٹر سے سگریٹ جلاتے وہ سوٹ کیس میں سے اپنے ڈوکمینٹس والا بیگ نکلنے لگے. تمباکو کی بو محسوس کر کے ملیحہ نے وارڈورب میں سے سَر نکال کر دیکھا اور ان کے ہونٹوں میں دبا سگریٹ دیکھ کر بولی.

"سگریٹ پیتا آدمی ہو یا دھواں چھوڑتا ریل کا انجن، دونوں دکھنے میں اک سے لگتے ہیں." نورالہدی نے چونک کر سَر اٹھاتے ہوئے اسے دیکھا تو کہنے لگی. "میں آپکو سگریٹ پینے سے منع نہیں کرتی مگر میرے سامنے سگریٹ پینے کی ضرورت نہیں. مجھے بالکل پسند نہیں. سگریٹ بجھا دیں." اچانک ہی اسکے لہجے میں جو استحاق

آیا تھا، اسے خود بھی اسکا احساس نہیں ہوا تھا. لیکن نورالہدی نے نا صرف محسوس کیا تھا بلکہ انہیں اچھا بھی لگا تھا. زیر لب مسکراتے ہوئے انہوں نے سگریٹ ایش ٹرے میں بجھایا.

"اور کوئی حکم؟" انکی بات پر اسے لگا کہ وہ کچھ زیادہ ہی بول گئی ہے تو فوراً ہی معذرت کرنے لگی.

"سوری. میں عام طور پر اِس اندازِ سے بات نہیں کرتی. مگر مجھے سگریٹ سے بہت چڑ ہے."

"کوئی بات نہیں. تم مجھ سے ہر انداز میں بات کر سکتی ہو." وہ مسکراتے ہوئے بولے تو ملیحہ نظر اندازِ کرتے ہوئے سوٹ کیس میں سے اک بڑا سا پیکٹ نکالنے لگی. وہ فوراً بولے.

"اسے میں خود رکھ لونگا. تم رہنے دو." وہ اسے چھوڑ کر پرفیومز کی بوٹلز نکال کر ڈریسنگ پر رکھنے لگی. نورالہدی نے وہ پیکٹ نکالا اور اسے رکھنے وارڈروب کی

طرف آئے.

اسی وقت باباجان دروازہ بجا کر اندر آ گئے۔

"آئیں باباجان!" نورالہدی نے سب چھوڑ کر بیڈ سے سامان ہٹا کر ان کے بیٹھنے کی جگہ بنائی.

"کیا بات ہے، تم اتنی جلدی جاگ گئے. نیند نہیں آئی؟"

"نیند تو آگئی پر آنکھ جلدی کھل گئی. فلائٹ میں سوتا رہا تھا، شاید اِس لیے."

"اب آگے کیا اِرادہ ہے؟ کیا جاب کرو گے؟"

"نہیں. میرا اِرادہ ہے کہ بزنس شروع کروں."

"کیوں نہیں؟" وہ جوش سے بولے.

"تم نے اِس بارے میں کچھ سوچا ہے، کیا بزنس کرو گے؟"

"کچھ پلانس تو ہیں مگر میرا خیال ہے پہلے یہاں کی مارکیٹ کو سرچ کرلوں."

"ٹھیک کہہ رہے ہو مگر آتے ہی کام میں لگ جانے کی کوئی ضرورت نہیں. کچھ دن

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

آرام کرو، پھِر ان معاملات پر غور کرنا. ویسے اب تم آگئے ہو تو ساری ذمیداریاں بھی تمہیں ہی اٹھانی ہونگی. سفر کی تھکن اُتَر لو، پھِر میں تمہیں زمینوں کا حساب کتاب بھی سمجھا دونگا بلکہ اگلی بار نواب شاہ جاتے ہوئے تمہیں بھی ساتھ لے جاؤنگا."

"بابا جان پلیز! زمینوں وغیرہ میں مجھے کوئی دلچسپی نہیں. ویسے تو میں آپکے ساتھ جا سکتا ہوں اور جاؤنگا بھی. لیکن حساب کتاب والا معاملا آپ اپنے ہاتھ میں ہی رکھیں. "نورالھدی بولے. بابا جان ہنسے اور کہنے لگے.

"مظہر فاروقی کا بیٹا کہتا ہے کہ اسے زمینداری میں دلچسپی نہیں. یہ تو کمال ہی ہو گیا. بھائی جی پکے زمیندار تھے. میاں جی کی زندگی میں ہی فصلوں کی بوائی کٹائی کا کام انہوں نے اپنے ذمہ لے لیا تھا. دلچسپی کی بات کی ہے تم نے. مجھے بھی نہیں تھی اور نا ہے. بھائی جی جب تک تھے، میں نے کبھی مڑ کر بھی زمینوں کی طرف نہیں دیکھا. مگر باپ دادا کی نشانیاں خود سے الگ بھی تو نہیں کی جا سکتیں."

ملیحہ، نور الہدی کے بغیر تو سامان سیٹ کر نہیں سکتی تھی اور نور الہدی، بابا جان کے ساتھ باتوں میں مگن تھے. وہ کچھ دیر انکی باتیں سنتی رہی مگر جلد بیزار ہو گئی. بابا جان بیڈ پر بیٹھے تھے اور نور الہدی انکی سامنے جس جگہ کھڑے تھے، ملیحہ کی طرف انکی پشت تھی اور وہ انکی نظر میں آئے بغیر کمرے سے نکل سکتی تھی. اس نے ہاتھ میں پکڑی چیزیں رکھی اور نا محسوس اندازِ میں دروازے کی طرف بڑھ گئی. باہر جانے کے لیے وہ جیسے ہی نور الہدی کے پیچھے سے گزری، بالکل اچانک ہی انہوں نے پلٹ کر اسکی نازک کلائی اپنی گرفت میں لے لی.

"کہاں جا رہی ہو؟"

"اپنے کمرے میں."

"کوئی کام ہے یا آرام کرنا چاہتی ہو؟"

"دونوں میں سے کوئی بات نہیں ہے."

"تو کہیں جانے کی ضرورت نہیں ہے. بیٹھ جاؤ." ان کے لہجے میں استحقاق ایسے تھا

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

اور پھر فوراً ہی اپنی بات کہہ کر وہ ملیحہ کا ہاتھ چھوڑتے، بابا جان کی طرف مڑ گئے تھے جیسے جانتے تھے کہ ملیحہ ہر حال میں ان کے حکم کی تعمیل کریں گی. ملیحہ نے انکا حق جتانا محسوس کیا مگر اسے بالکل برا نہیں لگا اور پاس ہی صوفے پر بیٹھ گئی. نورالہدی اور بابا جان پھر باتوں میں لگ گئے اور وہ بور ہونے لگی. مگر اس نے دوبارہ باہر جانے کی کوشش نہیں کی. کیوں کہ وہ جان گئی تھی کہ وہاں اک شخص ایسا تھا جو اسے پوری جان سے محسوس کر رہا تھا.

****

ملیحہ نے واقعی سوچ لیا تھا کہ وہ دوبارہ لائبریری نہیں جائے گی مگر اس دن جو کتاب اس نے ایشو کروائی تھی، وہ تیسری دن ہی اسے واپس لے آئی. لائبریری کے اندر قدم رکھتے ہی اس نے محتاط نظروں سے ہر طرف کا جائزہ لیا تھا اور جب وہ نظر نہیں آیا تو مطمئن سی ہو کر کتاب واپس کر کے باہر آ گئی.

"اچھا ہوا جان چھوٹ گئی اور مجھے خود پر جبر بھی نہیں کرنا پڑا."

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

دِل ہی دِل میں وہ خوش ہوتی سیڑھیاں اُترتے ہوئے اس نے پتھریلی روش پر قدم رکھا اور ٹھٹک کر رک گئ.

روش کے ساتھ لگی درختوں کی قطار میں وہ سامنے ہی اک درخت کے سائے میں کھڑا بازو لپیٹے اسے ہی دیکھ رہا تھا. ملیحہ کو رکتے دیکھ کر وہ چلتا ہوا اسکے پاس آیا.

"دو دن پہلے میں نے آپکو کچھ کہا تھا. امید ہے اپ نے اِس بارے میں کچھ بھی نہیں سوچا ہوگا." وہ ایسے بولا جیسے اسے شرمندہ کرنا چاہتا ہو اور ملیحہ اک پل کو شرمندہ ہو بھی گئی مگر فوراً ہی سَر اٹھا کر اسکی طرف دیکھتے ہوئے کہا.

"آپ یا تو پاگل ہیں یا دیوانے." ملیحہ کے چڑنے کے جواب میں وہ شرارت سے بولا.

"اتنا بڑا راز آخر آپکو کس نے بتایا؟"

"میرے وجدان نے." وہ کہہ کر بے نیازی سے دوسری طرف دیکھنے لگی.

"سچ کہہ رہی ہیں؟" وہ بول کر ہنسا.

"کیامطلب؟" وہ بالکل نہیں سمجھی. مگر جواب دینے کے بجائے وہ ہنستا ہی رہا. وہ الجھن بھرے اندازِ میں اسے ہنستا ہوا دیکھتی رہی. اپنی کہی بات کو سوچا تو بھی ایسا کوئی لطیفہ سمجھ نہیں آیا جس پر وہ یوں ہنس رہا ہو.

"میں نے ایسا کیا کہہ دیا ہے جو آپ یوں ہنس رہے ہیں؟" زبردستی اپنی ہنسی روک کر اس نے ملیحہ کو دیکھا اور کہا.

"میرا نام وجدان مصطفیٰ ہے."

ملیحہ کو فوراً ہی اسکے ہنسنے کی وجہ سمجھ آگئی. وہ اک بار پِھر دِل ہی دِل میں فل اسپیڈ میں اسے گالیوں سے نوازنے لگی.

"اور میں پاگل بھی ہوں اور دیوانہ بھی. کس لیے ہوں؟ شاید یہ بتانے کی ضرورت نہیں."

ملیحہ نے سَر جھٹکا اور آگے بڑھ گئی.

"کیا آپ آرام سے کہیں بیٹھ کر میری بات سن سکتی ہیں؟" اسکی آواز پر ملیحہ رکی تو وہ

منت بھرے لہجے میں گویہ ہوا. "بس پانچ منٹ، زیادہ آپکا وقت نہیں لونگا."

اب ملیحہ نے ذرا دھیان سے اسکا چہرہ دیکھا، شکل سے تو سلجھا ہوا، پڑھا لکھا نظر آرہا تھا. ملیحہ نے سوچا، بات سن لینے میں کوئی حرج نہیں ہے. شکل سے تو شریف آدمی لگتا ہے. اگر میں طریقے سے سمجھادوں تو ہوسکتا ہے دوبارہ پریشان نا کرے. سوچتے سوچتے وہ سیڑھیوں پر جا بیٹھی. وہ پینٹ کی جیبوں میں ہاتھ ڈالے اسکے سامنے کھڑا ہوگیا.

"میں آپ سے شادی کرنا چاہتا ہوں. کیا میری یہ خواہش شرعاً یا قانوناً ناجائز ہے؟"

"بالکل نہیں۔" ملیحہ نے بولنے میں سیکنڈ کی دیر نہیں لگائی.

"توپھر؟" اس نے پوچھا.

"پھر یہ کہ اک چیز ہوتا ہے معاشرہ اور جس معاشرے میں آپ اور میں رہتے ہیں، وہاں رستے میں بیٹھ کر شادیوں کے فیصلے نہیں کیے جاتے."

www.novelsclubb.com

"آپ ٹھیک کہہ رہی ہیں." اس نے بھی پل بھر کی تاخیر کے بغیر تائید کی.

"ایسا کریں، مجھے اپنا ایڈریس دے دیں اور کل یہی بات میرے پیرنٹس آپکے گھر جا کر آپکے پرنٹس سے کرینگے. تب تو آپکو کوئی اعتراض نہیں ھوگا؟"

"آپ بات سمجھنا ہی نہیں چاھتے." وہ چڑ کر بولی. "جب میرے بابا مجھ سے پوچھینگے کہ میں آپکو کہاں ملی؟ تو کیا کہونگی کے رستے میں روک کر اپ نے مجھے پروپوز کیا اور میں نے ہاں کر دی. آپ میں کچھ سینس ہے کہ نہیں؟"

"مجھے معلوم ہے کہ یہ ٹھیک نہیں ہے مگر میں نے خود بھی نہیں سوچا تھا کہ میرے ساتھ ایسا ھوگا. کیا کوئی بھی شخص یقین کرے گا کہ مجھے محبت ہو گئی ہے، وہ بھی ایسی لڑکی سے جسے میں نے پہلے کبھی دیکھا بھی نہیں تھا. جس کا میں نام تک نہیں جانتا، اگر کچھ دن پہلے کوئی مجھ سے کہتا کہ رستے میں کسی لڑکی کو روک کر اسے شادی کے لیے مناؤ تو میں کسی بھی قیمت پر ایسا احمقانہ کام کرنے کے لیے راضی نا ہوتا. مگر اب میں یہی سوچ رہا ہوں. یہ سب بہت عجیب ہے. مگر کیا ان عجیب باتوں

کو سوچنے کے بجائے آپ صرف میرے بارے میں نہیں سوچ سکتیں؟" وہ ملیحہ کے پیچھے بنی عمارت کو دیکھ کر بول رہا تھا جیسے اس سے مخاطب ہو۔ دھیمی مگر مضبوط آواز میں نرم لہجے کے ساتھ ٹھہر ٹھہر کر بولتا، بلاشبہ اسکی آواز میں تسخیر کر لینے کی طاقت ہے۔ ملیحہ قائل ہو گئی۔ وجدان اب ملیحہ کو دیکھ رہا تھا۔

"میں نے یہ کبھی نہیں کہا کہ آپکا جواب ہاں میں ھونا چاہیے۔" وہ اک پل کو رکا، پھِر بولا۔

"آپ اگر چاہیں تو انکار بھی کر سکتی ہیں۔ آپکو حق ہے۔ بس اتنی سی درخواست ہے کہ کوئی فیصلہ کرنے سے پہلے بس اک بار میرے بارے میں سوچ لیجئے۔ میری زندگی آپکے فیصلے سے جڑی ہے۔"

"بھلا میں کسی اجنبی کے بارے میں کیوں سوچوں؟" وہ بولی۔

"اجنبی ہی سہی مگر کیا آپ اپنے 24 گھنٹوں میں سے اک پل بھی مجھے نہیں دے سکتیں؟" وہ اِس طرح سے بولا کہ ملیحہ نے گھبرا کر سَر ہی جھکا لیا تو وہ مسکرایا۔

"اور میں نے اپنے دن رات آپکو دے ڈالے ہیں. نا میں آپکے سوا کچھ سوچ سکتا ہوں نا آپکے سوا کچھ سوچنا چاہتا ہوں. بہت چاہا تھا میں نے کہ آپکی چاہت نا کروں. مگر اب کر بیٹھا ہوں تو مجھے خود پر کوئی اختیار ہی نہیں رہا. نا جانے وہ کیا کشش ہے جو مجھے آپکی طرف کھینچتی ہے اور میں کھینچا چلا آتا ہوں. "ملیحہ نے سَر اٹھا کر دیکھا تو وہ سَر جھکا کر سرگوشیاں کر رہا تھا. مگر یہ سرگوشیاں بھی اتنی واضح تو تھیں کہ اسکے کان کی لویں سرخ ہو گئیں.

'مجھے اسکی بات مانی ہی نہیں چاہیے تھی.' اب اسے اپنی غلطی کا احساس ہو رہا تھا. اس نے سوچا اٹھ کر بھاگ جائے مگر وجدان سامنے ہی کھڑا تھا. اگر ہاتھ پکڑ کر روک لیا تو؟ وہ اسکن کلر کے سوٹ پر اوڑھے مرون دوپٹے کا کونا مٹھی میں جکڑے فرار کے امکانات پر غور کر رہی تھی کہ تب ہی وجدان ناراضگی سے بولا.

"آپ ہمیشہ یہی کرتی ہیں نا؟"

"کیا؟" وہ بے ساختہ بولی.

"یہی کہ جب بات آپکے فیصلے کی آئے تو فرار کی راہیں ڈھونڈھ لیں."

'یہ کیا کہہ رہا ہے؟'اس نے گھبرا کر سوچا.

"میں جو بھی کہہ رہا ہوں، ٹھیک کہہ رہا ہوں."وہ جیسے ملیحہ کی سوچ کو سن رہا تھا.

"آپ فیصلے کرنے سے ڈرتی ہیں. فیصلے تو پھِر بھی بڑی چیز ہے، آپکو تو رائے کا اظہار بھی مشکل لگتا ہوگا."

'میری کوئی رائے ہو تو اظہار بھی کروں.'اس نے نروٹھے پن سے سوچا.

"اور یہ تو ناممکن ہے کہ آپکی کوئی رائے ہی نا ہو."

ملیحہ نے چونک کر اسے دیکھا.

"آپکے پاس دماغ ہے، سوچ سکتی ہیں تو رائے بھی رکھتی ہونگی. ہاں یہ الگ بات ہے کہ آپ اپنی سوچ کو ہی چھپا لیں، جس طرح اپنے جذبات چھپا لیتی ہیں. اب یہ تو کوئی نہیں کہہ سکتا کے آپکے جذبات ہی نا ہوں. جب محسوسات ہیں تو جذبات اپنے آپ سے ابھر آئیں گے.."

'چلو اگر ہو بھی تو کسی کو کیا پرواہ؟'' اک اور تلخ سی سوچ ابھری.

''کسی اور کو نا سہی، آپکو تو اپنے جذبات کی پرواہ کرنی چاہئے.'' وہ رسان سے سمجھا رہا تھا.

''جذبات ہی تو روح کا عکس ہوتے ہیں اور انسان کی شناخت محض وجود سے نہیں کی جاسکتی. پتہ نہیں کیوں لیکن مجھے لگتا ہے کہ اپ نے خود کو محدود کر لیا ہے. اپنی ذات کے گرد کھینچے اِس حصار کو توڑ ڈالئے. کیوں کہ کوئی اور تو شاید اس حصار کو پار کر ہی لے، مگر آپ خود اِس حصار کو پار نہیں کر پائے گی.'' ملیحہ کو اپنے سامنے کھڑے شخص سے خوف آنے لگا تھا۔ شاعر نے کہا تھا.

'میرا ابھی چہرہ پڑھ، میرے بھی حالات بتا.' ملیحہ نے تو ایسے کوئی فرمائش نہیں کی تھی مگر وجدان اتنی فرصت سے اسے پڑھ رہا تھا جیسے خاص طور پر اسی کام سے آیا ہو. وہ گھبرا کر کھڑی ہو گئی.

'یہ میرے بارے میں اتنا کچھ کیسے جانتا ہے؟ کیا میرے چہرے پر لکھا ہے؟' سوچتے

ہوئے غیر محسوس اندازِ میں ملیحہ نے اپنے چہرے کو چھوا. وجدان سے اسکی یہ حرکت بھی چھپی نہیں رہ سکی. وہ مسکراتا ہوا بولا.

"آپکا چہرہ آپکا دوست ہے. یہ آپکے بارے میں کسی کو نہیں بتاتا." اسے خاموش دیکھ کر وہ کہنے لگا.

"پوچھیں گی نہیں، مجھے آپکے بارے میں یہ سب کس نے بتایا ہے؟" وہ اب بھی خاموش رہی تو وجدان نے جھک کر اسکی آنکھوں میں دیکھا.

"آپکی آنکھوں نے. آپ جتنا چُپ رہتی ہیں، یہ اتنا ہی بولتی ہیں. بس سنے والا ھونا چاہیے."

ملیحہ نے فوراً ہی پلکیں گرالیں تو وہ اسکی گھبراہٹ کو محسوس کر کے بات بدَل گیا.

"اپنے مجھے لائبریری میں ہر طرف تلاش کیا. اگر بالکونی میں دیکھ لیتیں تو آپکی تلاش ختم ہو جاتی."

ملیحہ کو یاد آیا کے لائبریری میں بالکونی بھی تھی اور اس دن اس نے وجدان کی تلاش

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

میں ہر طرف دیکھا تھا لیکن بالکونی کی طرف اسکا دھیان ہی نہیں گیا تھا.

"آپ کتاب پڑھا کرتی اور میں آپکو. اک بات کہوں، میں نے آپ سے پہلے کبھی کسی کو نہیں پڑھا اور آپکو تو لگتا ہے، حفظ کر لیا ہے. مگر کیا آپکو پتہ ہے کہ آپکی آنکھوں سے آپکی روح تک سیدھا راستہ ہے. آپکی اٹھتی گرتی پلکوں کو دیکھتے ہوئے میں وہ راستہ کھوج آیا ہوں. اب آپ چاھے کچھ بھی کر لیں مگر خود تک پہنچنے سے روک نہیں پائیں گی. "وہ چیلنج نہیں کر رہا تھا مگر ملیحہ کو اتنا ہی برا لگا.

"اتنا سب کہنے کے باوجود آپ مجھے سمجھا نہیں سکے کہ آخر میں آپ سے شادی کیوں کروں گی؟"

نہیں. "وہ کہنے لگا.

"پوچھنا ہے تو یہ پوچھیں کہ میں آپ سے شادی کیوں کرونگا. "وہ ملیحہ کی آنکھوں میں جھانکتا دو قدم آگے آگیا. اسکی سیاہ مقناطیسی آنکھوں کی کشش نے ملیحہ کو گم سم سا کر دیا تھا.

www.novelsclubb.com

"کیوں؟" وہ اتنی ہلکی آواز میں بولی کے وجدان نے شاید سنی بھی نا ھو گی.

"کیوں کہ جب سے میں نے آپکو حفظ کیا ہے، خود کو بھول گیا ہوں."

~~~~~~~~~~~~~~

جب وہ جان گئی تھی کہ اسکے لہجے میں تسخیر کر لینے کی طاقت ہے تو یہ کیوں نامانی کہ وہ تسخیر کرنے آیا تھا. وہ لاونج میں آئی اور بنا کسی طرف دیکھے سیدھی اپنے کمرے میں جانے کے لیے دوسرے دروازے کی طرف بڑھ گئی.

"ملیحہ!" اپنا نام سن کر وہ پلٹی. لاونج کے صوفوں پر باباجان اور ملک ناصر آمنے سامنے بیٹھے تھے اور ٹیبل پر شطرنج کی بساط بیچھی تھی.

"بیٹی! ذرا ہمارے پاس تو آؤ." اسے آواز دینے والے ملک ناصر اسے بلا رہے تھے. پاس جا کر اس نے سلام کیا جسکا جواب دے کر وہ اسکے سَر پر ہاتھ رکھتے ہوئے بولے. "جیتی رہو. ادھر بیٹھو میرے پاس." انہوں نے ہاتھ پکڑ کر اسے اپنے ساتھ بیٹھا لیا.
~~~~~~~~~~~~~~

"کہاں سے آ رہی ہو؟"

"لائبریری سے."

"پر اتنی گم سم کیوں ہو؟"

"نہیں انکل! آپکو یوں ہی لگ رہا ہے." اس نے تردید کرنا چاہی.

"یوں ہی تو نہیں. کچھ الجھی ہوئی تو ہو. بیٹی! ہم نے تو سوچا تھا کہ نور الہدی آ جائے گا تو ہماری گڑیا بھی ہنسنا بولنا سیکھ جائے گی. پر لگتا ہے ابھی تک بھائی سے دوستی نہیں ہوئی."

"ابھی نور الہدی کو آئے بس دو دن ہوئے ہیں. اتنی جلدی کیا دوستی ھو گی؟" اسکی طرف سے بابا جان بولے.

"یہ بات بھی سہی ہے." وہ ہنسے.

"ملک انکل! میں جاؤں؟" موقع دیکھتے ہی اس نے پوچھا. انہوں نے فوراً اِجازت دے دی.

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

"ہاں بیٹی! جاؤ." وہ اٹھنے لگی تو اظہر فاروقی نے اس سے کہا. "ملیحہ! چائے بجھوا دینا اور ذرا جلدی."

"جی بابا جان!" وہاں سے اٹھ کر کچن کی طرف سے گزرتے ہوئے اس نے بہادر کو چائے کا کہا اور اپنے کمرے کی طرف آ گئی.

وہ نیچے سے ہی دیکھ چکی تھی کہ اسکے کمرے کے دروازے کے دونوں پٹ پورے کھلے ہوئے تھے. وہ حیران ہوتی کمرے میں آئی تو اس نے نور الہدی کو اپنے اسٹوڈیو میں دیکھا. وہ اسی طرف چل پڑی. نور الہدی اک پینٹنگ دیکھ رہے تھے. آہٹ پر اسکی طرف دیکھ کر مسکرائے. ملیحہ کو بالکل توقع نہیں تھی کہ وہ اسکی غیر موجودگی میں اسکے کمرے میں آ جائیں گے. مگر انہیں جیسے پرواہ ہی نہیں تھی. کہنے لگے.

"تم نے بتایا نہیں، تم پینٹنگ کرتی ہو اور نا کبھی بابا جان نے ذکر کیا." یہ بات برائے بات تھی. وہ بھلا جواب میں کیا کہتی؟ وہ بھی جواب کے لیے نہیں رکے.

"ویسے تمہیں پینٹر بنانے میں میرا بڑا ہاتھ ہے."

"وہ کیسے ؟" یوں ہی اس نے پوچھا. وہ کینوس رکھ کر اسکی طرف مڑے.

"وہ ایسے کہ میری اسکول کی کاپیاں کتابوں پر تم نے جی بھر کر پریکٹس کی ہے. پتہ ہے تم ڈھائی تین سال کی تھیں جب میرے بیگ سے کتابیں نکال کر تم نے کلر پینسل سے ان پر آڑی ٹیڑھی لکیریں کھینچنا شروع کی تھیں اور ایک بار تو تم نے میرے پورے جرنل پر مار کر سے نشان بنا دیئے تھے. ٹیچر سے ڈانٹ تو پڑی ہی ساتھ میں سزا بھی ملی تھی اور پورا جرنل جو دوبارہ بنانا پڑا تھا، وہ الگ." اتنے سالوں بعد بچپن کی اک حرکت پر وہ شرمندہ ہو گئی.

"ہاں مجھے یاد ہے. امی نے بھی مجھے بہت ڈانٹا تھا مگر غلطی پوری طرح سے میری نہیں تھی. میں آپکے سامنے بیٹھ کر ہی آپکی کتابیں خراب کیا کرتی تھی. لیکن اپنے مجھے کبھی نہیں ٹوکا." وہ بولی.

"تو ٹوکتا بھی کیسے ؟ اک بار کہیں منع کیا تھا تو تم رونا شروع ہو گئیں. میں ٹیچر کی ڈانٹ تو سن سکتا تھا مگر تمہارے آنسو کیسے برداشت کرتا؟ سچ کہوں، جب کبھی تم

روتی تھیں تو میرا دِل چاہتا تھا، میں بھی زور زور سے رووٗں۔" وہ ہنستے ہوئے مزے سے بولے اور ان کے انداز پر ملیحہ کو بھی ہنسی آئی۔

"لیکن تمہارے شوق بھی عجیب ہوا کرتے تھے۔ گرمیوں کی دوپہر کو ضد کرتیں کہ میں تمہیں سائیکل پر بیٹھا کر لمبی سیر کرواؤں۔ آئسکریم کی فرمائش سردیوں کے لیے مخصوص تھی۔ مجھے تو تمہارے دانتوں کو سہی سلامت دیکھ کر حیرت ھو رھی ہے۔ بچپن میں جس رفتار سے تم کینڈیز اور چاکلیٹس کھاتی تھیں مجھے یقین تھا بڑے ہونے تک تھمارے منہ میں اک دانت بھی نہیں بچے گا اور یاد ہے کس طرح تم میرے کندھوں پر چڑھ کر 'کہانی سننی ہے' کی رٹ لگاتی تھیں۔ بچے رات کو سونے سے پہلے کہانی سننے کی فرمائش کرتے ہیں لیکن تمہیں صبح جاگنے کے بعد کہانی سننے میں مزہ آتا تھا۔"

"ہاں یاد ہے۔" انکی باتوں پر بے تحاشہ ہنستے ملیحہ بولی۔ "اور یہ بھی یاد ہے کہ مجھے کہانی سناتے سناتے آپ سو جاتے تھے اور پھر دیر سے اسکول جانے پر ٹیچر سے

ڈانٹ بھی پڑتی تھی اور پتہ ہے میں یہ سب جان بوجھ کر کیا کرتی تھی۔"ملیحہ نے اک پُرانے راز سے پردہ اٹھایا۔ نورالہدیٰ نے آنکھیں سکیڑ کر اسے گھورا۔

"تم جان بوجھ کر مجھے ڈانٹ پڑواتی تھیں؟"

"ہاں۔"وہ ان کے گھورنے سے بالکل متاثر نا ہوئی۔"جب مجھے امی ڈانٹتیں اور آپ فوراً مجھے سپورٹ کرتے، میری سائیڈ لیتے تو مجھے بہت اچھا لگتا تھا۔ لیکن شروع شروع میں، میں ڈر بھی جاتی کہ اب آپ مجھے ڈانٹے گے یا کم اَز کم دوبارہ کہانی نہیں سنائیں گے۔ مگر آپ مجھے ڈانٹے بغیر ہی روز کہانی سنادیتے۔"

"تمہیں کوئی کچھ نا کہے، اِس لیے میں سب کچھ خود پر لے لیتا اور تم اِس بات کا مزہ لیتی تھیں۔"انہیں جیسے واقعی صدمہ ہوا تھا۔

"ہاں۔ مگر میں پھر یہی کہوں گی کہ غلطی صرف میری نہیں تھی۔ اپ نے ہی مجھے سَر چڑھا رکھا تھا۔ میں آپکی شہ پر ہی شرارتیں کیا کرتی تھی وہ بھی صرف اپکے ساتھ۔ پِھر آپکے جانے کے بعد میں نے سب ہی شرارتیں چھوڑ دیں اور امی بھی تو

کہا کرتی تھی، نورالہدی نے ہی ملیحہ کو بگاڑ رکھا ہے، اور میں سچ مچ ہی بگڑ جاتی اگر آپ لندن نا چلے گئے ہوتے۔"

"ہاں ہاں، ساری برائی میرے سَر ڈال دو۔ میرے جانے سے تمھاری جان چھوٹ گئی تھی۔ میں وہاں کتنے دن تمہیں یاد کر کے اُداس رہا تھا، کچھ اندازہ ہے تمہیں؟ بار بار فون کرتا کہ تمھاری آواز ہی سن لوں مگر ہر بار جواب ملتا، ملیحہ بات نہیں کرنا چاہتی۔"

"وہ تو میں آپ سے ناراض تھی۔" اس نے آہستہ سے کہا۔

"وہ کیوں بھلا؟" نورالہدی حیران ہوئے۔

"کتنے آرام سے مجھے چھوڑ کر چلے گئے تھے۔ یہ بھی نہیں سوچا، میرا کیا ہو گا۔ امی تو ہمیشہ بیمار ہی رہتیں اور بابا جان کبھی بھی بہت دنوں کیلئے گھر نہیں رہے۔ میرا سارا وقت بس آپکے ساتھ ہی تو گزرتا تھا۔ مجھے آپکے چلے جانے پر بہت غصہ آیا تھا۔ اسی لئے جب آپکا فون آتا تو میں چھپ جاتی تھی۔"

"اتنی لمبی ناراضگی کہ پھر سالوں تک بات ہی نہیں کی۔" وہ شکوہ کر رہے تھے۔

"ایسا تو نہیں تھا کہ کبھی بات ہی نہیں کی۔ فون تو میں بھی کیا کرتی تھی۔"

"ہاں۔ سال میں ایک بار۔ ایسی بھی کیا ناراضگی؟"

"ناراضگی تو بس شروع کے کچھ مہینوں تک ہی تھی مگر پھر بہلنے کے ساتھ ساتھ میں اپکو بھول بھی گئی تھی۔ بھلا تب میری عمر ہی کیا تھی۔ چھ یا شاید سات سال۔ بہت جلد ہی اجنبی ہو گئے تھے اپ، اسی لئے اپ سے فون پر بات نہیں کر پاتی تھی۔"

"جانتا تھا، تم مجھے بھول چکی ہو۔" وہ اچانک ہی سنجیدہ ہو گئے تھے۔

ملیحہ کو اچانک ہی احساس ہوا کہ وہ جان بوجھ کر اسکے بچپن کے حوالے سے بات کر رہے تھے اور اسے پتہ بھی نہیں چلا کہ کس طرح باتوں باتوں میں وہ ان سے بے تکلف ہو گئی تھی۔

"فرینڈز۔" انہوں نے اپنا ہاتھ اسکی طرف بڑھایا تو ملیحہ نے بلا تحمل انکا ہاتھ اپنے

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

ہاتھ میں لے لیا.

"Always and Forever"

انہوں نے پل بھر کو اسکا ہاتھ تھام کر چھوڑتے ہوئے اک پیکٹ اٹھا کر اسکی طرف بڑھایا. یہ وہی پیکٹ تھا جو ملیحہ اس دن انکے سامان میں دیکھ چکی تھی. "پرانی دوستی کی نئی شروعات کے لیے." انہوں نے مسکرا کر اسے دیکھتے ہوئے کہا تو اس نے بھی اک مسکراہٹ کے ساتھ پیکٹ ان کے ہاتھ سے لے لیا.

"تھینک یو ھادی بھائی!"

"اوہ گاڈ!" وہ بے پناہ خوشی کا اظہار کرتے ہوئے بولے. "کان ترس گئے تھے اِس طرز تخاطب کو سننے کے لیے." وہ بجل سی ہو گئی.

کھلے دروازے پر بہادر کی دستک پر دونوں ہی اُدھر متوجہ ہوئے تھے.

"کہیے بہادر صاحب! آپکو کیا کہنا ہے؟" نور الہدیٰ کے اِس طرح بولنے پر وہ کچھ شرماسا گیا اور کہا.

"بی بی صاحب کے لیے سمیرہ بی بی کا فون آیا ہے۔" وہ فوراً ہی کھڑی ہو گئی۔

"سمیرہ تمھاری فرینڈ ہے؟"

"ہاں۔" اس نے کہا پھر خیال آنے پر بتایا۔ "لیکن میری کزن بھی ہے۔ افتخار ماموں کی بیٹی۔"

"اچھا۔" انہوں نے کہا اور وہ جھٹ پٹ فون سننے کے لیے کمرے سے نکل گئی۔

~~~~

رات عشاء کی نماز پڑھ کر ملیحہ اپنی ڈائری لیے بالکونی میں آ گئی۔

"جنکی نگاہ جسم کے پار جا سکتی ہو، وہ بھی دِل سے آگے احساس تک پہنچ کر رک جاتے ہیں۔ مگر وجدان مصطفیٰ عجیب شخص ہے۔ روح کی باتیں کرتا ہے اور باتیں بھی ایسی کہ سنو تو دِل چاہے سنتے ہی جاؤ۔ پر میری دعا ہے کہ میں وجدان مصطفیٰ سے دوبارہ کبھی نا ملوں۔ مجھے ڈر ہے کہ یہ مجھ سے وہ سب کروا لے گا جو میں کبھی کرنا نہیں چاہتی۔ جسے کرنے کی مجھ میں ہمت بھی نہیں ہے۔"

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM
~~~~

ہم اپنے دِل کو تھپکتے ہیں اور سوچتے ہیں

کہ تتلیوں کے پروں پر کہانیاں لکھ کر

بچائیں کیسے انہیں دھوپ کی تمازت سے

وجدان کے ساتھ ہوئی اس دوسری ملاقات کو دو مہینے ہونے والے تھے مگر ملیحہ نے اس دوران اک بار بھی لائبریری کا رخ نہیں کیا تھا. اسے یقین تھا کہ وہ ابھی بھی اسی درخت کے نیچے کھڑا ہوگا جہاں اس روز وہ اسے چھوڑ آئی تھی. وہ لاکھ انکار کرتی مگر یہ سچ تھا کہ وہ اسے ڈسٹرب کر گیا تھا. اسکے دِل کے دروازے تو بند ہی رہے مگر وہی دِل میں اِس ادا سے آیا جیسے سورج کی روشنی بند دروازوں کی جھریوں سے گزر کر اندر کے منظر کو روشن کر کے اپنے ہونے کا اعلان کر دے. ملیحہ کی حالت اس نادان جیسی تھی جو ان عیاں ہوتے مناظر سے صرف نظر کرنے کو ہتھیلیاں آنکھ پر رکھ لے. پر جب اجالے نے بند پلکوں میں بھی راستہ بنالیا تو تڑپ کر وہی ہتھیلیاں آسمان کی طرف اٹھا دیں کہ سورج کو ہی ڈھانپ لیں.

وجدان کے وجود سے پھوٹتی روشنی نے جب پہلے پہل ملیحہ کی آنکھوں کو چھوا تو اس نے اپنی آنکھیں بند کر لیں اور پِھر اسے پتہ ہی نہیں چلا کہ اسکی بے خبری میں اسکے آس پاس کتنا اجالا بکھر گیا تھا اور جب معلوم ہوا تو وہ اندیشہ محبت سے گھبرا اٹھی. عجیب سی حالت ہو گئی تھی اسکی. بیٹھے بیٹھے چونک جاتی، بولتے بولتے اک دم ہی چُپ ہو جاتی اور جب کچھ سمجھ نہیں آتا تو نورالھدی کے پاس پہنچ جاتی. اظہر فاروقی نے ملیحہ میں آئی ان تبدیلیوں کو محسوس بھی نہیں کیا تھا لیکن نورالھدی نے نا صرف محسوس کر لیا تھا بلکہ وہ ٹھٹک بھی گئے تھے. ملیحہ کا بے اختیار اپنی طرف انا انہیں چونکا گیا تھا.

انہیں اسٹڈی میں بیٹھے کام کرتے ہوئے بہت رات ہو گئی تھی. انہوں نے وال کلاک کو دیکھا جو بارہ بجا رہا تھا. پِھر باقی کام کل نپٹانے کا سوچ کر وہ پیپرز سمیٹنے لگے. تبھی ملیحہ آ گئی چائے کے دو کپ ٹرے میں لیے. اس نے ٹرے ٹیبل پر رکھی، خود بھی اک چیئر پر بیٹھ گئی.

"تم تو جلدی سو جاتی ہو۔ آج ابھی تک کیسے جاگ رہی ہو؟اور چائے بھی دو کپ بنائی ہے۔ کیا ساری قسمیں آج ہی توڑ دو گی؟"

"نیند نہیں آرھی ہادی بھائی!"اس نے جیسے شکایت کی۔

"مگر مجھے تو بہت نیند آرہی ہے اور میں بس ابھی سونے ہی جا رہا تھا۔"وہ اسے چھیڑنے کو بولے اور وہ چڑ بھی گئی۔

"آپ کوئی سونے نہیں جارہے بلکہ میرے ساتھ چائے پیئیں گے اور باتیں کرینگے۔"

وہ اسے دیکھ کر بولے۔"زبردستی ہے؟"

"ہاں۔ہے تو"اس نے صاف گوئی سے کہا۔"مگر صرف آپکے ساتھ۔"

"جیسے تمھاری مرضی۔"انہوں نے کپ اٹھالیا اور گھونٹ بھر کر بولے۔"افتخار ماموں آئے تھے۔"

"ہاں۔"اس نے کہا۔

"لیکن آپ تو اس وقت گھر پر نہیں تھے۔"

"سڑک سے اندر آتے ہوئے میں نے انکی گاڑی گیٹ سے نکلتے دیکھی تھی۔" انہوں نے کہا تو ملیحہ سَر ہلاتے ہوئے بتانے لگی.

"ان کے ساتھ منیر ماموں بھی تھے۔وہ دونوں مجھے لینے آئے تھے."

"کیوں؟" انہوں نے یوں ہی پوچھ لیا۔

"میں نے بتایا تھا نا، 25 نومبر کو سمیرہ اور آفاق بھائی کی شادی ہے۔سب رشتے دار اکھٹے ہو چکے ہیں کل لاہور سے خالا بھی اجائینگی تو ماموں نے سوچا مجھے بھی آ کر لے جائیں۔"

www.novelsclubb.com

"پھر تم گئی نہیں؟"

"بابا جان نے منع کر دیا کہ جا کر رہنے کی کیا ضرورت ہے۔شادی میں بھجوا دیں گے۔"

"اس میں بھلا ضرورت کا کیا چکر ہے؟ تمہارے سب کزنز آئے ہوئے ہیں انکے

ساتھ انجوائے کر لیتیں۔اور یہ آفاق بھی تمہارا کزن ہے نا؟"

"منیر ماموں کے بڑے بیٹے ہیں اور اس دن کارڈ دینے بھی تو آئے تھے۔"

"پھر تو تمہیں ضرور جانا چاہیے۔تمہارے دو دو کزنز کی شادی ہے۔"

"مگر بابا جان نے منع کیا ہے۔"اس نے سر جھٹک کر ہلکے سے کہا۔

"تم جانا چاہتی ہو؟"اس نے کوئی جواب نہیں دیا۔کچھ دیر اسکی جھکی پلکوں کو دیکھ کر انہوں نے اس پر سے نگاہ ہٹالی۔اب وہ دراز میں رول کئے ہوئے چارٹس نکال رہے تھے۔پھر ایک چارٹ کھول کر انہوں نے ملیحہ کے آگے رکھا۔

"یہ دیکھو،یہ گارمنٹس فیکٹری کا نقشہ ہے۔ادھر پروڈکشن ہے،یہ سپر وائزر کا آفس اور اس طرف آگے جا کر ورکرز کے کوارٹرز ہیں۔"

"کیسا لگا؟"

"اچھا ہے۔"وہ بولی۔

نورالھدیٰ نے باقی کے دو چارٹس بھی کھول کر پہلے سے کھلے چارٹ پر برابر برابر

رکھ دیئے۔

"اور یہ دونوں آفس کے بلڈنگ کے نقشے ہیں۔"

"دو آفس بنوائیں گے؟"

"نہیں آفس تو ایک ہی ہوگا۔ یہ نقشہ دو الگ انجینئرز نے بنائے ہیں اور یہ دونوں ہی اتنے اچھے ہیں کہ میں کسی ایک کا انتخاب کرتے ہوئے کنفیوز ہو رہا ہوں۔ ذرا تم بتاؤ ان میں سے کونسا نقشہ زیادہ بہتر ہے؟"

"میں کیسے بتا سکتی ہوں؟"

"تم پینٹر ہو اور مجھ سے بہتر ان نقشوں کو سمجھ سکتی ہو۔"

"مگر پینٹر اور ارکیٹکشن میں فرق ہوتا ہے ہادی بھائی!" نور الہدیٰ چڑ گئے۔

"ایک ذرا سی رائے ہی تو دینی ہے ملیحہ! اور تم اس قدر ہچکچا رہی ہو۔" اور اس نے بھی تو کہا تھا۔

"آپ کو تو رائے کا اظہار بھی مشکل ہی لگتا ہوگا۔"

اچانک وجدان کا جملہ کانوں میں بازگشت کرنے لگا۔ملیحہ نے دھیرے سے اقرار کر لیا۔

"ہاں۔کیونکہ کبھی کسی نے میری رائے پوچھی ہی نہیں۔"

نورالہدیٰ نے پل بھر کو اسے دیکھا پھر اسکے گال پر ہاتھ رکھ کر اسکا چہرہ اپنی طرف موڑا۔

"اب میں جو پوچھ رہا ہوں۔"

ملیحہ نے ایک نقشہ انکی طرف کیا۔نورالہدی نے نقشہ دیکھا اور بولے۔

"اور تم کہتی ہو تمہیں سینٹی میٹر ناپ کر کھینچی گئی لائنوں کہ سمجھ نہیں۔" وہ ان کی بات کو ان سنا کرتے ہوئے پوچھنے لگی۔"آپ نے یہ نقشے ابھی اپروو نہیں کروائے؟"

"تم سے اپروو کروائے بغیر میں انہیں اپروول کیلئے کیسے بھیج سکتا تھا؟"ملیحہ نے انکی طرف دیکھا اور بس دیکھ کر رہ گئی۔

*****

اگلی دوپہر کھانا کھاتے ہوئے نور الہدی، باباجان سے کہنے لگے.

"میں سوچ رہا تھا، آج شام کو منیر ماموں کی طرف چلا جاؤں."

"خیریت؟"انہوں نے پوچھا.

"کچھ لیگل معاملات پر مشوروں کی ضرورت آن پڑی ہے. پھر کمپنی کی رجسٹریشن کے پیپرز بھی بنوانے ہیں. منیر ماموں وکیل ہیں. سوچا ان سے ہی بات کرلوں. ان سے زیادہ قابل اعتماد اور کون ھو سکتا ہے؟"

"ٹھیک کہہ رہے ہو." باباجان نے کہا. نور الہدی مزید بولے.

"آج کل ان کے گھر میں شادی کی تیاریاں چل رہی ہیں تو میرا خیال ہے وہ آفس تو نہیں جارہے ہونگے. گھر پر ہی بات ہوسکے گی اور... آرے ملیحہ! تم بھی ساتھ چلو نا."وہ ایسے بولے جیسے بولتے ہوئے اچانک یاد آیا ہو. ملیحہ نوالہ چبانا بھول کر انہیں دیکھنے لگی جو خود بھی نوالہ منہ میں رکھ کر کچھ سوچتے ہوئے اندازِ میں بول رہے

تھے.

"بلکہ اک کام کرو. ساتھ میں بیگ بھی تیار کر لو۔ شادی میں دو چار دن ہی رہ گئے ہیں. سب رشتے دار بھی آ چکے ہوں گے. تم بھی کچھ دن کے لیے رہ آؤ."

ملیحہ کے حلق میں نوالہ اٹک گیا. اس نے فوراً پانی کے گلاس کی طرف ہاتھ بڑھایا. مگر نورالہدی انجان بنے اپنی ہی کہے جا رہے تھے.

"آج میں تمہیں چھوڑ آؤنگا اور ولیمے کے اگلے دن میں تمہیں لینے آ جاونگا. ٹھیک ہے ؟" ملیحہ نے اب باباجان کی طرف دیکھا جو ساری بات چیت سے لاتعلق نظر آ رہے تھے. نورالہدی کھانا کھا چکے تھے. ہاتھ صاف کر کے اٹھتے ہوئے پِھر بولے.

"شام کو ۵ بجے تک بالکل تیار رہنا." یہ تو وہ بھی سمجھ رہی تھی کہ یاددہانی اسے نہیں، باباجان کو کروائی جا رہی تھی. مگر باباجان نے کوئی ایسی بات ہی نہیں کی تو وہ اطمینان سے ٹیبل سے اٹھ گئے.

اب ملیحہ کے لیے بھی کھانا کھانا مشکل ہو گیا تھا. پِھر جیسے ہی باباجان کھانا ختم کر کے

اٹھے وہ نورالہدی کے کمرے کی طرف بھاگی. نورالہدی لائٹ اوف کر کے سونے کے لیے لیٹ گئے تھے. ملیحہ آندھی طوفان کی طرح کمرے میں آئی اور لائٹس آن کر کے ان کے بیڈ پر چڑھ کر بیٹھ گئی. نورالہدی اٹھ کر بیٹھتے ہوئے بولے.

"کیا بات ہے؟"

"ابھی آپ نیچے کیا کہہ رہے تھے؟"

گو کہ وہ اسکی بات کا مطلب سمجھ گئے تھے پِھر بھی معصوم بن کر بولے.

"شام ۵ بجے تک تیار رہنا." انہوں نے اپنے الفاظ دھرائے.

"مگر باباجان نے منع کیا تھا."

"کب؟" وہ اب بھی بن رہے تھے. "وہ تو کچھ بولے ہی نہیں. خاموشی سے کھانا کھاتے رہے."

"افو! میں ابھی کی بات نہیں کر رہی. کل باباجان نے ماموں کو منع کیا تھا. رات کو بتایا تو تھا." اسے الجھا دیکھ کر وہ سنجیدہ ہو گئے.

"کل منع کیا تھا، آج تو نہیں. تم بس جانے کی تیاری کرو."

"مگر بابا جان کو کتنا برا لگے گا؟ انکے منع کرنے کے بعد آپکو ایسی بات نہیں کرنی چاہیے تھی."

"برا کیوں لگے گا بھئی؟" وہ حیرت سے بولے.

"کل جب ماموں تمہیں لینے آئے تو کیا میں گھر پر تھا؟"

"نہیں."

"کیا بابا جان کو پتہ ہے کہ تم نے مجھے ان کے آنے کے بارے میں بتایا تھا؟"

"نہیں."

"تو پھر انہیں برا کیوں لگے گا؟ جبکہ وہ جانتے ہیں کہ میں کچھ نہیں جانتا. میں نے تو یوں ہی باتوں باتوں میں اک بات کہی تھی. انہیں اگر منع کرنا ہوتا تو منع کر دیتے. سمپل."

"تو آپ نے دھاندلی کی ہے." انکی چالاکی سمجھ کر وہ حیرت سے آنکھیں پھاڑ کر

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

بولے. "مجھے نہیں پتا تھا کہ لندن والے اتنے بے ایمان ہوتے ہیں."

"مگر یہ بھی تو دیکھو کہ لندن والے بے ایمانی بھی کس قدر ایمانداری سے کرتے ہیں." وہ ڈھٹائی سے بول کر ہنسے.

"کیا خاک ایمانداری ہے. شرم تو نہیں آتی جھوٹ بولتے ہوئے. سیدھے دوزخ میں جائیں گے." اسکی ملامت کا نور الہدی پر کوئی اثر ہی نہیں ہوا، بولے.

"ٹھیک ہے، چلا جاؤنگا. مگر اب تم یہاں سے جاؤ. مجھے سونا ہے. رات بھی تم نے میری نیند برباد کی تھی."

اسے جانے کا کہہ کر وہ آرام سے لیٹ گئے مگر ملیحہ ہلی بھی نہیں. اسے اب اک نئی پریشانی شروع ہوگئی تھی.

"مگر ہادی بھائی! اگر میں چلی گئی تو گھر کا خیال کون رکھے گا؟ اور آپ دونوں کیسے رہیں گے؟"

نور الہدی نے سر پر سے چادر ہٹا کر اسے دیکھا پِھر کہنی کے بل اٹھتے ہوئے کہا.

"گھر کا خیال رکھنے کے لیے ملازم ہیں اور میں اور بابا جان بچے نہیں ہیں جو تمھارے بغیر رہ نا سکیں."

"لیکن کھانا پکانے کے لیے بھی تو کوئی ھونا چاہیے. بابا جان کو نمک مرچ اپنی پسند کی ہی کھانی ہوتی ہے اور آپ بھی رات کو دیر سے گھر آتے ہیں."

"تمھارا اسسٹنٹ بہادر ہیں نا، بھلا وہ کس مرض کی دوا ہے؟"

ملیحہ تپ کر بولی.

"وہ کسی مرض کی دوا نہیں ہے بلکہ خود لاعلاج مرض ہے.تینوں ٹائم مجھے اسکے سامنے کھانا رکھ کر کہنا پڑتا ہے کہ بہادر صاحب! کھانا کھالیجئے ورنہ فوت ہو جائینگے."اس نے اِس طرح سے کہا کہ نورالھدی ہنسنے لگے اور ہنستے ہنستے بولے.

"گل بانو بھی تو ہے. وہ سب سنبھال لے گی اور پھر اک ہفتے کی ہی تو بات ہے."پِھر اک دم رُعب سے بولے."اب اٹھو، یہاں سے نکل چلو."انہوں نے ہاتھ پکڑ کر اسے بیڈ سے اٹھا دیا مگر وہ گھوم کر واپس بیٹھتے کہنے لگی.

"ہادی بھائی! ایسا کرتے ہیں، آج جانے کے بجائے دو دن بعد مہندی کے دن رہنے چلی جاؤں گی. پھِر ولیمے میں تو آپ آئینگے ہی. تو آپکے ساتھ ہی واپس آجاوں گی." اسے اب تک جوڑ توڑ میں الجھے دیکھ کر وہ گہرا سانس بھرتے اٹھ بیٹھے.

"تمھیں ایسا کیوں لگتا ہے کہ میں اور بابا جان تمہارے بغیر رہ نہیں پائیں گے؟ آخر اک نا اک دن تم شادی کرکے بھی تو چلی ہی جاوگی."

اک پل وہ انکی بات پر شرمائی پھِر ڈھیٹ بن کر بولی. "میری شادی ہو گئی تو آپ کونسا کنوارے بیٹھے رہیں گے؟ دیکھ لیجئے گا، میرے جانے کے بعد آپکی بیگم آکر مجھے ریپلیس کر دیں گی."

"بہت بولنے لگی ہو. مگر مزید میں تمھاری کوئی بات نہیں سن سکتا. مجھے سونا ہے."

"لیکن ہادی بھائی!" وہ پھِر سے کچھ کہنے لگی تو نور الہدی چادر پھینک کر بستر سے اٹھے اور اسے بازو سے پکڑ کر باہر کی طرف لے جاتے بولے.

"تھمارے جتنے بھی لیکن ویکن ہیں، اگر مگر ہیں، انکا جواب میں شام میں دونگا اور

اگر تم نے ۵ بجے سے پہلے میرے کمرے میں قدم بھی رکھا تو تمہیں ایسی جگہ چھوڑ کر آؤنگا کہ کبھی چاہ کر بھی واپس نا آسکو گی۔" اسے کمرے سے باہر چھوڑ کر وہ واپس اندر مڑے تو ملیحہ بھی "ہادی بھائی! بات سنیے" کہتی ان کے پیچھے آئی۔ مگر دروازہ دھاڑ کرتے اسکے منہ پر بند کیا۔ ملیحہ نے مکا بنا کر مارنے کے لیے اُٹھایا مگر خود ہی ہاتھ گرا کر منہ بنائی کمرے میں آگئی۔

کمرے میں آکر اس نے اپنا بیگ تیار کیا، پھِر شام کے لیے کپڑے نکل کر پریس کیے۔ ٹھیک ۵ بجے وہ تیار ہو کر نورالہدی کے کمرے کے دروازے پر دستک دے رہی تھی۔ انکی آواز پر وہ دروازہ کھول کر اندر آگئی۔ نورالہدی بلیک ڈریس پینٹ پر بلیک ہی شرٹ پہنے گلے میں اک میرون اور دوسری براؤن ڈوٹس والی ٹائی لٹکائے ڈریسنگ کے سامنے کھڑے تھے۔ اسے دیکھ کر بولے۔

"ملیحہ! ذرا بتانا تو دونوں میں سے کونسی ٹائی زیادہ سوٹ کرے گی؟"

بیگ وہیں سائیڈ میں رکھتے ہوئے وہ انکی طرف دیکھ کر بولے۔ "آپ ہر بات میں

میری رائے لینا ضروری کیوں سمجھتے ہیں؟"

انہوں نے دوبدو جواب دیا. "اور تم ہر بات میں بحث کرنا کیوں ضروری سمجھتی ہو؟"

اس نے سر جھٹکا، پِھر دو قدم آگے آکر اک نگاہ ان کے سینے پر ڈالی اور جا کر الماری میں سے کچھ ڈھونڈنے کے بَعد انکی طرف آگئ. پِھر انکے گلے سے دونوں ٹائیاں نکال کر ہاتھ میں پکڑی عیش گرے کلر کی ٹائی ان کے گلے میں باندھنے لگی. غیر اِرادی طور پر ہی نور الہدی کی نگاہ اس پر ٹک گئ تھی. وہ اِس وقت سفید رنگ کے شلوار قمیض پہنے سفید ہی ڈوپٹہ کندھوں پر پھیلائے کھڑی تھی. کانوں میں سفید موتیے کے آویزے تھے. آنکھوں میں کاجل کی سی پتلی لکیر اور ہونٹوں پر نیچرل شیڈ کی لپسٹک لگا کر بال کمر پر کھلے چھوڑ رکھے تھے.

کبھی کبھی ایسا ہوتا تھا کہ نور الہدی اسے دیکھتے دیکھتے اک پل کو سب کچھ فراموش کر بیٹھتے جیسے ابھی انہیں کچھ ہوش نہیں رہا تھا. ٹائی کی ناٹ لگا کر کالر سہی کرتے

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

ہوئے ملیحہ انکی طرف دیکھ کر یوں ہی مسکرائی تو نور الہدی فوراً سنبھلے اور مڑ کر آئینے میں ٹائی ٹھیک کرنے لگے۔ مگر آئینے میں بھی انکی نگاہ ملیحہ کے عکس پر تھی۔

"تم سفید رنگ مت پہنا کرو۔" انکی آواز پر ملیحہ حیرت سے مڑ کر بولی۔ "کیوں؟"

"اِس رنگ میں تم اتنی پیاری لگتی ہو کے ڈر لگتا ہے، کہیں تمہیں نظر نا لگ جائے۔"

"ھادی بھائی!" وہ ایسے بولی جیسے کہہ رہی ہو، کیا بے کار کی بات کر رھے ہیں؟

"اک منٹ۔" اسے رکنے کا کہہ کر نور الہدی نے دراز سے کیمرہ نکال کر آنکھوں پر لگا لیا۔

"یہ کیا کر رھے ہیں؟"

نور الہدی نے کیمرہ نیچے کرتے ہوئے کہا۔ "تصویر کھینچ رہا ہوں۔ مگر مفت میں نہیں کھینچوں گا، بدلے میں اک مسکراہٹ ملنی چاہیے۔" اور ملیحہ فوراً ہی مسکرا اٹھی۔ اسکی مسکراہٹ کو ہمیشہ کے لیے قید کر لیا۔

www.novelsclubb.com

پِھر باباجان کے کمرے کی طرف آگئے. وہ دروازے کی طرف ہی متوجہ تھے.

نورالہدی سے اک قدم پیچھے اندر آتی ملیحہ نے انہیں دروازے کی طرف دیکھتے پایا تو گھبرا کر نورالہدی کا ہاتھ تھام لیا.

نورالہدی نے اسکے ہاتھ کو اپنی مضبوط گرفت میں لے لیا اور ہلکے جھٹکے سے اپنے قریب کر لیا. اتنا کہ اسکا شانہ نورالہدی کے بازو کو چھونے لگا تھا. یہ ساری کاروائی بڑے ہی غیر محسوس اندازِ میں ہوئی تھی. پِھر بھی باباجان کی نگاہوں سے چُھپ نا سکی. بیٹی اور بھتیجے کے اِس اتحاد کو دیکھ کر اک انوکھا خیال اچانک ہی ان کے ذہن میں آیا تھا. نورالہدی، ملیحہ کو ساتھ لیے ان سے دو قدم کے فاصلے پر رک کر بولے.

"ہم دونوں بس جا ہی رہے تھے. آپکو اللہ حافظ کہنے آئے تھے." وہ ابھی تک اسی خیال کے زیرِ اثر تھے، زیرِ لب مسکرا دیئے. نورالہدی انکی مسکراہٹ کا مطلب تو نا سمجھے پر اسے ہی غنیمت خیال کرتی ہوئے بولے "اللہ حافظ!" کہہ کر پلٹ گئے. ملیحہ نے بھی جھٹ سے "اللہ حافظ باباجان!" کہا اور ان کے ساتھ ہو لی.

نورالہدی کو دھیان بھی نہیں رہا تھا کہ کمرے سے نکلتے وقت بھی ملیحہ کا ہاتھ ان کے ہاتھ میں تھا اور باباجان نے باہم تھامے ہوئے ان ہاتھوں کو دیکھتے ہوئے اپنے خیال کو فیصلے میں بدَل دیا تھا.

****

کار گیٹ پر روک کر نورالہدی نے ملیحہ سے کہا۔

"جاو۔" تو اس نے کہا۔

"آپ اندر نہیں آئیں گے؟"

"اس وقت مجھے کہیں اور جانا ہے اندر جاؤں گا تو دیر ہو جائے گی۔" انہوں نے مجبوری بتا کر کہا ملیحہ حیران نظروں سے ہادی کو دیکھتے ہوئے گیٹ کی طرف چل پڑی۔

تین منزلہ اس بڑے سے مکان میں ملیحہ کے دونوں ماموں کے خاندان آباد تھے بڑے افتخار حسن کی تین بیٹیاں تھیں عظمی، صائمہ اور سمیرا۔ بڑی دونوں شادی

شدہ تھیں۔ سمیرا مدیحہ کی ہم عمر تھی اور اس کا نمبر تھا۔ چھوٹے ماموں منیر حسن کے سب سے بڑے بیٹے آفاق تھے جن کی سمیرا کے ساتھ شادی ہونی تھی۔ ان سے چھوٹی گوہر شادی شدہ تھیں، پھر صمد تھا جو ملیحہ اور سمیرا کا ہم عمر تھا اور اس سے چھوٹی ارم تھی جس نے دوڑ بیل کی آواز پر گیٹ کھولا تھا۔ پھر ملیحہ کو دیکھ کر "ہائے ملیحہ آپی! آپ۔" کہہ کر اس سے لپٹ گئی پھر فوراً ہی الگ ہو کر اندر سب کو بتانے بھاگ گئی۔

ملیحہ نے گیٹ بند کیا اور بیگ اٹھا کر بڑا سالان پار کر کے دالان تک پہنچی تو سب گھر والے اس کے استقبال کو آ پہنچے تھے۔ سب سے پہلے اس کی نظر خالہ پر پڑی۔

"السلام علیکم خالہ!" وہ سلام کرتی ہے ان کے گلے لگ گئی

"وعلیکم السلام بیٹی! جیتی رہو۔ اللہ عمر دراز کرے۔" ساتھ لپٹائے وہ ملیحہ کو دعائیں دیتی بولیں۔

"آج صبح ہی پہنچی ہوں۔ سوچ ہی رہی تھی کہ جنید جاگ جائے تو اس سے کہوں گی،

مجھے ملیحہ سے ملالائے۔دیکھوذراکیسی قبولیت کی گھڑی تھی۔"

"آمنہ !کیابچی کودروازے پرروک کرکھڑی ہو؟اندرتولے آؤ۔"یہ بڑی ممانی تھیں۔ملیحہ نےانہیں سلام کیا۔

"بیٹی !اندرآجاؤ_"وہ سلام کاجواب دےکراسے ساتھ لےکراندربڑے سے ہال میں لے آئیں جوسیٹنگ روم کے طورپراستعمال ہوتاتھا۔وہ صوفےپربیٹھ چکی تو ممانی کوخیال آیا۔

"ملیحہ !کیااکیلی آئی ہو۔؟"

"نہیں ممانی جان ہادی بھائی چھوڑکےگئےتھے۔"

"نورالہدی؟"انہوں نےتصدیق چاہی۔

"جی۔"

"تودروازہ سےکیوں جانےدیاروک لیتی۔"

"انہیں کسی ضروری کام سےجاناتھا۔کہہ رہےتھےپھرآئیں گے۔"

www.novelsclubb.com

"نورالہدی بھی جوان ہو گیا ہو گا۔ آخری بار جب میں نے دیکھا تھا تو سترہ اٹھارہ سال کا تھا۔" آمنہ خلا نے ہوائی تبصرہ کیا۔ چھوٹی ممانی بولی۔

"ایسا ویسا؟ آپا! نگاہ نہیں ٹھرتی۔ فریال ہوتی آج تو بیٹے کا صدقہ نکالتی۔ آخر پالنے والے تو وہی تھی۔ اللہ جنت نصیب کرے اس میں کبھی اپنے پرائے کا فرق نہیں کیا۔ تبھی تو نورالہدی نے اس گھر سے رشتے جوڑ رکھے ہیں لندن سے آتے ہیں دوسرے دن ماموؤں کو سلام کرنے گھر آیا تھا۔" پھر ملیحہ سے بولیں۔ "بھائی صاحب کیسے ہیں؟"

"ٹھیک ہیں۔ آفاق بھائی نظر نہیں آ رہے۔"

"اپنے کسی دوست کی تلاش میں نکلے ہیں"

"اور سمیرا؟" اس نے مزید پوچھا۔

"اپنے کمرے میں ہے، جب سے مایوں بٹھایا ہے، سارا وقت سوتی رہتی ہے۔ کہتی ہے فارغ بیٹھے اور کیا کروں۔؟"

"میں اسے دیکھتی ہوں۔" وہ دروازے کے ساتھ موجود سیڑھیاں چڑھتی اوپر سمیرا کے کمرے میں آگئی۔

"سنا تھا، شادی قریب ہو تو راتوں کی نیند اڑ جاتی ہے پر یہاں تو دن میں بھی خواب خرگوش کے مزے لیے جا رہے ہیں" اس نے کہتے ہوئے ذرا سا چادر کو کھینچا جس سے بھنا کر واپس تان لیا گیا۔

"گوہر کی بچی! تمہیں کہا نا، میں نہیں اٹھوں گی۔۔۔جو بکواس کرنی ہے، کرلو۔"

"ابھی شادی ہوئی بھی نہیں اور حواس کس قدر معطل ہے کہ میری آواز بھی پہچانی نہیں جا رہی۔ شادی کے بعد تو شکل بھی نہیں پہچانو گی۔" چادر تلے ٹھنکنے کے آثار نمودار ہوئے۔ پھر ایک آنکھ نکال کر باہر جھانکا اور ملیحہ پر نظر پڑتے ہی "یہ تم ہو؟" کہہ کر چادر پھینکتی وہ دیوانہ وار ملیحہ سے لپٹ گئی۔

"سمیرا! بس کرو۔ پسلیاں توڑو گی؟" ملیحہ نے بمشکل اسے خود سے الگ کیا۔ وہ الگ ہوگی پر اسے زور کا ہاتھ مار کر بولی۔

"بدتمیز! جب ابو کو چاچو تمہیں لینے گئے تھے تب کیوں نہیں آئیں۔"

"آب آگئی ہو نا۔" وہ متانت سے بولی

"اب بھی نہیں آتی تو میں تمہیں جان سے مار دیتی۔"

اتنے میں ایک بچہ بھاگ بھاگ آیا اور بولا "خالہ! مما کہہ رہی ہے، آکر چائے پی لیں۔" اور بول کر واپس بھاگ گیا۔

"چلو۔" ملیحہ نے اسے بھی ساتھ اٹھایا۔

صرف تمہیں بلایا ہے۔ میرے تو باہر نکلنے پر پابندی ہے۔ کے خدانا خواستہ آفاق صاحب کے نظر پڑ گئی تو ان کے ان کو شدید خطرات لاحق ہو جائیں گے۔ ویسے سخت ناانصافی ہے۔ انہیں میں کمرے میں بند کر دینا چاہیے۔ آخر ہم بھی صاحب ایمان ہیں۔" اس کے جلے کٹے انداز پر ہنستے ہوئے ملیحہ نے کہا۔

"تمھارے ایمان کا بھی خیال ہے۔ اسی لئے تو کمرے میں بٹھایا ہے۔"

"تو کیا فائدہ؟" "میں کھڑکی میں سے انہیں آتے جاتے دیکھ لیتی ہوں۔"

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

"کیا؟ملیحہ نے آنکھیں پھاڑ کر اسے دیکھا تو وہ ڈھٹائی سے ہنسنے لگی۔" بہت بے شرم ہو۔" پھر اٹھتے ہوئے بولی۔" ابھی کھا کر تمہیں دیکھتی ہوں"

چائے کے دوران ہی مغرب کا وقت ہو گیا۔ باقی سبھی لوگ نماز پڑھ ہی رہے تھے کہ وہ نماز پڑھ کر دالان میں بچے تخت پر آ بیٹھی۔ دونوں پاؤں سینڈل سے آزاد کر کے اوپر اٹھائے وہ فرصت سے بیٹھ گئی۔

آسمان کا رنگ گہرا ہونے لگا تھا۔ دور کہیں کچھ پرندے اپنے آشیانوں تک پہنچنے کی کوشش میں اڑے جا رہے تھے۔ وہ فارغ بیٹھی ان پرندوں کو دیکھتی رہی۔ پھر یوں ہی بھٹکتی اس کی نظر تخت پر کچھ ہاتھ کے فاصلے پر رکھے ڈوپٹے پر پڑی جس پر کچھ دیر پہلے صائمہ لیس ٹانگ رہی تھی۔ کرنے کو اور تو کچھ تھا نہیں، لیس ڈوپٹہ اٹھایا اور ٹانکنے لگی۔ گیٹ کا دروازہ کھول کر کوئی اندر آیا تھا۔

ملیحہ نے دھیان نہیں دیا۔ اتنی سی دیر میں ہی وہ سمجھ گئی تھی کہ یہاں آمد و رفت بھی شادی کے ہنگاموں کا ہی ایک حصہ ہے۔ اندر آنے والا شام کے دھندلکے میں

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

دالان کی روشنی میں تخت پر بیٹھی سوئی دھاگے میں الجھی لڑکی کو دیکھ کر پہلے تو آگے بڑھنے لگا، پھر کچھ شک سا ہوا تو اس کے چہرے کی طرف دیکھا۔

"آپ۔؟" حیرت بھری آواز پر ملیحہ سمجھی تو نہیں، مخاطب وہ تھی۔ پھر بھی سر اٹھا کر دیکھا تو چاکلیٹ کلر کی شلوار قمیض میں ملبوس وجدان کو دیکھ کر حیرت کچھ اس طرح غالب آئی کہ احساس بھی نہیں ہوا اور سوئی دوپٹے میں گزرنے کی بجائے سیدھی بائیں ہاتھ کے انگوٹھے میں گھسا دی۔ ملیحہ کا تو انگوٹھے میں اٹھتی ٹیسوں کی طرف دھیان بھی نہیں گیا تھا۔ وجدان نے اس کے انگوٹھے سے خون کے قطرے کو ابھرتے دیکھا تو سر جھٹکتا اس کے پاس چلا آیا۔

"یہ آپ نے کیا، کیا؟۔" وہ اسے ملامت کرتا اس کے سامنے گھٹنا زمین پر ٹکاتا ہوا بیٹھا اور اس کا ہاتھ تھامنے کو ہاتھ بڑھایا تو ملیحہ نے کرنٹ کھا کر اپنا ہاتھ پیچھے کر لیا۔

وجدان نے سر اٹھا کر اس کی طرف دیکھا۔ پھر جیب سے رومال نکال کر اس کی طرف بڑھایا۔

"اسے تو لے سکتی ہیں۔"

ملیحہ نے کچھ ہچکچاہٹ کے بعد رومال لیا۔ رومال سے خون صاف کرتے ہوئے اس نے وجدان کو کہتے سنا۔ "آپ نے لائبریری آنا کیوں چھوڑ دیا؟۔"

ملیحہ نے چونک کر اسے دیکھا۔ "آپ کو کیسے پتا ہے؟"

وہ کچھ بھی بولے بغیر مسکرایا تو ملیحہ نے آنکھیں پھیلا کر اسے دیکھا۔

"تو آپ روز وہاں جاتے ہیں۔ میرا مطلب ہے دو مہینے سے آپ کیسے۔۔۔" وہ بے ربط انداز میں بول رہی تھی۔ وجدان کی مسکراہٹ کچھ اور بھی گہری ہو گئی۔

مجھے یقین تو نہیں ہے مگر یہی سچ ہے

میں تیرے واسطے عمریں گزار سکتا ہوں

یہی نہیں کہ مجھے جیتنے کی خواہش ہے

میں تیرے واسطے خود کو بھی ہار سکتا ہوں

ملیحہ دم بخود سی بیٹھی تھی اور وجدان بھی جیسے ان پلوں کے سحر سے نکلنا نہیں چاہتا

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

تھا۔

"وجدان!" اس ایک پکار نے طلسم توڑ دیا۔ وہ دونوں ایک دم سے ہوش میں آ گئے۔ وجدان نے گردن گھما کر آواز کی سمت دیکھا۔ گیٹ سے اندر آتا آفاق اسے دیکھ حیران ہوا۔

"تم یہاں ہو اور میں تمہیں سارے شہر میں تلاش کر رہا تھا۔" ملیحہ نے آفاق کو دیکھا اور پھر وجدان کو۔

سرِ شام ایک شخص ملیحہ کے سامنے گھٹنوں کے بل نیاز مندی سے بیٹھا تھا۔ نیو سچویشن کسی حد تک قابل اعتراض تو تھی۔ اس کے خیال سے وہ شرمندہ بھی تھی مگر وجدان کے چہرے پر اسے کسی قسم کی گھبراہٹ کے آثار نظر نہیں آئے۔ وہ اطمینان سے اٹھ کر آفاق سے گلے ملا جو شکوہ کر رہا تھا۔

"کہاں ہوتے ہو یار؟ نظر ہی نہیں آتے۔ بابا بھی تمہاری گمشدگی سے کافی ناراض ہیں۔ صبح تو انہوں نے باقاعدہ حکم ہی دے ڈالا کہ تمہیں کہیں سے بھی برآمد

کروں۔"

"کوئی خاص وجہ۔؟"

"کسی کیس کے سلسلے میں وہ تم سے مشورہ کرنا چاہتے ہیں۔"

وجدان اچھل پڑا۔"ایڈووکیٹ کو منیر حسن کو مشورے کی ضرورت ہے۔وہ بھی میرے مشورے کی؟ کچھ ایسا کہ جیسے میں مان بھی لوں۔"

"سیریسلی یار! پاپا تو جو بہت مانتے ہیں۔اور جب میں نے ان کی لیگل فارم جوائن کرنے کے بجائے لیگل ایڈوائزر کی جاب کی ہے۔ تیرے نام سے مجھے طعنے کی سننے پڑتے ہیں۔" چل اندر تو آ۔" آفاق اسے ساتھ لیے اندر چلا گیا۔

ملیحہ جہاں تھی وہیں بیٹھی رہ گئی۔آفاق نے اسے مکمل طور پر نظرانداز کر دیا تھا۔ حالانکہ سامنے ہی بیٹھی تھی۔اور یہ ممکن نہیں تھا کہ آفاق نے اسے نہ دیکھا ہو۔ مگر جس طرح اس نے ملیحہ کی ان دیکھی کی تھی، ملیحہ کو بہت عجیب لگا تھا۔

"ملیحہ! یہاں کیوں بیٹھی ہو؟ وہاں سب حال میں سب ڈھولک کا پروگرام بنائے

تمہارے انتظار میں ہیں۔اٹھو شاباش۔" صائمہ آکر اس کے برابر بیٹھے ہوئے بہت پیار سے بولی پھر اس کا ہاتھ تھام کر اپنے ساتھ اٹھاتے اندر لے آئی۔حال کے ایک جانب بیچ قالین پر ملیحہ کے تمام کزنز اپنی ڈھولک لیے بیٹھی تھیں۔ساتھ سمیرا کو بھی بٹھار کھا تھا جو ہاتھ بھر کے لمبے گھونگھٹ میں تھی اور پاس ہی صوفے پر وجدان براجمان تھا جو آفاق کے ساتھ باتیں کرتے ہوئے اپنے بازو سے لگی بیٹھی ارم کی چھوٹی سی پونی کو بار بار کھینچ رہا تھا اور وہ بار بار جھنجلا جاتی۔ملیحہ ایک اچٹتی سی نگاہ اس طرف ڈال کر اپنے کزنز میں آبیٹھی۔

www.novelsclubb.com

~~~~~

"یااللہ! یہ میرے ساتھ کیا ہو رہا ہے؟۔۔۔میں وجدان سے دور جانا چاہتی تھی اور وہ ایک بار پھر میرے سامنے آگیا ہے۔میں نے خود کو اس کی طرف جانے والے راستے پر بڑھنے سے روک لیا تھا پھر آپ کیوں اسے دوبارہ میرے راستے پر لے آئے ہیں؟۔۔۔یوں لگتا ہے کہ میں دائرے میں قید ہو گئی ہوں، جس بھی
~~~~~

راستے پر قدم بڑھاؤں گی اس کے آخری سرے پر وجدان کو ہی کھڑا پاؤں گی۔"

ان سطروں کو رقم کر کے اس نے ڈائری بند کر کے احتیاط سے بیگ میں واپس رکھی اور لائٹ آف کر کے ڈبل بیڈ پر جا کر لیٹ گئی جس کے اک سرے پر سمیرا بے خبر سو رہی تھی۔

ملیحہ نے دوبارہ وجدان کو اپنی طرف متوجہ نہیں پایا حالانکہ وہ اس کے آس پاس ہی تھا۔ان تین دنوں میں ملیحہ کو بنا چاہے ہی اس کے بارے میں بہت کچھ پتہ چل چکا تھا۔وہ اور آفاق کلاس فیلوز تھے۔ایل ایل بی کرنے کے بعد اس نے منیر حسین کا آفس جوائن کر لیا تھا۔گھر میں اسے گھر کے فرد کی حیثیت حاصل تھی اور سبھی لوگ اسے کافی پسند کرتے تھے۔بڑے ماموں افتخار حسن نے تو وجدان کو بیٹا بنا رکھا تھا۔

مہندی کا انتظام چھت پر کیا گیا تھا۔ہوا میں ہلکی سی خنکی تھی جو بھلی لگ رہی تھی۔ مہندی کی رسم سے فارغ ہو کر سب لوگ دولہا دلہن کے لیے بنے اسٹیج پر چڑھ

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

بیٹھے۔جنہیں اسٹیج پر جو میں نہیں ملی،وہ اسٹیج کے قریب ہی کرسیوں پر بیٹھ گئے۔

بجائے اس کے سب ساتھ مل کر گانے گاتے،طے ہوا کہ ان کے شخص گانا گانے کی فرمائش کی جائے۔

اب وہاں جیسے میوزک کنسرٹ چل رہا تھا۔ایک کر کے سب اسٹیج کے بیچوں بیچ آکر بیٹھ جاتے اور گانا گا کر اٹھ جاتے۔ملیح اسٹیج کے نیچے کرسی پر بیٹھی ٹی پنک کلر کے کپڑوں پر ہلکی سی شال لپیٹے ہوئے تھی۔گوہر وحید مراد کا "کو کو کورینا" گا کر سٹیج اتری اور سب تالیاں بجانے لگے کہ صمد نے آواز لگائی۔

"اب وجدان کی باری ہے۔"

سب نے صمد کی پیروی میں وجدان کا نام پکارنا شروع کیا۔وجدان اپنی جگہ سے اٹھ کر سب کے بیچ میں آکر آلتی پالتی مار کر بیٹھ گیا۔

"میں گانا نہیں البتہ ابن انشا کی ایک نظم سناؤں گا۔"

"ارشاد،ارشاد۔" کی آوازیں ابھریں۔جب شور تھما تو وجدان اپنی پر اثر آواز میں

www.novelsclubb.com

گویا ہوا۔

"ہم گھوم چکے بستی بن میں

اک آس کی پھانس لیے من میں

کوئی ساجن ہو، کوئی پیارا ہو

کوئی دیپک ہو، کوئی تارا ہو

جب جیون رات اندھیری ہو

اک بار کہو، تم میری ہو"

وجدان کی آنکھیں بند تھی۔وہ ملیحہ کو نہیں دیکھ رہا تھا پر ملیحہ کو یوں لگا جیسے وہ اس بھرے مجمع میں خاص طور پر اسی سے مخاطب تھا۔اس کے چہرے کے وجاہت بھرے نقوش کو میلحہ پہلی بار دل کی آنکھ سے دیکھ رہی تھی اور پہلی بار تو اس نے جانا تھا کہ دل کی آنکھ سے دیکھنا کیسا لگتا ہے۔وہ وجدان کی آواز کو روح کی گہرائی سے سن رہی تھی۔اس نے محسوس کیا، روح کی سماعتیں بہت محدود ہیں۔اس ایک

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

آواز کے سوا اسے اور کچھ سنائی ہی نہیں دے رہا تھا۔

"جب ساون بادل چھائے ہوں

جب پھاگن پھول کھلائے ہوں

جب چندا روپ لٹاتا ہو

جب سورج دھوپ نہاتا ہو

یا شام نے بستی گھیری ہو

اک بار کہو، تم میری ہو"

اس جملے کی بازگشت اس کے وجود میں دور دور تک پھیل گئی۔وہ گھبرا کر کھڑی ہوئی پر دوسرے ہی قدم پر ایک پکار نے زنجیر کیا تھا۔

"ہاں دل کا دامن پھیلا ہے

کیوں گوری کا من میلا ہے

ہم کب تک پریت کے دھوکے میں

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

تم کب تک دور جھروکے میں

کب دید سے دل کو سیری ہو

اک بار کہو تم میری ہو"

وہ مڑ کر اسے دیکھنے لگی۔

"کیا جھگڑا سود خسارے کا

یہ کاج نہیں بنجارے کا

سب سونا روپا لے جائے

سب دنیا، دنیا لے جائے

تم مجھے ایک بہتیری ہو

اک بار کہو تم میری ہو"

نظم ختم ہوئی اور وجدان نے آنکھیں کھول کر دیکھا تو سیدھی نظر ملیحہ کے وجود سے ٹکرا گئی۔ بس ایک ہی پل کے لیے وجدان کی آنکھوں میں اس کی پوری جان سمٹ

www.novelsclubb.com

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

آئی تھی مگر اگلے ہی پل سنبھل کر وہ اٹھ گیا۔ملیحہ اندھیرے میں کھڑی تھی اس لئے وجدان اس کے چہرے کو دیکھ نہیں سکا جہاں کشمکش نظر آ رہی تھی۔

"کیا جھگڑا سود خسارے کا، یہ کاج نہیں بنجارے کا۔" وہ زیر لب دوہراتے ہوئے کہہ رہی تھی۔

"مگر میرا دل تو اندیشوں سے بھرا ہے۔" وہ الجھ گئی تھی اور الجھن کبھی خود ہی سمجھ جاتی ہے۔اس نے جانا نہ تھا مگر اب وہ بہت سے انجانے رازوں کو جاننے والی تھی۔

****

مرجنڈا اور بلیو کنٹراسٹ کے شرارہ سوٹ میں وہ اپنی کزنز کے ہمراہ دلہن بنی سمیرہ کو لیے سٹیج تک آئی. اسے آفاق کے پہلو میں بیٹھا کر اسکا دوپٹہ ٹھیک کر کے وہ سیدھی ہوئی اور اسٹیج سے اترنے لگی کے افتخار حسن نے اسے آواز دی.

"ملیحہ !" وہ فوراً پلٹی.

"جی ماموں جان !"

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

"بیٹا! فون تو کرو، بھائی صاحب ابھی تک نہیں آئے." انکی بات پر وہ کچھ توقف کے بعد بولی.

"ماموں جان! آپ تو جانتے ہیں نا، بابا جان کو. وہ کبھی بھی پر ہجوم جگہوں پر جانے کے لیے تیار نہیں ہوتے."

وہ جانتے تھے، اسی لیے پِھر اصرار نہیں کیا اور نورالہدی کا پوچھنے لگے.

"نورالہدی تو آئیگا نا؟"

"جی ماموں جان! صبح میری ہادی بھائی سے بات ہوئی تھی. وہ کہہ رہے تھے کہ وہ آئینگے. تھوڑی دیر میں آتے ہی ہونگے."

وہ سَر ہلا کر کسی اور طرف متوجہ ہو گئے تو ملیحہ بھی اپنا شرارہ سنبھال کر اسٹیج سے اترتی وجدان کے برابر سے انجان بن کر گزر گئی.

"ملیحہ!" جب افتخار حسن نے ملیحہ کا نام پکارا تو وہ ملیحہ سے دو قدم ہی پیچھے تھا اور اپنے آپ ہی اسکے احساسات کو اک نام مل گیا تھا. اس نے اس نام کو زیر لب دہرایا یوں

کہ ہونٹ تو ہلے مگر آواز نہیں ابھری. ملیحہ نے کوئی آواز تو نہیں سنی پر اسے احساس ہوا، کوئی اسکا نام لے رہا ہے. وہ بے ساختہ پلٹ کر بولی.

"جی." مگر وجدان کو دیکھ کر سٹپٹا گئی. اسکے سوالیہ اندازِ پر وجدان بولا.

"سب کچھ تو کہہ چکا ہوں. اب اور کیا کہوں؟"

وہ گڑبڑا کر فوراً ہی پلٹ گئی. مگر جانے کیا ہوا، کچھ قدم چل کر ہی وہ اچانک پِھر پلٹی اور فان کلر کے ڈنر سوٹ میں وجدان کو دیکھا. وہ اسے ہی دیکھ رہا تھا. ملیحہ کی آنکھیں اسکی آنکھوں سے الجھ گئیں اور پہلی بار ایسا ہوا کہ وجدان کو دیکھ کر ملیحہ کے دِل کی دھڑکنیں بے ترتیب ہو گئیں. وہ ٹھٹک گئی. آگاہی کا پل اسکی زندگی میں آچکا تھا. اس نے بے یقینی سے وجدان مصطفی کو دیکھا. وجدان نے آنکھ کے اشارے سے پوچھا.

"کیا ہوا؟" وہ یوں ہی اسکی طرف دیکھتی رہی پِھر اپنے احساسات پر غور کرتی ہوئے الجھے اندازِ میں سَر کو جھکا لیا تو سلکی بال کندھے سے پھسلتے ہوئے اسکے رخ کو ڈھک گئے تھے. ایک ہاتھ سے بال ہٹاتے ہوئے اس نے پِھر وجدان کو دیکھا جو بہت

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

دلچسپی سے اسکے ہر ہر اندازِ کو نوٹ کر رہا تھا اور پھِر پہلی بار وجدان نے اسے خود سے شرماتے دیکھا تھا. نظریں چوراتے ہوئے رخ بدل کر وہ ہونٹوں میں مسکرائی پھِر فوراًہی پلٹ کر بھاگتے ہوئے ہال کے اک جانب بنے ڈریسنگ روم میں جا چھپی.

اس نے گو کچھ نہیں کہا تھا لیکن سامنے وہ شخص کھڑا تھا جس نے اسے حفظ کر لیا تھا. بھلا اسے اِس حادثہ کی خبر کیسے نا ہوتی؟ وجدان نے کھل کر مسکراتے ہوئے سَر اٹھا کر آسمان کی طرف دیکھا اور دِل ہی دِل میں اس رب کا شکر کرنے لگا جس نے آج اسکی محبت کو معتبر کر دیا تھا۔

~~~

www.novelsclubb.com

نورالہدی وطن واپس لوٹے تو بہت دنوں تک فارغ نہیں رہ سکے. فوراًہی گارمنٹس فیکٹری کے قیام کے سلسلے میں دوڑ دھوپ شروع کر دی اور اک بھرپور دن گزر کر رات جب وہ لوٹتے تو تھکن سے جسم ٹوٹ رہا ہوتا. مگر یہ تھکن بس قصرِ فاروقی کی چوکھٹ تک ہی انکا ساتھ دے پاتی. کیوں کہ چوکھٹ کے اُس پر اک لڑکی ان کے
~~~

انتظار میں نیند قربان کیے جاگ رہی ہوتی اور ان کو دیکھتے ہی وہ مسکراتی ہوئی اُٹھ کر پاس چلی آتی اور سلام کرنے کے بعد ان سے کہتی.

"آپ فریش ہو جائیں، میں کھانا لے کر آتی ہوں." پھِر جتنی دیر وہ فریش ہو کر کمرے میں آتے، وہ کھانا گرم کر کے ٹِرے میں سجائے کمرے میں چلی آتی. نورالہدیٰ اسے دیکھتے ہی صوفے پر جا بیٹھتے. وہ کھانا شام میں کھالیا کرتی تھی مگر اب اُس نے اپنی بھوک کو تقسیم کر لیا تھا. تھوڑا سا کھانا وہ شام کو بابا جان کے ساتھ کھاتی اور تھوڑا سا کھانا رات میں نورالہدیٰ کا ساتھ دینے کو کھاتی. مگر آج دروازہ کھول کر اندر پیر رکھتے ہوئے انہوں نے خالی صوفے کو دیکھا تو وہیں رک گئے.

"اک تُم جو نہیں ہو تو لگتا ہے کچھ نہیں ہے." انہوں نے اپنی سرگوشی سنی.

"صاب! کھانا لگا دوں؟"

"رہنے دو یار! بھوک نہیں ہے." بہت بے زری سے بول کر وہ دروازے کے

آگے بنے اسٹیپ پر بیٹھ گئے. بہادر سَر ہلا کر واپس غائب ہو گیا تھا.

نورالہدی نے کوٹ ران پر رکھا.ٹائی کی نوٹ کھینچ کر ڈھیلی کرتے ہوئے انہوں نے گریبان کے بٹن کھول دیئے. پِھر کلائی پر بندھی گھڑی پر نظر ڈالی اور مسکرا اٹھے. اِس وَقت انہیں شادی ہال میں ہونا چاہیے تھا. وہ جانتے تھے، ملیحہ اِس وَقت بے صبری سے انکا انتظار کر رہی ہوگی. خود وہ بھی اک نظر اسے دیکھ لینے کو بے چین تھے مگر پِھر یہ خیال کہ وہ انکی راہ دیکھتے ہوئے بس انہیں سوچ رہی ہوگی، کہیں زیادہ کیف آگیں تھا. وہ اک ہاتھ سے گدی مسلتے خود سے بولے.

"کبھی سوچا بھی نہیں تھا کہ اک لڑکی مجھ جیسے شخص سے ایسی امیچور حرکتیں کروا لے گی."خود پر مسکراتے ہوئے انہوں نے کوٹ کی جیب سے سگریٹ کا پیکٹ نکالا اور سگریٹ نکال کر ہونٹوں میں دبا کے جیب سے لائٹر نکال کر جلایا. سگریٹ سلگھاتے ہوئے کچھ یاد کر کے انکا ہاتھ اک پل کو رکا، پِھر اک گہری مسکراہٹ کے ساتھ سَر جھٹکتے انہوں نے سگریٹ سلگھالیا.

گلاس وال سے گزر کر انکی نظریں لاونج کے اُس صوفے پر ٹھہریں جس پر بیٹھ کر انکا انتظار کرتی ہوئے وہ پہلی رات سو گئی تھی. اور پھر آنے والی کئی راتیں نورالھدی نے اسے اسی صوفے پر بیٹھے اپنے انتظار میں جاگتے پایا تھا. نورالھدی نے اک گہرا کش لے کر دھواں ہوا میں چھوڑا اور ملیحہ کو دیکھنے کی انکی خواہش عجیب ڈھنگ سے پوری ہو گئی. دھوئیں میں لپٹا اسکا ہر نقش بہت واضح تھا. بند آنکھوں کو ڈھکتے پپوٹوں پر سجی پلکوں کا سایہ، گالوں پر پڑ رہا تھا. ہونٹ نیم وا تھے. الجھے بالوں کی اک لٹ اسکے گال کو چھو رہی تھی.

گداز بانہوں میں کشن دبا رکھا تھا اور لمبا ڈوپٹہ اک طرف سے ذرا سا شانے پر ٹکا تھا اور دوسری طرف سے پیروں کو چھوتا قالین پر بے ترتیبی سے بکھرا تھا. دھواں تحویل ہونے لگا تو عکس بھی مٹنے لگا تھا. نورالھدی نے اک اور کش لے کر دھوئیں کی دیوار اپنی آنکھوں کے سامنے کھڑی کر لی. اور وہ بے خبر حُسن پھر سے انکی نظروں میں آٹھہرا.

"محبت کا یہ کھیل بھی کتنا عجیب ہے کہ دھندلے منظر زیادہ روشن، زیادہ صاف دیکھائی دیتے ہیں. "ملیحہ کے عکس کو دیکھتے ہوئے وہ آہستہ سے بڑبڑائے پھر اپنی ہی بات پر چونک گئے.

"محبت."

انہوں نے دھیرے سے اس لفظ کو دہرایا اور سوچ میں پڑ گئے. وہ سوچتے رہے، سوچتے رہے. یہاں تک کہ انکی انگلیوں میں دبا سگریٹ صفہ ہستی سے مٹتے ہوئے اپنے وجود کی تپش انکی پوروں کو بخش کر انہیں ہوش میں لے آیا. بے ساختہ ہی ہاتھ جھٹکتے ہوئے ان کے ہونٹ دلکشی سے مسکرائے.

"تو نورالہدی فاروقی!" انہوں نے اپنے آپکو مخاطب کرتے ہوئے خود سے کہا. "آج یہ اعتراف کر ہی لو کہ تمہیں محبت ہو چکی ہے."

کسی کے تصور سے انکی آنکھیں جگمگائی تھیں. انہوں نے اک اور سگریٹ نکل کر سلگھایا اور دھندلے منظر پھر سے روشن ہونے لگے تھے.

~~~~~~~~

رات کا نا جانے کونسا پہر تھا۔ شادی کے ہنگامے میں بری طرح تھک کر سوئی گوہر کو اسکے ڈیڑھ سال کے بیٹے نے بھوک سے مجبور ہو کر جگا ڈالا۔ اسکے رونے کی آواز پر پاس سوتا جنید بھی جاگ گیا۔ گوہر بچے کے لیے فیڈ بنانے اٹھی اور میاں کو بیٹے کا خیال رکھنے کو کہہ کر کچن میں اگئی۔ دودھ گرم کر کے فیڈر میں ڈالتی وہ کچن کی لائٹس اوف کر کے کمرے میں جانے لگی تو اسے شک ہوا کہ کوئی ٹیرس پر ہے۔ وہ حیران ہوتی ٹیرِس پر آئی تو اندھیرے کے باوجود ریلنگ کے پاس کھڑے وجود کو پہچان لیا۔

www.novelsclubb.com

"ملیحہ! ابھی تک جاگ رہی ہو؟" ملیحہ نے پلٹ کر اسے دیکھا تو گوہر اسکے پاس آگئی۔ "اور اتنی ٹھنڈ میں تم ٹیرِس پر کیا کر رہی ہو؟"

"چاند کو دیکھ رہی ہوں۔" اس نے کہا۔

"اب چاند کو دیکھنا چھوڑو اور بستر میں جا کر خواب دیکھو۔ بہت رات ہو چکی ہے اور
~~~~~~~~

صبح جلدی اٹھنا ہے۔"ملیحہ نے جیسے خواب سے آگے کی بات سنی ہی نہیں۔

"مجھے خواب دیکھنے سے بہت ڈر لگتا ہے گوہر! کیوں کہ ٹوٹ جاتے ہیں تو عمر بھر تکلیف دیتے ہیں۔ لیکن آج میرا دِل چاہ رہا ہے کہ کچھ خواب جاگتی آنکھوں سے سجا لوں، تم نے کبھی جاگتی آنکھوں سے خواب دیکھے ہیں؟"وہ اب گوہر سے پوچھ رہی تھی۔

"شادی سے پہلے دیکھا کرتی تھی۔"وہ ہنس کر بولی۔"مگر اب تو بند آنکھوں سے بھی باپ بیٹے کے چہرے ہی نظر آتے ہیں۔"پھر سنجیدگی سے گویا ہوئی۔

"اچھا میں چلتی ہوں۔ معیز کے لیے فیڈر بنانے آئی تھی۔وہ جنید کو پریشان کر رہا ہو گا اور تم بھی اب چاند اور خواب کی باتیں چھوڑو اور جا کر سو جاؤ۔کل شام میں ولیمہ ہے اور پورا دن اتنی ہلچل مچے گی کہ آرام کا موقع نہیں ملے گا۔"وہ اسے سونے کا کہہ کر اپنے کمرے میں چلی گئی تو ملیحہ نے مڑ کر نظریں پھر سے چاند کی طرف اٹھائیں جس پر اس لمحے وجدان کی نظروں کا پہرہ تھا۔وہ لان سے چھت تک جاتی سیڑھیوں پر

دونوں ہاتھ سَر کے نیچے رکھے لیٹا تھا. بار بار شام کا وہ منظر اسکی نگاہوں میں گھوم رہا تھا اور ہونٹوں کی مسکراہٹ لمحہ لمحہ گہری ہوتی جا رہی تھی.

نورالہدیٰ، ملیحہ اور وجدان تینوں کی آنکھیں زندگی میں پہلی بار رت جگے سے آشنا ہو رہی تھیں اور تینوں ہی اِس بات سے لاعلم تھے کہ اِس اک رات کا جاگنا انہیں ساری عمر جگائے گا.

******

آج نورالہدیٰ ملیحہ کا لینے آنے والے تھے۔ وہ دوراتوں سے سو نہیں سکی تھی۔ صبح فجر کی نماز پڑھ کر سوئی تو دس بجے اٹھی اور ناشتہ کر کے کمرے میں آتے ہی بیگ پیک کرنے لگی۔ وہ وہ ساتھ ساتھ کچھ گنگناتی جا رہی تھی۔ سمیرہ اسے بلانے آئی تو دروازے میں ہی رک کر اسے دیکھنے لگی۔ ملیحہ کو اس کی موجودگی کا احساس ہی نہیں ہوا تو اس نے خود ہی کھلے دروازے پر دستک دے کر اسے متوجہ کر لیا۔ ملیحہ نے چونک کر دروازے کی طرف دیکھا اور اسے دیکھ کر مسکرائی۔

"وہاں کیوں کھڑی ہو؟ اندر آجاؤ۔" سمیرا کمرے میں آکر بیڈ پر بیٹھ گئی۔

"کیا بات ہے؟ جب آئیں تو الجھی ہوئی سی تھیں۔ اب جا رہی ہو تو بہت خوش نظر آ رہی ہو۔"

"ہاں خوش تو ہوں۔" وہ اٹھلائی، پھر بولی۔

"مگر تم میری چھوڑو، اپنی سناؤ۔ شادی کے بعد تو اور بھی نکھر گئی ہو۔" لائٹ پرپل کلر کے ہلکی سی کڑھائی والے کپڑوں میں ملبوس مہندی لگے ہاتھوں کی کلائیوں میں بھر بھر کر چوڑیاں پہنے ہلکی سی جیولری میں دلہناپے کا روپ لیے سمیرا کو دیکھ کر اس نے کہا۔ جواباً سمیرا نے اسے گہری نظر سے دیکھا۔

"میرا انکھار تو شادی کی وجہ سے ہے۔ مگر تم کیوں کھلی جا رہی ہوں۔؟" سمیرا نے کچھ فاصلے پر بیٹھی کپڑے طے کرتی ملیحہ کے ٹھوڑی کے نیچے ہاتھ رکھ کر اس کا چہرہ اوپر اٹھایا جس کے گالوں کی سرخیاں اور بھی گلابی ہو رہی تھیں۔ ملیحہ نے اس کے ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لے کر جذب سے کہا۔

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

"محبت سے۔"

"کیا؟" سمیرہ اچھل ہی تو پڑی۔ ملیحہ نے کھلکھلا کر ہنستے ہوئے کہا۔

"ہاں۔ اگر محبت ہونے سے پہلے مجھے پتہ چل جاتا کہ محبت اتنا خوبصورت احساس ہے تو کبھی پہروں محبت ہو جانے کے خیال سے خوفزدہ نہ رہتی۔ مگر اظہار تو اب بھی مشکل ہی لگتا ہے۔"

"مگر محبت ہوئی کس سے ہے؟ کیا نورالہدیٰ سے؟" پوچھنے کے ساتھ ہی اس نے اندازہ بھی لگایا۔ اسکے غلط اندازے پر وہ سست ہو کر بولی۔

"ان سے محبت ہوئے تو زمانے بیت گئے۔ اب تو یہ بھی یاد نہیں کہ کب ہوئی تھی۔" مگر وجدان کا نام نہ لے سکی تو چپ ہو کر یوں ہی بیڈ شیٹ کی ان دیکھی شکنیں دور کرنے لگی۔

سمیرا نے اس کے لہجے کو سمجھا نہیں، اس کے لفظوں کو اپنے انداز کی تصدیق سمجھ کر چھیڑنے کے سے انداز میں بولی۔

"لگتا ہے انہیں بھی تم سے محبت ہے کل ولیمہ ہوا اور آج لینے آ پہنچے ایک دن مزید تمہارے بغیر رہ نہیں سکے۔"

"ہادی بھائی آ گئے ہیں۔" نور الہدی کے آنے کا سن کر اس نے پھر اور کسی طرف دھیان ہی نہیں دیا اور سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر نیچے بھاگی چلی آئی۔ اسے آتا دیکھ کر منیر حسن کی کسی بات کا جواب دیتے نور الہدی نہ صرف چپ ہو گئے بلکہ بے دھیانی میں ہی کھڑے بھی ہو گئے۔ ملیحہ اسی تیزی سے ان کی طرف بڑھی۔ اس کی رفتار دیکھ کر نور الہدی کے ساتھ ہی صوفے پر بیٹھے آفاق کو خدشہ ہوا کہ وہ سیدھی ان کے گلے لگ جائے گی۔ نور الہدی بھی اس کی تیزی پر بوکھلا گئے تھے پر ان سے دو قدم کے فاصلے پر ملیحہ نے اچانک ہی بریک لگا لیے۔

اپنی غیر ارادی حرکت پر وہ شرمندہ ہو گئی تھی اسی لئے کچھ بول بھی نہیں پائی اور نور الہدی نے اس کے بولنے کا انتظار بھی نہیں کیا۔ انہوں نے اس کے سر پر ہاتھ رکھا اور پوچھا۔

"کیسی ہو؟"

"ٹھیک ہوں۔آپ کیسے ہیں؟اور باباجان کا کیا حال ہے؟"

"میں ٹھیک ہوں اور باباجان کا حال بھی بہتر ہے" پھر اسے کھڑے دیکھ کر کہنے لگے "بیٹھ جاؤ" اور وہ فورا بیٹھ گئی۔نورالہدی بھی واپس اپنی جگہ بیٹھتے بولے۔

"جی ماموں جان آپ کیا کہہ رہے تھے؟" اور انکی بات چیت کا سلسلہ جہاں سے منقطع ہوا تھا وہیں سے جڑ گیا۔

دوپہر کے کھانے کے بعد وہ اپنا بیگ لینے کمرے میں آئی۔تو ایک دم سے وجدان کا خیال آگیا۔اتنے دنوں سے وہ یہی تھا پر آج صبح سے نظر ہی نہیں آیا تھا۔وہ بیگ لئے نیچے آگئی نورالہدیٰ سب سے رخصت لے کر اس کا بیگ اٹھائے آفاق کے ساتھ گیٹ سے نکل گئے۔سب سے ملتی وہ سمیرا تک آئی۔ سمیرا پل بھر کو اس کے گلے لگ کر بولی۔

"اللہ حافظ!"

"ارے، یہ کیا طریقہ ہے۔" ملیحہ اچنبھے سے بولی تو اس نے کہا۔

"طریقہ تو بالکل صحیح ہے۔ لیکن تمہیں اعتراض کیا ہے؟"

"ویسے تو میں جب بھی آتی تھی تو جاتے وقت تم کیسے روکتی تھی۔ تھوڑی دیر ٹھہر جاؤ، اچھا شام کو چلی جانا اور آج کتنے آرام سے مجھے بھیج رہی ہوں ایک بار بھی نہیں روکا۔"

"کیونکہ میں جانتی ہوں آج میرے روکنے سے تم نہیں رکو گی۔" اسکے نروٹھے پن کے جواب میں سمیرا شوخی سے بولی پر وہ سادگی سے کہنے لگی۔

"ٹھیک کہہ رہی ہو۔ مجھے بہت دن ہو گئے۔ اب اور نہیں رک سکتی۔" پھر اللہ حافظ کہہ کر گیٹ کی طرف جانے لگی۔ اسی وقت وجدان اندر آیا تھا۔ اس نے ملیحہ کو دیکھا پھر پیچھے کھڑے سب لوگوں کو۔

"آپ جا رہی ہیں؟" پہلی بار وہ سب کی موجودگی میں اس سے براہ راست مخاطب ہوا تھا۔

"ہاں"۔اس نے کہا۔

"ملیحہ ! اب آ بھی جاؤ۔نورالہدی انتظار کر رہا ہے۔"

آفاق نے گیٹ سے اندر منہ کر کے کہا تو کچھ کہے بغیر وہ باہر نکل گئی۔

"میری خاطر جھوٹ بولتے بولتے مجھ سے بھی جھوٹ بولنا سیکھ گئے ہیں۔"کار کی خاموشی میں ملیحہ کی خفگی بھری آواز سنائی دی تھی۔وہ اس کی طرف مڑے اور کوئی وضاحت مانگے بغیر بولے۔

"آئی ایم سوری۔"

ملیحہ نے ان پر ایک خفا سی نگاہ ڈالی اور منہ پھیر لیا۔اس کی خاموشی کو محسوس کر کے وہ پھر بولے۔

"ملیحہ ! میں معافی مانگ رہا ہوں نا۔"

"معافی مانگنے کی نوبت ہی کیوں آئی ؟"وہ یوں ہی رخ موڑے بولی پھر ان کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

"جانتے ہیں میں نے آپ کا کتنا انتظار کیا تھا۔"

"جانتا ہوں۔" وہ ہلکے سے مسکرائے۔

"پھر آئے کیوں نہیں۔"

"کبھی کبھی یہ احساس بہت سکون دیتا ہے کہ کوئی آپ کے انتظار میں بے چین ہے۔" ملیحہ نے سر جھکا کر دھیمی سی مسکراہٹ کے ساتھ کہا۔

"صحیح کہہ رہے ہیں۔" پھر اپنی بات کہہ کر منہ پھیرے کھڑکی سے باہر دیکھنے لگی تھی۔ نورالہدیٰ نے ڈیش بورڈ سے ایک انویلپ اٹھا کر اس کی طرف بڑھایا۔ ملیحہ نے ان کے ہاتھ کی طرف دیکھا، پھر انویلپ میں رکھا کاغذ نکال کر پڑھنے لگی۔ وہ جیسے جیسے بڑھتی گئی اس کے چہرے پر جوش کے آثار نظر آنے لگے۔

آخر وہ ان کا بازو دبوچ کر زور سے بولی۔

"مجھے یقین نہیں آرہا ہادی بھائی! جب مجھے پتہ چلا کہ آٹھ کونسل نے مصوروں کے لئے ایگزیبیشن ارینج کرنا چاہتی ہے تو میں نے مذاق مذاق میں ہی اپلائی کر دیا۔ پر

میرا سلیکشن ہو گیا ہے۔"

"واقعی؟" وہ بہت دل سے حیران ہوئے۔

"ہاں۔اور پتا ہے اس میں لکھا ہے کہ۔۔۔۔" وہ لیٹر میں سے کچھ پڑھتے ہوئے

ایک دم ہی چپ ہو گئی۔اسے خیال آیا کہ جب اس نے انویلپ میں سے لیٹر نکالا تھا

تو وہ کھلا ہوا تھا۔وہ مشکوک سے انداز میں بولی۔

"ہادی بھائی! یہ انویلپ آپ نے کھولا تھا؟"

اب وہ مزید ایکٹنگ کا ارادہ چھوڑ کر ہنستے ہوئے بولے۔"سوری اگین۔"

"ہادی بھائی! میں آپ کو سرپرائز دینا چاہتی تھی اسی لئے آپ کو اور بابا جان کو نہیں

بتایا تھا۔" وہ بری طرح چڑ گئی تھی۔نور الہادی کہنے لگے۔

"انویلپ پر "آرٹ کونسل" لکھا دیکھا ایکسائیٹڈ ہو گیا تھا مگر میں نے بابا جان کو نہیں

بتایا۔تم انہیں اپنا سرپرائز دے سکتی ہوں۔"

"آپ مجھ سے کچھ مت کہیں مجھے آپ کی کوئی بات نہیں سننی۔" اسے روٹھتے

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

دیکھ کر انہوں نے سڑک پر ایک طرف گاڑی روک دی۔

"ملیحہ! انھوں نے آواز دی مگر وہ منہ موڑے بیٹھی رہی۔"ادھر دیکھو۔"

انہوں نے اس کا چہرہ اپنی طرف کیا اور کان پکڑ کر بولے۔"سوری"لیکن وہ اپنے ہاتھوں کو دیکھتی رہی ان کی طرف دیکھا ہی نہیں۔

"آئی ایم سوری۔"انہوں نے اس کے آگے ہاتھ جوڑ دیئے تو ملیحہ نے جھٹکے سے ان کے ہاتھوں کو الگ کر دیا۔

"ہم بہت برے ہیں۔"

"میں برا ہوں؟"وہ یوں بولے جیسے ان کا برا ہونا ناممکنات میں سے ہوں وہ ایک دم میں ہنس پڑی۔"نہیں۔آپ بہت اچھے ہیں۔"اس کے ہنستے ہوئے چہرے کو دیکھ کر نورالہدی ریلیکس ہو گئے۔

*****

کچھ دیر پہلے ہی نورالہدی باباجان اور ملیحہ کو اسٹڈی میں چھوڑ گئے تھے اور جاتے

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

ہوئے دروازہ بھی بند کر گئے تھے.

"آیئے باباجان!.....اور ملیحہ! تم بھی آجاؤ."کچھ دیر بعد باہر آکر وہ دونوں سے بولے. باہر آکر انہوں نے باباجان سے کہا.

"جایئے، آپکے کمرے میں اک سرپرائز گفٹ آپکا انتظار کر رہا ہے."وہ اپنے کمرے میں جانے لگے تو ملیحہ بھی ان کے پیچھے چل پڑی.

"تم کہاں جا رہی ہو؟"نورالہدی نے فوراً اسکا بازو پکڑ کر روکا.

"باباجان کا گفٹ دیکھنے."

"باباجان کا برتھ ڈے گفٹ ہے، پہلے انہیں دیکھنے دو. تم بعد میں دیکھ لینا."

"جی نہیں. مجھے ابھی دیکھنا ہے. ہاتھ چھوڑیں."وہ ضد سے بولی.

"کہانا بعد میں دیکھنا."وہ آڑ گئے. وہ اپنا بازو چھڑانے لگی.

"چھوڑیں مجھے."

"تم آرام سے کھڑی رہو. باباجان! آپ جایئے."اسے خاموش کروا کر وہ آخر میں

باباجان سے بولے جوان کے جھگڑے کی وجہ سے رک گئے تھے. وہ دروازہ کھول کر کمرے میں آگئے اور ملیحہ نے شور مچادیا.

"مجھے بھی دیکھنا ہے. ہاتھ چھوڑیں ہادی بھائی! برتھ ڈے تو یاد نہیں رہا. اب بڑے آئے ہیں برتھ ڈے گفٹ دینے والے." بولنے کے ساتھ ہی وہ دوسرے ہاتھ سے انکی گرفت ڈھیلی کرنے کی کوشش کرتی رہی مگر انہوں نے اس کا بازو نہیں چھوڑا تو اس نے اچانک ہی ان کے ساتھ میں دانت گاڑ دیئے. نورالھدی نے تڑپ کر اپنے ہاتھ کو جھٹکا مگر اسکے ہاتھ پر گرفت مضبوط ہی رکھی.

"جنگلی بلی." کہہ کر حساب بھی برابر کر دیا.

"خود ہی ہونگے جنگلی بلی......بلکہ بلے."سخت برا منایا گیا تھا. آخر نورالھدی نے اسکا بازو چھوڑ دیا.

"جاؤ."اور وہ بھاگتی باباجان کے کمرے میں گھس گئی. پر گھستے ہی ٹھٹک کر رک گئی.

"یہ...."اس نے ہاتھ سے آتش دان پر لگی اپنی بڑی سی فریم سدا تصویر کی طرف

اشارہ کیا تو اسکے پیچھے آتے نور الہدی بولے.

"یہی تو ہے بابا جان کا برتھ ڈے گفٹ."

"پر یہ تو میری تصویر ہے." وہ اب بھی حیران تھی.

"ہاں اور مجھے بابا جان کے لیے اس سے بہتر کوئی تحفہ ملا ہی نہیں."

"اس کے مقابلے پر میں اور کوئی تحفہ قبول بھی نہیں کرتا." بابا جان، نور الہدی سے کہتے ملیحہ کے پاس آئے اور اسکا چہرہ ہاتھوں میں بھر کر بولے.

"اِس تحفے کو پانے کے لیے میں نے سات سال راتوں کو جاگ کر دعائیں مانگی ہیں." اور اسکی پیشانی چوم لی. پھِر وہ فوراً ہی اِس جذباتی کیفیت سے باہر بھی آ گئے.

"میں لان میں جا رہا ہوں. چائے وہیں لے آؤ." وہ تو چلے گئے مگر ملیحہ اب بھی اسی کیفیت میں تھی. اس نے یاد کرنا چاہا، آخری بار کب بابا جان نے اپنی بے ساختہ شفقت کا اظہار کیا تھا سوال کچھ زیادہ ہی مشکل تھا، جواب ہی نہیں آیا. نور الہدی نے اسے گم سم دیکھ کر ہلکے سے اسکے سَر پر چپت لگائی.

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

"کہاں گم ہو؟"ملیحہ نے رخ بدلنے کے ساتھ ہی اپنا موڈ بھی بدَل لیا۔ شوخی سے بولی.

"میں سوچ رہی ہوں ہادی بھائی! کہ میری تصویر اچھی ہے یا میں سچ مچ اتنی ہی خوبصورت ہوں."

نورالھدی نے اک نظر اسے دیکھا اور کہا.

"تمھاری تصویر بھی اچھی آئی ہے اور تم بھی خوبصورت ہو."

"آپ بٹر نگ کچھ زیادہ ہی کر رھے ہیں."وہ انہیں تھکی نظروں سے دیکھ کر بولی.

"یہ سب چھوڑو اور بتاؤ تم اپنا سرپرائز کب دے رہی ہو؟"

"کبھی نہیں."اس نے کہا اور کمرے سے نکل گئی. نورالھدی بھی اسکے پیچھے باہر آئے.

"کبھی نہیں کیا مطلب ہے؟"

"میرا دِل چاہ رہا ہے کہ باباجان بھی ایگزبیشن میں آئیں مگر میں جانتی ہوں وہ نہیں

آئیں گے. تو پِھر بتانے کا بھی کیا فائدہ ؟"وہ رکی نہیں اور یوں ہی چلتے ہوئے ان سے باتیں کرتی ہوئی کچن کی طرف آ گئی.

"تم نے کیسے سوچ لیا کہ باباجان نہیں آئیں گے ؟"

"بس میں جانتی ہوں."

"بے کار اندازے مت لگاؤ."انہوں نے اسے ڈانٹ دیا پھر اسکی صورت دیکھ کر پیار سے بولے.

"پریشان کیوں ہوتی ہو؟ اگر انہوں نے منع بھی کر دیا تو میں انہیں منا لونگا."

"آپ مناتے کہاں ہیں؟ آپ تو دھاندلی کرتے ہیں."اس نے بچے کی طرح منہ بنایا تو وہ رعب سے بولے.

"میں جو بھی کروں مگر تم آج ہی باباجان کو ایگزیبیشن کے بارے میں بتاؤ گی۔ نہیں تو میں بتا دوں گا۔بس ایک ہی ہفتہ رہ گیا ہے۔"

"ہادی بھائی! بابا منع کر دیں گے۔"اس نے پھر وہی بعد دہرائیں تو نورالہدی جھنجلا

گئے۔

"ایک تو تمہاری سوئی کہیں اٹک جاتی ہے۔اب جاؤ ذرا چائے کا بندوبست کرو۔اور چائے خود ہی بنانا تمہارا چہیتا بہادر تو جوشاندہ سامنے رکھ دیتا ہے۔"

وہ ہونٹ کاٹتی کچن میں چلی گئی تو وہ بھی باہر لان میں آ گئے۔

"کچھ خاص خبر چھپی ہے؟" چیر پر بیٹھتے ہوئے انہوں نے شام کا اخبار دیکھتے بابا جان سے پوچھا۔

"خود ہی دیکھ لو۔" انہوں نے اخبار نورالہدی کی طرف بڑھایا جسے پکڑنے کے لئے نورالہدی نے ہاتھ بھی نہیں اٹھایا اور کہا۔

"ذرا دیر میں چائے آنے والی ہے اور ملیحہ کہتی ہے کھانے پینے کے وقت اخبار نہیں پڑھنا چاہیے وہ ختم ہو جاتی ہے۔"

"بہت مانتے ہو اس کی اخبار والا ہاتھ نیچے کرتے ہوئے وہ بولے تو نورالہدی نے مسکرا کر سر جھکا دیا۔

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

****

"تمہیں ملیحہ کیسی لگتی ہے؟" یہ سوال اس قدر اچانک تھا کہ نورالہدی بھی گڑبڑا گئے اور بوکھلاہٹ میں کچھ بول ہی نہ سکے تو انہیں دیکھنے لگے۔

"میں نے پہلے کبھی اس طرح نہیں سوچا تھا مگر کچھ دن پہلے یہ خیال میرے ذہن میں آیا کہ کیوں نہ تم دونوں کی شادی کر دی جائے۔" باباجان نے دھماکہ ہی کر دیا تھا نورالہدی تو پہلے گڑبڑائے ہوئے تھے اب تو بالکل ہی سٹپٹا گئے۔ باباجان رکے نہیں کہنے لگے۔ "یوں تو شاید میں اس بارے میں کبھی سوچتا بھی نہیں مگر میں نے محسوس کیا ہے کہ تم دونوں میں کافی اچھے انڈرسٹینڈنگ ہے اور دوستی بھی۔ پھر تم دونوں ایک دوسرے کے ساتھ بہت خوش رہتے ہو لیکن میں تمہاری رائے بھی جاننا چاہتا ہوں۔" نورالہدی اب سنبھل چکے تھے مگر اپنی دوٹوک فطرت کے باوجود ہو باباجان کے سامنے ملیحہ کے بارے میں ایسی بات کرنے سے ہچکچا گئے۔ بابا جان نے بھی ان کے گریز کو سمجھ لیا تھا۔

"میں تمہاری ہچکچاہٹ سمجھ سکتا ہوں۔ بے شک ملیحہ میری بیٹی ہے لیکن میں نے تمہیں بھی ہمیشہ اپنا ہی بیٹا سمجھا ہے۔ اور بیٹا باپ کے سامنے اپنے دل کی ہر بات کہہ سکتا ہے۔" بولو! ڈو یو لائیک ہر؟"

"ائی لو ہر۔" باباجان کی بات سے تقویت پا کر اپنے فطری انداز میں بے جھجک بولے تھے۔ باباجان حیران ہوئے بغیر مسکرا دیے۔ مگران کی مسکراہٹ سے نروس ہو بغیر انہوں نے اگلے ہی پل کہا۔

"مگر اس کے باوجود میں نے ملیحہ سے شادی کے بارے میں کبھی نہیں سوچا۔" اب وہ کچھ حیران ہوئے تھے۔

"محبت کرتے ہو پھر بھی شادی کے بارے میں نہیں سوچا؟"

"ہاں۔ کیونکہ میں جانتا ہوں کہ ملیحہ ایسا نہیں سوچتی۔"

"نہیں سوچتی ہو مگر سوچ تو سکتی ہے۔" وہ ایک پل کو خاموش ہو گئے پھر کہا۔

"وہ میرے اور اپنے موجودہ رشتے سے مطمئن ہے اور مجھے نہیں لگتا اس سے اس

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

رشتے میں کسی کمی یا گنجائش کا احساس ہوتا ہے۔"

"اسے احساس اس لیے نہیں ہوتا کیونکہ وہ بہت سادہ اور معصوم ہے۔ پھر کم عمر بھی ہے اور اسی لئے ان باتوں کی طرف اس کا کوئی دھیان نہیں۔ مگر بچی بھی نہیں ہے دھیان دلایا جائے گا تو گنجائش بھی نکل آئے گی۔" باباجان چپ ہوئے تو نورالھدی نے کہا۔

"ٹھیک ہے مگر پہلے آپ ملیحہ سے اس کی مرضی معلوم کر لیجئے۔ لیکن باباجان اگر وہ انکار کر دے تو پلیز مجبور مت کیجئے گا۔"

باباجان نے ان کی طرف گہری نظر ڈالی۔"وہ اگر نہ کر دے گی تو کیا تمہیں دکھ نہیں ہوگا؟"

انہوں نے باباجان کو دیکھا اور ایک بے نام مسکراہٹ ان کے چہرے پر آ گئی۔

"دکھ تو ہوگا مگر میں ملیحہ کی خوشی کی خاطر ہر دکھ سہہ سکتا ہوں۔" وہ اپنی بات کہہ کر ابھی چپ ہی ہوئے تھے کہ ہاتھ کی پشت پر ایک ریشمی احساس نے نہیں چونکایا۔

سر اٹھا کر دیکھا تو ملیحہ چائے کی ٹرے ٹیبل پر رکھ رہی تھی وہ جھکنے کی وجہ سے اس کا دوپٹہ کندھے سے پھسل کر ان کے ہاتھ پر آ گرا تھا۔

"ملیحہ اس بات سے بے خبر تھی کہ ان کے اور باباجان کے بیچ کیا بات چل رہی تھی مگر اس نے نورالھدی کا آخری جملہ سنا تھا اور جسے سن کر اس کے ہونٹوں پر نرم سے مسکراہٹ آ گئی تھی۔ دوبیڈ سنبھالتے ہوئے اس نے ایک اٹھا کر باباجان کی طرف بڑھایا مگر ٹھیک اسی وقت انہوں نے ہاتھ میں پکڑا اخبار اپنے اور ملیحہ کے بیچ تان دیا تھا۔ یہ اپنے چہرے کے تاثرات کو چھپانے کی ایک لاشعوری کوشش کی۔ وہ نہیں چاہتے تھے کہ ملیحہ ان کے چہرے سے ان کی اور نورالھدی کی بات چیت کا مفہوم اخذ کر لیں مگر انکی لاشعوری حرکت ملیحہ کو تازیانے کی طرح لگی تھی۔ تحقیر کے شدید احساس نے اس کی حسیات ہی سلب کر لی۔

نورالھدی کو بھی باباجان کا یہ انداز بہت برا لگا تھا۔

"باباجان وہ آپ کو کپ پکڑا رہی ہے۔" انہوں نے باباجان کو ملیحہ کی طرف

زبردستی متوجہ کیا۔

"ٹیبل پر رکھ دو بیٹا!" کہہ کر پھر سے اخبار میں گم ہو گئے۔ ملیحہ نے کپ ان کے سامنے رکھا اور کرسی پر بیٹھ گئی۔ مگر وہ چپ سی ہو گئی تھی۔اس کی خاموشی کو محسوس کر کے نورالہدی اسے یہاں وہاں کی بات کرنے لگے۔ان کی باتوں سے وہ وقف بہل گئی تھی۔ پھر اسے یاد آیا جو نورالہدی نے اس سے کچن کے دروازے پر کہا تھا مگر شاید اب خود بھول چکے تھے۔اس نے سوچا بابا جان سے بات کرے یا نہ کرے؟ پھر بات کرنے کا سوچ کر وہ اپنی جگہ سے اٹھی بابا جان اس کے سامنے ٹیبل کے دوسری طرف بیٹھے تھے۔وہ گھوم کر ان کے پاس آئی اور گھاس پر گھٹنے ٹکا کر بیٹھتی ان کے گھٹنے پر ہاتھ رکھ کر دیکھنے لگی۔ بابا جان اخبار سے نگاہ ہٹا کر اسے دیکھا۔

"بابا جان آرٹ کونسل نو آموز مصوروں کی پینٹنگز کی نمائش کروا رہی ہے۔ میں نے بھی اپنا نام دیا تھا۔اور پتا ہے میرا سلیکشن بھی ہو گیا ہے 17 دسمبر سے تین دن

کی نمائش ہے۔آپ آئیں گے نا؟"جوش میں بولتے اس نے آخری جملہ عاجزی سے ادا کیا تھا۔

"تم جانتی ہو کہ بھیڑ بھاڑ والی جگہوں پر جانا مجھے پسند نہیں ہے۔"

"مگر تھوڑی دیر کو آ سکتے ہیں نا۔ باباجان! یہ میری پہلی ایگزیبیشن ہے اور اسی بہانے سے آپ میری پینٹنگز بھی دیکھ لیں گے۔جانتے ہیں اس بار میں نے اسٹل لائف اور لینڈ اسکیپنگ کے علاوہ سی اسکیپس بھی بنائے ہیں اور کیلیگرافی تو میں نے پہلی بار ہی کی ہے۔پچھلے مہینے میں میں نے اتنے سارے نیو کنیوس بنا لیے ہیں اور آپ نے ابھی تک کوئی بھی نہیں دیکھا۔"

"اگر دکھانا مقصود ہے تو آج ایک نشست تمہارے کمرے میں رکھ لیتے ہیں۔لیکن میں ایگزیبیشن میں نہیں آ پاؤں گا۔ارمی لائف کے دوران بھی پر ہجوم جگہوں پر جانا مجھے پسند نہیں تھا اور اب تو میں ریٹائرڈ لائف گزارتے محدود ہو گیا ہوں۔ اینی وے بیسٹ اف لک۔"وہ اپنی بات کہہ کر اٹھے اور اندر چلے گئے۔

www.novelsclubb.com

ملیحہ کی آنکھوں میں کچھ چبھنے لگا تھا ایسے میں اپنے ہاتھ کی نشست پر نور الہدی کے مہربان ہاتھ کے لمس کو محسوس کر کے اس لگا وہ رو پڑے گی اور وہ رونا نہیں چاہتی تھی اسی لئے ان کی طرف دیکھے بغیر کر اپنے کمرے میں آ گئی۔

******

"آپ کو اسے منع نہیں کرنا چاہیے تھا وہ کچھ دیر بعد فریش ہو کر نور الہدی کی تلاش میں باہر جانے کے لئے لاونج آئی تو اسٹڈی سے آتی ہوئی کی آواز سن کر رک گئی۔

"مجھے کیا کرنا چاہیے اور کیا نہیں میں اچھی طرح جانتا ہوں۔"ملیحہ نے اسٹڈی میں جھانک کر دیکھا بابا جان ٹیبل کے دوسری طرف کرسی پر بیٹھے تھے وہ نور الہدی ٹیبل کے سامنے کھڑے ان سے الجھ رہے تھے۔

"آپ کو اندازہ ہے بابا جان اپ نے ملیحہ کو کس قدر ہرٹ کیا ہے وہ اچانک ہی کتنی چپ سی ہو گئی تھی۔آپ کو تھوڑا سا خیال تو کرنا چاہیے۔وہ بہت حساس طبیعت کے لڑکی ہے۔"

باباجان کو ان کا جرح کرنا اچھا نہیں لگا تھا وہ قدرے سخت لہجے میں بولے۔

"تم ملیحہ کے معاملے میں کچھ زیادہ ہی حساسیت کا مظاہرہ کر رہے ہو نور الہدی ورنہ ملیحہ تو اتنی حساس نہیں ہے میں نے کبھی اسے جذباتیت کا مظاہرہ کرتے نہیں دیکھا اور جیسے تم اس کی ناراضگی سمجھ رہے ہو وہ چپ دراصل اس لیے تھی کہ ملیحہ میری بات اور میرے مزاج کو اچھی طرح سمجھتی ہے اور اسے یہ بات بھی پتہ ہے کہ بحث مجھے پسند نہیں اب تم جا سکتے ہو۔" وہ کسی گنجائش کے بغیر بولے تھے۔ نور الہدی باہر نکلے تو ملیحہ ہی دروازے میں کھڑی تھی۔ وہ اس سے کچھ کہے بغیر اپنے کمرے میں جانے لگے تو ملیحہ نے پیچھے سے انہیں پکارا۔

"ہادی بھائی! آپ دوبارہ باباجان سے اس بارے میں بات نہیں کریں گے۔"

"کیوں؟" انہوں نے مڑ کر کہا تو وہ عجیب سا لہجہ میں بولی۔

"آپ نے سنا نہیں میں باباجان کے مزاج کو اچھی طرح سمجھتی ہوں۔"

نور الہادی کے لاشعور میں کوئی اسپارک ہوا تھا وہ دو قدم اس کے قریب آکر

www.novelsclubb.com

بولے۔

"باباجان تم سے بہت پیار کرتے ہیں۔"

"مگر پرواہ نہیں کرتے۔" اپنے آپ ہی اس کے لہجے میں شکایت در آئی تو نورالہدی نے سے سمجھانا چاہا۔

"بھلا وہ تمہاری پرواہ کیوں نہیں کریں گے؟"

"میں نے ان سے یہ سوال کبھی نہیں پوچھا۔ اگر کبھی آپ کو موقع ملے تو میری طرف سے باباجان سے پوچھ لیجئے گا۔"

"دیکھو تم۔۔۔"

"بس ہادی بھائی!" اس نے ہاتھ اٹھا کر انہیں چپ کرا دیا۔ "اب آپ اس بارے میں کوئی بات نہیں کریں گے نہ مجھ سے نہ باباجان سے۔" وہ اس کی بات کا برا بنائے بغیر اسے دیکھ کر ستائش سے بولے۔

"زبردست بھئی۔ آج لگا کہ تم باباجان کی بیٹی ہو۔" ملیحہ جانتی تھی وہ اسے ریلیکس

کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ پھر بھی ہلکے سے مسکرادی۔

*****

نورالہدی کو آرٹ سے کوئی دلچسپی نہیں تھی پِھر بھی وہ ملیحہ کے ساتھ تھے. ہال میں شائقین کے علاوہ صحافیوں کی بھی بڑی تعداد موجود تھی جو مصوروں سے انٹرویو بھی لے رہے تھے. کچھ صحافیوں نے ملیحہ سے بھی چند سوالات کیے. وہ ان سے باتیں کر رہی تھی کہ نورالہدی اسکے کان میں بولے.

"ذرا سائڈ میں آکر بات سننا." وہ ایک نسبتاً الگ تھلگ گوشے کی طرف آ گئے. ملیحہ بھی صحافیوں سے معذرت کرتی اس طرف آ گئی.

"کہیے."

"ملیحہ! مجھے جانا ھوگا."

"کوئی ضرورت نہیں ہے." اس نے فوراً ہی منع کر دیا.

"ملیحہ! سمجھنے کی کوشش کرو. فیکٹری کی کنسٹرکشن کا کام شروع ہو چکا ہے اور مجھے

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

روزانہ ڈیڑھ دو گھنٹے وہاں دینے ہی پڑتے ہیں."

ملیحہ کا دِل تو نہیں چاہ رہا تھا کہ نورالہدی جائیں مگر انکی مصروفیات کا بھی اسے اندازہ تھا اِس لیے بادل نخواستہ اِجازت دیتے ہوئے بولی.

"اچھا ٹھیک ہے مگر چار بجے تک آجایئے گا. کہیں میں گھر جانے کے لیے آپکا انتظار ہی کرتی رہ جاؤں."

"تِین بجے ہی آجاؤنگا." وہ اِجازت ملنے پر خوش ہو کر بولے پِھر سنجیدہ ہوتے ہوئے بولے.

"لیکن تم ناراض تو نہیں ہو؟" اسے ہنسی آگئی.

"نہیں بابا! ناراض کیوں ہونگی؟ کیا مجھے آپکی مصروفیات کا علم نہیں؟ لیکن آپ میری ناراضگی کے خیال سے اتنا پریشان کیوں ہو جاتے ہیں؟ کیا اسٹیمپ پیپر پر لکھ کردوں کہ آپ سے کبھی ناراض نہیں ہونگی."

"سوچ رہا ہوں لکھوا ہی لوں. کیا پتہ کسی دن تم ناراض ہی ہو جاؤ." وہ بھی مذاق

www.novelsclubb.com

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

سے بولے پھر کہا.

"اچھا میں چلتا ہوں. اللہ حافظ ." وہ ملیحہ کا سَر تھپک کر چلے گئے تو ملیحہ بھی اپنی بلیک ساڑھی کا پلو ٹھیک کرتی کونے سے نکل آئی.

کیمرے کا فلیش چمکا تھا. اب تک کئی صحافی ملیحہ کی تصویر کھینچ چکے تھے اِس لیے اس نے دھیان نہیں دیا. فلیش پِھر چمکا. تیسری بار، چوتھی بار. جب پانچویں بار فلیش چمکا تو ملیحہ نے چہرے پر آئے بال سمیٹتے ہوئے اس طرف دیکھا اور تیز روشنی سے اسکے آنکھیں چندھیا گئی. روشنی کے بَدَل چھٹے تو ملیحہ ،وجدان کو اپنے سامنے دیکھ کر حیران رہ گئی. وجدان، کیمرے کا اسٹریپ گلے میں ڈال کر اسکے پاس آیا.

"اسلام علیکم."

"وعلیکم اسلام."

"کیسی ہیں؟"

"ٹھیک ہوں." وہ کہہ کر چُپ ہو گئی تو وجدان کہنے لگا.

"اخلاقاََتو آپکو بھی میرا احوال دریافت کرنا چاہیے. پر چھوڑیئے،ان رسمی باتوں میں کیا رکھا ہے؟"

"سہی کہہ رہے ہیں." وہ شرمندہ ہوئے بغیر بولی. وہ محظوظ ہو کر ہنستا اسکے پیچھے دیوار پر لگی تصویر کو دیکھنے لگا.

"ملیحہ!" اس نے پہلی بار ملیحہ کو اسکے نام سے پکارا تھا.

"جی." وہ سحر زدہ سی اسکی چوڑی پشت کو دیکھ کر بولی. وجدان نے پلٹ کر اس سے پوچھا.

"یہ تصویر آپ نے بنائی ہے؟"

ملیحہ نے اک نظر اس پینٹنگ کو دیکھا اور کہا.

"ہاں." پِھر پوچھنے لگی.

"کیسی ہے؟"

اسکے پوچھنے پر وجدان غور سے اس پینٹنگ کو دیکھنے لگا. پینٹنگ کیا تھی، لگتا تھا اِس

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

تین فٹ لمبے اور ڈیڑھ فٹ چوڑے فریم میں دَرد کی اذیت ناک کیفیات منجمد ہو کر رہ گئی تھی. خشک زمین پر ابھری لکیریں اسکی پیاس کی گواہ تھیں اور اک سوکھا درخت جسکی خوب پھیلی بنجر شاخوں پر کوئی خشک پتا تک نہیں تھا، مردہ زمین کے سینے پر یوں گڑا تھا جیسے خود اپنے ہی حال پر نوحہ کناں ہو. دور تک پھیلا نیلا آسمان اک دم صاف تھا جس پر سورج پیلے رنگ کے تھال کی مانند دھک رہا تھا. تاحد نگاہ اِس منظر کی ویرانی کو اور بھی گہرا کر رہا تھا. وہ اکلوتا ذی روح جو اِس سوکھے درخت کی 'چھاؤں' میں بیٹھا تھا، اسکے سادا کپڑوں پر مسافتوں کی گرد جمی تھی. سَر کے بال لمبے اور گرد آلود، بے ترتیب داڑھی جھاڑ کی مانند لگ رہی تھی. اسکا اک ہاتھ زمین پر بچھی ٹانگ کی ران پر تھا جبکہ دوسرا موڑ کر کھڑی کی ہوئی ٹانگ کے گھٹنے پر. سَر پیچھے تنے سے ٹکا کر آنکھیں بند کیے وہ تپتی زمین پر اتنے سکون سے بیٹھا تھا جیسے صدیوں سے اسی حال میں ہو اور صدیوں اسی عالم میں گزار دے گا. اسکے چہرے کے مبہم نقش سے قرب و اذیت کی عجیب ہی کیفیت جھلک رہی تھی.

ایک گہرا سانس بھر کر وجدان نے خود کو نامعلوم کیفیت سے آزاد کرتے ہوئے تصویر کا کیپشن پڑھا.

"عشق آتَش ."

اک سرد لہر وجدان نے اپنے وجود میں اٹھتی محسوس کی. عشق کا یہ چہرہ اسکے شعور کو خوف زدہ کر گیا تھا.

"پینٹنگ تو اچھی ہے لیکن آپ نے عشق کو اتنے دردناک انداز میں کیوں پینٹ کیا ہے ؟"اس نے آخر پوچھ ہی لیا، پتہ نہیں کیوں. لیکن اِس پینٹنگ کو دیکھ کر وجدان کے دِل ودماغ لرز گئے تھے.

www.novelsclubb.com

"عشق اول و آخر درد ہے."

"دَرد ہی کیوں ؟"ملیحہ کے جواب پر وجدان نے کہا.

"کسی کو چاہنے کا احساس زندگی کو روشنی سے بھر دیتا ہے جسکے ہر رنگ میں نئی امید چھپی رہتی ہے اور جہاں امید ہو وہاں درد کا کیا کام ؟"ملیحہ اسے دیکھ رہی تھی. وہ

چُپ ہوا تو نرم سی مسکراہٹ کے ساتھ کہنے لگی.

"وہ محبت ہے وجدان! جسکی روشنی سے امید کے رنگ پھوٹتے ہیں. عشق محبت کی انتہا ہے جسکی جستجو ہر کوئی نہیں کر سکتا. یہ وہ آگ ہے جو ہر بھٹی میں سلگائی نہیں جاتی. عشق حاصل نہیں. لاحاصل کا جنون ہے، خواہش ناتمام ہے. عشق کا جنم ہی جدائی کی کوکھ سے ہوتا ہے اور بھلا جدائی راحت دے سکتی ہے؟ جدائی تو درد دیتی ہے اور جب یہ درد لہو بن کر جسم میں بہتا ہے تو پھر کوئی امید باقی نہیں رہتی. عشق وہ آگ ہے جو جلائے تو راکھ نہیں کرتا، فنا کر دیتا ہے." وجدان اسکی آواز میں کہیں کھو سا گیا تھا. اسکے لہجے میں آئی تپش کو محسوس کر کے چونکا.

"آپ ٹھیک تو ہیں؟" ملیحہ نے اسے دیکھا اور رخ پھیر لیا.

"میں نے کبھی آپکو ڈسٹرب کرنا نہیں چاہا."

کچھ دیر بعد ملیحہ نے اسکی تھکی تھکی سی آواز سنی تو اسکی طرف دیکھا. وہ سَر جھکائے دھیمے سے بول رہا تھا.

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

"پر لگتا ہے اب میں آپکو ڈسٹرب کرنے لگا ہوں. اگر ایسا ہے تو بس اک بار کہہ دیں. میں دوبارہ کبھی آپکے سامنے آنے کی جُرات نہیں کرونگا۔" پِھر وہ ذرا سا ہنسا.

"میں نے یوں بھی آپ سے ملنے کے لیے کبھی کوئی شعوری کوشش نہیں کی. میں نے سوچا بھی نہیں تھا کہ آپ آفاق کی کزن ہو سکتی ہیں اور آج بھی آفاق اور ساجد زبردستی مجھے ساتھ لے آئے تھے اور آپکو دیکھنے سے پہلے مجھے گمان بھی نہیں تھا کہ آپ مجھے یہاں مل جائیں گی."

"آفاق بھائی یہاں؟" حیران ہو کر اس نے اپنے آس پاس دیکھا مگر فوراً ہی وجدان کی آواز پر اسکی طرف متوجہ ہو گئی.

"مگر آپکا انتظار میں نے ہر روز کیا. وہیں لائبریری کی سیڑھیوں پر. میں ہر صبح دعا کرتا کہ آج میرا انتظار ختم ہو جائے اور ہر شام سوچتا کہ آپکا انتظار زندگی کی آخری سانس تک کرونگا. لیکن اگر آپکو گوارا نہیں تو وعدہ کرتا ہوں کبھی ان راستوں پر پاؤں نہیں رکھونگا جن پر آپکو گزارنا ہوگا اور سَرِ راہ ملاقات بھی ہوئی تو آپکا راستہ

نہیں روکونگا۔"

وہ منتظر نگاہوں سے اسے دیکھنے لگا۔ ملیحہ نے نگاہ چرا کر رخ بھی موڑ لیا۔ وجدان کو اچانک ہی شدید تھکن کا احساس ہوا تھا۔ وہ بوجھل سے انداز میں پلٹا اور جانے لگا۔

"آپ اک اور بار لائبریری جاسکتے ہیں؟"

وجدان ٹھٹک کر رکا اور پھِر ایڑھیوں کے بل گھوم گیا۔ وہ اب بھی رخ موڑے فرش پر لگے ٹائلوں کو دیکھ رہی تھی۔ وجدان کو اپنی سماعتوں پر شبہ سا ہوا۔

"کیا کہا آپ نے؟"

ملیحہ نے اسے دیکھا اور زیر لب مسکراہٹ کے ساتھ بولی۔

"کل صبح دس بجے۔" اور وہ نہال ہو گیا۔

"میں سارا دن آپکا انتظار کرونگا۔ آپکو جب وقت ملے، آجایئے گا۔" اسکی آنکھوں سے جھلکتے والہانہ پن سے سٹپٹا کر ملیحہ نے چہرہ موڑتے کونسل کے ملازمین کے یونیفارم پہنے اک شخص کو اشارے سے پاس بلا کر پینٹنگ اتارنے کو کہا پھِر اس سے

پینٹنگ لے کر ملیحہ نے وجدان کی طرف بڑھائی.

"یہ لیجئے. میری طرف سے تحفہ ہے."

"عشق آتَش."

ملیحہ کے ہاتھ سے پینٹنگ پکڑتے وجدان نے معنی خیزی سے کہا تو وہ حیا سے سرخ ہوتی اسکے سامنے سے ہٹ گئی۔

~~~~~~

چار بجے وہ نور الہدیٰ کے ساتھ قصر فاروقی کے لاونج میں داخل ہوئی تو بابا جان کے ساتھ ملک ناصر پہلے سے موجود تھے. نور الہدیٰ کو شطرنج کھیلنے کا تو کوئی شوق نہیں تھا مگر دیکھنے کا شوق ضرور تھا. وہ وہیں بیٹھ کر ان دونوں کو شطرنج کھیلتے دیکھنے لگے. ملیحہ البتہ سلام دعا کے بعد جلد ہی اٹھ گئی تھی. اپنے کمرے میں آ کر اس نے کپڑے بھی تبدیل نہیں کئے, کھلے بالوں کو جوڑے کی شکل میں لپیٹ کر ننگے پاوں کمرے میں چکر کاٹتے وہ ملک ناصر کے جانے کا انتظار کر رہی تھی. حالانکہ وہ جانتی
~~~~~~

تھی کہ انتظار فضول ہے. ملک انکل رات کے کھانے کے بعد ہی جائیں گے. پھر بھی وہ ٹہلتی رہی.

شام ڈھل چکی تھی جب ملیحہ کے کمرے کے دروازے پر دستک ہوئی.

"دروازہ کھلا ہے."اس نے کہا پِھر بہادر کو آتے دیکھ کر وہ بیڈ پر اٹھ بیٹھی.

"بی بی صاب! کھانا لگ گیا ہے."

"مجھے بھوک نہیں."اس نے کہا اور پوچھا."اچھا سنو! ملک انکل چلے گئے ہیں یا ابھی بیٹھے ہیں؟"

"چلے کہاں جائیں گے جی؟!ابھی تو بیٹھے ہیں. کھانا کھائیں گے،پِھر چائے پی کر جائینگے. ویسی اک بات بتائیں بی بی صاب! یہ ملک صاحب بالکل ہی ویلے ہیں؟"

وہ ہنس پڑی. پِھر ہنسی روک کر سنجیدگی سے بولی."زیادہ باتیں بنانے کی ضرورت نہیں ہے. جاؤ اپنا کام کرو."وہ جانے لگا تو ملیحہ نے اسے روک کر کہا."اور سنو! جب انکل چلے جائیں تو مجھے بتا دینا."وہ سَر ہلا کر چلا گیا.

عشاء کی نماز پڑھ کر وہ بیڈ پر آبیٹھی. پھر اٹھی اور بالکونی میں آگئی. ناجانے کتنی دیر گزر گئی تھی کہ دروازہ پھر بجا. اِس بار بھی بہادر تھا. اس نے ملک ناصر کے جانے کا بتایا.

"ٹھیک ہے. تم جاؤ." اسے بھیج کر ملیحہ باتھ روم میں گئی. منہ پر پانی کے چھینٹے مار کر کمرے میں آئی، بالوں کو سلجھا کر کلپ کیا اور کمرے سے باہر آگئی. باباجان کے کمرے کے دروازے پر ہاتھ رکھے وہ اک پل کو ہچکچائی پھر دوسرے ہی پل خود کو مضبوط کرتے اس نے دروازہ کھولا اور کمرے میں اگئی.

باباجان آتش دان کے سامنے رکھے راکنگ چیئر پر آنکھیں بند کیے نیم دراز تھے. ملیحہ جانتی تھی، وہ سو نہیں رہے تھے. یہ انکی عادت تھی. وہ جب بھی کسی گہری سوچ میں ہوتے تو یوں ہی آنکھیں بند کر کے راکنگ چیئر پر نیم دراز ہو جاتے. ملیحہ ان کے سامنے کشن پر بیٹھ گئی.

"باباجان." اپنے ہاتھ پر ملیحہ کے ہاتھ کا لمس اور پھر اسکی آواز سن کر باباجان نے

آنکھیں کھول کر اسے دیکھا پھر پوچھا.

"کیا بات ہے؟"

"بابا جان! وہ... میں آپ سے اک بات کرنا چاہتی تھی." وہ اٹک کر بولی. بابا جان نے خوش گواریت سے کہا.

"کمال ہے. میں بھی کچھ دنوں سے اک بات تم سے کرنا چاہ رہا ہوں. پر سمجھ نہیں پتا، کیسے کہوں؟"

"ایسی کیا بات ہے؟" اس نے پوچھا.

"نہیں." بابا جان بولے. "بات کرنے کی ہمت پہلے تم نے کی ہے، اِس لیے تم بتاؤ کیا کہنا چاہتی ہو؟" وہ سوچ کر آئی تھی، ہر حال میں ان سے بات کر کے رہے گی اور اب گڑبڑائی.

"وہ... بابا جان! میں..." اتنا بول کر ہی وہ ہانپنے لگی تو بابا جان نے اپنے ہاتھ پر رکھا اسکا ہاتھ تھام کر حوصلہ دینے کے سے اندازِ میں کہا.

"بولو ملیحہ! کیا بات ہے؟"

"باباجان! میں آپکو کسی سے ملوانا چاہتی ہوں۔" آخر اس نے کہہ ہی دیا۔

"کس سے؟" وہ حیرت سے بولے۔

"وجدان مصطفیٰ سے۔" بولنے کے ساتھ ہی اس نے اپنے جھکے ہوئے سَر کو کچھ اور جھکا لیا۔ باباجان کی پیشانی پر سلوٹیں ابھر آئی تھیں۔

"یہ وجدان مصطفیٰ کون ہے؟ اور تم اسے کیسے جانتی ہو؟"

"میں اس سے لائبریری میں ملی تھی۔" ملیحہ کی جھکی پلکیں، رکا رکا اندازِ۔ باباجان نے بہت کچھ اخذ کر لیا تھا۔ غیر محسوس اندازِ میں ملیحہ کا ہاتھ چھوڑتے ہوئے وہ پتھریلے لہجے میں بولے۔

"مجھے اس سے کیوں ملوانا چاہتی ہو؟"

وہ بولی تو آواز کچھ اور دھیمی ہو گئی۔

"باباجان! میں اس سے...!" مگر ہزار کوشش کے بعد بھی 'محبت' کا لفظ شرم نے

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

زبان پر آنے نہیں دیا تو جملہ ہی بدلتے ہوئے کہا۔ "وہ مجھ سے شادی کرنا چاہتا ہے۔ "اور آنکھیں میچے ان کے ردعمل کا انتظار کرنے لگی۔ پِھر ملیحہ نے انکی آواز سنی۔

"جاؤ، جا کر سو جاؤ۔"

ملیحہ نے آنکھیں کھولی اور سَر اٹھا کر انہیں دیکھا اور خواہش کی، کاش کبھی نا دیکھا ہوتا۔ انکا چہرہ کسی چٹان کی طرح سخت اور بے جان تھا لیکن آنکھیں آگ اگل رہی تھیں۔ بے دم سی پُکار کی صورت اسکی زبان سے نکلا۔

"باباجان!"

"جاؤ۔" وہ بولے۔ ملیحہ تڑپ اٹھی۔

"باباجان! میری بات تو سُنیں۔ "اس نے باباجان کا ہاتھ تھام کر کچھ کہنا چاہا پر باباجان بے دردی سے اس کا ہاتھ جھٹک کر کاٹ دَار آواز میں بولے۔

"میں اک لفظ اور سننا نہیں چاہتا، نا تمھاری صورت دیکھنا چاہتا ہوں۔ چلی جاؤ یہاں

سے."

ملیحہ کو لگا کسی نے اسکے جسم کو دو حصوں میں تقسیم کر دیا ہو. وہ دَرد سے بلبلہ اٹھی.

"بابا جان! آپ اک بار اس سے مل تو لیں. وہ بہت اچھا ہے."

"ملیحہ! ہٹ جاؤ میرے سامنے سے."

ملیحہ نے زندگی میں پہلی بار انکی پر جلال آواز کی گونج سنی تھی. وہ جھٹکے سے اسے ہٹا کر کھڑے ہوئے. ملیحہ ان کے پاؤں پکڑ کر رو پڑی.

"ایسا مت کریں بابا جان! مجھ میں اتنی طاقت نہیں کہ اسے بھول جاؤں."ملیحہ کو لگ رہا تھا، آتَش دان میں جلتی آگ نے اسکے بدن میں راستہ بنالیا ہے اور اب اسکا اندر سوکھی لکڑی کی طرح جل رہا ہے. وہ دونوں ہاتھ پشت پر باندھے شان سے سَر اٹھائے کھڑے تھے. ان کے چہرے پر پڑتے شعلوں کے عکس نے انہیں چٹان جیسی سختی دے رکھی تھی اور ان کے پیر پکڑ کر ان کے گھٹنے سے پیشانی ٹکا کر روتی ملیحہ خاک ہوتی جا رہی تھی.

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

"تو مجھے بھول جاؤ." وہ کتنے آرام سے کہہ رہے تھے. ملیحہ رونا بھول گئی. اس نے سَر اٹھا کر انکی طرف دیکھا اور سرگوشی جیسی آواز میں فریاد کی.

"میں مر جاؤں گی بابا جان!"

"مر جاؤ گی تو تمہیں کندھوں پر اٹھا کر اپنے ھاتھوں سے دفنا آؤنگا. لیکن اگر نافرمانی کرو گی تو مرتے دم تک تمھاری صورت نہیں دیکھونگا." اسکے رحم کی آخری اپیل بھی بے رحمی سے مسترد ہو گئی.

ملیحہ کو اچانک ہی لگنے لگا کہ ہوا میں آکسیجن ختم ہو گئی ہے. آخر وہ اپنے نیم جان وجود کو سنبھالتے ہوئے اٹھی اور شکستہ قدموں سے اپنے کمرے میں آگئی. دروازے کو اپنے پیچھے بند کرتی وہ وہیں دروازے کے پاس گر سی گئی.

اسکی آنکھوں سے آنسو اک تواتر سے ٹوٹ ٹوٹ کر گر رہے تھے مگر وہ بے نیازی سے لب بھینچے ساکت بیٹھی تھی. رات گزر چکی تھی اور فجر کی اَذان کی آواز سنائی دینے لگی. ملیحہ سیدھی ہو کر بیٹھی اتنے غور سے اَذان کے الفاظ سننے لگی جیسے پہلی بار

www.novelsclubb.com

سن رہی ہو۔

"ایک عدالت ایسی ہے جہاں سے میری رحم کی اپیل مسترد نہیں کی جائے گی۔"

ایک امید نے اس کے مردہ جسم میں جان ڈال دی تھی۔ وہ اٹھی مگر لڑکھڑا گئی۔ ساری رات ایک ہی زاویہ سے بیٹھے اس کا جسم اکڑ گیا تھا۔ وہ پھر اٹھی اس بار اس کے قدموں کس کا ساتھ دیا تھا۔ وضو کر کے وہ جائے نماز پر کھڑی ہو گئی۔ نماز تو وہ ہر روز پانچ بار پڑھا کرتی تھی مگر اتنے خشوع و خضوع کے ساتھ پہلی دفعہ پڑھ رہی تھی۔ وہ فرضوں کی دوسری رکعت میں تھی کہ دستک کے بعد کوئی دروازہ کھل کر کمرے میں آ گیا نماز ختم کرتے ہوئے ملیحہ نے دائیں جانب سلام پھیر کر بائیں طرف گردن کو موڑ کر سلام پھیرا تو نظر سیاہ پٹیوں والی چپلوں میں مقید سرخ سرخ وسفید پیروں پر رک گئی۔

"آج سے تین دن بعد یعنی جمعہ کے روز تمہارا انور الہدی کے ساتھ نکاح ہے۔ تمہیں جو بھی تیاری کرنی ہو آج اور کل میں مکمل کر لینا۔ زیادہ بڑا فنکشن نہیں ہے

تمہارے ننھیال والے ہوں گے اور میرے کچھ دوست۔ شاید کچھ مہمان نور الہدی کے بھی ہوں گے۔ تم جن کو بلانا چاہو ان کے ناموں کے فہرست بنا کر میرے کمرے میں لے او۔"

رات آزمائش اور صبح سزا لے کر آئی ہے۔ اس نے سوچا دعا کے لیے ہاتھ اٹھائے تو ایک کا آنسو اس کے گال پر بہہ گیا۔ بابا جان ایک نظر اس کی خاموشی کو دیکھ کر کمرے سے باہر آ گئے۔ پھر سیڑھیاں اتر کر حال کے دروازے سے باہر لان میں نکل آئے۔ نور الہدی اپنی روٹین کے مطابق ٹریک سوٹ پہنے ایکسر سایز کے لئے لان میں آئے تو بابا جان کو اس وقت وہاں دیکھ کر حیران سے ان کے پاس آ گئے۔

"کیا بات ہے بابا جان آج صبح صبح لون میں نظر آ رہے ہیں کیا آرمی لائف کا شیڈول دوبارہ سے شروع کرنے کا ارادہ ہے؟" وہ خوش دلی سے مذاق کرتے ہوئے بولے مگر بابا جان کے چہرے پر کھنڈی سنجید گی میں کوئی کمی نہیں آئی۔

"میں تم سے کچھ بات کرنا چاہتا ہوں نور الہدی بلکہ یوں سمجھو میں ایک فیصلہ کر چکا

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

ہوں اور تمہیں اس کی اطلاع دے رہا ہوں۔"

"کہیے بابا جان!"

"میں نے تمہاری اور ملیحہ کی شادی طے کر دی ہے۔"

نورالہدی آخری انسان ہی تو تھے جن کے سینے میں دل بھی تھا اور اس دل میں جذبات بھی۔ ملیحہ کی بے تکلفی اور بے ساختگی کے باوجود کبھی کسی غلط فہمی کا شکار نہیں ہوئے تھے۔ انہیں معلوم تھا وہ ملیحہ کے لئے کبھی بھی "خاص" نہیں بن سکے مگر ملیحہ تو ان کے لئے خاص تھی۔ یہ سچ تھا کہ انہوں نے ملیحہ کو پانے کی خواہش کبھی نہیں کی تھی لیکن وہ بن مانگے انہیں مل رہی تھی وہ خوش کیسے نہ ہوتے؟ مگر بابا جان کے سامنے خوشی کا اظہار کر نہیں سکے۔ لیکن جب انہوں نے کہا۔ "جمعے کی شام تم دونوں کا نکاح کر دیا جائے گا اور ہفتے کو ولیمہ اس کے بعد میں چاہتا ہوں تم دونوں کچھ دنوں کے لئے لندن چلے جاؤ۔ وہاں گھوم پھر آنا تو وہ حیران ہوئے بغیر نہ رہ سکے۔

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

جمعہ کو۔۔۔یعنی صرف تین دن بعد۔۔۔۔؟ باباجان اتنی جلدی کرنے کی کیا ضرورت ہے؟"

"بات ضرورت کی نہیں میرے فیصلے کی ہے۔" وہ اپنے مخصوص انداز میں بولے۔ "اور میں اپنی اولاد سے اس بات کی توقع کرتا ہوں کہ وہ میرے فیصلوں کو مانے گی۔" پھر کچھ نرم پڑتے ہوئے کہا۔ "سیدھی سی بات ہے نورالہدی لڑکا اور لڑکی گھر میں ہی ہیں اور کلمے کسی بھی وقت پڑھ پائے جا سکتے ہیں تو پھر انتظار کس لیے؟"

"آپ ملیحہ کی مرضی معلوم کر چکے ہیں؟" انھوں نے تذبذب سے پوچھا۔

"میں ابھی اسی کے پاس سے آرہا ہوں۔" یہ مبہم جملہ ان کے لیے زندگی کا واضح پیغام تھا۔ وہ بے اختیار باباجان کے گلے لگ گئے۔

"بنا مانگے ہیں زندگی نے آج وہ دیا ہے کہ ساری عمر شکر میں گزرے گی۔" بولنے کے بعد انہیں دھیان آیا کہ کس سے کیا بول گئے ہیں۔ ان سے الگ ہو کر وہ خجالت سے سر کو کھجانے لگے تو باباجی ایک مسکراتی نگاہ ان پر ڈال کر آگے بڑھ گئے۔

انہوں نے باوزن کو جاتے ہوئے دیکھا اور ایک گہری مسکراہٹ ان کے چہرے پر پھیل گئی۔انسان بہت جلد باز ہے سمندر کی بے رحم موجوں کا مقابلہ کرتے اچانک کنارہ نظر میں آجائے تو اس سے نظر کا دھوکا سمجھ کر خود کو لہروں کے حوالے کر دیتا ہے اور یہ تحقیق بھی نہیں کرتا کہ جہاں وہ ڈوبا وہاں ساحل تھا۔اور کبھی صحرا میں چمکتی ریت کو پانی سمجھ کر جھلستی ریت میں دوڑتا چلا جاتا ہے یہ سوچے بغیر کے آبلہ پائی کا یہ سفر تشنگی کو بڑھا تو نہ دے گا۔مگر ہر غلطی نظر انداز نہیں کی جاتی۔کچھ غلطیوں پر سزا بھگتنی پڑتی ہے۔نورالہدی کو بھی اس ایک مسکراہٹ کا خمیازہ تمام عمر ادا کرنا تھا۔

www.novelsclubb.com

****

آٹھ بجتے ہی ملیحہ نے سمیرا کو فون کر دیا اور چھوٹتے ہی کہا۔

"تم ابھی اور اسی وقت یہاں آجاؤ۔"

"خیریت تو ہے؟۔۔۔کیا ہوا؟" وہ حیران تھی۔ملیحہ جھنجھلا گئی۔

"سوال مت کرو۔بس فوراگھر آجاؤ"

"مگر ملیحہ !کچھ بتاؤتوسہی۔"

"بتانے کے لئے ہی تو بلارہی ہو۔"اس کی آواز میں نمی محسوس کر کے سمیرا پریشان ہو گئی تھی مگر خود کو قابو میں رکھتے ہوئے کہا۔

"اچھاٹھیک ہے میں آرہی ہوں تم پریشان مت ہونا۔"پندرہ منٹ بعد ہی سمیرا ملیحہ کے کمرے میں تھی اور ملیحہ کی زبان سے سب حال سن کر وہ واقعی بوکھلا گئی۔

"تم نے کہا تھا تم نورالھدی سے محبت کرتی ہوں یہ وجدان بیچ میں کہاں سے آگیا؟"

"وہ تو میں اب بھی کہوں گی کہ مجھے ہادی بھائی سے محبت ہے مگر اپنی زندگی میں صرف وجدان کے ساتھ گزارناچاہتی ہوں۔"

سمیرانے سر پکڑ لیا۔

اپنے باباجان کو تم مجھ سے بہتر جانتی ہو۔ان کی ضد مثالی ہے۔وہ اپنافیصلہ بدل لیں گے ایساتو سوچنا بھی فضول ہے۔وہ کسی کے سمجھانے سے سمجھنے والے نہیں۔لیکن

اللہ کے بعد واسطے تم تو کچھ سمجھ داری سے کام لو۔"

اس نے بیڈ پر گھٹنوں میں سر دیے بیٹھی ملیحہ سے کہا۔ پھر اس کے قریب بیڈ پر بیٹھ کر اسے سمجھانے لگی۔

"دیکھو ملیحہ سچ تو یہ ہے کہ نورالہدی اور وجدان کو کوئی مقابلہ ہی نہیں۔ بلکہ غیر جانبداری سے اگر دیکھو تو ہر نورالہدی وجدان سے کہیں زیادہ بہتر ہیں۔ ہارورڈ یونیورسٹی سے ایم بی اے کیا ہے۔ کس قدر زمین جائیداد کے مالک ہیں شاید انہیں بھی ٹھیک سے اندازہ نہ ہو اور کیا غضب کی پرسنیلٹی ہے میں نے ایسا خوبصورت مرد اپنی زندگی میں کوئی اور نہیں دیکھا۔ پھر وہ کوئی انجان تو نہیں ہیں ڈھائی تین مہینے سے تم دونوں ایک ساتھ ایک چھت کے نیچے رہ رہے ہو۔ ان کی ہر اچھی بری عادت سے تم واقف ہوں اور رخصت ہو کر بھی تمہیں کہیں اور نہیں جانا۔ شادی کے بعد بھی تم اپنے اسے گھر میں رہو گے سب سے بڑھ کر یہ کہ نورالہدی کو تمہاری بہت پرواہ ہے۔ پ میں نے خود دیکھا تھا میں نے خود دیکھا تھا شادی کے بعد

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

جب وہ تمہیں لینے آئے تھے تو کس طرح تمہارا خیال کر رہے تھے جیسے تم کوئی کانچ کی گڑیا ہو اور وجدان کیا ہے صرف ایل ایل بی ہی تو کیا ہے ابھی تو اسے اپنا کیریئر بنانا ہے۔ اسٹیٹس اچھا ہے۔ مگر نور الہدی کی طرح کروڑوں کا مالک تو وہ نہیں۔ پرسنیلٹی ٹھیک ٹھاک ہی ہے مگر نور الہدی کی طرح ڈیشنگ نہیں۔ وجدان کہیں بھی نور الہدی کے سامنے نہیں ٹکتا۔ اس میں ہے ہی کیا جو نور الہدی کے سامنے ٹک پائے؟"

ملیحہ نے سمیرا کو دیکھا اور تھکی تھکی سی آواز میں کہا۔

"اس میں کیا ہے سمیرا! مجھے نہیں معلوم۔ مگر جس پہر وہ میرے ساتھ ہوتا ہے لگتا ہے یہی زندگی ہے۔" اس کے لہجے میں کوئی تو بات ایسی تھی کہ سمیرا نے گھبرا کر اس کا چہرہ اپنے ہاتھوں میں بھر لیا۔

"ملیحہ! یہ بس کچھ دن کی تکلیف ہے صبر سے جھیل لو پھر دیکھنا نور الہدی کبھی تمہیں تکلیف ہونے نہیں دیں گے۔ تو تمہیں خوش رکھیں گے۔ وہ عاجزی سے

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

بولی۔

"سمیرا وہ مجھے خوش رکھیں گے بھلا یہ ہو سکتا ہے کہ ہادی بھائی کے ساتھ خوش نہ رہوں مگر زندہ نہیں رہوں گی۔"

"ملیحہ تمہیں کیا ہو گیا ہے؟ کیوں تم پاگلوں جیسی باتیں کر رہی ہو؟" سمیرا نے اسے شانوں سے پکڑ کر جھنجوڑ دیا اور ملیحہ ایک دم ہی پھوٹ کر رو پڑی۔ دمیرا نے اس کے آنسو پونچھتے ہوئے نرمی سے کہا۔

"اس طرح خود کو تھکانے کا کیا فائدہ؟ سنبھالو خود کو۔ اور جو ہو رہا ہے ہو جانے دو۔

وہ اذیت سے بولی۔ "ہو تو جانے دوں۔ پر جب میں خود کو اس کے بغیر سوچتی میں ہو تو میرا دم گھٹتا ہے۔"

"ملیحہ پلیز! سمیرا نے اسے روکنا چاہا پر وہ خواب ناک لہجے میں دھیرے دھیرے بولتی رہی۔

"جانتی ہوں جب وہ مجھے دیکھتا ہے تو میری روح تک سب کچھ اس کے اختیار میں

چلی جاتی ہے۔اس کی زبان سے نکلا ہوا ہر لفظ میں دل پر وحی کی طرح اترتا ہے۔میرا تو دھیان اس کی ذات سے نہیں ہٹتا میری نظر کسی اور کی طرف کیسے جائے گی؟وہ مجھے مجھ سے مانگتا تو میں انکار کر دیتی۔پر اس نے مجھے مجھ سے چھین لیا ہے۔میں تو خود اپنی بھی نہیں رہی کسی اور کے کیسے ہو جاؤ۔؟لیکن بابا نہیں سمجھتے۔میں مر جاؤں گی سمیرا!میں سچ میں مر جاؤں گی۔وہ تڑپ تڑپ کر رو دی۔یوں کہ اسے گلے سے لگا کر چپ کراتی سمیرا خود بھی رو پڑی تھی۔اس نے اپنے آنسو صاف کیے پھر اس کے چہرے سے آنسو صاف کرتے وہ بولی۔

"ٹھیک ہے وہ بیڈ سے اٹھی اور ملیحہ کو بھی ہاتھ پکڑ کر اپنے ساتھ اٹھاتے ہوئے بولی۔"اٹھو اور چلو میرے ساتھ۔مجھے پتہ ہے محبت کرنا اور پھر چھوڑ دینا دونوں ہی باتیں تمہارے لئے آسان نہیں۔میں ابو اور چاچو کو سب بتا دیتی ہوں۔ابو تو یوں بھی وجدان کو بیٹا مانتے ہیں۔وہ ضرور پھاپھا جان کو منا لیں گے۔اور بالفرض نہیں بھی منا سکے تو بھی تم پر ان کا بہت حق ہے فریال پھوپھو کی موت سے ہمارے

تمہارے رشتے تو نہیں مر جاتے نہ۔"

مگر وہ اپنی جگہ سے ہلی بھی نہیں تھی اور اپنا ہاتھ چھڑاتے اس نے تاسف بھرے نگاہ سمیرا پر ڈال کر کہا۔

"بابا جان نے اس لئے تو مجھے پال پوس کر بڑا نہیں کیا تھا کہ میں انہیں چھوڑ کر چلی جاؤں۔" پھر وہ قطعیت سے بولی۔ "میں کہیں نہیں جاؤں گی نہ کسی اور سے مدد مانگ کر بابا جان کو شرمندہ کروں گی۔ یہ باپ بیٹی کا معاملہ ہے اگر میں خود انہیں منا سکی تو ٹھیک ورنہ جو وہ کہیں گے وہی کروں گی۔

تم بس اتنا کر دو کہ بابا جان سے مجھے ساتھ لے جانے کی اجازت لے لو۔ میرا وجدان سے ملنا بہت ضروری ہے۔ لیکن مجھے لگ رہا ہے بابا جان مجھے اکیلے جانے کی اجازت نہیں دیں گے۔ جس طرح ایک رات میں انہوں نے میری شادی کرنے کا فیصلہ کیا ہے اس سے تو یہی ظاہر ہوتا ہے کہ اب انہیں مجھ پر اعتماد نہیں رہا۔" وہ آخر میں آزردہ سی ہو گئی تھی۔ سمیرا نے الجھ کر کہا۔

"تم کیا کرنا چاہتی ہو؟"

"وجدان کو باباجان کے سامنے لا کھڑا کرنا چاہتی ہوں۔مجھے یقین ہے باباجان اگر ایک بار بھی اس سے مل لے گے تو میرا ہاتھ اس کے ہاتھ میں دینے پر انہیں کوئی اعتراض نہیں ہوگا۔کچھ تو وجدان میں ایسا ہے کہ ایک جس سے مل لے اس کے دل میں اتر جاتا ہے۔" وہ یہ بہت یقین کہہ رہی تھی.

"ٹھیک ہے میں پھوپھاجان سے اجازت لے کر آتی ہوں تب تک تم ذرا کپڑے بدل کر اپنا حلیہ ٹھیک کر لو۔" سمیرا نے کہا اور پھر اٹھ کر باباجان کے پاس آگئی جو اس وقت اسٹڈی میں موجود تھے۔حالانکہ وہ سوچ کر ائی تھی کہ اسے ان سے کیا کہنا ہے پھر بھی بری طرح گھبرا رہی تھی۔باباجان کی شخصیت ایسی تھی کہ سامنے والا خامخوہ ہی نروس ہو جائے اور سمیرا کے پاس تو نروس ہونے کی وجہ بھی تھی۔

"اسلام علیکم پھوپھاجان!" اس نے تھوک نگل کر سلام کیا۔ٹیبل کے دوسری طرف بیٹھے باباجان نے اپنے سامنے کھلا زمینوں کا حساب کتاب کر رجسٹر بند کیا اور

سمیرا کو اپنی زیرک نگاہوں کی گرفت میں لے کر بولے۔

"وعلیکم اسلام! بیٹھو بیٹا۔" سمیرا ایک کرسی پر ٹک گئی تو انہوں نے کہا۔

"کیسی ہوں اور گھر میں سب خیریت ہے؟"

"جی پھوپھا جان اللہ کا شکر ہے۔"

پھر انہوں نے اتنی صبح اس کی آمد پر کوئی سوال نہیں کیا تھا مگر وہ خود ہی بتانے لگی۔

"آٹھ بجے میں ملیحہ کا فون آگیا تھا کہنے لگی جلدی سے گھر آجاؤ۔ یہاں آکر اس کی شادی کا پتہ چلا تو میں نے سوچا آپ کو مبارکباد دے دوں۔"

"تمہیں بھی مبارک ہو۔"

"خیر مبارک۔ لیکن پھوپھا جان شادی کی تیاری بھی تو کرنی ہے۔ دن بھی تو کتنے تھوڑے ہیں۔ ملیحہ نے فون پر بتادیا ہوتا تو میں امی اور چاچی جان کو بھی ساتھ لے کر آتی۔ اب سوچ رہی ہوں کہ آج ہی اسے اپنے ساتھ شاپنگ پر لے جاتی ہو۔ کل امی آجائیں گی تو باقی کی شاپنگ ان کے ساتھ کرلیں گے۔" "ٹھیک ہے۔" وہ اسے

گہری نظروں سے کھوج رہے تھے اور سمیرا کی ہتھیلیاں تک پانی سے بھیگ گئیں۔

"تو میں ملیحہ کو اپنے ساتھ لے جا؟"اس نے پوچھا۔

"ہاں لے جاؤ اور ڈرائیور کے ساتھ جانا۔میں ابھی کسی سے کہہ کر گاڑی تیار کروا دیتا ہوں۔"

"جی پھوپھا جان!"سعادت مندی سے گردن ہلا کر اٹھی اور جانے لگی۔

"سمیرا!بابا جان نے اسے آواز دی۔

"جی پھوپھا جان؟"وہ ایکدم ڈر کر پلٹی۔

"خریداری کے لیے پیسوں کی ضرورت پڑتی ہے بیٹا!انہوں نے کہا پھر دراز میں سے ہزار ہزار کے نوٹوں کی دو موٹی گڈیاں نکال کر ٹیبل پر رکھ دیں۔سمیرا نے آگے آ کر وہ گڈیاں اٹھا لیں۔

"پر خیال رہے شام سات بجے سے پہلے تم دونوں گھر پہنچ جاؤ۔شام کو ملیحہ اور نورالھدی کی منگنی کی تقریب ہے۔میں نے افتخار سے فون پر بات کر لی ہے وہ سب

لوگوں کو لے کر شام میں یہاں آجائے گا۔"

سمیرا کا جی چاہا سامنے والی دیوار پر جا کر زور سے سر مگر ضبط سے مسکرا کر اللہ حافظ کہتی وہ مڑ گئی۔

اسکے جانے کے بعد بابا جان نے ریسیور اٹھایا اور کوئی نمبر ڈائل کرنے لگے۔ ملیحہ کے کمرے میں آکر سمیرہ نے سانس چھوڑتے ہوئے خود کو ریلیکس کیا، پھر ملیحہ کو دیکھا جس نے اسکے کہنے کے باوجود کپڑے نہیں بدلے تھے اور ابھی تک اس جارجٹ کی بلیک ساڑھی میں تھی۔ بس اتنا تھا کہ اس نے اوپر سے میرون شال اوڑھ لی تھی۔ البتہ منہ ہاتھ دھو کر بال بنا لیے تھے۔ سمیرہ نے اسے ہی غنیمت سمجھا۔ جب وہ گاڑی میں بیٹھ چکی تو سمیرہ نے اسے اطلاع دی

"شام کو تمہاری منگنی ہے۔ پھوپھا جان سب رشتے داروں کو فون کر کے بتا چکے ہیں۔ مجھ سے بھی کہا ہے کہ شام سات بجے تک تمہیں لے کر گھر آجاؤں۔"

ملیحہ نے کوئی جواب نہیں دیا اور کھڑکی سے باہر دیکھنے لگی۔ کار قصر فاروقی سے نکل

کر مین روڈ پر آ گئی تھی اس روڈ پر آگے جا کر ایک ذیلی سڑک تھی۔ مین روڈ پر آتے ہی وہ لوگ ٹریفک جام میں پھنس گئے سمیر نے ڈرائیور سے کہا۔

"ذرا جا کر معلوم تو کرو ٹریفک کیوں روکا ہوا ہے؟"

ڈرائیور "جی اچھا" کہہ کر اتر گیا کچھ دیر بعد ہی وہ واپس آ گیا۔ اپنی سیٹ پر بیٹھ کر اس نے پلٹ کر کہا۔ "کچھ دیر لگ جائے گی آگے کسی موٹر سائیکل سوار کا ایکسیڈنٹ ہو گیا ہے۔ ایمبولینس وغیرہ تو پہنچ گئی ہیں زخمی کو ہسپتال بھیج کر پولیس اپنا باقی کا کام نپٹا کر راستہ کھول دے گی۔"

بار بار بے چینی سے پہلو بدلتی ملیحہ سمیرا سے بولی۔ "یہ ٹریفک تو نہ جانے کب کھلے گا۔ لائبریری کا یہاں سے زیادہ فاصلہ بھی نہیں ہے۔ میں پیدل نکلتی ہوں۔"

"ٹھیک ہے۔" سمیرا نے اختلاف نہیں کیا۔ پھر ملیحہ نے ڈرائیور کی طرف رخ کیا۔

"تم سمیرا کو گھر چھوڑ کر واپس چلے جانا۔ میں خود ہی آ جاؤں گی۔" اور کار سے اتر کر گاڑیوں کے بیچ میں سے گزرتی فٹ پاتھ پر آ گئی۔ تیز قدموں سے سے چلتے ہوئے

کچھ آگے جا کر اس نے ایک نظر سڑک پر ڈالی۔ جہاں بہت سے لوگ بھیڑ کی شکل میں جمع تھے اور کسی شخص کو اسٹریچر پر ڈال ایمبولینس میں چڑھایا جا رہا تھا۔ رش اس کا قدر تھا کہ ملیحہ صرف زخمی کے پیر ہی دیکھ سکی۔

لائبریری پہنچ کر ملیحہ نے اندر کا ایک چکر لگایا پھر باہر آگئی اسے وجدان کہیں نظر نہیں آیا تھا۔

ابھی دس بجنے میں بھی تو آدھا گھنٹہ باقی ہے اس نے خود کو تسلی دی اور وہی سیڑھیوں پر بیٹھ کر انتظار کرنے لگی پر اسکا انتظار انتظار ہی رہا۔ دس بجے تک تو ملیحہ اپنے اضطراب کو دباتی رہی لیکن دس بجتے ہی اس کی بے چینی اپنے عروج پر پہنچ گئی۔

"آپ کا انتظار میں نے ہر روز کیا ہے۔" اس وقت تو یہ سن کر ملیحہ نے کچھ محسوس نہیں کیا تھا مگر اب سمجھ آرہا تھا انتظار کرنا کتنا مشکل کام ہے گیٹ پر نظر جمائے اس کی آنکھیں پتھرانے لگیں۔ جانے کا وقت بیت گیا تھا۔ کوئی اس سے پوچھتا تو کہہ

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

دیتی صدیاں بیت گئی ہیں۔ گیٹ پر کھڑا واچ مین اور آتے جاتے لوگ اسے عجیب سی نظروں سے دیکھ رہے تھے پر وہ سب کچھ فراموش کیے بس وجدان کے آنے کی دعا مانگتی رہی۔ پانچ بجتے ہی وہ بے چینی سے اٹھ کھڑی ہوئی۔ لائبریری کی دوسری جانب ایک جنرل اسٹور تھا۔ ملیحہ سڑک کراس کرتی اسٹور میں گھس گئی۔

"ہیلو!" چوتھی بال پر فون ریسیو کیا گیا۔

"صمد!" آواز پہچان کر ملیحہ کے ہونٹ بے آواز ہلے۔ اس وقت وہ سمیرا کے علاوہ کسی سے بات نہیں کرنا چاہتی تھی "سمیرا کو بلا دیں۔" اس نے جلدی سے کہا تو اسے ہولڈ کرنے کا کہا گیا۔

"ہیلو!" کچھ دیر بعد ائیر پیس پر سمیرا کی آواز ابھری۔

"سمیرا۔۔۔!" اتنا بولنے میں ہی ملیحہ کا گلا رندھ گیا تھا اور اس ڈر سے کہ وہ رونا پڑے ملیحہ خاموش ہو گئی۔ سمیرا اس کی آواز پر حیران اور پھر خاموشی پر پریشان ہو اٹھی۔

www.novelsclubb.com

"ملیحہ! یہ تم ہو؟ خاموش کیوں ہو گئیں؟ پلیز بتاؤ سب ٹھیک تو ہے؟"

"کچھ ٹھیک نہیں ہے۔" سمیرا دہل گیا۔

"ہوا کیا ہے؟" ملیحہ نے اس کی بات کی ان سنی کرتے ہوئے کہا۔

"مجھے وجدان کا ایڈریس چاہیے۔"

اب چپ ہونے کے بارے سمیرا کی تھی قدرے توقف کے بعد اس کے آواز آئی۔

"وجدان نہیں آیا۔" پھر اس نے کہا۔ "تم ایسا کرو چاچو کے آفس فون کرو۔ وہیں ہو گا۔"

"تمہیں فون کرنے سے پہلے وہاں فون کیا تھا پر وہ کئی مہینے سے آفس نہیں آرہا۔"

"تو کورٹ میں ہو گا۔ تم نے معلوم کیا؟"

"جب وہ آفس چھوڑ چکا ہے تو کورٹ میں کیا کرے گا؟ ویسے بھی کورٹ چار بجے بند ہو جاتا ہے اور اس وقت پانچ بج رہے ہے۔"

"او سوری۔" سمیرا کو احساس ہوا کہ اس کے سوال ملیحہ زچ کر رہے ہیں تو پھر

سنبھل کر بولی۔"اچھاایڈریس نوٹ کرو۔"

"ایک منٹ۔"ملیحہ نے اپنے بیگ سے پین اور پاکٹ سائز ڈائری نکالی اور ایڈریس نوٹ کرتے ہی فون رکھ کر دکاندار کو پیمنٹ کرتی وہ باہر آگئی۔سڑک کے کنارے ایک خالی ٹیکسی تھی ملیحہ تیزی سے دروازہ کھول کر ٹیکسی کی پچھلی سیٹ پر بیٹھ گئی۔ مسافر کے انتظار میں اسٹیرنگ پر سر رکھے ڈرائیور نے گردن موڑ کر اسے دیکھا۔

"بی بی !کدھر جائیں گے؟"

ملیحہ نے ہاتھ میں پکڑا کاغذ دیکھا اور بولی پی ای سی ایچ ایس کالونی۔"

وہ یہاں تک تو آگئی تھی پر اب ڈبل سٹوری بنگلے کے گیٹ کے سامنے کھڑی سوچ رہی تھی کہ اگر گیٹ وجدان کے علاوہ کسی اور نے کھولا تو کیا کہہ کر اسے بلوائے گی۔

جو ہو گا دیکھا جائے گا ملیحہ نے سر جھٹک کر نیم پلیٹ پڑھتے ہوئے ایڈریس کی تصدیق کی پھر بیل بجادی۔دوڑتے قدموں کی آواز سنائی دی تھی پھر گیٹ کھل

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

گیا۔سبز آنکھوں والی لڑکی کے چہرے کے تاثرات بتارہے تھے کہ وہ کسی اور کی آمد کا بے چینی سے انتظار کررہی تھی۔اور شاید اسی لئے اس نے بنا پوچھے دروازہ کھول دیا تھااوراب ملیحہ کو دیکھ کرسٹپٹا گئی تھی۔

"آپ کون ہیں؟"ملیحہ اس سوال پر گھبرا سی گئی پھراس نے ہاتھ میں دبی چٹ اس کی طرف بڑھائی۔

"یہ ایڈریس آپ کے گھر کا ہے؟"

لڑکی نے چٹ لے کرایڈریس دیکھا۔پھراسے واپس کرتے ہوئے کہا۔"ایڈریس تو یہی ہے پر آپ کو کس سے ملنا ہے؟"

"وجدان مصطفی سے۔کیاوہ گھر پر ہیں؟"ملیحہ نے کوشش کی کہ اپنا لہجہ نارمل ہی رکھے۔پر سوال ہی ایسا تھا جس پر لڑکی کا چونکنا لازم تھا۔

"آپ کون ہیں اور وجدان سے کیوں ملنا چاہتی ہیں؟"

"میرا نام ملیحہ فاروقی ہے۔پلیز آپ وجدان کو بلادیجئے۔میراان سے ملنا بہت

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

ضروری ہے۔"

اس لڑکی کی آنکھوں سے اچانک تنفر جھلکنے لگا پھر وہ کاٹ دار لہجے میں بولی۔

"وجدان گھر پر نہیں ہے۔" اور جھٹکے سے گیٹ بند کرنے لگی تو ملیحہ نے ہاتھ رکھ کر اسے روکتے ہوئے پوچھا۔

"ایک منٹ کیا آپ کو معلوم ہے۔وہ کہاں گئے ہیں اور کب تک آئیں گے؟"

"نہیں۔" وہ ایک لفظ بول کر ملیحہ کا چہرہ دیکھنے لگی جو بیگ سے پین نکال کر اس کاغذ کے پیچھے کچھ لکھنے لگی تھی۔

"وجدان جیسے گھر آئیں ان سے کہیے گا اس نمبر پر مجھ سے بات کر لیں۔" ملیحہ نے کاغذ اس کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔لڑکی نے کاغذ اس کے ہاتھ سے لے کر گیٹ بند کر دیا۔ملیحہ نے دیوار کا سہارا لیا ورنہ گر پڑتی۔

گھر پر نہیں ہے۔آفس میں بھی نہیں ہیں۔تو پھر کہاں چلا گیا؟لائبریری کیوں نہیں آیا؟کہیں ایسا تو نہیں کہ بھول گیا ہوں؟خود کلامی کے جواب میں وجدان کی

آواز اس کے کانوں میں گونج گئی۔

"جب سے آپ کو حفظ کیا ہے خود کو بھول گیا ہوں۔"

ایک ٹھیس سی اٹھی تھی جس کو دباتے وہ ٹیکسی میں آبیٹھی۔

"آرٹس کونسل چلو۔"ملیحہ نکال اپنی پینٹنگ "عشق آتش" وجدان کو گفٹ کر کے نمائش سے ہٹوائی تھی اور یہ بات وجدان کے علم میں تھی۔ملیحہ اس امید پر آرٹ کونسل آئی تھی کہ شاید وجدان پینٹنگ لینے وہاں آیا ہوں۔مگر وہ وہاں بھی نہیں ملا۔ملیحہ نے اپنے فون نمبر کے ساتھ وجدان کے نام میسج چھوڑا اور نمائش پورشن میں آگئی۔اس امید پر ایک ایک شخص کا چہرہ دیکھتی رہی کہ شاید وہ وجدان ہو گا۔ مگر اس کی نگاہیں نامراد لوٹ آئیں۔ڈرائیور کو واپس لائبریری چلنے کا کہتے ہوئے اس نے رسٹ واچ پر نظر دوڑائی تو پونے چھ ہو رہے تھے اسے گھر سے نکلے آٹھ گھنٹے سے زیادہ بیت چکے تھے۔

"کیا آپ اپنے 24 گھنٹوں میں سے ایک پل مجھے نہیں دے سکتیں۔؟"اس وقت

www.novelsclubb.com

وجدان کے لہجے میں جتنی التجائیں تھی اس سے زیادہ اس وقت ملیحہ کے چہرے پر رقم تھیں۔

لائبریری پہنچ کر ملیحہ نے ہال کا ایک چکر لگایا۔ وجدان کو نہ پا کر وہ کچھ سوچتے ہوئے واچ مین کے پاس آئی۔

"خان صاحب آپ سے کسی کے بارے میں پوچھنا ہے۔"

"پوچھو۔" خان صاحب کی اجازت کے بعد مزید بولی۔

"چوبیس، پچیس سال کا سانولے رنگ کا لڑکا ہے۔ قد تقریباً چھ فٹ آنکھوں اور بالوں کا رنگ سیاہ ہے اور اکثر یہاں آتا ہے کیا صبح یہاں آیا تھا؟"

"آپ وکیل صاحب کا تو نہیں پوچھتا ہے؟" خان صاحب نے سوچتے ہوئے انداز میں کہا۔

ملیحہ فوراً بولی۔ "ہاں، ہاں۔ میں ان کا ہی پوچھ رہی ہوں۔"

"دو تین مہینے سے روز آتا ہے۔ پر آج نہیں آیا۔"

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

"آپ کو یقین ہے وہ نہیں آئے؟" ملیحہ کے بات پر وہ ہنسنے لگے۔

"کیا بات کرتا اے جی! صبح سے ہم ایدر بیٹھا اے۔ آتا تو ہم کو دکھتا نئیں؟" وہ اتنے یقین سے کہہ رہا تھا کہ ملیحہ کو اس کی بات ماننا پڑی۔ وہ ڈگمگاتے قدموں سے سیڑھیوں تک آگئی۔

"میں سارا دن آپ کا انتظار کروں گا۔" ایک سرگوشی آس پاس سنائی دی تو ملیحہ نے تڑپ کر کانوں پر ہاتھ رکھ لیے۔ اس کا ضبط ٹوٹ رہا تھا اس نے سیڑھیوں پر بیٹھ کر سر گھٹنوں پر رکھ لیا۔

ساڑھے چھ بجے جب ملیحہ نے قصر فاروقی میں قدم رکھا وہ اپنا یقین ہار چکی تھی۔ اور اس ہار کا چہرہ ڈرائنگ روم میں موجود کوئی شخص نہ دیکھ لے اس لیے وہ پچھلی طرف ہال کے دروازے سے اندر آئی۔

"بہادر میرے لیے کوئی فون تو نہیں آیا تھا۔" پاس سے گذرتے بہادر کو روک کر اس نے پوچھا۔

"نہئیں بی بی صاب ! پر آپ کہاں چلی گئی تھی وہ بھی آج کے دن ؟"

ملیحہ کی آخری امید بھی ختم ہو گئی وہ بہادر کو جواب دیے بغیر اپنے کمرے میں آ گئی۔

ٹھنڈے یخ پانی سے منہ دھوتے ہوئے اس نے آنسوؤں کے ہر نشان کو بے دردی سے رگڑ ڈالا۔ پھر تولیہ سے چہرہ خشک کرتی وہ ڈریسنگ روم میں آ گئی۔ الماری کے دونوں پٹ کھولے وہ باری باری ہر سوٹ کا جائزہ لے رہی تھی۔ پھر بہت سوچ کر اس نے پیچ کلر کے ڈریس کو نکالا تو نظر اس کے پیچھے لٹکتے سوٹ پر ٹھہر گئی۔ پنک کلر کے چوڑی دار پاجامے پر سفید قمیض تھی جس پر پنک رنگ کے موتیوں سے گلے اور قمیض کی ہاف سلیوز پر نفیس کام بنا ہوا تھا۔ پنک اینڈ وائٹ کنٹراسٹ ڈوپٹے کو ہاتھ میں لیتے ہوئے اسے کچھ یاد آیا تھا۔

"تم سیفد رنگ مت پہنا کرو اس رنگ میں اتنی پیاری لگتی ہو کہ ڈر لگتا ہے نظر نہ لگ جائے۔'

نظر تو لگ چکی، نور الہدی اب کس بات کا ڈر ؟ جس نے سوچا اور وہی سوٹ نکال

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

لیا۔ڈریسنگ ٹیبل کے سامنے بیٹھی ہونٹوں پر پنک کلر لپسٹک کی تہ جمائی۔ملیحہ زندگی میں پہلی بار اتنے اہتمام سے تیار ہوئی تھی۔

دونوں کلائیوں میں بھر بھر کر وائٹ اور پنک چوڑیاں ڈال کر اس نے کانوں میں چاندی کے آویزے پہنے پر بیڈ پر آ بیٹھی۔جھک کر سینڈل پاوں میں ڈال کر اس نے بیڈ سے ڈوپٹہ اٹھا کے شانوں پر پھیلایا کھلے بالوں کو ایک ہاتھ سے سنوارتے ہوئے اس کی نظر آئینے میں نظر آتے اپنے ہی عکس پر پڑی تھی۔

"آج کی تاریخ میں میرے لئے روشنی رنگ اور امید تینوں ختم ہو چکے ہیں۔لیکن نورالہدی فاروقی انہیں آپ کی زندگی میں ہمیشہ رہنا چاہیے۔"اور کمرے سے نکل گئی۔

ڈرائنگ روم کے دروازے پر قدم رکھتے ہی ملیحہ کی نظر بلیک پینٹ پر میرون شرٹ پہنے نورالہدی پر پڑی تھی۔اسی پل نورالہدی نے بھی دروازے کی طرف دیکھا تھا۔نورالہدی کی آنکھوں کی وہ چمک ملیحہ کے لئے نئ تھی اس نے پلکیں جھکا لیں۔

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

باقی لوگ بھی ملیحہ کی طرف متوجہ ہو چکے تھے۔پل بھر میں اس کے کزنز نے اسے اپنے گھیرے میں لے لیا تھا۔ مگر سمیرا نہیں اٹھ سکی۔ کسی معجزے کی امید کرتے کرتے ملیحہ کو دیکھ کر اسے احساس ہوا تھا کہ معجزے اب نہیں ہوتے۔وہ سمجھ گئی کہ ملیحہ وجدان سے نہیں مل سکی۔

"حد کرتی ہوں بیٹا آج کے دن شاپنگ پر جانے کی کیا ضرورت تھی ؟"اب دیکھو ذرا سب آئے بیٹھے ہیں۔اور تو اور دلہا بھی موجود ہے پر دلہن شادی کی شاپنگ کرنے گئی ہوئی ہے۔" بڑی ممانی نے اسے دیکھ کر کہا تو ملک ناصر اس کے کچھ بولنے سے پہلے بول پڑے۔

"چھوڑیے بھابی !اب باتوں میں مزید مزید کیا وقت گنوانا۔آو بیٹی رسم کر لی جائے۔"آخر میں وہ ملیحہ سے بولے تھے۔ملیحہ نے قدم بڑھایا تو سمیرا ایک دم اس کے کان کے پاس آکر بولی۔

"انکار کر دو۔ہم سب تمہارا ساتھ دیں گے۔"

"کس برتے پر؟ملیحہ نے اس کی طرف دیکھ کر زہر میں بجھی سرگوشی کی اور آگے بڑھ گئی۔ کسی نے اسے بازو سے پکڑ کر نورالہدی کے پہلو میں بٹھا دیا تھا۔ پھر بابا جان کی اجازت سے نورالہدی نے اس کے بائیں ہاتھ کی انگلی میں اپنے نام کی انگوٹھی پہنا دی۔

****

کھانے کے بعد جب مہمان رخصت ہونے لگے تو ملیحہ سمیرا کے گلے لگ کر عاجزی سے بولی۔

"آج رک جاؤ سمیرا!!"

سمیرا حامی بھر لیتی پھر اس نے آفاق کو دیکھا جو اسے اشارے سے منع کر رہا تھا تو وہ مجبور ہو گئی۔

"آج تو نہیں رک سکتی مگر کل میں صبح سے ہی آجاؤں گی۔"اس میں ملیحہ کو خود سے الگ کرتے ہوئے کہا۔"اپنا خیال رکھنا۔" پھر ملیحہ کا گال چوم کر وہ گاڑی میں جا

www.novelsclubb.com

بیٹھی۔

پورچ میں اب صرف وہ بابا جان اور نور الہدی رہ گئے تھے۔ ملیحہ ان دونوں کی طرف دیکھے بنا ہی پلٹ کر اندر چلی گئی تھی۔ وہ حال میں آئی تو اپنے کمرے کی سیڑھیاں چڑھنے کی بجائے کھلے دروازے سے لان میں آگئی۔ ننگے پاؤں چہل قدمی کرتے ہوئے ملیحہ کے پیروں کے نیچے بھیگی گھاس کا نرم کلین بچھا تھا۔ لیکن ملیحہ کو یوں لگ رہا تھا جیسے اس کے پاؤں سلگتے انگاروں پر ہوں۔ اس احساس کے باوجود اس نے ٹہلنا بند نہیں کیا۔ برداشت کے راستوں پر ایک ایسا موڑ آتا ہے جہاں پہنچ کر درد بہت بے درد ہو جاتا ہے۔ اور اسی انتہا پر پہنچ کر صبر کے چادر اوڑھے انسان ایسی کیفیت سے گزرتا ہے جہاں سوال قرار کا نہیں بے قراری کا ہو جاتا ہے پھر جتنا درد بڑھتا ہے اتنا سکون ملتا ہے۔ ملیحہ بھی خود اذیتی کی اسی کیفیت سے گزر رہی تھی چکر کاٹ کر بار بار پلٹتے ہوئے وہ ایک بار پلٹی تو سامنے نور الہدی تھے۔

www.novelsclubb.com

"اچھی خاصی ٹھنڈ ہے اور تم یوننگے پاؤں بھیگی گھاس پر چل رہی ہوں کوئی شال وغیرہ بھی نہیں لی۔ بیمار پڑ جاؤں گی۔" سہانی شام تھی اور محبوب نظروں کے سامنے۔ نورالہدی کو شاید کچھ اور کہنا چاہیے تھا پھر وہ اسے ٹوکے بغیر نہ رہ سکے۔

ایک بے معنی "جی" بول کر ملیحہ ان کے برابر سے گزرتی سیڑھیوں پر بیٹھ کر سینڈل پہننے لگی۔ سینڈل پہن کر اس نے اندر کی طرف قدم بڑھائے ہی تھے کہ نورالہدی نے پوچھ لیا۔

"تم خوش ہو؟"

دوسری سیڑھی پر رکھا ملیحہ کا پاؤں اپنی جگہ جم گیا وہ سنبھلی پھر پلٹ کر انہیں دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"آپ خوش ہیں؟" نورالہدی نے آنکھیں بند کر کے ہوا میں پھیلی تازگی کو سانس کے ساتھ اپنے اندر اتارتے ہوئے کہا۔

"بہت۔"

"تو سمجھیں میں بھی خوش ہوں۔" وہ قصداً مسکرائی۔ نورالھدی نے اس کی طرف دیکھا اور پاس چلے آئے۔

"میں جانتا ہوں تمہیں احساس بھی نہیں ہوگا کہ میں پہلی ہی نظر میں اپنا ہر احساس تمہارے نام کر چکا ہوں۔" ملیحہ کیلئے یہ سچ مچ انکشاف تھا مگر اس کے اعصاب پہلے ہی اس کا قدر ٹوٹ چکے تھے کہ وہ حیران بھی نہ ہو سکی۔ بس انہیں دیکھ کر رہ گئی۔

"ہاں میلحہ! یہ میری زندگی کا سب سے بڑا سچ ہے کہ میرا دل جب بھی دھڑکتا ہے تو شدت کے ساتھ یہ احساس ہوتا ہے کہ مجھے تم سے محبت ہے اور یہ محبت مجھے زندگی کی طرح عزیز ہے لیکن ایک چیز ہے جو مجھے اپنی زندگی سے اور اپنی محبت سے بھی زیادہ عزیز ہے۔ جانتی ہوں وہ چیز کیا ہے؟" انہوں نے پوچھا ملیحہ اب بھی خاموش کھڑی بس نہیں دیکھتی ہی رہی۔

"تمہاری مسکراہٹ۔ اس دن یاد ہے جب میں اور بابا جان وہاں لان میں بیٹھے تھے" انہوں نے دور لان چیئرز کی طرف اشارہ کیا، جن کی سفیدی اندھیرے میں

چمک رہی تھی۔ ملیحہ نے یوں ہی سر گھما کر دیکھا وہ کہہ رہے تھے۔

"انہوں نے مجھ سے پوچھا ملیحہ سے شادی کرو گے؟ تو میں نے ان سے کہا تھا۔ I love her۔ لیکن میں ملیحہ سے شادی صرف اس صورت میں کروں گا اگر ملیحہ کو اعتراض نہ ہو۔" ملیحہ کو کچھ دن پہلے کا وہ منظر یاد آ گیا اور نور الہدی کا جملہ بھی۔

"میں ملیحہ کی خوشی کی خاطر اپنا دکھ بھی سہہ سکتا ہوں۔"

وہ غائب دماغ کھڑی تھی کہ اچانک ہی نور الہدی نے اس کا ہاتھ تھام لیا۔ ملیحہ نے ان کی طرف دیکھا وہ اس کے بائیں ہاتھ کو تھام کر اس کی انگلی میں پڑھی انگوٹھی کے ڈائمنڈ کو انگوٹھے سے ذرا چھو کر بول رہے تھے۔

"اس سے کچھ فرق نہیں پڑتا۔ مگر تم میرے ساتھ اپنی زندگی گزارنے والی ہو اور اس سے بہت فرق پڑتا ہے۔ اگر تمہارا ذہن مجھے اس رشتے کے ساتھ قبول کر سکے تو ٹھیک ہے اور اگر نہ کر سکے تو زبردستی نہیں ہے۔" وہ بولتے ہوئے ایک پل کو چپ سے ہو گئے پھر اس کا ہاتھ چھوڑ کر بولے۔ "تم جب چاہو میرا ساتھ چھوڑ کر جا سکتی

ہوں۔"

"مجھے کہیں نہیں جانا ہادی بھائی!" فوراً ہی اس کی زبان سے نکلا تھا اور فوراً ہی اسے اپنی غلطی کا احساس بھی ہو گیا اور سنبھل کر بولی۔" رشتے جب بنائے جاتے ہیں نورالہدی! تو انہیں نبھایا کرتے ہیں توڑا نہیں کرتے۔" نورالہدی کو ایک دم ہی اپنا آپ ہلکا پھلکا لگنے لگا۔

"اس کا مطلب ہے کہ مجھے اس پل کا انتظار کرنے کی اجازت ہے جب تم ایک نئے رشتے سے میری زندگی میں قدم رکھو گی۔" ان کی نگاہوں سے جھلکتی وارفتگی ملیحہ سہہ نہیں پائی اور اچانک ہی مڑ کر اندر آئی اور سیڑھیاں چڑھتی اپنے کمرے میں آ گئی۔ نورالہدی اس انداز کو اس کی ادا سمجھ کر مسکرانے لگے تھے۔

سائنس کہتی ہے کائنات میں موجود ہر شے کی بنیادی اکائی ہے ہمارے جسم کو ہی دیکھ لیا جائے لاکھوں کروڑوں خلیوں سے بنا ہمارا جسم ایک خلیے سے شروع ہوتا ہے۔ مادے کی شروعات ایٹم سے ہوتی ہے یہاں تک کہ اربوں کھربوں میل پر

پھیلی اس کائنات کو اگر ریورس پروسس میں ڈالا جائے تو یہ کائنات محض ایک نقطے میں سمٹ جائے گی۔ محض سائنس کے اس نظریہ پر کوئی اعتراض نہیں مگر میری زندگی میں یہ قانون کمزور پڑنے لگتا ہے کیونکہ میری زندگی کی بنیادی اکائی نہیں ہے بلکہ ایک تکون ہے ایک ایسی تکون جس کے ہر زاویے کی پیمائش ساٹھ ڈگری ہے یعنی ہر زاویے کی پیمائش برابر ہے اور کسی بھی طرح ان تینوں زاویوں میں امتیاز نہیں کیا جاسکتا۔اس تکون کے ایک سرے پر باباجان کھڑے ہیں باباجان کا اور میرا رشتہ شیشے اور پتھر کا رہا ہے۔شیشہ اپنی جگہ پر قائم رہے اس لیے پتھر سے فاصلہ ضروری ہے اسی لیے میں نے ان کے پاس جانے سے ہمیشہ گھبراتی رہی کہ کہیں چوٹ نہ کھا بیٹھوں۔میرا ڈر کیسا سوچا تھا۔

تکون کے دوسرے سرے پر نور الہدی ہے۔ہادی بھائی نے میری زندگی کے ہر خلا کو بھر دیا۔بنا مانگے انہوں نے مجھے وہ سب کچھ دے دیا جو مجھے کبھی کسی سے نہیں ملا تھا۔انہوں نے مجھے چاہا بھی تو اپنے لیے نہیں بلکہ میرے لئے۔ایک دم خالص اور

بے غرض محبت۔اور بدلے میں بھی کبھی کچھ نہیں مانگا۔لیکن اگر وہ نہیں مانگیں گے تو کیا میں دوں گی نہیں؟۔۔۔۔تکون کے تیسرے سرے میں کھڑا شخص وجدان مصطفی ہے۔وجدان مصطفی میری ذات کا آئینہ میرے یقین کا چہرہ۔مگر آج اس چہرے کے نقوش دھندلا رہے ہیں اب سوال پانے اور کھونے کا نہیں اب سوال میرے اعتبار کا ہے۔بابا جان نورالہدی اور وجدان کے تین کونوں پر کھڑے تین لوگ وہ تین لوگ جنہیں میں نے ٹوٹ کر چاہا اور ان میں سے کوئی ایک بھی اگر میری زندگی کے منظر نامے سے ہٹا تو یہ آدھی ادھوری زندگی کو جینا مشکل ہو جائے گا۔مگر میں یہ بھی جان چکی ہوں کہ یہ تینوں کبھی ایک ساتھ کھڑے نہیں ہو سکتے۔بابا جان، نورالہدی، اور وجدان وہ تین لوگ جنہیں میں نے اپنی زندگی میں سب سے زیادہ محبت کی اور میری زندگی کی سب سے کٹھن موڑ پر وہ تینوں ہی مجھے اکیلا چھوڑ گئے۔مجھے کسی کے ساتھ کی ضرورت ہے۔مارا ساتھ کون دے گا؟"

دروازے پر دستک ہوئی تھی۔ملیحہ ڈائری لکھنا چھوڑ کر آواز لگائی۔

"دروازہ کھلا ہے۔آجاؤ۔"

اس آواز کے ساتھ بہادر کمرے میں آیا تھا۔

"کہو کیا بات ہے؟؟ملیحہ نے پوچھا۔

"بی بی صاب!آپ کے لیے فون آیا ہے۔"ملیحہ کی نگاہوں میں زمان و مکان گھوم گئے تھے۔

****

یہاں تک پہنچ کر ڈائری خاموش ہو گئی تھی.تانیا نے فوراًاگلا پیج پلٹ کر دیکھااور پھر باقی کے سارے ورک پلٹ کر دیکھ لیے.ہر ورک سادہ تھا.

تانیا نے کھڑکی سے باہر آسمان کو دیکھا،جس پر روشنی دھیرے دھیرے بکھرتی جا رہی تھی.پوری رات ڈائری پڑھنے سے اب اسکی آنکھیں بری طرح دکھ رہی تھیں.وہ آنکھیں بند کر کے سیدھی لیٹ گئی.پچھلی رات انکشاف کی رات تھی.وہ گہرے سانس لیتی خود کو اُس اعصاب شکن کیفیت سے آزاد کرانے کی کوشش

کر رہی تھی. داستان اک عجیب موڑ پر آ کر رک گئ تھی. تانیا سوچنے لگی، آگے کیا ہوا ھو گا؟

"اس رات وہ فون کس کا تھا؟... کیا وجدان کا؟.... اس نے کیا کہا ھو گا؟ اور اگر رات کو آنے والا فون وجدان کا تھا تو جب دن بھر ملیحہ اسے ڈھونڈ ھتی رہی تو وہ کیوں نہیں ملا؟ وہ اس دن لائبریری کیوں نہیں آیا تھا؟ اور فون پر کہیں اس نے یہ تو نہیں کہہ دیا ھو گا کہ میں تم سے شادی نہیں کر سکتا. اللہ حافظ، وغیرہ وغیرہ؟... نہیں." اس نے فوراً ہی اپنے قیاس کو رد کر دیا.

" اگر ایسا ہوتا تو ملیحہ، پاپا سے شادی کر لیتی اور پاپا سے شادی کے بعد تو اسے قصر فاروقی میں ہی ھونا چاہیے تھا. مگر وہ تو کہیں نہیں ہے. کوئی اسکا نام تک لینا گوارہ نہیں کرتا. تو کیا وجدان نے فون پر اپنے نا آنے کی وجہ بتا کر معذرت کر لی تھی اور اسکے بعد ملیحہ نے دادا جان کے سامنے شادی سے انکار کر دیا ھو گا؟.... مگر دادا جان تو فاصلہ واپس نہیں لینے والے تھے. تو پھر یہ ھو سکتا ہے کہ ملیحہ نے انکی مرضی کے

بغیر وجدان سے شادی کرلی ہو. لیکن ایسا ھونا بھی مشکل ہے. ملیحہ نے کہا تھا وہ اپنے باباجان کو چھوڑ کر کہیں نہیں جائے گی. "اپنے دوسرے قیاس کو بھی رد کرتے ہوئے اس نے سوچا اور زچ بھی ہو گئی.

"لیکن اگر یہ نہیں ہوا تھا، وہ نہیں ہوا تھا تو آخر ہوا کیا تھا؟.... ملیحہ اچانک ہی کہاں گم ہو گئی؟ اس نے آخر کیا کیا تھا جو اسکا ذکر خود اسکے ہی گھر میں بین ہو گیا اور برسوں گزر جانے کے بعد بھی نا تو اس نے کبھی قصر فاروقی میں قدم رکھا اور نا کبھی کسی کی زبان پر اسکا نام ہی آیا... اور... پاپا اور داداجان کے درمیان موجود خلش کی شروعات کب اور کہاں سے شروع ہوئی؟ مگنی کی رات تک تو سب ٹھیک تھا. پھر کیوں پاپا، داداجان سے متنفر ہو گئے؟" وہ الجھتی ہوئی اٹھ بیٹھی.

"کیا مشکل ہے؟... میں نے تو سوچا تھا، ملیحہ کی ڈائری قصر فاروقی کے رازوں پر سے پردہ اٹھا دے گی. پر اس نے تو اور بھی کئی معموں کو جنم دے دیا ہے. کتنی عجیب سی بات ہے، پاپا جو ماما سے اتنی محبت کرتے ہیں، ماما سے پہلے کسی اور کو چاہ چکے ہیں. مگر

پاپا کی محبت تو مکمل ہونے جا رہی تھی، ادھوری کیسے رہ گئی؟... کہانی کی ہر کڑی بیچ سے غائب ہو گئی ہے اور ایسا کوئی نہیں جو بتا سکے کے حقیقت میں کیا ہوا تھا؟"اس نے گہرا سانس کھینچتے ہوئے خود کو ریلکس کیا اور اک نئے رخ پر سوچنے لگی.

"اِس کہانی کے چار ہی بنیادی کردار ہیں، جو کہ سچ پر سے پردہ اٹھا سکتے ہیں. مگر یہ دو کردار تو زبان بندی کے عہد پر کار فرما ہیں. تیسرا کردار منظر سے ہی غائب ہے اور چوتھا کردار... اوں."اچانک ہی کوئی خیال آیا تھا."وجدان مصطفی. یہ شخص میرے لیے یقیناََ اجنبی ہے. مگر یہ نام نہیں. جسٹس وجدان مصطفی. یہ محض میرا اندازہ ہے، مگر تصدیق تو کرنی پڑے گی. اے-ایس-پی شایان مصطفی! میں نے سوچا تھا، تم سے دوبارہ کبھی نہیں ملوں گی. لیکن اگر مجھے وجدان مصطفی سے ملنا ہے تو تم سے اک آخری ملاقات ناگزیر ہو گئی ہے."اس نے دِل میں کہا.

دادا جان شام کو آنے والے تھے لیکن تانیا رسک نہیں لینا چاہتی تھی. وہ ڈائری اٹھا کر دادا جان کے کمرے میں آگئی اور احتیاط سے ڈائری واپس اسی جگہ رکھ دی جہاں

www.novelsclubb.com

سے کل اس نے اٹھائی تھی. اسکے بعد وہ اپنے کمرے میں آئی. وہ آفس جانے کی تیاری کرنے لگی. اس نے محسوس کیا تھا، آج کل پاپا اس پر کچھ زیادہ ہی نظر رکھے ہوئے تھے. انہوں نے تانیا سے تو کچھ نہیں کہا تھا، مگر انکی نظریں اب ہر وقت تانیا کو کوجتی رہتی تھیں اور تانیا نہیں چاہتی تھی کہ اسکی طرف سے کچھ ایسا ہو کہ وہ چونک جائیں. آدھے گھنٹے میں تیار ہو کر وہ ڈائننگ ٹیبل پر چلی آئی.

"گڈ مارننگ ماما!.... گڈ مارننگ پاپا!" روز کی طرح ہی آج بھی ڈوپٹہ اور فائلز اس نے بازو میں دبوچے ہوئے تھے. بیگ سمیٹ باقی سب کچھ ساتھ والی چیئر پر ڈھیر کرتے ہوئے اس نے ہاتھ میں پکڑا موبائل بھی یونہی کرسی پر ڈال دیا. نظر کا چشمہ پھسل کر ناک کی نوک پر اٹکا تھا جسے نورالہدی نے ہاتھ مار کر سہی کرتے ہوئے جواباً اسے گڈ مارننگ کہا تھا. اور پھر اخبار کے صفحہ اُلٹنے لگے تھے. مریم نے کچن کی طرف آواز لگائی.

"بہادر! تانیا کے لیے ناشتہ لے آؤ."

تانیا ناشتہ کر رہی تھی کہ نور الھدی نے اخبار سائیڈ میں ڈالتے ہوئے مریم سے جوس کے لیے کہا.

"پاپا! ویسے آپکی یہ عادت کافی الگ سی ہے."تانیا چور نظروں سے انہیں دیکھ رہی تھی.

"کونسی عادت؟"وہ سمجھے نہیں.

"یہی، لوگ چائے کے ساتھ اخبار پڑھنا پسند کرتے ہیں اور آپ اخبار پڑھ کر جوس پیتے ہیں."

"یہ عادت میری نہیں، کسی اور کی تھی."ان کے منہ سے یہ اعتراف سن کر تانیا کو واقعی حیرت ہوئی تھی. اسے اندازہ نہیں تھا کہ نور الھدی اتنے آرام سے یہ بات کہہ دینگے. جبکہ اِس اعتراف کے پیچھے اک پردہ نشین کا نام چھپا تھا.

"آپ نے کیوں اپنالی؟... یہ عادت کس کی تھی؟"اس نے جان بوجھ کر نہیں پوچھا کہ جواب آنے کی توقع نہیں تھی. نور الھدی نے اسکی طرف دیکھے بغیر کہا.

"کچھ لوگ ہوتے ہیں، جن کی ہر بات اپنا لینے کو دِل کرتا ہے. یہاں تک کے عادتیں بھی."

"پاپا! آپ نے کبھی اسموکنگ کی ہے؟" کچھ دیر بعد اس نے پوچھا. اِس بار انہوں نے کچھ چونک کر اسکو دیکھا. تانیا تھوڑا سا ہڑبڑائی. اپنے اوپر غصہ بھی آیا. مگر اب تو سوال کر چکی تھی.

"تم یہ سوال کیوں پوچھ رہی ہو؟"

"ایسے ہی." اس نے سَرسری سے اندازِ میں کہا. "ہم عادتوں پر بات کر رہے ہیں اور اکثر مردوں کو اسموکنگ کی عادت ہوتی ہے. بس اسی لیے پوچھ رہی ہوں."

"لیکن نورالہدی کو کبھی بھی سگریٹ پینے کی عادت نہیں رہی." مریم نے کہا تو نورالہدی بولے.

"نہیں مریم! میں اسموکنگ کیا کرتا تھا."

"تم اسموکنگ کرتے تھے؟" وہ حیران ہوئی. "لیکن میں نے تو کبھی تمہارے ہاتھ

میں سگریٹ نہیں دیکھی۔"

"شادی سے کافی عرصہ پہلے چھوڑ دی تھی۔ ورنہ لندن میں رہتے ہوئے اور پھر پاکستان آنے کے بعد بھی میں کچھ عرصے تک چین اسموکر ہوا کرتا تھا۔"

"اس کا مطلب ہے، تم شادی سے پہلے کافی الگ تھے اور شادی کے بعد بہت سی عادتیں بدل لیں۔" وہ دونوں آپس میں بات کر رہے تھے۔

تانیا ناشتہ کر چکی تھی۔ ہاتھ صاف کرتے ہوئے اسکی نظر ٹیبل پر نور الہدی کے سامنے رکھے ان کے والٹ پر پڑی۔ وہ ڈائری میں لکھی ہر بات کی تصدیق کر لینا چاہتی تھی۔ اس نے ہاتھ بڑھا کر والٹ اٹھالیا اور پھر بڑے سرسری سے اندازِ میں نور الہدی کا شناختی کارڈ دیکھنے لگی۔

نام، نور الہدی فاروقی.... والد کا نام، مظہر فاروقی۔

"اتنے سامنے کی بات نا جانے میں نے پہلے کبھی کیوں نوٹ نہیں کی۔" اس نے سوچا اور کارڈ واپس والٹ میں ڈال کر والٹ ٹیبل پر رکھ دیا اور نارمل سے اندازِ میں

چائے پینے لگی.

نورالہدی اسکی حرکت کو نوٹ کر چکے تھے مگر مطلب اخذ نہیں کر سکے.اِس لیے کچھ پوچھا بھی نہیں. وہ اپنا جوس ختم کر چکے تھے. ٹیبل سے چیزیں اٹھا کر جانے لگے تو تانیا بولی.

"پاپا! آج میں آپکے ساتھ جاؤں گی. میری گاڑی میں کام نکل آیا ہے. آج ڈرائیور مکینک کے پاس لے جائے گا."

"مگر میں پہلے فیکٹری جاؤنگا."

"مجھے آفس چھوڑ کر چلے جائیں گا نا پلیز..!"وہ ہنس کر بولے.

"ٹھیک ہے. چلو پھِر."

"آپ گاڑی میں چل کر بیٹھیں. میں بس دو منٹ میں آتی ہوں."وہ بول کر جلدی جلدی چائے پینے لگی.

"باپ کو ڈرائیور بنا دو."نورالہدی نے اسکے سَر پر دھپ لگائی اور جانے لگے۔

"سنو، شام میں جلدی گھر آجانا." مریم نے یاد آنے پر پُکار کر کہا. نورالہدی مسکراتے ہوئے پلٹے اور کرسی پر کونی ٹکا کر جھکتے ہوئے انہیں گہری نظروں سے دیکھتے ہوئے ذو معنی اندازِ میں بولے.

"کیا بات ہے؟ آج بڑے عرصے بَعد شام میں جلدی گھر آنے کی فرمائش کی ہے."

تانیا کو ان کے اندازِ پر ہنسی آگئی. اس نے فوراً چائے کا کپ منہ سے دور کیا. مریم کو نورالہدای کی آنکھوں سے زیادہ تانیا کی ہنسی نے بلش کیا تھا.

"بچوں کا تو خیال کر لیا کرو." وہ آنکھیں نکال کر بولیں.

"بچے اب بڑے ہو چکے ہیں." ان پر کچھ اثر نہیں ہوا. مریم زچ ہو کر بولیں.

"اسی لیے تو کہہ رہی ہوں."

"اچھا تو یہ بات ہے." وہ جیسے اصل مسئلے کو سمجھ گئے تھے. انہوں نے گاڑی کی چابی تانیا کو پکڑوا کر کہا.

"کپ چھوڑو. چائے آفس میں پی لینا اور اب تم جا کر گاڑی میں بیٹھو. میں دو منٹ

میں آتا ہوں."

"نورالہدی! میں تمھارا کیا کروں؟" بے اختیار مریم کی زبان سے نکلا اور ہونٹ دبا کر ہنسی روکتی ہوئی تانیا چابی پکڑ کر کپ رکھتی اپنا ساز و سامان اٹھا کر باہر بھاگ گئی. دو منٹ بعد جب نورالہدی، کار کی ڈرائیونگ سیٹ پر آکر بیٹھے تو انکی مسکراہٹ دیکھ کر تانیا بھی مسکرانے لگی. نورالہدی نے اسے مسکراتے دیکھا تو ذرا رعب سے بولے.

"تم ہنس کیوں رہی ہو؟"

وہ بھی انکی بیٹی تھی. جھجکے بغیر بولی. "پاپا! آپ نے کبھی نوٹ کیا، ماما شرماتے ہوئے بہت خوبصورت لگتی ہیں." اسے مرعوب نا ہوتے دیکھ کر نورالہدی نے بھی رعب ڈالنے کا پروگرام ملتوی کر دیا اور ہنس کر بولے.

"ہاں. مگر وہ شرماتی بہت کم ہے." خاص طور پر کل رات ڈائری پڑھ لینے کے بعد تانیا کو نورالہدی کی مریم سے محبت کو دیکھ کر مطمئن بلکہ خوش ھونا چاہیے تھا. مگر نا

www.novelsclubb.com

جانے کیوں گاڑی اسٹارٹ کرتے نورالھدی کے چہرے پر مدھم سی مسکراہٹ دیکھ کر وہ اچانک ارزادہ سی ہوگئی تھی.

"کیا پاپا کو ملیحہ ذرا بھی یاد نہیں؟" اس نے دکھ سے سوچا.

شام کو اسکی واپسی ہوئی تو خلاف معمول نورالھدی بھی اسکے ساتھ تھے. ان دونوں کے پہنچنے سے پہلے اظہر فاروقی واپس آچکے تھے اور اب فریش ہو کر لاونج میں سب کے ساتھ بیٹھے تھے. ان سے مل کر تانیا اپنے کمرے میں آگئی. پھر فریش ہو کر چینج کرنے کے بعد لاونج میں آئی تو نورالھدی بھی چینج کر کے وہاں آبیٹھے تھے.

اور اب وہ، مریم اور بابا جان تانیا کی شادی کا ٹاپک لے کر بیٹھے تھے. تانیا کسی رد اعمال کے بغیر چُپ چاپ داداجان کے برابر صوفے پر بیٹھ گئی. اسکے دونوں بھائی بھی وہاں تھے. مگر ظاہر ہے، اس ٹاپک میں ان کے بولنے کی گنجائش کہاں تھی. وہ دونوں آرام سے الگ تھلگ بیٹھے اک دوسرے کے کان میں سرگوشیاں کر رہے تھے.

"تم دونوں نے انصر کے ماں باپ سے کوئی بات کی؟" باباجان پوچھ رہے تھے.

نورالہدی نے جواب دیا. "نہیں.. مگر شاید وہ اور انتظار نہیں کرنا چاھتے. آج تیمور میرے آفس آیا تھا اور ہم سب کو اپنے گھر ڈنر پر بلایا ہے."

"کل شام عُروسہ آئی تھی. اس نے مجھ سے بھی ڈنر کے لیے کہا تھا۔ صبح میں تم سے یہی کہنے والی تھی. لیکن تم تو..." مریم نے بات ادھوری چھوڑ دی. نورالہدی یاد کر کے مسکرائے. پھر سنجیدہ ہو کر بولے.

"ڈنر کے لیے انکار نہیں کیا جاسکتا اور وہ لوگ شادی کی بات بھی ضرور کرینگے."

"بالکل!" مریم نے کہا. "اب آپ دونوں طے کریں کہ اس بات کا جواب کیا دیا جائے؟"

نورالہدی سے پہلے ہی باباجان ٹوک کر بولے. "ہم دونوں یہ بات کیسے طے کر سکتی ہیں؟ یہ تو تانیا فیصلہ کرے گی کہ اسے انصر سے شادی کرنی بھی ہے یا نہیں."

تانیا نے چونک کر انکی طرف دیکھا. اسے باباجان کے الفاظ پر کبھی بھی حیرت نہیں

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

ہوتی اگر وہ ملیحہ کی ڈائری نا پڑھ چکی ہوتی. مگر اب وہ حیرت سے انہیں دیکھ رہی تھی.

"بولو تانیا! تم کیا چاہتی ہو؟" نورالہدی نے اس سے پوچھا.

"میں کیا چاہتی ہوں؟" وہ ان کے الفاظ پر کھو سی گئی. "بھلا میں کیا چاہ سکتی ہوں؟" اس نے آہستہ سے کہا.

"پھر بھی بیٹا! تم نے کچھ تو سوچا ہو گا." وہ اصرار کر رہے تھے.

تانیا چُپ سی ہو گئی. بابا جان نے بھی اسے چُپ دیکھ کر ٹوکا. "بولو تانیا!... جواب دو."

"اب وہ کیا جواب دے گی؟ آپ نے کیا سنا نہیں، خاموشی نیم رضامندی ہوتی ہے." مریم اسکی خاموشی کو اسکا اقرار سمجھ کر مطمئن سی ہو کر بولیں تو بابا جان کی روح تک کسی خیال سے کانپ گئی تھی.

"خاموشی صرف رضامندی نہیں ہوتی مریم! کبھی کبھی خاموشی جبر بھی ہوتی

ہے۔"اپنے ساتھ لگا کر تانیا کی پیشانی چومتے انہوں نے مزید کہا.

"تانیا جواب دے گی اور اپنی زندگی کا فیصلہ وہ اپنے الفاظ میں کرے گی. اسکی واضح رضامندی کے بغیر تم عُروسہ یا تیمور سے کوئی بات مت کرنا. بڑوں کے فیصلے، بچوں کی زندگی سے بڑے نہیں ہوتے." وہ قطعیت سے بولتے تانیا کے لیے ناقابل برداشت ہورہے تھے. تانیا نے ہمیشہ اپنے لیے انہیں پر شفقت پایا تھا. مگر اب وہ جانتی تھی کہ خود اپنی بیٹی کے لیے ان کے دِل میں کوئی نرمی نہیں تھی.

"آخر میں انکی لگتی بھی کیا ہوں؟" اس نے سوچا، "صرف بھتیجے کی بیٹی۔۔۔؟ اور میری خاموشی کا بھی کتنا خیال ہے. لیکن وہ جو انکی بیٹی تھی، ان کے پیروں پر سَر رکھ کر روتے ہوئے فریاد کرتی رہی اور انکا دِل نہیں پسیجا. کیا دوغلا معیار ہے۔"

کوفت زدہ اندازِ میں سوچتے ہوئے وہ ان سے الگ ہوکر دور ہو بیٹھی. اسے اک دم سے احساس ہوا کہ وہ ملیحہ کے حق پر قبضہ کر بیٹھی ہے. اس نے اپنے چہرے کے تاثرات تو قابو میں رکھے مگر آنکھوں سے ناگواری جھلک رہی تھی. کسی اور نے تو

اسکی بیزاری کو محسوس نہیں کیا تھا مگر نور الہدی نا صرف محسوس کر چکے تھے بلکہ حیران بھی تھے. تانیا کو تو بابا جان کے ساتھ بیٹھنا بھی دو بھر لگ رہا تھا. وہ اٹھی اور اپنے کمرے میں جانے لگی.

سیڑھیاں چڑھاتے ہوئے وہ رکی اور نور الہدی کو دیکھنے لگی.

آج اسے سمجھ آگیا تھا کہ کیوں بابا جان کی تانیا کے لیے محبت نور الہدی کے لیے نا قابل برداشت تھی.

"میں جان گئی ہوں پاپا! آپ ملیحہ کو نہیں بھولا سکے. آپ آج بھی اس سے محبت کرتے ہیں. آج بھی اسکی تکلیف آپکو بے چین کیے ہوئے ہے." صبح اس خیال نے اسے افسردہ کر دیا تھا کہ نور الہدی کو ملیحہ یاد نہیں اور اب اس تصور نے اسے بے چین کر دیا کہ نور الہدی، ملیحہ کو نہیں بھولے تھے.

"ادھوری محبت کی یاد کس قدر درد دیتی ہے، یہ مجھ سے بہتر کون جان سکتا ہے؟"

اس نے کرب سے سوچا تھا.

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

****

شایان اپنے فادر کی وجہ سے آج کل کراچی میں ہی تھا اور تانیہ اسے نظر انداز کر رہی تھی۔اسی لئے وہ دوبارہ وجدان مصطفی کی عیادت کے لیے ہسپتال نہیں گئی۔ لیکن وہ فائزہ سے ان کی خیریت دریافت کرتی رہتی تھی پھر فائزہ سے اسے پتہ چلا کہ وجدان گھر جا چکے ہیں۔انہیں میجر اٹیک ہوا تھا تانیہ نے سوچا وہ کچھ دن مزید ریسٹ کر لیں تو ان سے ملنے چلی جائے گی۔ان کے ہسپتال سے ڈسچارج ہونے کے دو ہفتے بعد شام میں تانیہ ان سے ملنے ان کے گھر جا پہنچی۔ڈائری میں جو ایڈریس وجدان کے گھر کا لکھا تھا وہ پی اے سی ایچ کالونی کے کسی بنگلے کا تھا جب کہ تانیہ اس وقت گلشن اقبال میں تھی۔پہلے تو تانیہ نے بھی ان دو الگ پتوں والی بات کو محسوس کیا تھا۔پھر اس میں سوچا ایک بار جا کر معلوم کر لینے میں کوئی حرج نہیں۔

گاڑی گیٹ کے باہر پارک کر کے اس نے سرمئی گیٹ والے بنگلے کی بیل بجادی۔

واچ مین نے چھوٹا دروازہ کھول کر باہر جھانک کر دیکھا اور پوچھا۔

"آپ کو کس سے ملنا ہے؟"

"میں شایان کی دوست ہوں۔ کیا وہ گھر پر ہیں."

"جی نہیں۔"

"گڈ" تانیہ نے دل میں کہا۔

"وجدان مصطفی تو ہوں گے؟"

"جی وہ تو ہیں۔"

"تو پھر ان سے جا کر کہو میں ان سے ملنا چاہتی ہوں۔"

وہ جی اچھا کہہ کر چلا گیا تو تانیہ سوچنے لگی۔ یہاں تک تو آگئی ہو لیکن یہ کیسے پہچانو گی کہ یہ وجدان مصطفی وہی وجدان مصطفی ہیں یا نہیں؟ خیر دیکھا جائے گا۔ اس نے سر جھٹک کر واچمین کو دیکھا جو اسے اندر آنے کو کہہ رہا تھا۔

تانیہ گیٹ سے اندر آئی اور پھر ملازم نما کسی لڑکے کی رہنمائی میں لان کے بیچ بنی روش پر چلتی گھر کے اندر پہنچ گئی۔ اسے ڈرائنگ روم میں بٹھانے کا تکلف نہیں کیا

گیا بلکہ ملازم اسے لاونج میں لے آیا۔لاؤنج میں قدم رکھتے ہی تانیہ کی نظر سامنے دیوار پر لگی پینٹنگ پر گئی وہ سیدھی اس پینٹنگ کی طرف آگئی۔

خشک زمین بنجر درخت کا آگ اگلتا سورج اور وہ درویش منشی۔خوشی سے بے قابو ہوتی تانیہ نے کیپشن پڑا۔"عشق آتش"۔

"یہ وہی پینٹنگ ہے۔۔۔اومیرے خدا!اس کا مطلب ہے میرا اندازہ ٹھیک تھا۔"

ملازم اسے چھوڑ کر جاچکا تھا لیکن وہ بچوں کی طرح خوش ہوتی لاونج کے صوفے پر آ بیٹھی لیکن اسے فوراً ہی اٹھ جانا پڑا۔پینٹنگ دیکھنے کے چکر میں اس نے اور کسی طرف دیکھا ہی نہیں تھا مگر اب اس کی نظر لاؤنج کی دیوار پر ہی لگی تصویر پر پڑی تھی۔وہ چونکتی ہوئی دیوار کے سامنے آ کھڑی ہوئی اس نے جیسے یقین کرنے کے لئے فریم کے شیشوں کو انگلیوں سے چھوا تھا۔"یہ سو فیصد ملیحہ فاروقی کی تصویر ہے۔"اس نے کہتے ہوئے غور سے اس تصویر کو دیکھا۔کالی ساڑھی میں ملبوس ایک ہاتھ کھلے بالوں میں الجھائے بے نیازی سے سامنے کی طرف دیکھ رہی تھی۔

"اوہ۔۔۔تو وجدان مصطفی نے آخر آپ سے وہ سب کروا ہی لیا جو آپ کبھی کرنا نہیں چاہتی تھیں۔"اس نے دل میں کہا۔

"السلام علیکم!"بھاری مگر پرکشش مردانہ آواز پر تانیہ نے گھوم کر دیکھا۔

اچھی خاصی ڈسٹرکٹ پرسنالٹی تھی سیاہ بالوں میں سفیدی نے گھل کر ان کا رنگ سرمئی کر دیا تھا۔سیاہ آنکھوں کی چمک جس نے کبھی ملیحہ کی آنکھوں کو خیرہ کیا تھا اب بجھ چکی تھیں۔

مگر ان کی کشش تانیہ نے اتنے فاصلے کے باوجود محسوس کی تھی۔ہلکے آسمانی رنگ کے آرام دہ شلوار قمیض میں ان کے دراز سراپے کی وجاہت کم تو ہوئی تھی۔لیکن ابھی تک ڈھلی نہیں تھی۔

ملیحہ نے اگر ان کی خاطر سب کچھ تیاگ دیا تھا تو اس کی کوئی غلطی نہیں۔یہ آج بھی اس قابل ہے کہ ان کی خاطر تخت و تاج چھوڑ دیا جائے۔تو جوانی میں تو عالم ہی کچھ اور ہو گا۔وہ انہیں دیکھ کر سوچ رہی تھی۔

www.novelsclubb.com

وجدان اس کی محویت کو محسوس کر کے ہلکا سا مسکرائے اور کہا۔

"بیٹا اگر تمہارا تھیسیس مکمل ہو چکا ہو تو بیٹھ جاؤ۔"

آواز واقع پر کشش ہے۔وہ وجدان کی بات پر شرمندہ ہوتے ہوئے بھی سوچنے سے باز نہیں آئی۔

وہ صوفے پر بیٹھ چکی تو وجدان بھی ان کے اس کے مقابل بیٹھ گئے۔

"سوری انکل!"اس نے بات شروع کرتے ہوئے کہنا شروع کیا۔"اصل میں، میں حیران ہو رہی تھی کہ اپ میں اور شایان میں ذرا بھی مماثلت نہیں ہے حالانکہ اس کے بالوں اور آنکھوں کا رنگ بھی آپ کی ہی طرح بلیک ہے مگر وہ آپ سے کافی الگ دکھتا ہے۔"

وہ مسکرائے اور پوچھا۔"کیا نام ہے تمہارا؟"

"تانیہ۔"اس نے جان بوجھ کر اپنے نام کا دوسرا حصہ نہیں بتایا۔

"تانیہ بیٹے چہروں میں شباہت تلاش کرنا تو بس نظروں کا ہی ایک مشغلہ ہے دیکھو

تم میں تو کسی کی شباہت نہیں۔ پھر بھی تمہیں دیکھ کر کوئی یاد آ گیا تھا۔"

"ملیحہ فاروقی؟" اس کا انداز جتاتا ہوا تھا وجدان بھی محسوس کیے بنا نہ رہ سکے۔

"کیا کہا؟"

"ملیحہ فاروقی؟" اس بار اس کا انداز نارمل ہی تھا "یہ ملیحہ فاروقی ہے نا۔" اس نے تصویر کی طرف اشارہ کر کے کہا۔ "شایان کے مدر اور آپکی مسز۔"

"ہاں۔ یہ ملیحہ ہی ہیں۔" انہوں نے آہستہ آواز میں کہا۔ "مگر تم نے کیسے پہچانا؟"

"میں نے شایان کے پاس ان کی تصویر دیکھی تھی۔" اطمینان سے جھوٹ بول رہی تھی۔

www.novelsclubb.com

"تم شایان سے ملنے آئی ہو گی؟"

"ایکچولی تو میں آپ سے ہی ملنے آئی تھی۔ سوچا آپ کی طبیعت کے ساتھ آپ کے دل کا حال بھی معلوم کر لوں۔"

"دل کا حال کیا بتاؤں زمانے بیت گئے۔ اب تو یہ خبر بھی نہیں ہوتی کہ سینے میں دل

ہے یا نہیں۔" وہ بہت لائٹ سے انداز میں بات کر رہے تھے مگر تانیہ کو ان کے ہر انداز میں غیر معمولی پن محسوس ہو رہا تھا۔ان کی شخصیت میں ایک ٹھہراؤ سا تھا۔ بالکل ایسے جیسے طوفان گزر جانے کے بعد ساحل بہت خاموش بہت شانت لگنے لگتا ہے۔

ملازم ٹی ٹرولی لے کر اندر آیا تھا. وجدان نے ٹرولی اپنے سامنے رکوا کر ملازم کو جانے کا اشارہ کیا اور خود چائے بنانے کے لیے کپ سیدھے کرنے لگے.

"چائے میں بناؤں گی انکل!" تانیا نے کہا اور اٹھ کر ان کے پاس سنگل صوفے پر بیٹھ کر چائے بنانے لگی. وجدان خاموشی سے اسے دیکھنے لگے. چائے بنا کر اس نے اک کپ ان کو تھمایا اور دوسرا اپنے ہاتھ میں لے کر صوفے پر پیچھے ہو کر بیٹھی گھونٹ بھر کر بولی.

"آنٹی بھی کیا شایان کے ساتھ گئی ہیں؟... مجھے آئے کافی دیر ہو چکی ہے مگر وہ نظر نہیں آ رہیں؟"

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

"شایان نے تمہیں بتایا نہیں؟"تانیا نے حیران ہوتے کہا.

"کیا نہیں بتایا؟" وجدان اک پل کو رکے، پھِر اسے دیکھ کر بولے.

"ملیحہ کا انتقال ہو چکا ہے."

"کیا.....؟"اک دم اسکے منہ سے نکلا تھا. حیرت کے شدید جھٹکے سے چائے کپ سے چھلک کر اس کے کپڑوں پر گر گئی. اس نے فوراً کپ سائیڈ پر رکھا اور کپڑے جھاڑنے لگی. وجدان نے کچھ ٹیشو پیپر نکال کر اسکی طرف بڑھائے.

"ان سے صاف کرلو."تانیا نے ٹیشو پیپر پکڑ تو لیے مگر کپڑے صاف کرنے کا اسے ہوش ہی نہیں رہا.

"یہ کیا ہو گیا؟.....وہ کیوں مر گئی؟...میں تو اُن سے ملنے کی خواہش میں یہاں تک آئی تھی. ایسا تو میں نے سوچا بھی نہیں تھا." وہ سکتے کے عالم میں تھی جیسے کسی بے حد عزیز ہستی کی موت کی خبر ملی ہو. تانیا کو خود بھی یہ محسوس کر کے حیرت ہوئی کہ اسے اِس خبر پر صدمہ ہوا تھا. اُس نے اپنا نچلا ہونٹ دبائے رکھا تھا ورنہ

www.novelsclubb.com

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

شاید وہ رُو ہی پڑتی. اسے خود بھی نہیں پتہ تھا کہ ملیحہ اسکے اتنے قریب آچکی تھی.

اسکا دھواں دھواں سا چہرہ دیکھ کر وجدان فکر مند سے ہو گئے تھے.

"کنٹرول یور سیلف بیٹا!" انہوں نے کہا اور اٹھ کر اسکے پاس آ گئے اور اسکے سَر پر

ہاتھ رکھ کر اسے ریلکس کرنے لگے. "مجھے اندازہ نہیں تھا، تم اتنی حساس ہو." وہ

نرمی سے اسکا سَر تھپک رہے تھے. تانیا نے بھی خود کو ریلکس کرنے کے لیے

گہرے گہرے سانس لیے پِھر وجدان کی کلائی پر ہاتھ رکھ کر بولی.

"بیٹھ جائیں انکل! میں اب ٹھیک ہوں. آپ پریشان نا ہوں." بیٹھنے کے بجائے

وجدان نے ٹیبل پر رکھے جگ سے گلاس میں پانی ڈال کر اسے دیا. تانیا نے گلاس تو

تھام لیا مگر ہونٹوں تک لے جانے کی زحمت نہیں کی. وجدان واپس اپنی جگہ پر بیٹھ

چکے تھے. تانیا نے انہیں دیکھا اور کہا.

"آئی ایم سوری انکل! میں نے آپکو پریشان کر دیا."

"پریشان تو کیا ہے تم نے. پر اِس میں سوری کہنے والی کیا بات ہے؟"

"بات تو ہے. انجانے میں ہی سہی، پر میں نے آپکو آپکا دکھ یاد دلا دیا."

"دکھ اور زندگی کا ساتھ بہت گہرا ہے تانیا! جتنا بھی بچ کر چلو، یہ سامنے آ ہی جاتے ہیں. بھلا انہیں کوئی بھول کیسے سکتا ہے؟" تانیا نے دیکھا وہ ہاتھ پھیلا کر جانے اپنے ہاتھوں کی لکیروں میں کیا ڈھونڈنے لگے تھے.

"انکل!" اس نے وجدان کو پکارا. وجدان نے اسکی طرف دیکھا. "ملیحہ آنٹی کی ڈیتھ کو کتنا عرصہ ہو چکا ہے؟"

"27 سال." اپنے ہاتھ کو سمیٹ کر مٹھی بناتے اپنے ماتھے پر ٹکا کر بولتے ہوئے وہ اک پل کو بیچین ہوئے تھے.

"27 سال گزر گئے." تانیا نے دِل میں کہا. پھر زبان سے بولی. "شایان تو اس وقت بہت چھوٹا ہو گا."

"ہوں." وہ اپنے آپ سے چونکے پھر اسکے لفظوں پر دھیان دے کر کہا. "شایان کی پیدائش اور ملیحہ کی وفات اک ہی دن ہوئی تھی." تانیا کو سچ مچ اپنے سامنے بیٹھے

شخص پر ترس آنے لگا تھا.

"انکل! اب میں چلتی ہوں." وہ اُٹھ کھڑی ہوئی. وہ آئی تو انکشاف سننے کے لیے تھی پر جو انکشاف سنا تھا، اس نے تانیا کے دِل و دماغ کو ہلا کر رکھ دیا تھا. وجدان نے سَر اٹھا کر اسے دیکھا پِھر اسے باہر تک چھوڑنے کے لیے اٹھ کھڑے ہوئے. وہ دونوں باہر نکلے ہی تھے کہ اک گاڑی پورچ میں آکر رکی اور شایان ڈرائیونگ سیٹ کا دروازہ کھول کر اترتا حیرت سے بولا.

"تانیا! تم کب آئیں؟"

"کافی دیر ہو گئی. مگر اب چلونگی. اللہ حافظ!" وہ کہیں روک نا لے، اِس خیال سے وہ جلدی سے بول کر تیزی سے چلتی گیٹ سے باہر آ گئی. اپنی کار اسٹارٹ کر کے کسی طرف دیکھے بغیر وہ سیدھی نکل گئی. شایان کار کا دروازہ کھولے ابھی تک گیٹ کی طرف ہی دیکھ رہا تھا. وجدان بہت غور سے اسکے چہرے کو دیکھ رہے تھے. پاس آکر شایان کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر انہوں نے اسے متوجہ کیا.

"کیا بات ہے برخوردار؟" شایان نے چونک کر انہیں دیکھا اور یونہی ہنس دیا، پِھر پوچھنے لگا.

"آپکو تانیا کیسی لگی؟"

"ہوں." وہ سوچنے لگے. "اچھی ہے. مگر کچھ جذباتی سی ہے. لیکن کیا فرق پڑتا ہے؟ کونسا میرا بیٹا جذباتیت میں کسی سے پیچھے ہے."

"ابو..!" ان کے ہنسنے پر جز بُز ہوتے ہوئے اس نے کار کا دروازہ بند کیا پِھر وجدان کے شانوں پر بازو پھیلائے اندر آ گیا. انہیں ان کے بیڈروم میں چھوڑ کر وہ چینج کرنے کے لیے اپنے روم میں جانے لگا تو وجدان نے اسے روکا. میرے پاس آ کر بیٹھو."

وہ نزدیک ہی کارپیٹ پر بیٹھ گیا اور سَر انکی گود میں رکھ دیا. کچھ دیر تک وجدان کچھ بولے بنا ہی اسکے بال سہلاتے رہے، پِھر اسے مخاطب کر کے کہا.

"شایان! مجھے واقعی لگتا ہے، تمہیں اب شادی کر لینی چاہیے."

"مجھے بھی ایسا ہی لگتا ہے۔"اس نے انکا چہرہ دیکھتے ہوئے کہا۔

"تو کوئی لڑکی بھی پسند کی ہے یا یہ کام مجھے ہی کرنا ہوگا؟"

"لڑکی تو پسند کی ہے ابو۔"

"اور وہ لڑکی کون ہے؟"بول کر وجدان اسکے منہ سے تانیا کا نام سننے کا انتظار کرنے لگے۔شایان انکا ہاتھ تھام کر بولا۔

"ابو! میں فائزہ سے شادی کرنا چاہتا ہوں۔"شایان نے کہا اور خاموشی سے کمرے سے باہر آگیا۔وجدان اسے جاتا ہوا دیکھنے لگے۔

www.novelsclubb.com

~~~~~~~~

سب گھر والے لان میں تھے۔تانیا نے کار پورچ میں کھڑی کی اور خود بھی اس طرف آگئی جہاں نور الہدی کے علاوہ سب موجود تھے۔وہ بیٹھ چکی تو مریم نے پوچھا۔"چائے منگواوں تمہارے لیے؟"

"رہنے دیں ماما! موڈ نہیں ہے۔"اس نے تھکے تھکے سے اندازِ میں منع کر دیا اور بابا
~~~~~~~~

جان کو دیکھنے لگی.

"کیا کروں؟... کیا دادا جان کو بتا دوں کہ جس بیٹی کو سزا دینے کے لیے برسوں سے اسکا نام انکی زبان پر نہیں آیا، وہ ہر چیز سے بے نیاز ہو چکی ہے. جسے محبت کرنے کے جرم میں گھر سے نکالا تھا، وہ ان کے دِل سے تو نا نکل پائی پر دنیا چھوڑ گئی. لیکن کیا واقعی یہ نہیں جانتے کے انکی بیٹی مر چکی ہے؟" اس نے سوچا۔

"ہاں یہ نہیں جانتے ہونگے. اگر جانتے تو ملیحہ کی سزا ختم ہو چکی ہوتی. قصر فاروقی میں اسکے نام کی فاتحہ پڑھی جاتی اور ملیحہ کی ڈائری کو سینے سے لگانے کے بجائے دادا جان، ملیحہ کی زندہ نشانی شایان کو سینے سے لگا لیتے. پر یہ کیسی آنا ہے کہ بیٹی کی ڈائری کو سینے سے لگا کر اسکی تصویر کو گھنٹوں دیکھتے ہوئے دِل ہی دِل میں اسے یاد تو کر سکتے ہیں مگر اسکی خبر نہیں لے سکتے. 27 سال میں اک بار پلٹ کر نہیں دیکھا کہ وہ زندہ ہے یا مر چکی. اور پاپا.. !" اسکے دِل میں ٹیس اٹھی.

"پاپا سے کیسے کہونگی کہ جسکی محبت کا بوجھ قرض کی طرح اٹھا رکھا ہے، وہ تو اپنا

فرض بھی نہیں نبھا سکی. وجدان کی خاطر سب کچھ چھوڑنے والی آخر اسے بھی چھوڑ گئی اور اپنے بیٹے کو بھی." اسکے دِل کی حالت عجیب ھورھی تھی. وہ چینج کرنے کا کہہ کر اٹھی اور اپنے کمرے میں آگئی.

~~~~~~~~~~

فائزہ ابھی آفس سے آئی تھی اور آتے ہی بیڈ پر ڈھیر ہو گئی. سستی سے لیٹی وہ سوچ رہی تھی کہ اٹھ کر چینج کرلے. پر تھکن ایسی تھی کہ اٹھنا مشکل لگ رہا تھا. تبھی ہورن کی آواز سنائی دی. فائزہ اِس ہورن کو پہچانتی تھی. وہ چھلانگ لگا کر بستر سے اٹھی اور کھڑکی سے نیچے پورچ میں جھانک کر دیکھا، پھِر زور سے چلائی.

"وجدان انکل." گاڑی سے اُترتے وجدان نے آواز کی سمت دیکھا تو فائزہ نے ہاتھ ہلایا اور پہلے سے بھی زیادہ اونچی آواز میں بولی.

"میں نیچے آرہی ہوں." پھِر چپل پہنے بغیر ہی بھاگتی باہر آگئی.

"کیا ہورھا ہے بھئی؟" وجدان اسکی تیز رفتاری پر بولے. وہ ان کے شانے سے لگ

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM
~~~~~~~~~~

گئی.

"اسپتال سے ڈسچارج ہونے کے بعد اپ پہلی بار گھر آئے ہیں. میں نے سوچا، سب سے پہلے میں آپکو ویلکم کروں. لیکن اپ خود ڈرائیو کر کے آئے ہیں؟ شایان کدھر ہے؟ اسے احساس نہیں ہے کہ ابھی آپکو ڈرائیونگ نہیں کرنی چاھیے." وہ لڑاکا عورتوں کی طرح دونوں ہاتھ کمر پر رکھ کر بول رہی تھی. وجدان اسکے اِس اسٹائل پر مسکرا کر کہنے لگے.

"شایان کی کوئی غلطی نہیں. وہ صبح سکھر جا چکا ہے."

"کیا؟" وہ صدمے سے چلائی." وہ بتائے بغیر چلا گیا؟... آ لینے دیں. ایسی خبر لونگی کہ یاد رکھے گا۔ سچ میں بہت مرونگی اور اپ بیچ میں نہیں بولینگے."

"بالکل نہیں بولونگا." وہ اسے دلچسپی سے دیکھ کر کہہ رہے تھے. "اندر چلیں؟"

"اوہو.." اس نے اپنے سَر پر ہاتھ مارا. "میں تو بھول ہی گئی. آیئے انکل! اندر اجائیں." وہ فائزہ کے ساتھ اندر آئے اور سیدھا اسکی نانی کے روم میں چلے آئے.

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

وجدان کو دیکھ کر بستر پر لیٹی بزرگ خاتون اٹھنے لگیں تو وجدان نے آگے بڑھ کر انہیں سہارا دیتے ہوئے تکیہ اونچا کر کے آرام سے بیٹھا دیا۔

"خالہ! اپ بہت کمزور ہو گئی ہیں۔ اپنا بالکل بھی خیال نہیں رکھتیں۔" وجدان خفا ہو رہے تھے۔ وہ کمزور سی آواز میں بولیں۔

"ہمارا کیا پوچھتے ہو بیٹا! ہماری تو اب عمر ہو چلی ہے۔ پر تم کیا اپنے دِل کو روگ لگا بیٹھے؟"

"روگ تو پرانا ہے خالہ! رنگ اب دیکھا رہا ہے اور عمر تو میری بھی ڈھل چکی ہے۔ اب اور کتنا جیون گا، 27 سال گزار لئے۔ اب اور جیا بھی نہیں جاتا۔" وجدان کی آنکھوں میں نمی جھلکی تھی جیسے پلکیں جھپک کر وجدان نے ہمیشہ کی طرح اپنے اندر اُتار لیا۔

"دِل جلانے کی باتیں نا کرو وجدان!" وہ دہل گئیں۔ "آج تک ملیحہ کا زخم تازہ ہے۔ گود کھلائی بچی کیسی بھری عمر میں قبر کی ہو گئی۔ ہم تو ہاتھ ملتے رہ گئے۔" انکی بوڑھی

آنکھیں جھلک پڑیں تو وجدان نے ان کے گرد بازو لپیٹ کر اپنے ساتھ سمیٹ لیا.

فائزہ کے پاپا، وجدان کے آنے کا سن کر کمرے میں آئے تھے. آگے کا منظر دیکھ کر دروازے میں ہی رک گئے. کونے میں چُپ چاپ کھڑی فائزہ نے انہیں دیکھا تو آہستہ سے بتایا.

"نانی اماں، ملیحہ آنٹی کو یاد کر کے رُو رہی ہیں."

انہوں نے ہونٹ بھینچ لیے اور وجدان کی طرف دیکھا جنہوں نے اسی پل نظریں اُٹھائی تھیں. ان آنکھوں میں قیامت کے آثار تھے. وجدان دھیرے سے اُٹھ کر باہر چلے گئے. فائزہ چلتی ہوئی بیڈ پر آ بیٹھی اور نانی کو چُپ کراتے ہوئے گھونٹ گھونٹ پانی ان کے حلق میں اتارنے لگی. اسکے پاپا اسکے برابر بیڈ پر بیٹھے اور نرمی سے اسکی نانی کو مخاطب کر کے بولے.

"وجدان کا تو خیال کر لیا کریں تائی جان! مہینہ بھر پہلے ہی تو اسے ہارٹ اٹیک ہوا ہے. پِھر ذرا سوچیے، ہمارا آج بھی یہ حال ہے تو اسکا کیا ھو گا؟ ملیحہ کا سب سے نازک

رشتہ اس سے تھا."

"اسی لیے تو وجدان کو دیکھ کر وہ اور بھی یاد آجاتی ہے. اتنی معصوم بچی کیسے کیسے عذابوں سے گزاری گئی."

اب وہ ان سے کیا کہتے. انکا ہاتھ تھپک کر وہ فائزہ سے بولے. "انہیں دوا دے کر سلا دو." اور خود اٹھ کر باہر آگئے. وجدان انہیں دالان میں ہی مل گئے تھے. ستوں سے کمر لگا کر کھڑے وہ خالی آنکھوں سے سامنے بیچھے تخت کو دیکھ رہے تھے. اپنے شانے پر کسی کا ہاتھ محسوس کر کے وہ چونکے اور مڑ کر دیکھتے ہی ان کے منہ سے نکلا.

"آؤ آفاق!.."پھر قصداً مسکرا کر بولے."خالہ ٹھیک ہیں."

"تم ٹھیک ہو؟"آفاق انکا چہرہ دیکھ کر بولے تو انہوں نے نظریں چرا کر آہستہ سے کہا.

"اب تو عادت سی ہو گئی ہے."پھر سَر جھٹک کر خود کو نارمل کرتے ہوئے کہا.

"آفاق یار! تم سے کچھ بات کرنی ہے."

"ہاں کہو."

"یہاں نہیں۔ کمرے میں چلتے ہیں اور تم سمیرہ بھابھی کو وہیں لے آؤ."

"ایسی کیا بات ہے؟"

"بتا دونگا. پہلے کمرے میں تو چلو." وجدان نے کہا تو آفاق انہیں اپنے روم میں لے آئے۔ آتے ہوئے سمیرہ کو بھی کمرے میں آنے کا کہہ دیا.

سمیرہ کمرے میں آئیں تو وہ دونوں صوفوں پر بیٹھے تھے. ان پر نظر ڈال کر وہ بھی وہیں آ کر آفاق کے ساتھ بیٹھ گئیں.

"ہاں اب بولو."آفاق، وجدان سے بولے. وجدان نے اک نظر ان کے چہروں کو دیکھا اور پِھر کہنے لگے.

"بات یوں تو بہت سیدھی سی ہے۔ شایان جوان ہو چکا ہے اور مجھے لگتا ہے، اب اسے شادی کر لینی چاہیے. ویسی عام طور پر ماؤں کو بیٹوں کے سَر پر سہرا سجانے کا شوق ہوتا ہے. پر شایان کی ماں تو ہے نہیں، اِس لیے یہ کام بھی مجھے ہی کرنا ھوگا."

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

"شکر ہے وجدان! تمہیں خیال تو آیا." سمیرہ ہنس کر بولیں. "تم بتاؤ کوئی لڑکی دیکھی ہے یا میں کچھ مدد کروں؟"

"اک لڑکی نظر میں تو ہے."

"کون ہے؟" سمیرہ کے پوچھنے پر وہ کچھ دیر بعد بولے.

"فائزہ." دونوں میاں بیوی نے فوراً اک دوسرے کی طرف دیکھا مگر فوری طور پر کچھ بول نہیں پائے.

"تم یہ مت سمجھنا آفاق! کہ میں تم سے فائزہ کا رشتہ مانگ رہا ہوں. میں بس تم سے مشورہ مانگ رہا ہوں کہ اتنی بڑی بات مجھے اپنی زبان پر لانی بھی چاہیے یا نہیں. وہ تو شایان نے ہی فائزہ کا نام لے لیا، ورنہ میں تو فائزہ کو اپنی بہو بنانے کے بارے میں کبھی سوچتا بھی نہیں۔"

آفاق حیرت کے ابتدائی جھٹکے سے سنبھل چکے تھے، انہیں دیکھ کر بولے۔

"کیوں وجدان! میری بیٹی میں کیا کوئی کمی ہے؟" وجدان کے ساتھ سمیرہ نے بھی

انہیں چونک کر دیکھا. اور بولے.

"میرا یہ مطلب نہیں تھا آفاق! فائزہ ہر لحاظ سے بہترین ہے. مگر شایان کو فائزہ کے حوالے سے قبول کرنا شاید تمہارے لیے مشکل ہو."

"شایان تمھارا اور ملیحہ کا بیٹا ہے، اِس حوالے کے بَعد انکار کی کوئی گنجائش نہیں بچتی. مگر فائزہ سے پوچھنا ھوگا. اگر اسے کوئی اعتراض نہیں ہوا تو مجھے بھی نہیں ھوگا۔"

وجدان نے کہا. "تم نے مجھے میرے بیٹے کے سامنے شرمندہ ہونے سے بچالیا ہے. بلکہ میری زندگی میں وہ کون سا مقام ہے، جہاں تم نے میرا ساتھ نہیں دیا. یاد نہیں آتا آفاق! میں نے وہ کون سی نیکی کی تھی جو اللہ نے مجھے تم جیسا دوست دیا ہے."

"میں نے کبھی تم پر کوئی احسان نہیں کیا. بس دوستی نبھائی ہے اور اب اک لفظ اور مت کہنا. "آفاق نے انہیں ڈپٹ کر کہا تو وہ ہلکا سا مسکرا دیئے.

فائزہ کو جب اِس پروپوزل کے بارے میں پتہ چلا اور ساتھ ہی سمیرہ نے یہ بھی بتایا

کہ شایان نے خود اس سے شادی کی خواہش ظاہر کی ہے تو وہ چُپ سی ہو گئی. ان کے پوچھنے پر اتنا ہی کہا.

"میں سوچ کر بتاونگی."

شایان کے لیے فائزہ کی خاموشی حیران کن تھی. جب سے وجدان نے اسے فون پر بتایا تھا کہ وہ آفاق اور سمیرہ سے رشتے کی بات کر چکے ہیں، اسے فائزہ کی طرف سے کسی دھماکے کا انتظار تھا. مگر وہاں بدستور خاموشی تھی. حالت کا جائزہ لینے کے لیے اس نے سمیرہ سے بھی فون پر بات کی تھی. پر انہوں نے پروپوزل کے بارے میں کوئی بات ہی نہیں کی اور برائے راست فائزہ سے بات کرنے کی اس سے ہمت ہی نہیں ہوئی. اسے پتہ تھا، وہ اس پر چڑھائی کر دے گی.

******

ڈی آئی جی آفس میں اسے میٹنگ کے لیے کال کیا گیا تھا. ڈیڑھ گھنٹے کی میٹنگ کے بعد وہ اپنے آفس میں آیا اور سیٹ پر بیٹھ کر اپنا موبائل آن کیا، جو اس نے میٹنگ

کے دوران بند کرر کھا تھا.

فائزہ کی طرف سے 14 مس کال الرٹ تھے. وہ اپنی سیٹ پر ریلکس ہو کر بیٹھا تھا، چونک کر سیدھا ہوتے دونوں کہنیاں ٹیبل پر ٹکاتے ہوئے وہ سوچنے لگا کہ آخر فائزہ نے اتنی بار اسے کال کرنے کی کوشش کیوں کی ہو گی.

پھر کچھ سمجھ میں نہیں آیا تو موبائل پر اسکا نمبر ڈائل کرنے لگا. پہلی ہی بیل پر اسکی کال ریسیو کرلی گئی تھی. شایان کے ہیلو بولنے سے پہلے ہی فائزہ کی تیز مگر روندھی ہوئی آواز فون پر سنائی دی.

"شایان! تم فوراً کراچی آجاؤ."

"کیوں، کیا ہوا؟" وہ پریشان ہو کر بولا.

"تم بس گھر آجاؤ شایان!.... جتنی جلدی ہو سکے آجاؤ." اسکے مستقل رونے پر شایان کو اچانک ہی وجدان کا خیال آیا. اسی خیال سے خوف زدہ ہو کر وہ تیزی سے بولا.

"فائزہ! ابو ٹھیک ہیں؟"

"ہاں." اب کے وہ خود پر قابو پا کر بولی. "انکل خیریت سے ہیں. مگر تانیا..." اتنا بول کر وہ رونے لگی.

"تانیا کو کیا ہوا؟"

"شایان! تانیا نے خودکشی کرلی."

"کیا کہہ رہی ہو؟" اسکی آواز پھٹ پڑی.

"اسکی حالت بہت خراب ہے شایان! اس نے اپنی دونوں کلائیاں کاٹ لی ہیں. ڈاکٹر کہہ رہے ہیں اسکی حالت بہت سریس ہے. وہ مر جائے گی شایان....! تانیا مر جائے گی. بس تم فوراً آجاؤ." اس نے اتنا ہی کہا تھا کے لائن کٹ گئی. شایان کے ہوش گم ہو چکے تھے.

"اس نے اپنی کلائیاں کاٹ لی." شایان کے کانوں میں فائزہ کی آواز گھونجی اور اسے لگا، کوئی تیز دھار چیز اسکی شہہ رگ پر پھِر گئی ہو. "اسکی حالت بہت خراب ہے."

شایان کی خود کی حالت ایسی ھورھی تھی جیسے جسم میں جان ہی نا رہی ہو۔

"وہ مر جائے گی.....تانیا مر جائے گی."

"نہیں."شایان کے اندر کوئی بلاسٹ ہوا تھا. وہ اپنی سیٹ سے اٹھا اور اندھی طوفان کی رفتار سے باہر دوڑا.

پولیس اسٹیشن میں موجود لوگوں نے حیرت سے اے ایس پی شایان مصطفی کو دیوانوں کی طرح بھاگتے ہوئے دیکھا. کچھ نے اسے آواز بھی دی مگر اسکی تیزی میں کوئی فرق نہیں آیا. جیپ میں بیٹھ کر اس نے انجن اسٹارٹ کیا اور ایکسلریٹر کو پوری طرح دباتے ہوئے جھٹکے سے جیپ آگے بڑھادی۔

"سر جی!.... سر جی!" کی آوازیں لگاتار اس کے پیچھے آرھی تھیں. سامنے سے آتا کانسٹیبل عین وقت پر چھلانگ لگا کر سائیڈ میں ہو گیا، ورنہ شایان کی جیپ اسے روندتے ہوئے گزر جاتی.

شایان سے بات کرتے کرتے فائزہ نے بیچ میں خود ہی لائن دس کنیکٹ کر دی اور

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

اب وہ حساب لگا رہی تھی. "سکھر سے کراچی تک کی ڈرائیو ڈھائی سے تین گھنٹے کی ہے. مگر شایان زیادہ سے زیادہ دو گھنٹے میں کراچی پہنچ جائے گا. آدھا گھنٹہ مزید لگے گا گھر آنے میں. یعنی میرے پاس دو گھنٹے ایکسٹرا ہیں، اس کے بعد میرا کام شروع ہو جائے گا."

پھر وہ آرام سے بیڈ پر لیٹ کر میگزین پڑھنے لگی جو وہ شایان کا فون آنے سے پہلے پڑھ رہی تھی. جب دو گھنٹے گزر چکے تو وہ بیڈ سے اٹھی اور نیچے کچن میں آ گئی جہاں سمیرہ رات کے کھانے کے لیے ملازمہ کو ہدایت دے رہی تھیں.

"ممی!" اس نے بیچ میں انہیں مخاطب کیا. انداز ایسا تھا جیسے سخت فکر مند ہو.

"کیا ہوا؟" سمیرہ اسکی آواز پر مڑی، پھر اسکی شکل دیکھ کر پریشان ہو گئیں.

"ممی! ابھی وجدان انکل کا فون آیا ہے، انکی طبیعت بہت خراب ہو رہی ہے. کہہ رہے تھے کہ سینے میں درد ہے. آپ پلیز جلدی جا کر معلوم کریں. کہیں انکی طبیعت زیادہ خراب تو نہیں."

www.novelsclubb.com

"اچانک کیا ہو گیا اسے ؟ ابھی کل تو آفاق اسے اپنے ساتھ چیک اپ کے لیے لے کر گئے تھے. ڈاکٹر نے کہا تھا، سب ٹھیک ہے." وہ واقعی فکر مند ہو گئی تھیں.

"ہارٹ پیشنٹ کا کیا پتہ، کبھی بھی طبیعت خراب ھو سکتی ہے. ممی ! پلیز آپ جائیں نا انکل کے پاس. مجھے بہت فکر ھو رھی ہے."

"ہاں جاتی ہوں. جواد سے کہو گاڑی نکالے." وہ تیز تیز بولتی کچن سے باہر آ کر کمرے میں چلی گئیں. فائزہ فوراً اپنے بھائی کے پاس آ کر بولی.

"اٹھ جائیں جواد بھائی ! ممی کہہ رہی ہیں، گاڑی نکالیں. انہیں وجدان انکل کے گھر جانا ہے. انکی طبیعت خراب ہے."

جواد جلدی سے اٹھ بیٹھا. "تمہیں کس نے بتایا؟"

"انکل کا فون آیا تھا. مگر آپ دیر مت کریں. جلدی سے گاڑی نیکالیں."

جواد فوراً اٹھ گیا اور چابی اٹھا کر باہر بھاگا. فائزہ، سمیرہ کے کمرے میں آئی. وہ چادر اوڑھ کر تیار کھڑی تھیں.

www.novelsclubb.com

"جواد اٹھ گیا؟" فائزہ کو دیکھ کر انہوں نے پوچھا.

"بھائی گاڑی میں آپکا انتظار کر رہے ہیں." اتنا سن کر ہی وہ باہر نِکلیں. پیچھے آتی فائزہ معصومیت سے بولی.

"ممی! میں بھی چلوں؟"

"نہیں." اسکی توقع کے مطابق انہوں نے منع کر دیا. "امی اکیلی ہو جائے گیں اور تمھاری چچی بھی میکے گئی ہوئی ہیں، ورنہ وہ سنبھال لیتیں. انہیں کھانا کھلا کر ٹائم سے دوا دے دینا اور تم نے اپنے پاپا کو فون کیا؟" چلتے چلتے انہوں نے پوچھا تو فائزہ گڑبڑائی.

"پاپا کو فون کرنے کی کیا ضرورت ہے؟"

"ضرورت سے کیا مطلب؟" وہ خفا ہوئیں اور کوریڈور میں رکھا ٹیلی فون سیٹ اٹھا کر آفاق کو فون ملا دیا.

"آفاق! آپ جلدی وجدان کی طرف آ جائیں، اسکی طبیعت سہی نہیں ہے.

www.novelsclubb.com

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

نہیں...اسکا فون آیا تھا، فائزہ سے بات ہوئی...ہاں، میں بھی جا رہی ہوں...اچھا ٹھیک ہے۔"

فائزہ اپنا سَر پکڑ کر کھڑی تھی۔ سمیرہ نے آفاق سے بات کر کے فون رکھا تو اس نے فوراً انہیں پکڑ کر باہر دھکیلا کہ کہیں وہ کسی اور کو بھی فون نا کر دیں۔ انہیں بھیج کر فائزہ نے تانیا کا نمبر ملایا اور اسکے فون اٹھانے کا انتظار کرنے لگی۔

"فائزہ! کیسی ہو؟" تانیا نے کال ریسیو کرتے ہی کہا۔

"میں بالکل ٹھیک ہوں۔ اچھا سنو! تم فوراً گھر آجاؤ۔"

"کیوں، خیریت؟"

"اک سرپرائز ہے۔"

"میں اِس وقت پورچ میں ہی کھڑی ہوں۔ بس فریش ہو کر آجاتی ہوں۔"

"فریش یہاں آکر ہو جانا۔ دیر کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ بس فوراً چلی آؤ۔"

"اچھا بابا! آ رہی ہوں۔" تانیا نے کہا۔

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

وہ پورچ میں گاڑی روک کر دروازہ کھولے اس سے بات کر رہی تھی. فون بند کر کے وہ واپس گاڑی میں بیٹھی اور ریورس کر کے گیٹ سے باہر لے گئی. مریم لان میں ہی تھیں. اسے پورچ میں کھڑے فون پر بات کرتا دیکھ کر وہ اس طرف آئیں مگر ان کے پہنچنے سے پہلے ہی وہ گاڑی میں بیٹھ کر گیٹ سے باہر جا چکی تھی.

جس وقت وہ فائزہ کے گھر پہنچی، رات کے 9 بج رہے تھے. فائزہ گاڑی کی آواز پر باہر آ گئی. پھر تانیا کو ساتھ لیے وہ اندر سیٹنگ روم میں آ بیٹھی.

"ہاں کہو، کیا سرپرائز ہے؟" تانیا نے کہا.

"شایان نے مجھے پرپوز کیا ہے." فائزہ نے بازو لپیٹ کر اسے دیکھتے ہوئے سپاٹ لہجے میں کہا. تانیا کچھ دیر تک بول نہیں پائی.

"مبارک ہو." جب کہا تو اسکی آواز بے حد دھیمی تھی.

"اوہ شٹ اَپ." فائزہ اک دم ہی پھٹ پڑی. "یہ کیا تماشہ لگا رکھا ہے تم دونوں نے؟ وہ تم سے محبت کرتا ہے اور تم اس سے محبت کرتی ہو، مگر شادی کسی اور سے

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

کروگے؟"

"شایان نے کبھی مجھ سے محبت نہیں کی۔" وہ ارزدہ سی ہوگئ۔

"رئیلی؟" وہ استہزائیہ اندازِ میں بوولی۔ تانیا کو برالگا۔

"ہاں۔ شایان نے کبھی نہیں کہا کہ اسے مجھ سے محبت ہے۔"

"تم سے نہیں کہا ہوگا، مگر میرے سامنے اس نے سینکڑوں بار اعتراف کیا ہے کہ وہ تمہیں چاہتا ہے۔" وہ تپ کر بولی۔ تانیا بس اسے دیکھ کر رہ گئی۔ اب وہ ٹہل ٹہل کر اپنے غصے پر قابو پانے کی کوشش کرتے ہوئے زور زور سے بول رہی تھی۔

"اچھی بھلی لوا سٹوری ہے۔ مگر نہیں، ٹریجڈی کا ہونا بہت ضروری ہے۔ نا بنے کوئی اور ظالم سماج، یہ کام خود بھی تو کیا جا سکتا ہے۔ نا جانے کہاں کہاں سے لنگڑی لولی قسم کی مجبوریاں برآمد کر کے سوگ منایا جارہا ہے۔"

"تم اتنا الجھ کیوں رہی ہو؟ اگر تمہیں کچھ شک ہے تو انکار کر دو۔"

"وہ تو میں کر ہی دونگی۔ تمہارے مشورے کی ضرورت نہیں ہے۔ مگر تم اقرار کیوں

نہیں کرتیں؟"

"جب شایان نے ہی کبھی کچھ نہیں کہا تو میں کیوں کہتی؟" اسے بھی غصہ آگیا۔

" فنٹاسٹک۔" وہ اور بھی بھڑک گئی۔ "محبت کرنے سے پہلے کیا اسکی اِجازت لی تھی جواب تمہیں اسکی طرف سے گارنٹی چاہیے؟ کمال ہو گیا۔ ایکیسوی صدی کی بولڈ لیڈی، محبت کے معاملے میں اٹھارہوِیں صدی کی دوشیزہ ثابت ھورھی ہیں۔"

جیپ رکنے کی آواز سن کر وہ چُپ ہوئی، پِھر بولی۔

"آگئے مجنوں صاحب لیلی لیلی پکارتے۔ آج تو آمنا سامنا ہو کر ہی رہے گا۔ جتنی بار دِل چاھے I LOVE YOU کہلوالینا۔"

"شایان آیا ہے؟" تانیا سٹپٹا گئی۔ فائزہ کے جواب سے پہلے ہی فل یونیفارم میں ملبوس وحشت زیادہ چہرہ لیے شایان کھلے دروازے سے اندر چلا آیا۔ فائزہ سیٹنگ روم کے طور پر استعمال ہونے والے ہال کے بیچوں بیچ کھڑی تھی۔ جبکہ تانیا اک سائیڈ میں ہو کر کاوچ پر بیٹھی تھی، اسی لیے شایان کی نظر اس پر نا پڑ سکی۔ وہ سیدھا

فائزہ کے پاس چلا آیا.

"تانیا کیسی ہے؟.... کون سے اسپتال میں لے کر گئے ہیں؟" فائزہ چڑی ہوئی تو پہلے ہی تھی، بھڑک کر بولی.

"مر گئی تانیا." پھر شایان کے فق ہوتے چہرے کو دیکھ کر اسے احساس ہوا کہ اس نے اک انتہائی بات کہہ دی تھی تو فوراً ہی کہا. "آرے کچھ نہیں ہوا تانیا کو. وہ دیکھو، ٹھیک ٹھاک بیٹھی ہے."

شایان نے گردن گھوما کر اس طرف دیکھا جس طرف فائزہ نے اشارہ کیا تھا اور پھر تیزی سے تانیا کی طرف آیا. اسکے سامنے کارپیٹ پر بیٹھ گیا اور بے تابی سے اسکی کلائیاں اپنے ہاتھوں میں تھام کر ٹٹولتے ہوئے اس نے کہا۔

"تم ٹھیک تو ہو؟" پھر اسکی کلائیاں چھوڑ کر اسکا چہرہ دونوں ہاتھوں میں بھر کر بولا.

"یہ کیا حرکت تھی؟ کوئی ایسے بھی کرتا ہے؟" تانیا نے کب شایان کے ایسے انداز دیکھے تھے، وہ تو اتنی بری طرح سے بوکھلا گئی کہ کچھ بولنے کا خیال تک نہیں آیا.

یوں بھی وہ سارے ڈرامے سے لاعلم ہی تھی. بس یک ٹک شایان کو دیکھتی رہی.

فائزہ نے کہا.

"تانیا نے کوئی خودکشی نہیں کی. میں نے تم سے جھوٹ بولا تھا."

ذرا سا سَر موڑ کر شایان نے فائزہ کو دیکھا. "جھوٹ بولا تھا؟.... لیکن کیوں؟"

اس کے اعصاب اِس قدر ٹوٹے ہوئے تھے کہ اسے غصہ بھی نہیں آیا.

"تمہیں یہاں بلانے کے لیے."

"صرف اِس لیے تم نے مجھ سے اتنا بڑا جھوٹ بولا." اب اسکے لہجے میں ہلکی ہلکی آنُچ آنے لگی تھی.

"تمہیں اندازہ بھی ہے، تمہارے جھوٹ نے میری کیا حالت کی ھوگی؟ تانیا کو کچھ ہوگیا تو.... اس سے آگے کا سوچ کر دِل چاہ رہا تھا کہ جیپ سامنے سے آتے کسی ٹرک سے ٹکرادوں. ہر سیکنڈ کے ساتھ لگ رہا تھا، روح جسم کا ساتھ چھوڑتی جارہی ہے. تانیا نے خودکشی کرلی ہے. اتنی بڑی بات تم نے ایسے ہی بول دی. مذاق ہے یہ

تمہارے لیے؟" آخر میں اسکی آواز دھاڑ کی مانند گھونج گئی. تانیا بھی اک پل کو سہم سی گئی تھی، مگر فائزہ پر کوئی اثر نہیں ہوا. وہ تیزی سے بولی.

"چلو میرے لیے مذاق ہی سہی، مگر تمہیں کیا؟ تانیا میری دوست ہے. تمھاری کیا لگتی ہے؟ کیوں جان نکل رہی تھی تمھاری؟ کیوں دیوانوں کی طرح دوڑے چلے آئے؟ تانیا جئے یا مرے، تمہیں کیا فرق پڑتا ہے؟"

"فرق پڑتا ہے." وہ تیش میں آکر بولا.

"اچھا؟" فائزہ اسکا مذاق اڑانے والے اندازِ میں ہنسی. "اب یہ بھی بتادو کہ فرق کیوں پڑتا ہے؟" تنے ہوئے اعصاب کے ساتھ فائزہ کے مقابل کھڑا وہ اسے گھورنے لگا تو فائزہ کی مسکراہٹ کچھ اور گہری ہوگئی.

"میں جانتی ہوں، تم کبھی نہیں بتاوگے." شایان نظریں چراتا اسکے سامنے سے ہٹ گیا.

"میں اکثر سوچتی ہوں پر سمجھ نہیں پاتی کہ کیا بُزدِل لوگ ہی محبت کرتے ہیں یا

www.novelsclubb.com

محبت کرنے والا ہر شخص بُزدِل بن جاتا ہے؟" اب وہ جان بوجھ کر اسے اکسا رہی تھی. وار کار گر تھا۔ شایان بولا تو اسکے لہجے میں آگ کی تپش تھی.

"میں بُزدِل نہیں ہوں."

"اچھا، تو ہمت والے ہو." وہ بدستور اسکا مذاق اڑا رہی تھی. بچے کی طرح شایان کو پچکارتے ہوئے بولی.

"تو پِھر بول کر دکھاؤ کہ تمھیں تانیا سے محبت ہے. چلو شاباش! بولو. اب بولو بھی." وہ دونوں اِس پر جھگڑ رہے تھے اور تانیا بس منہ اٹھائے تماشائیوں کی طرح ٹکر ٹکر دیکھ رہی تھی. فائزہ کے الفاظ پر اسکی نگاہیں شایان کی طرف اٹھ گئیں.

شایان ایڑی پر گھومتا فائزہ کے سامنے آگیا، پِھر اسکی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بھڑکتے ہوئے لہجے میں بولا.

"میں تانیا سے محبت کرتا ہوں. اتنی محبت کے اسکی خاطر سو بار جان سے گزر جاؤنگا." آنکھیں میچ کر سانس باہر چھوڑتی تانیا نے آج جانا تھا، کبھی کبھی لفظ بھی

زندگی بن جاتے ہیں. مگر اگلے لمحے لفظوں نے ہی اسکی روح کھینچ لی. "مگر میں تانیا سے شادی نہیں کر سکتا۔"

"کیوں؟.... کیوں کہ یہ نورالہدی فاروقی کی بیٹی ہے؟"تانیا نے اپنے پاپا کے حوالے پر حیران ہو کر فائزہ کو دیکھا.

"نہیں."شایان نے تردید کرتے ہوئے کہا."کیوں کہ یہ اظہر فاروقی کی پوتی ہے."

فائزہ نے تاسف سے اسے دیکھا."اگر یہ بات اتنی ہی اہم تھی تو محبت کرنے سے پہلے اسکا شجرہ نسب معلوم کر لیا ہوتا."پھِر وہ تانیا کی طرف مڑی."سنا تم نے. یہ وجہ تھی تم سے گریز کرنے کی. بلکہ تم کہاں جانتی ھو گی، میں بتاتی ہوں. تم ملیحہ فاروقی کو جانتی ہو. اظہر فاروقی کی اکلوتی بیٹی تھیں وہ اور تمارے پاپا کی کزن. لیکن انکا اک اور تعارف بھی ہے. وہ شایان کی ماں تھیں. پتہ نہیں، تم جانتی بھی ہو یا نہیں، مگر انکی اور وجدان انکل کی لو میرج تھی اور اظہر فاروقی اس شادی کے خلاف

تھے. جب وہ کسی طرح نہیں مانے تو آنٹی نے گھر چھوڑ دیا اور بس کہانی ختم."

"نہیں فائزہ! کہانی تو اِس موڑ پر شروع ہوئی تھی."شایان نے دُکھی لہجے میں کہنا شروع کیا. "میری ماں کی زندگی کے اذیت بھرے لمحوں کی کہانی. وہ اپنے بابا جان سے محبت کرتی تھیں اور انہیں لگتا تھا، وہ بھی ان سے اتنی ہی محبت کرتے ہیں. اور اک دن وہ اپنی بیٹی کی خوشی کی خاطر اِس رشتے کو قبول کرلیں گے. مگر ایسا نہیں ہوا. انکی آنا نے امی کو توڑ کر رکھ دیا. مگر نانا جان نہیں جھکے اور امی یہ سہہ نہیں پائیں. جانتی ہو تانیا! صرف بیس برس کی عمر میں میری ماں مر گئی... صرف بیس برس کی عمر میں."

تانیا کے لیے یہ خبر نئی نہیں تھی لیکن شایان کے لہجے کا کرب محسوس کیے بنا نا رہ سکی اور سَر جھکا لیا.

"کون ذمے دار ہے؟ میں نے اپنی ماں کو کھو دیا، کس کا قصور ہے؟ اور ابو...."اس نے اپنے ہونٹ کاٹے.

www.novelsclubb.com

"مجھے وہ کبھی زندہ نہیں لگے. پانے اور کھونے میں اہم وہ نہیں ہوتا جو پایا ہو. جو کھو دیا ہو، اسکا دَرد زیادہ محسوس ہوتا ہے. میں تمھیں دَرد نہیں دے سکتا تانیا! امی نے اک رشتے کو پا کر اک رشتہ کھو دیا تھا. پر اِس رشتے کو کھو دینے کا ملال زندگی بھر نہیں گیا اور تم اک شایان مصطفیٰ کو پانے کے لیے کتنے رشتوں کو کھودو گی اور کھو کر کیا جی پاؤ گی؟" تانیا کی آنکھوں سے آنسو گرنے لگے اور شایان کو اپنا جواب مل گیا. فائزہ کو تانیا کے آنسو دیکھ کر دکھ ہوا تھا.

"تم غلطی پر ہو شایان! تانیا کو کچھ کھونا نہیں پڑے گا سبھی کہتے ہیں، نورالھدی فاروقی بہت مہربان شخص ہیں. گھنی چاوں کی طرح ان کے دِل میں ہر کسی کا دَرد سما جاتا ہے. وہ اتنے کیئرنگ ہیں کہ کسی تھرڈ پرسن کے لیے بھی آؤٹ آف داوے جا سکتے ہیں. وہ کبھی اپنی بیٹی کے ساتھ زیادتی نہیں ہونے دینگے."

"لیکن اظہر فاروقی انکی کمزوری ہیں. اور انکی سوفٹ نیچر ہی انہیں کبھی نانا جان سے بغاوت کرنے نہیں دے گی اور نانا جان مجھے کبھی قبول نہیں کرنگے."

"تمہیں ریجکٹ کر کے آخر وہ کسی ریجکٹ کرنگے؟..اپنی ہی بیٹی کو؟" فائزہ نے دلیل دی۔

"وہ اپنی بیٹی کو ریجکٹ کر چکے ہیں." شایان نے اسکی دلیل رد کر دی. فائزہ کچھ بول نا پائی.

تانیا بے حس نگاہوں سے کارپیٹ کو گھورتی ان دونوں کی باتیں سنتی جا رہی تھی. اسے لگ رہا تھا کہ وہ آج صرف سننے کے لیے ہی یہاں آئی تھی. اُس نے کہیں بھی کچھ بولنے کی کوشش نہیں کی. مگر شایان کی اگلی ہی بات نے اسے بولنے پر مجبور کر دیا۔ شایان نے کہا تھا.

"ناناجان صرف انا پرست اور سخت مزاج ہی نہیں ہیں، وہ ضدی اور گھمنڈی بھی ہیں. امی نے ابو سے شادی کر کے انکا گھمنڈ توڑا تھا اور ناناجان کبھی اِس بات کو نہیں بھولینگے. مجھے قبول کرنا انکے لیے ہار ماننے جیسا ہے، انہوں نے وجدان مصطفی سے ہار نہیں مانی، مجھ سے کیسے ہار مان لینگے؟ بیٹی کی موت انکی ضد نا توڑ سکی. تانیا انکی ضد

www.novelsclubb.com

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

کے آگے کیسے ٹھہر پائے گی؟"

"انکی ضد ٹوٹ چکی ہے شایان! میں نے انہیں آنٹی کو یاد کر کے روتے ہوئے دیکھا ہے۔ میں مانتی ہوں، دادا جان اپنی ضد پر اڑ گئے تھے۔ پر آنٹی نے بھی تو ضد نہیں چھوڑی۔ پھر کون، کس سے شکایت کرے؟ مانا وہ غصے میں تھے اور غصے میں انہوں نے آنٹی کو اپنی زندگی اور گھر بے دخل بھی کر دیا۔ تو کیا باپ کو اپنی اولاد سے ناراض ہونے کا بھی حق نہیں؟ اور آخر کتنے عرصے تک ناراض رہتے؟ وہ اک دن تو مان ہی جاتے۔ چلو مانا، آنٹی کو زندگی نے مہلت نہیں دی۔ پر انکل کو تو انہیں منانے آنا چاہیے تھا۔ آنٹی آخر انکی اکلوتی بیٹی تھیں اور یہ سن کر وہ اب اِس دُنیا میں نہیں رہیں، دادا جان کا غصہ اپنے آپ ہی ختم ہو جاتا اور وہ انکل کو اور تمہیں اپنے خاندان کا فرد مان لیتے۔" وہ خود کو بابا جان کی طرف داری کرنے سے روک نہیں پائی تو انکی حمایت میں بول پڑی۔ شایان چُپ کر کے اسکی بات سنتا رہا۔ پِھر وہ چُپ ہوئی تو کہا۔

"اپنی غلط فہمی دور کر لو۔ نانا جان، امی کے جنازے میں شامل تھے۔"

"کیا...؟"تانیا سچ مچ حیران ہو گئی.

"نا ہی کبھی یہ سوچنا کہ وہ اپنی ضد چھوڑ چکے ہیں. ان کے آنسو کس احساس میں بہہ جاتے ہیں، میں نہیں جانتا. لیکن اگر واقعی ایسا ہوتا تو وہ ابو کو نا سہی کم از کم مجھے قبول کر لیتے. مگر 27 سال میں وہ اک بار بھی مجھ سے نہیں ملے. ایسے میں تم کیا کہو گی؟"

"آئی ایم شوکڈ. "وہ ہلکے سے بڑبڑائی. شایان اک بار پھر اسکے پاس آ بیٹھا. کارپیٹ پر بیٹھ کر اُس نے تانیا کے دونوں ہاتھ تھام لیے.

"تانیا! میں نے تمہیں خود سے بڑھ کر چاہا ہے. پھر بھی مجھ میں حوصلہ ہے کہ تمہیں کھو دوں. لیکن تم کھو جاو گی تو میں سہہ نہیں پاؤنگا."

"شایان...!"تانیا نے اسکا نام لے کر کچھ کہنا چاہا پر گلا رُوندھ گیا تو وہ چُپ ہو کر ہونٹ کاٹنے لگی. اسے تکلیف میں دیکھ کر شایان نے دھیرے سے سرگوشی کی.

"آئی ایم سوری."

تانیا کی آنکھوں سے آنسو لڑیوں میں بہنے لگے تھے. شایان نے اسکا چہرہ دونوں ھاتھوں میں بھر کر اسکے آنسو پونچھے تو وہ شایان کے ہاتھ تھام کر اور بھی شدت سے رَو پڑی اور روتے روتے اُس نے اپنا سَر شایان کے کاندھے پر رکھ دیا. وہ اسکے شانے سے لگی تڑپ تڑپ کر رُو رہی تھی اور شایان لب بھینچے ساکت تھا.

"وہ شخص جسے آپ کبھی تکلیف نا دینا چاہیں، پِھر آپکے ہاتھوں تکلیف اٹھا کر آپکے ہی شانے پر سَر رکھ کر روئے تو آپ کیا کرینگے؟" فائزہ بھی افسردہ ہی کھڑی تھی کہ ہال کے دروازے پر سایوں کو محسوس کر کے اس نے دروازے کی جانب دیکھا. وجدان کے ساتھ آفاق، سمیرہ اور صمد حیران کھڑے شایان سے لگ کر روتی تانیا کو دیکھ رہے تھے.

"پاپا...!" فائزہ کی آواز پر شایان نے یونہی بیٹھے ہوئے گردن موڑ کر دیکھا. تانیا نے بھی اسکے شانے سے سَر اٹھا کر دیکھا. پِھر وہ اٹھی اور آنسو پونچھتی باہر نکل گئی.

شایان بھی تانیا کے جاتے ہی اُٹھ کر چلا گیا.

"یہ سب کیا تھا؟" شایان کے چلے جانے کے بعد سمیرہ نے فائزہ سے پوچھا جو پہلے تو ان کو دیکھ کر پریشان ہو گئی تھی مگر اب اسے انکی آمد غنیمت لگ رہی تھی. خود پر قابو پا کر بولی.

"آپ لوگ آرام سے بیٹھ جائیں. میں سب بتاتی ہوں."

~~~~~~~~~

تانیا کا یوں گیٹ سے لوٹ جانا مریم کو اجنبھے میں ڈال رہا تھا. وہ اندر آ کر بابا جان کے کمرے میں چلی آئیں. "عجیب سی بات ہے بابا جان! ابھی تانیا آئی تھی. کار سے نکلی بھی، پھر کچھ سیکنڈ فون پر بات کر کے وہ واپس کار میں بیٹھ کر چلی گئی."

"کوئی ضروری کام نکل آیا ہو گا." بابا جان نے کتاب بند کر کے چشمے میں سے انہیں دیکھا.

"بتا کر جانے میں کیا حرج تھا؟ اب میں بیٹھی پریشان ہوتی رہوں گی." وہ بولیں تو بابا جان مسکرا دیئے. "تو بیٹا! مت پریشان ہونا." انہوں نے سنا ہی نہیں.

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM
~~~~~~~~~

"ایسا کرتی ہوں، اسے فون کرلیتی ہوں." وہ بول کر اٹھی اور کمرے میں رکھے ٹیلی فون سیٹ سے ہی نمبر ڈائل کرنے لگیں. کچھ دیر ریسیور کان سے لگا کر انہوں نے واپس رکھتے ہوئے کہا. "فون بند ہے."

"آجائے گی تھوڑی دیر میں. پریشان کیوں ھورھی ہو؟" وہ رساں سے بولے.

"آپ ٹھیک کہہ رہے ہیں." ناچار وہ خاموش ہو گئیں. مگر جب تانیا کو گئے اک گھنٹے سے زیادہ ہو گیا تو وہ اپنی پریشانی چھپا نہیں پائیں. اِس بیچ وہ تانیا کا موبائل بھی ٹرائی کرتی رہیں. پر کونٹیکٹ نہیں ہو سکا تو انہوں نے نورالہدی کو فون کر دیا.

"بے کار میں پریشان ھورھی ہو. آجائے گی. بچی نہیں ہے. پھِر جہاں بھی گئی ہے، خود اپنی مرضی سے گئی ہے."

"پر اسکا موبائل کیوں بند ہے؟"

"اچھا دیکھو، میں گھر آرہا ہوں. اب تم آرام سے بیٹھ جاؤ. پریشان مت ھونا." پھِر وہ کچھ دیر میں ہی گھر آ گئے.

ابھی تک کسی نے کھانا بھی نہیں کھایا تھا. نورالھدی چینج کر کے آئے اور کھانا لگوا دیا. کھانا کھا کر انہوں نے بچوں کو سونے کے لیے بیجھا کہ انہیں صبح کالج جانا تھا. بابا جان کو انہوں نے کمرے میں جانے کا کہا، ناوہ خود ہی گئے. اور اب یہ تینوں لاونج میں تانیا کا انتظار کر رھے تھے. ساڑھے گیارہ بجنے تک بابا جان بھی ٹھیک ٹھاک پریشان ہو گئے تھے. پریشان تو اب نورالھدی بھی تھے مگر چہرے سے کچھ ظاہر نہیں ہونے دے رہے تھے. لیکن انکا اِضطِراب بھی اب محسوس ہو رھا تھا. وہ بار بار تانیا کا نمبر ٹرائی کر رھے تھے. بارا بجے کے قریب اسکی کار پورچ میں آکر رکی تو مریم اک دم ہی باہر جانے کو کھڑی ہو گئیں. خود نورالھدی کی بھی جان میں جان آئی تھی. مگر وہ متانت سے بولے.

"نارملی بیھیو کرنا. دیر سویر ہو جاتی ہے. اِس میں کوئی بڑی بات نہیں." مریم نے اثبات میں سَر ہلایا. تانیا لاونج میں آئی تو اسکا دھواں دھواں چہرہ دیکھ کر نورالھدی اور بابا جان بھی پریشان ہوئے. اپنی جگھوں سے اٹھ کھڑے ہوئے. ان کے چہرے

دیکھ کر تانیا کی نظر گھڑی پر گئی اور وہ شرمندہ سی ہو گئی۔ "آئی ایم سوری۔ مجھے دیر ہو گئی۔"

"وہ تو کوئی بات نہیں۔ مگر موبائل آن رکھنا چاہیے تھا۔" بابا جان نرمی سے اسکی غلطی کی نشان دہی کر رہے تھے۔

"موبائل اوف تو نہیں ہے۔" بولتے ہوئے اس نے اپنا موبائل چیک کیا اور بولی۔

"اوہو...بیٹری لو ہے۔"

"تم کچھ ٹھیک نہیں لگ رہیں۔" مریم اپنی فکر مندی چھپا نہیں پائیں۔ تانیا نے کوئی جواب نہیں دیا۔ وہ پاس آ کے اسکا گال تھپک کر بولیں۔ "جاؤ، جا کر سو جاو۔ تمہیں آرام کی ضرورت ہے۔"

تانیا روئی تو نہیں، مگر ماں کو پاس دیکھ کر اسکی آنکھوں میں نمی آ گئی۔ وہ آہستہ سے ان کے گلے لگی۔ مریم نے گھبرا کر نورالھدی کی طرف دیکھا۔ وہ بھی الجھے ہوئے لگ رہے تھے۔

"تانیا! کیا ہوا بیٹا؟ پریشان ہو؟... ماما کو بتاؤ بچے!" وہ پیار سے بولیں. پر وہ چُپ ہی رہی تو وہ پریشانی سے کہنے لگیں. "تانیا بیٹا! کچھ بولو. دیکھو، پاپا بھی پریشان ہو رہے ہیں اور دادا جان بھی فکر مند ہیں. انکی طبیعت خراب ہو جائے گی."

تانیا نے اپنے پاپا کی طرف دیکھا اور پِھر دادا کی طرف واقعی سب پریشان ہو گئے تھے. وہ مریم سے الگ ہو کر ان سے بولی.

"میں ٹھیک ہوں ماما! آپ سب ٹینس نا ہوں."

"کیسے نا ہوں جب تم ٹینس ہو..."

"ماما!" تانیا انکی بات کاٹ کر بولی. "انصر اچھا لڑکا ہے آپ اسے ہاں کہہ دیں."

"تم خوش ہو؟" وہ اسکی تھوڑی چھو کر بولیں تو تانیا قصداً ذرا سے مسکرا کر کہنے لگی.

"آف کورس ماما! اپنی مرضی سے شادی پر راضی ہوئی ہوں. کسی نے زبردستی تو نہیں کی. پِھر خوش کیوں نہیں ہو نگی؟... اچھا، میں سونے جا رہی ہوں. اب صبح بات ھو گی." اپنی بات کہہ کر وہ اپنے کمرے میں چلی گئی.

لاونج میں کھڑے تینوں شخص اپنی اپنی سوچ کی گرفت میں تھے. نورالہدی نے اپنا قدم اٹھایا تو باباجان انکااِرادہ بھانپ کر بولے.

"اِس وقت تانیا کو اکیلا چھوڑ دو نورالہدی! فلحال وہ کچھ نہیں بتائے گی." نورالہدی انکی طرف دیکھ کر زہر خند لہجے میں بولے. "میں اپنی بیٹی کو اسکے دکھوں کے ساتھ اکیلا نہیں چھوڑ سکتا. جیسے آپ نے اپنی بیٹی کو تنہا چھوڑ دیا تھا."

ملیحہ کے ذکر پر مریم کے تن بدن میں آگ لگ گئی تھی. مگر مصلحتاً وہ کچھ بولے بغیر پلٹ کر اپنے کمرے میں چلی گئی. نورالہدی نے اک نظر جاتی ہوئی مریم کو دیکھا. پِھر خود بھی سیڑھیاں چڑھنے لگے. لاونج میں تنہا رہ گئے باباجان کی آنکھیں نم ہو گئیں.

"ملیحہ کی موت کے لیے نورالہدی مجھے کبھی معاف نہیں کرے گا." انکے گال بھیگتے جارہے تھے.

نورالہدی نے تانیا کے کمرے کا دروازہ کھول کر اندر دیکھا. نائٹ بلب کی روشنی میں

وہ دوسری طرف کروٹ لیے لیٹی تھی. آہِستہَ سے دروازہ بند کرتے بیڈ پر بیٹھ کر وہ کچھ بھی بولے بنا اسکے بالوں میں انگلیاں چلانے لگے. تانیا نیچلا ہونٹ دانتوں میں دبا کر بے حس لیٹی رہی. پِھر اس سے رہا نہیں گیا تو اک دم سے پاپا! کہتی پلٹ کر ان سے لپٹ گئی.

"پاپا کی جان!" اسکے گرد بازو پھیلاتے نورالہدی نے تانیا کو اپنے پر شفقت حصار میں لے لیا.

"اسکا نام شایان ہے. میں اسے پہلی بار فائزہ کے گھر پر ملی تھی. پِھر وہ کچھ دن بعد یونیورسٹی آیا تھا." ان کے سینے پر سَر رکھے آنسوؤں کے بیچ اٹک اٹک کر بتانے لگی تھی. دھیرے دھیرے اسے تھپکتے نورالہدی ہر سیکنڈ کے ساتھ اک انچ خوف کے دلدل میں دھستے جا رہے تھے.

وجدان اور ملیحہ کا ذکر کیے بغیر تانیا نے اپنے تین سالوں کا ہر پل کھول کر ان کے سامنے رکھ دیا تھا. اپنی سوچوں سے ابھر کر نورالہدی نے اپنے سینے پر سَر رکھ کر

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

روتی تانیا کو دیکھا. ناجانے وہ کب سو گئی تھی. نورالہدی کو یاد آیا، وہ بچپن میں بھی اکثر کہانی سنتے ہوئے ان کے سینے پر سر رکھ کر سو جایا کرتی تھی. مگر آج وہ کہانی سنا کر سوئی تھی. اسکے چہرے پر آنسوؤں کے نشان دیکھتے ہوئے انہوں نے کہانی کے آخری جملوں کو یاد کیا.

"وہ کہتا ہے، مجھ سے شادی نہیں کر سکتا. اسکے پیرینٹس کا کوئی پروبلم ہے. پر آپ فکر مت کریں پاپا! میں اسے بھول جائوں گی۔"

"بھول جانا آسان نہیں ہوتا." اسکے چہرے سے بال سمیٹ کر ماتھا چومتے ہوئے نورالہدی نے سوچا تھا.

****

فائزہ کے پاس الفاظ کا ذخیرہ ختم ہو چکا تھا. پھر اب بولنے کو بچا بھی کیا تھا۔ سب کچھ تو کہہ چکی تھی. اک نگاہ سب کے چہروں پر ڈال کر وہ کسی کے کہے بنا ہی وہاں سے چلی گئی.

"کس نے سوچا تھا، راکھ میں آگ لگ جائے گی۔" خاموشی کو توڑتے ہوئے سماج نے وجدان سے پوچھا۔ "اب تم کیا کرو گے؟"

دونوں ہاتھوں کی انگلیاں آپس میں پھنسائے بیٹھے وجدان فیصلے پر پہنچ چکے تھے۔

"میں ہادی بھائی سے ملنا چاہتا ہوں۔"

"تم پاگل تو نہیں ہو گئے؟" آفاق برس پڑے۔ "اِس ملاقات کا کیا نتیجہ نکلے گا، جانتے ہو؟ شایان کی بات بالکل ٹھیک ہے۔ گڑے مردے نا ہی اکھاڑے جائے تو بہتر ہے۔ اِس معاملے کو یہیں ختم کر دو۔ اگر معاملے کو ہوا دو گے تو بڑے طوفان کھڑے ہونے کا خطرہ ہے۔"

"اگر طوفان میری زندگی سے نہیں ٹلتے تو کوئی کیا کر سکتا ہے؟"

"کم از کم خود سے طوفانوں کو دعوت مت دو۔ پھر تمہیں نور الہدیٰ سے بات کرنے کی ضرورت بھی کیا ہے؟ جب شایان اور تانیا خود ہی اپنی محبت سے دستبردار ہونے کا فیصلہ کر چکے ہیں۔" سمیرہ نے الجھ کر کہا۔

www.novelsclubb.com

"ایسے فاصلے اَذِیّت کے سوا کچھ نہیں دیتے اور میں شایان کو تکلیف سے گزرتا نہیں دیکھ سکتا. آخری سانس بھی اَذِیّت سے لینے کی گارنٹی دے کر قسمت نے شایان کو مجھے سونپا تھا. وہ میرے جینے کی آخری وجہ ہے."

آفاق نے ترحم سے انہیں دیکھا. "اور جس دن تم نے قصر فاروقی میں قدم رکھا، پھوپھا جان تم سے تمھارے جینے کی آخری وجہ بھی چین لینگے."

"تو کیا کروں؟ اپنے بیٹے کی زندگی گروی رکھ کر اپنی سانسیں اُدھار مانگ لوں؟ مجھے یہ سودا منظور نہیں." وہ دو ٹوک اندازِ میں بولے پھر کہا. "ملیحہ کہا کرتی تھی، محبت بوجھ نہیں ہوتی، پھر بھی جھکا دیتی ہے. میں جاننا چاہتا ہوں، اسکی بات میں کتنا سچ ہے."

~~~~~~~~~~~

شایان اپنے گھر کے پورچ میں پولیس جیپ روک کر اترا اور لمبے لمبے ڈگ بھرتا اپنے کمرے میں آگیا۔ شرٹ کے نیچے جسم کا وہ حصہ جہاں اس نے تانیا کے
~~~~~~~~~~~

آنسوؤں کی نمی محسوس کی تھی، اب بھٹی کی طرح سلگ رہا تھا، شرٹ پینٹ سے باہر کھینچ کر اس نے گریباں کے بٹن کھول دیئے اور دوسرے ہاتھ سے اپنے شانے کو مسلنے لگا. مگر سانس کی آمدورفت بدستور مشکل ہی رہی. اندرونی کشمکش جنون کا روپ دھار چکی تھی. اس نے اپنے ہاتھ کا مکا بنا کر اک دھاڑ کے ساتھ سامنے دیوار پر دے مارا.

اب وہ پاگلوں کی طرح چلاتے ہوئے دیوار پر مکے برسا رہا تھا. اسکے دونوں ہاتھ زخمی ہو چکے تھے اور ان سے خون بہنے لگا تھا. پھِر بھی وہ رکا نہیں.

اسکے توانا بازوئوں کی طاقت سے دیوار کا پینٹ تک اکھڑ گیا تھا. مگر دیوانگی تھی کہ کم ہونے کی بجائے بڑھتی جا رہی تھی. اب اس نے کمرے میں رکھی چیزوں کو اٹھا اٹھا کر پھینکنا شروع کیا. اسکا دِل چاہ رہا تھا، پوری دنیا تہس نہس کر دے. کرسیوں کو اس نے اپنی ٹھوکر سے اُلٹ کر رکھ دیا. بیڈ پر سے تکیے اور چادر ہوا میں اچھال دیئے. سائیڈ ٹیبل سے لیمپ اٹھا کر دیوار پر مارنے کا اِرادَہ تھا کہ اسکے تار میں الجھ کر

ساتھ رکھا فریم، ٹیبل پر اُلٹ گیا.

"امی......!" لیمپ چھوڑ کر اس نے ملیحہ کی تصویر والا فریم دونوں ہاتھوں میں کسی قیمتی مگر نازک شے کی طرح احتیاط سے پکڑ لیا اور اپنی آستینوں سے فریم کے شیشے کو صاف کر کے چومنے کے بعد سینے سے لگاتا کمرے کے وسط میں آ کر فرش پر بیٹھ گیا. دیوانگی، آنسوؤں میں ڈھل گئی تھی. تصویر پر ہاتھ پھیرتا ہوا وہ سرگوشیوں میں کہہ رہا تھا.

"کتنے آرام سے آپ مجھے چھوڑ کر چلی گئیں. اپنے وجود کے حصے سے کوئی ایسے بے نیاز ہوتا ہے؟ زندگی کے ہر پل میں، میں نے آپکی کمی محسوس کی ہے. کہتے ہیں، اولاد تکلیف میں ہو تو ماں قبر میں بھی بے چین ہو جاتی ہے. آج میں اپنی زندگی کی سب سے بڑی تکلیف سے گزر رہا ہوں. کیا آپ چین سے ہیں؟ کیسی ماں ہیں؟ کبھی مجھے گود میں نہیں لیا، کبھی مجھے لوری نہیں سنائی. میں ٹھوکر کھا کر گرتا تو کبھی آپکے ہاتھ مجھے تھامنے کو نہیں بڑھے. ترس گیا ہوں آپکے احساس کو. پر کیا آج بھی مجھے آپکی

آغوش نہیں ملے گی؟...امی! میں آپکا بیٹا ہوں. آپ کیسے میری تکلیف پر چُپ رہ سکتی ہیں؟آج تو آجائیں. کیا مجھے اتنا بھی حق نہیں کہ اپنی ماں کے گلے لگ سکوں؟"

ملیحہ کی تصویر کو سینے سے لگائے وہ پھوٹ پھوٹ کر رَو پڑا.

....I am missing you ami"

اب تک اپنی زندگی آپکے بغیر ہی جیتا آیا ہوں، پر آج آپکے بغیر نہیں رہ پاؤنگا. اک بار تو آکر مجھے سینے سے لگا لیں. امی پلیز، مائیں قیامت کے دن اپنی اولاد کو دودھ کی بہتی دھاریں بخشیں گی، میں کیا روز محشر بھی خالی دامن لے کر آپکے پاس آؤنگا؟ کچھ تو میرے پاس بھی ہو امی!....امی! پلیز امی! اللہ کے لیے."وہ 27 سال کا بھرپور جوان، ماں کو پکارتا چھوٹے بچے کی طرح مچل مچل کر اونچی آواز میں رُو رہا تھا.

تبھی اسکے دِل میں دبی شدید خواہش نے واہمے کا روپ دھار لیا. کھلی کھڑکی سے آتی ہوانے اسکی پیشانی پر بکھرے بالوں کو سمیٹا تھا، مگر شایان کو اس ہوا پر نرم انگلیوں کا لمس کا گمان ہوا تھا. پِھر اسے محسوس ہوا تھا کہ انہی انگلیوں نے اسکے چہرے پر سے

نمی کو سمیٹا. اس نے سختی سے بھینچی اپنی آنکھوں کو دھیرے سے کھول دیا. آنکھوں کی دھندلاہٹ نے اک پیکر کو تراشا تھا.

"امی!" اسکی آواز میں اتنا سکوں تھا جیسے بھیڑ میں بچھڑے بچے کو اچانک ہی ماں نظر آجائے. ملیحہ نے جھک کر اسکی پیشانی پر ہونٹ رکھ دیئے. 27 سال میں پہلی بار اس نے ممتا کا لمس محسوس کیا تھا. اسے لگا اسکے جلتے تپتے وجود میں کسی نے پانی کے چھینٹے ڈال دیئے ہوں. اس نے بے خود ہو کر ملیحہ کے آغوش میں سَر رکھ دیا. اسکے جنون کو قرار آنے لگا اور اک سکون سا اسکے رگ و پے میں سرائیت کر گیا اور وہ دھیرے دھیرے آنکھیں موند گیا۔

www.novelsclubb.com

گھر پہنچتے ہی وجدان سید ھا شایان کے کمرے میں آئے تھے. کمرے میں پھیلی اَبتَری پر نظر ڈال کر شایان کے پاس آ بیٹھے جو کارپیٹ پر بے ترتیبی سے لیٹا بے سدھ سو رہا تھا اور ملیحہ کی تصویر اسکی دائیں گال کے نیچے دبی تھی. اسکے دونوں ھاتھوں کی پشت پر جمے خون کو دیکھ کر وجدان کی پیشانی پر شکنیں ابھر آئیں.

"ماں پر گیا ہے۔" اسکی دیوانگی بھری جذباتیت پر وجدان ہمیشہ یہی جملہ دہراتے تھے. وہ اٹھ کر اپنے کمرے میں آئے اور الماری سے فرسٹ ایڈ بکس نکال کر کچن میں آگئے. اسٹیل کے برتن میں تھوڑا سا پانی گرم کیا، پھر اسے ہولڈر سے پکڑ کر واپس شایان کے پاس آگئے اور نیم گرم پانی میں ڈیٹول ملا کر روئی بھگو بھگو کر اسکے ہاتھوں پر سے زخم صاف کرنے کے بعد فرسٹ ایڈ بکس سے مرہم نکال کر لگایا، پھر دونوں ھاتھوں پر باری باری پٹی لپیٹ دی. اس کام سے فارغ ہو کر وہ اٹھے اور تکیہ تلاش کر کے شایان کے سرہانے دوزانو ہو کر بیٹھے اور آہستہ سے اسکا سَر اپنی گود میں لے کر ملیحہ کی تصویر اسکے گال کے نیچے سے نکالی اور تکیہ رکھ کر اسکا سَر تکیے پر ڈال دیا. پھر وہیں بیٹھے شایان کے بالوں میں انگلیاں چلانے لگے. آج وجدان کو بھی ملیحہ بہت شدت سے یاد آرھی تھی.

~~~~~~~~~~~

اگلے دن تانیا دن چڑھے سوتی رہی. کیوں کہ چھٹی کا دن تھا. اِس لیے کسی نے جگایا

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM
~~~~~~~~~~~

بھی نہیں. بارہ بجے وہ اٹھی تو ناشتے میں صرف چائے کا کپ ہی لیا اور بعد میں سب کے ساتھ دوپہر کا کھانا کھایا. کسی بھی طرح کے سوال جواب سے بچنے کے لیے وہ سارا وقت عمیر اور عزیر کے ساتھ رہی اور کھانے کے بعد خود ہی کرکٹ کھیلنے کا پروگرام بنالیا. عزیر بیٹنگ کررہا تھا. نورالھدی باؤلنگ کرا رہے تھے. تانیا اور عمیر فیلڈرز تھے اور باباجان ایمپائر. مریم اسٹینڈ میں بیٹھے شائقین کی طرح نعرے لگا رہی تھیں.

"شاباش!.... چھکا لگاؤ اِس بال پر. جب تک نورالھدی خود بے ہوش ہو کر نا گر پڑے، وکٹ نہیں چھوڑنا." باؤلنگ کے لیے بھاگتے نورالھدی رکے اور انکی طرف دیکھ کر کہا.

"او بیوی! اللہ کا خوف کرو شوہر کا بہت حق ہوتا ہے."

وہ ترکی بترکی بولیں. "میں صرف بیوی ہی نہیں، ماں بھی ہوں اور ماں کے لیے اولاد سے بڑھ کر کچھ نہیں ہوتا، یہاں تک کہ بچوں کا باپ بھی نہیں. کم آن عزیر!

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

آج ذرا اپنے باپ کے چھکے تو چھڑاؤ."

"اداس مت ہوں پاپا!" نورالہدی کی اتری شکل دیکھ کر تانیا ان سے بولی. "بیوی نا سہی پر بیٹی آپکے ساتھ ہے."

"تھینک یو سویٹ ہارٹ!" وہ مظلومیت سے بولے.

"مینشن ناٹ.... بس آپ جلدی سے عزیر کو آؤٹ کر دیں. پھر میں بیٹنگ کرونگی." عمیر گھور کر بولا. "دیکھا پاپا! یہ لالچی خاتون آخر آپکا ساتھ کیوں دے رہی ہے."

"ادھر آؤ تمہیں میں بتاتی ہوں." وہ ناک پر عینک سہی کر کے عمیر پر جھپٹی.

"جس کو مار کٹائی کرنی ہے، شوق سے کر لے. پر یاد رکھنا! کسی کو ایکسٹرا ٹائم نہیں ملے گا."

"اوکے اوکے." باباجان کی وارننگ پر سب اپنی پوزیشن پر واپس چلے گئے.

نورالہدی فاسٹ باؤلر تھے. لمبے رن اپ کے ساتھ انہوں نے بال پھینکی جسے عزیر

نے لان سے باہر بھیج دیا.

"اینڈ دیٹس آسکس." ایمپائر نے کومینٹری کی اور مریم تالیاں بجانے لگیں. بال کے پیچھے بھاگتی تانیا نے سفید شلوار قمیض میں وجدان کو واچ مین کے ساتھ گیٹ پر دیکھا تو ٹھٹک کر رک گئی. پھِر فوراً اس نے پلٹ کر نورالہدی اور باباجان کی طرف دیکھا، وہ لوگ بھی وجدان کو دیکھ چکے تھے. نورالہدی نے واچ مین کو آواز لگا کر کہا.

"آنے دو." وجدان اِجازت ملتے ہی اس طرف آ گئے. تانیا کو انہوں نے قصداً نظر اندازِ کر دیا تھا. نورالہدی بھی کچھ قدم آگے بڑھ آئے.

"اسلام علیکم!" وجدان نے اپنایت بھری مسکراہٹ کے ساتھ اپنا ہاتھ مصافحہ کے لیے بڑھایا، جسے تھامتے ہوئے نورالہدی کے چہرے پر ویسی ہی اجنبیت تھی، جیسے باباجان کے چہرے پر تھی.

"وعلیکم اسلام."

"کیسے ہیں ہادی بھائی؟"

"یہ ہادی کون ہے؟"عزیر نے آنکھیں نچا کر عمیر سے پوچھا.اس نے کاندھے اچکا کر لاعلمی کا اظہار کر دیا، مگر نورالہدی چونک گئے تھے.انہوں نے غور سے وجدان کے چہرے کو دیکھا اور پوچھا.

"آپ ہیں کون؟"انہوں نے دھیرے سے کہا.

"میرا نام وجدان مصطفی ہے."

نورالہدی اور باباجان ٹھٹک گئے جیسے محسوس کر کے بھی وہ بولے.

"شاید آپکو یاد نا ہو، پر میں آپ سے اک بار پہلے مل چکا ہوں اور آج ہماری دوسری ملاقات ہے."

www.novelsclubb.com

نورالہدی نے غور سے انہیں دیکھا."اگر تم وجدان مصطفی ہو تو یہ ہماری دوسری نہیں بلکہ تیسری ملاقات ہے اور یہ ماننا میرے لیے مشکل ہے کہ تم اِس دوسری ملاقات کو کبھی بھول پاؤ گے."نورالہدی نے ٹھہر ٹھہر کر کہا.

"بہت سی یادیں ایسی ہوتی ہیں جنھیں انسان بھلا نہیں پاتا۔ مگر انہیں بھول جانے کی

خواہش تو کر سکتا ہے۔"انہوں نے زیر لب کہا۔"میں جانتا ہوں، ہادی بھائی! مجھ سے ملنا آپ اور بابا جان کے لیے کچھ ایسا خوش گوار بھی نہیں۔ بلکہ شاید بابا جان تو میری صورت بھی نا دیکھنا چاہتے ہوں۔ لیکن آپ دونوں سے میری ملاقات بہت ضروری ہو گئی تھی۔"

نورالہدی انہیں دیکھتے رہے، پھر توقف کے بعد کہا۔"آؤ اندر چل کر بات کرتے ہیں۔"وہ مسکرائے، پھر بابا جان کی طرف مڑے جو انہیں عجیب سی نظروں سے دیکھ رہے تھے۔"یہ ملاقات آپکے بغیر ادھوری ہے بابا جان!"وہ اپنی جگہ سے ہلے بھی نہیں۔

"آج تو اسے موقع دیں بابا جان! کہ یہ اپنی بات کہہ سکے۔"انہیں خاموش دیکھ کر نورالہدی نے یاسیت بھرے انداز میں اصرار کیا تھا۔ بابا جان کی آنکھیں جھلملا گئیں۔ وجدان کے چہرے سے نظر ہٹاتے ہوئے وہ آگے بڑھے۔ پھر وہ تینوں ساتھ ساتھ چلتے ڈرائنگ روم کی طرف بڑھ گئے۔

www.novelsclubb.com

"ماما! آپ انہیں جانتی ہیں؟"تانیانے مریم کو کریدا.

"نہیں."

"اور آپ نے سناماما! وہ پاپا کو ہادی بھائی کہہ رہے تھے."عزیر نے پوائنٹ آؤٹ کیا تو مریم بھی حیرت کا اظہار کرتے ہوئے بولیں.

"میں نے کسی کو نورالھدی کے لیے یہ نام استعمال کرتے نہیں سنا شاید پُرانے ملنے والے ہونگے."انہوں نے قیاس لگایا.

"اینی وے، میں بہادر کو چائے کا کہہ دوں."تانیانے کسی کو مخاطب کیے بغیر کہا اور چلتے ہوئی کچن میں آگئی.

www.novelsclubb.com

"بہادر! اک زبردست سی چائے اور کچھ اسنیکس اندر ڈرائنگ روم میں لے جاؤ. اک خاص مہمان آیا ہے."

"ٹھیک ہے جی."کہہ کر بہادر چائے کے انتظام کرنے لگا. کچن کے دروازے تک آ کر تانیا کو اک خیال آیا تو وہ واپس پلٹی اور کچن ٹیبل پر چڑھ کر بیٹھتی بہادر سے بولی.

"پوچھو گے نہیں کون آیا ہے؟"

"کون آیا ہے تانیا بی بی؟"تانیا کی فرمائش پر اس نے پوچھا. وہ اسکے رد عمل کو سوچ کر شرارت سے بولی.

"ملیحہ فاروقی کے شوہر آئے ہیں."

"کیا...؟"بہادر نے بڑا سا منہ کھول کر اسے دیکھا.

"سچ کہہ رہی ہوں اور تمھاری ملیحہ بی بی کا ایک بیٹا بھی ہے."وہ بہادر کی حیرت سے حظ اٹھا کر بولی تو بہادر کا منہ کچھ اور کھل گیا.

"ملیحہ بی بی کا بیٹا؟"

"ہوں۔"تانیہ نے سر ہلا کر اسکی شکل دیکھی جو منہ پر دونوں ہاتھ رکھے تانیہ کو آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھ رہا تھا۔

"آپ بی بی صاب کے بارے میں ہی بات کر رہی ہیں نا؟ کرنل صاب کی بیٹی کے بارے میں؟"

www.novelsclubb.com

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

"ہاں۔ میں تمہاری بی بی صاب کے بارے میں ہی بات کر رہی ہوں۔ ملیحہ فاروقی کے بارے میں۔ کیا بھول گئے انہیں؟"

وہ ایک دم ہی افسردہ ہو گیا تھا۔ "وہ ایسی نہیں تھیں کہ کوئی انہیں بھول جاتا۔ پر یہاں تو کسی نے انہیں یاد ہی نہیں رکھا۔"

پھر اس نے تانیا کی طرف دیکھ کر اجنبھے سے کہا. "لیکن آپ نے یہ ابھی کیا بات کہی؟ بی بی صاب کا تو کوئی بیٹا نہیں ہے اور انکی شادی بھی نہیں ہوئی تھی."

وہ ہنسی. "نہیں بہادر! ملیحہ فاروقی کی شادی ہوئی تھی اور انکا اک بیٹا بھی ہے جو اے ایس پی ہے. جانتے ہو، اے ایس پی، پولیس کا بڑا افسر ہوتا ہے."

"ہوتا ھو گا تانیا بی بی، مگر وہ پولیس والا، بی بی صاب کا بیٹا ہو ہی نہیں سکتا." وہ اڑیل پن سے بولا.

"کیوں نہیں ھو سکتا؟"

"کیوں کہ بی بی صاحب مر گئی تھیں." تانیا کتنی ہی دیر ہنستی رہی، پھر کہا. "ٹھیک

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

ہے، وہ مر گئی تھیں. مگر مرنے سے پہلے لوگ شادی بھی کرتے ہیں اور ان کے بچے بھی ہوتے ہیں."

"مگر تانیا بی بی! انکی شادی نہیں ہوئی تھی." وہ اب بھی اڑا ہوا تھا. تانیا چھوٹے بچے کی طرح اسے سمجھانے لگی.

"دیکھو جب وہ یہاں سے گئی تھی، تو انکی شادی نہیں ہوئی تھی، مگر یہاں سے جانے کے بعد انہوں نے وجدان مصطفیٰ سے شادی کر لی تھی. پھر انکا بیٹا پیدا ہوا اور وہ مر گئیں."

وہ الجھ کر بولا. "مگر بی بی صاب کہیں نہیں گئی تھیں. اسی گھر میں انکی موت ہوئی تھی اور اسی گھر سے انکا جنازہ اٹھا تھا۔"

"کیا...؟" اب کے تانیا حیران رہ گئی.

"جی تانیا بی بی!... بی بی صاب کنواری مر گئی تھیں. انکی شادی تو کبھی ہوئی ہی نہیں تھی."

تانیا کے سَر میں دھماکے سے ہونے لگے تھے. وہ آہستہ سے ٹیبل سے اتر گئی اور بہادر کہتا جارہا تھا.

"پتہ نہیں تانیابی بی! آپکو کسی نے کیا بتایا ہے، لیکن ہمیں اِس بارے میں بات کرنے سے سختی کے ساتھ منع کیا گیا ہے. وہ تو آپ نے مرنے والی کے بارے میں اتنی بڑی بات کہہ دی تھی تو ہم بھی بول پڑے، پر آپ آگے ہم سے کچھ ناپوچھیے گا اور آگے رکھا بھی کیا ہے، وہ بیچاری مر گئیں اور ساری باتیں ختم ہو گئیں. بڑی نیک لڑکی تھیں. اللہ جنت نصیب کرے."

"بات ختم نہیں ہوئی. "اس نے دِل میں کہا." باتیں تو شروع ہوئی ہیں. جب ملیحہ نے دادا جان کے کسی حکم سے سَر تابی نہیں کی تو اسے گم نام کیوں کر دیا گیا؟... اسکی موت کن حالات میں ہوئی؟ اور کیوں اسے پراسرار بنایا جارہا ہے؟ اور سب سے اہم چیز یہ بات کیوں مشہور کی گئی کہ وہ وجدان مصطفی کی بیوی تھی؟ اور انکی اصل بیوی اور شایان کی ماں کون ہے؟ اور اسکی شخصیت کو کیوں چھپایا گیا؟ اور کیوں

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

شایان کو بھی یہ یقین دلا یا گیا کہ وہ ملیحہ کا بیٹا ہے؟" سوال ہر طرف بکھرے تھے پر جواب کہیں نہیں تھا.

وہ لاونج میں آئی اور ڈرائنگ روم کے گلاس ڈور سے اندر دیکھنے لگی، جہاں سے پردہ ہٹا ہوا تھا. دادا جان صوفے پر بیٹھے بار بار پہلو بدل رہے تھے اور نور الہدیٰ، وجدان کے ساتھ بیٹھے ان کے کاندھے پر بازو پھیلائے دھیرے دھیرے بولتے وجدان کی بات بڑے دھیان سے سن رہے تھے. وہ پہلے ہی جانتی تھی کہ نور الہدیٰ اور بابا جان کبھی ملیحہ کے بارے میں زبان نہیں کھولیں گے، اب اس نے وجدان کا نام بھی اِس فہرست میں شامل کر لیا تھا.

"نا جانے اب یہ تینوں اندر بیٹھے کونسا اسکرین پلے لکھ رہے ہیں؟ وہ تین لوگ جنہیں ملیحہ نے سب سے زیادہ چاہا تھا، اسکے بارے میں سچ بتانے کو تیار نہیں. پتہ نہیں اسکی ذات پر جھوٹ کے پردے کیوں ڈالے گئے؟ کوئی ہے تو اسے بیٹی ماننے کو تیار نہیں اور کوئی کہتا ہے کہ وہ اسکے بچے کی ماں تھی. کیا گورکھ دھندہ ہے؟" وہ

چلتی ہوئی صوفے پر آ بیٹھی.

"کہانی کے چار بنیادی کرداروں میں سے اک موت کے آغوش میں چلا گیا اور باقی تین جو بھی بولیں گے، وہ سچ نہیں ھو گا. مگر شاید کہانی کا کوئی ثانوی کردار سچ بولنے پر آمادہ ہو جائے، جیسے.. جیسے سمیرہ. آف کورس!" اس نے اپنے خیال کی تائید کی.

"سمیرہ کو ضرور پتہ ھو گا کہ ملیحہ کی موت کیوں اور کیسے ہوئی؟ اگر یہ پتہ چل جائے تو باقی کی الجھنیں بھی سلجھ جائیں گی. لیکن سمیرہ کو میں کہاں ڈھونڈھوں گی؟ میں نے تو کبھی ملیحہ کے ننھیال میں سے کسی کو قصر فاروقی میں آتا جاتا نہیں دیکھا. تو پھر سمیرہ سے میں کیسے ملوں گی؟" وہ سوچنے لگی.

www.novelsclubb.com

"میری ممی شایان کی مدر کی کزن ہیں." تانیا کو اچانک فائزہ کی بات یاد آئی اور اچھل کر اپنی جگہ سے کھڑی ہو گئی. "اوہ مائی گاڈ!.... فائزہ اور شایان کی مائیں آپس میں کزنز تھیں. شایان کی ماں کی حیثیت سے تو سب ملیحہ کو ہی جانتے ہیں اور فائزہ کی ماں ہیں سمیرہ آنٹی. اور فائزہ آفاق یعنی سمیرہ آفاق... اٹس ریلی امیزنگ." وہ ھسنے

لگی.

"میں تین سال سے اس گھر میں جا رہی ہوں، جسکے رہنے والوں کا رشتہ قصر فاروقی سے برسوں پہلے ختم ہو چکا ہے اور جواد کی انگیجمنٹ والے دن آفاق انکل، پاپا کے نام پر چونکے بھی تو تھے، شک کی تو کوئی گنجائش ہی نہیں اور اب آگے کی کہانی، سمیرہ آنٹی سنائیں گی." وہ جوش سے چلتی اپنے کمرے سے کار کی چابی اٹھا کر پورچ میں آگئی اور کچھ ہی دیر میں وہ فائزہ کے گھر پر تھی.

فائزہ نے اسے دیکھا تو حیران رہ گئی.

"تم.....؟"

"ہاں میں، لیکن تم اِس قدر حیران کیوں ہو رھی ہو؟"

"تمہیں پتہ ہے، رات تمہارے جانے کے بعد کیا ہوا؟" فائزہ ان سنی کرتے ہوئے بولی. "میں شروع سے ہی چاہتی تھی کہ تمھاری اور شایان کی شادی ہو جائے اور شایان کو تمہارے پاپا کا نام سن کر ہی آؤٹ پٹانگ قسم کے خوف ستانے لگے تھے

www.novelsclubb.com

اور کل میں نے شایان کو جھوٹ بول کر اسی لیے بلوایا تھا کہ تم دونوں آمنے سامنے بیٹھ کر بات کرو گے تو شاید اسکے دماغ سے خوف نکل جائے. پھر تم بھی اسکی بات مان گئیں تو آخری حل یہ ہی بچا تھا کہ میں وجدان انکل کو سب بتادوں اور میں نے انہیں سب بتادیا."

"اچھا تو اِس لیے وہ پاپا اور دادا جان سے ملنے گھر آ پہنچے. میں بھی حیران تھی کہ اتنے سالوں میں تو وہ کبھی دادا جان سے ملنے نہیں آئے تو آج کیا وجہ ھو سکتی ہے؟"

"کیا؟..... وجدان انکل تمہارے گھر آئے تھے؟" فائزہ پوچھنے لگی.

"آئے نہیں تھے، اِس وقت بھی قصر فاروقی میں موجود ہیں."

"بہت بد اخلاق ہو. اتنے برسوں بعد وہ تم لوگوں سے ملنے آئے اور تم انہیں چھوڑ کر یہاں چلی آئیں." فائزہ نے اسے سَرزنش کی.

"انکی پاپا اور دادا جان کے ساتھ خفیہ میٹنگ چل رہی ہے، اسی لیے میری بداُخلاقی سے کوئی فرق نہیں پڑے گا. اچھا سنو! میں آج خاص طور پر آنٹی سے ملنے آئی

ہوں.انہیں کمرے میں بلالو."وہ اپنے مطلب کی بات پر آگئی.

"خیریت؟"فائزہ نے پوچھا.

"ہاں بس تم انہیں بلالو."

"ٹھیک ہے."وہ کہہ کر اٹھی اور روم سے چلی گئی.

"فائزہ بتارہی تھی،تم خاص طور پر مجھ سے ملنے آئی ہو."بیڈ پر بیٹھنے کے بعد وہ محتاط انداز میں بولیں.

"جی آنٹی!آپ سے کچھ ضروری باتیں کرنی ہے."

"کہو."

"اک منٹ."انکی اِجازت پاکر اس نے فائزہ کی طرف رخ کیا."فائزہ!ہمیں کچھ دیر کے لیے اکیلا چھوڑ سکتی ہو؟"

"ہاں کیوں نہیں."وہ حیران تو ہوئی،مگر فوراً ہی جانے کو کھڑی بھی ہو گئی."میں چائے بنا کر لاتی ہوں."

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

"کسی تکلف کی ضرورت نہیں ہے. بس اتنا خیال رکھنا، جب تک میں کمرے کا دروازہ کھول نا دوں، کوئی ہمیں ڈسٹرب نا کرے."

"جیسا تم کہو." وہ کہہ کر باہر نکل گئی اور جاتے جاتے دروازہ بھی بند کر گئی.

"جی تو شروع کریں." اس نے سمیرہ کی طرف دیکھ کر کہا. تانیا نے محسوس کیا کہ وہ کچھ مضطرب سی تھیں.

"مجھے جانتی ہیں؟" انہیں خاموش دیکھ کر تانیا نے سوال کیا سمیرہ اسکے لہجے سے سمجھ گئیں کہ اس سوال کا مطلب کیا تھا اور کہا.

"تم نورالہدیٰ کی بیٹی ہو."

"اور آپ افتخار حسن کی بیٹی ہیں." تانیا نے انکے چُپ ہوتے ہی کہا۔ "میرا مطلب ہے، ملیحہ کے ماموں افتخار حسن کی بیٹی."

"تمہیں فائزہ نے بتایا ہو گا." انہوں نے فوراً قیاس لگایا.

"نہیں، مجھے ملیحہ نے بتایا ہے۔" سمیرہ نے اسے اِس طرح دیکھا جیسے اسکا دماغ چل

گیا ہو مگر بحث نہیں کی.

"میں آپکی بہت عزت کرتی ہوں، مگر اب لگ رہا ہے مجھے اِس رویے پر اک بارِ پھر غور کر لینا چاہیے." وہ دانستہ بدلحاظ ہوئی.

"اور اِس بات سے تمھارا کیا مطلب ہے؟" وہ ناگواری سے گویا ہوئیں.

"آپکو شرم نہیں آتی." تانیا اک دم سے بھڑک اٹھی.

****

"جی تو شروع کریں." اس نے سمیرہ کی طرف دیکھ کر کہا. تانیا نے محسوس کیا کہ وہ کچھ مضطرب سی تھیں.

"مجھے جانتی ہیں؟" انہیں خاموش دیکھ کر تانیا نے سوال کیا سمیرہ اسکے لہجے سے سمجھ گئیں کہ اس سوال کا مطلب کیا تھا اور کہا.

"تم نورالہدی کی بیٹی ہو."

"اور آپ افتخار حسن کی بیٹی ہیں." تانیا نے انکے چُپ ہوتے ہی کہا۔ "میرا مطلب

ہے، ملیحہ کے ماموں افتخار حسن کی بیٹی. "

"تمہیں فائزہ نے بتایا ہوگا. "انہوں نے فوراً قیاس لگایا.

"نہیں، مجھے ملیحہ نے بتایا ہے۔" سمیرہ نے اسے اِس طرح دیکھا جیسے اسکا دماغ چل گیا ہو مگر بحث نہیں کی.

"میں آپکی بہت عزت کرتی ہوں، مگر اب لگ رہا ہے مجھے اِس رویے پر اک بار پھر غور کر لینا چاہیے. "وہ دانستہ بدلحاظ ہوئی.

"اور اِس بات سے تمھارا کیا مطلب ہے؟" وہ ناگواری سے گویا ہوئیں.

"آپکو شرم نہیں آتی. "تانیا اک دم سے بھڑک اٹھی

"جو لڑکی آپکو اپنی بہن کی طرح سمجھتی تھی، آپ اس پر بہتان لگاتی ہیں کہ وہ اپنے گھر سے بھاگ گئی تھی. "

"میں نے یہ کبھی نہیں کہا کہ ملیحہ گھر سے بھاگی تھی. "

"تو پھر ملیحہ اور وجدان کی شادی کیوں کر ہوئی؟" وہ پوچھنے لگی۔

"ملیحہ کا اپنے بابا جان کے ساتھ اِس ایشو پر جھگڑا ہو گیا تھا، پِھر بات بڑھ گئی اور ان حالات میں اسے گھر چھوڑ کر یہاں انا پڑا. بعد میں ابو اور چاچو نے دونوں میں صلاح کی کوشش بھی کی، مگر پھوپھا جان نے کہہ دیا کہ ملیحہ ان کے لیے مر چکی ہے. اسکے بعد سب کو یہی مناسب لگا کہ ملیحہ کی شادی وجدان سے کر دی جائے. وہ وجدان کے ساتھ بھاگی نہیں تھی، اسے باقاعدہ رخصت کیا گیا تھا." وہ غصے سے چبا چبا کر بولیں. تانیا نے سکون سے انکی بات ختم ہونے کا انتظار کیا، پھر کہا۔

"انکا انتقال کس طرح ہوا؟" وہ اک پل کو رکیں پھر کہا. "شایان کی پیدائش پر ملیحہ کی وفات ہو گئی تھی."

"مگر کس طرح؟" وہ پوچھ رہی تھی. سمیرا زچ ہو گئیں.

"بچے پیدا کرتے وقت اکثر عورتیں مر جاتی ہیں. اِس میں پوچھنے والی کیا بات ہے؟"

"حیران ہونے کی بات تو ہے نا." انکی بات پر غور کرتی ہوئے وہ اٹھی اور ان کے

www.novelsclubb.com

سامنے کھڑے ہوتے ہوئے دونوں بازو لپیٹ کر کہا.

"اِس میں حیران ہونے والی کیا بات ہے؟" سمیرہ اجنبھے سے بولیں تو تانیا اپنے الفاظ پر زور دے کر بولی.

"اگر اک ایسی عورت بچہ پیدا کرتے ہوئے مر جائے، جسکے ہاں کبھی بچہ پیدا ہی نہیں ہوا تھا تو سن کر حیرت تو ہوگی." اِس بار سمیرہ کچھ بول نہیں پائیں.

"ملیحہ کی شادی نہیں ہوئی تھی." اس نے بڑے سکون سے انہیں دیکھتے ہوئے کہا.

"اک ایسی لڑکی جو مر چکی ہے، اسکے بارے میں اتنا بڑا جھوٹ کہ وہ کسی کی بیوی اور کسی کے بچے کی ماں تھی، بولتے ہوئے آپکو شرم نہیں آئی؟" وہ چُپ ہوئی، پھر طنزیا ہنسی کے ساتھ بولی. "لیکن آپ کیا کسی مرے ہوئے کا لحاظ کریں گی؟ جب آپ نے زندہ لوگوں کا لحاظ نہیں کیا۔ شایان کے ساتھ کیا کیا آپ لوگوں نے. جسے وہ ماں سمجھتا ہے، وہ اسکی ماں نہیں ہے، اگر پتہ چل جائے اسے تو اسکی کیا حالت ہو اور وہ بدنصیب ماں جس نے اسے پیدا کیا ہے، اس پر کتنا ظلم کیا ہے آپ سب نے اور

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

آج میری زندگی آپ لوگوں کی وجہ سے ہی برباد ہو رہی ہے، یہ سوچ کر وہ ملیحہ فاروقی کا بیٹا ہے، شایان مجھ سے شادی نہیں کرنا چاہتا اور میں سچ جان کر بھی اسے بتا نہیں سکتی کیونکہ میں جانتی ہوں وہ کبھی نہیں سہہ پائے گا کہ جس باپ سے وہ اتنی محبت کرتا ہے، اسی نے اسکی ماں کی شناخت کے حوالے سے اسے دھوکہ دیا۔" وہ رکی اور شکایتی نگاہوں سے سمیرہ کو دیکھنے لگی، جن کی آنکھوں سے اب آنسو گرنے لگے تھے۔

"دادا جان، پاپا، وجدان اور آپ، ملیحہ نے ہر اک سے محبت کی اور اسکے مرنے کے بعد آپ سب نے اسکے ساتھ کیا کیا؟ پاپا اور دادا جان یوں اسکے ذکر سے لاتعلق ہو گئے جیسے وہ کبھی پیدا ہی نہیں ہوئی تھی اور وجدان جو ملیحہ کے لیے یقین کا چہرہ تھا، اسکے چہرے کو دھوکہ بنا کر اپنے بیٹے کے سامنے پیش کرتے رہے اور آپ نے وجدان کو ایسا کرنے دیا۔ کس قدر بدنصیب تھی وہ، اس نے کبھی سوچا بھی نہیں ہوگا کہ اسکے مرنے کے بعد اسکے ساتھ یہ سب ہو جائے گا۔" سمیرہ کے آنسو اور بھی

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

شدت سے بہنے لگے۔ مگر تانیا اس پر ترس کھائے بغیر بولتی رہی۔

"جھوٹ کا یہ محل کھڑا کرنے کی کیا ضرورت تھی؟ بتائیں، میری اور شایان کی زندگیوں کو برباد کرنے کا آپکے پاس کیا جواز ہے۔ جواب دیں.... یا دینے کے لیے آپکے پاس کوئی جواب بھی نہیں ہے؟" اسکی آواز مزید تیز ہو گئی تھی۔

"آج تو آنسو بہا رہی ہیں، مگر جب ملیحہ کی موت کا تماشہ بنا رہی تھیں اس وقت آپکے آنسو کہاں تھے؟"

"میں نے ملیحہ کی موت کا تماشہ نہیں بنایا۔" وہ چلا اٹھیں۔ "ہاں، وہ بدنصیب تھی۔ مگر کسی نے بھی نہیں سوچا تھا کہ اسکے ساتھ یہ سب ہو جائے گا۔" پھر وہ آنسو پونچھے بغیر ہولے سے بولنے لگیں۔ "مجھے آج بھی یقین نہیں آتا کہ ملیحہ مر چکی ہے۔ کس نے سوچا تھا وہ اِس طرح مر جائے گی۔ جیتے جی کبھی نہیں ستایا اور مر کر سب کے لیے عمر بھر کا عذاب بن گئی۔" انہوں نے تانیا کی طرف دیکھا۔ "یہ کوئی پریوں کی داستان نہیں، جیسے سننے کے شوق میں تم یہاں چلی آئیں۔"

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

"جانتی ہوں، یہ پریوں کی داستان نہیں ہے. مگر پری کی داستان تو ہے، جو جادونگری میں کھو گئی. "ان کے پاس بیٹھتے ہوئے تانیا نے اِس بار رسان سے کہا تھا سمیرہ بھیگی آنکھوں سے اسے دیکھنے لگی اور دھیرے دھیرے ماضی کے پردے ہٹانے لگیں.

*****

آفاق چونک تو تبھی گیا تھا، جب اس نے شام کے پس منظر میں ملیحہ اور وجدان کو اک دوجے میں کھوئے ہوئے دیکھا تھا. مگر اس نے خود کو کسی بھی قیاس ارائی سے محفوظ رکھا. وہ ملیحہ اور وجدان دونوں کو ہی اچھی طرح جانتا تھا. ملیحہ سلجھی ہوئی، سمجھدار لڑکی تھی اور وجدان بھی سلجھے مزاج کا شخص تھا جو اپنے کام سے کام رکھنا پسند کرتا تھا. آفاق نے اسے کبھی لڑکیوں میں دلچسپی لیتے نہیں دیکھا تھا، ان دونوں سے ہی کسی نادانی کی امید رکھنا فضول تھا. بعد کے دنوں میں آفاق نے ان دونوں کو اک دوسرے سے بے نیازی برتتے ہی دیکھا، مگر اسے یوں محسوس ہوتا تھا کہ وہ پوری جان سے اک دوسرے کی طرف متوجہ ہیں. پھر وہ لمحوں کی بے اختیاریاں

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

بھی آفاق سے چھپی نا رہ سکیں. لیکن وہ مستقل انہیں اپنا وہم سمجھ کر جھٹکتا رہا. مگر جس دن نور الہدی ملیحہ کو لینے آئے تھے، آفاق نے گیٹ سے اندر آتے ہوئے دونوں کو ساتھ کھڑے دیکھا تھا.

آفاق اسے باہر گاڑی تک چھوڑ کر واپس آیا تو بھی وجدان وہیں کھڑا تھا.

"کہاں کھو گئے؟" وجدان نے اپنے خیال سے ابھر کر آفاق کو دیکھا.

"میں نہیں کھویا، دِل کھو گیا ہے."

"سچ کہہ رہے ہو؟" آفاق سنجیدہ تھا. وجدان نے ہنستے ہوئے کہا.

"نہیں، مذاق کر رہا ہوں اور اب اندر چلو. یہاں تو بہت دھوپ ہے." وجدان بات بَدَل گیا تھا، لیکن آفاق کو یقین ہو گیا کہ ان دو سلجھے ہوئے لوگوں کے درمیان کوئی الجھا ہوا سا تعلق ضرور ہے. وہ وجدان سے اِس بارے میں کھل کر بات کرنا چاہتا تھا، مگر اس روز موقع نہیں مل سکا اور اگلے دن آفاق اور سمیرہ ہنی مون کے لیے شمالی علاقے جات چلے گئے. پِھر دس دن بعد انکی واپسی ہوئی. دوسرے ہی دن وہ

وجدان سے ملنے اپنے پاپا کے آفس گیا تھا. مگر وہ وہاں ملا ہی نہیں تو واپس آگیا.

"آج آفس آئے تھے؟" رات کو ڈائینگ ٹیبل پر کھانے کے دوران منیر حسن نے آفاق سے پوچھا.

"وجدان سے ملنے گیا تھا.."

"اور جناب وہاں تھے نہیں." اسکی بات کاٹ کر منیر حسن نے اسکی بات پوری کی۔ آفاق خاموشی سے کھانا کھانے لگا. کیا کہتا؟ وہ تو وجدان کے لیے بے حد پریشان تھا.

اگلے دن آفس سے واپسی پر اسکے گھر چلا گیا، مگر وہ گھر پر نہیں تھا. آفاق اسکے نام میسج چھوڑ آیا، لیکن وجدان ہنوز لاپتا ہی رہا.

آج 17 دسمبر تھی اور آفاق جانتا تھا کہ آج ملیحہ کی ایگزبیشن ہے. وہ کچھ دن پہلے ہی پاس لے آیا تھا. اسکا اِرادہ تھا کہ ملیحہ کو سرپرائز دے گا.

آفس سے فارغ ہو کر سیدھے آرٹس کونسل جانے کے بجائے آفاق ڈیلی نیوز پیپر

کے آفس آگیا.

"آرٹس کونسل میں بہت زبردست ایگزبیشن لگی ہے. چلوگے ؟" وہ اپنے رپوٹر دوست ساجد کی ڈیک پر آکر بولا.

"چلوگے ؟" وہ اچنبھے سے بول کر ہنسا.

"میں تو لیٹ ہوگیا ہوں یار! میرا اسسٹنٹ رپوٹر اِس وقت آرٹس کونسل میں بیٹھا مجھے دعائیں دے رہا ہوگا، شام کے اخبار میں نمائش کی رپورٹ چھاپنی ہے. میں نے اس سے کہا تھا، ڈائریکٹ وہیں پہنچ جائے، میں بھی سیدھا وہیں آؤنگا. لیکن ڈائریکٹر صاحب نے بولوالیا. اب وہ میری جان چھوڑیں تو میں جاؤں."

"کتنی دیر لگے گی؟"

"بس یہ رپورٹ فائنل کردوں، پھر چلتے ہیں." اس نے کہا اور رپورٹ میں گم ہو گیا.

آفاق اک کرسی پر بیٹھ کر اسکے فارغ ہونے کا انتظار کرنے لگا تھا۔ ساجد نے جلدی

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

ہی اپنا کام ختم کر لیا تھا. وہ رپورٹ اڈیٹر کے ٹیبل پر رکھ کر واپس آیا تو آفاق اسے دیکھ کر اٹھتا ہوا بولا.

"ویسے وجدان بھی اگر ہوتا تو مزہ آجاتا."

"ہاں یار! ہماری نگڑی پوری ہو جاتی." ساجد بھی بولا. "چل پھر اسے بھی اٹھا لیتے ہیں."

"پر اٹھانا کہاں سے ہے؟ یہ بھی تو پتہ ہو." آفاق کے جواب میں وہ بولا.

"لائبریری سے." آفاق حیران ہوا. "لائبریری سے؟"

"آ، تجھے رستے میں بتاتا ہوں." اس نے کہا اور آفاق کو ساتھ لے کر چل پڑا.

"یہ لائبریری کا کیا چکر ہے؟" ڈرائیونگ کرتے ہوئے آفاق نے ساجد سے پوچھا.

"چکر لائبریری کا نہیں، لڑکی کا ہے."

"وجدان اور لڑکی کا چکر... امپوسبل." آفاق حیران ہوا. "وہ تو لڑکیوں کو بھاؤ تک نہیں دیتا."

"اور لڑکیاں ہمیں بھاؤ نہیں دیتیں. پر دیکھ لو! تمھاری شادی بھی ہو گئی اور میری منگنی بھی. بھائی! یہ جو دنیا ہے نا، اتفاقات کا مجمع ہے. یہاں کچھ بھی ھو سکتا ہے. سورج مغرب سے نکل سکتا ہے، دیا اندھی میں جل سکتا ہے، پانی میں آگ لگ سکتی ہے اور.... وجدان کو محبت ہو سکتی ہے."

"تو مجھے آج بتا رہا ہے." اسکی ساری بکواس کے جواب میں آفاق بگڑ کر بولا.

"مجھے بھی کچھ دنوں پہلے ہی پتہ چلا ہے. وہ بھی اتفاقا." اس نے بدک کر صفائی میں کہا تو آفاق بولا.

"ٹریلر تو دیکھا دیا، فلم بھی دیکھا دو."

"یار! کوئی اتنی لمبی چوڑی بات نہیں ہے. دو، تین مہینے پہلے میں اور وجدان لائبریری گئے تھے. وہاں وہ بار بار اک لڑکی کی طرف دیکھ رہا تھا، وہ لڑکی تھوڑی سے خوبصورت تو تھی، پر سچ بات ہے مجھے تو ایسی خاص نہیں لگی کہ وجدان جیسا گہرا بندہ اسکی اک جھلک دیکھ کر متاثر ہو جائے. پھر وہ لڑکی اٹھ کر چلی گئی. ہم لوگ بھی

اپنے کام سے فارغ ہو کر اٹھ گئے اور بات آئی گئی ہو گئی. بلکہ اسکے بعد سے جو اسے لاپتا رہنے کی بیماری ہو گئی ہے تو مجھے شک بھی نہیں ہوا کہ یہ اِس لڑکی کے چکر میں لائبریری جاتا ہو گا. وہ تو پرسوں میں وہاں گیا تو اسے وہاں دیکھا، پِھر خود ہی میرے پوچھنے پر بتانے لگا کہ صبح سے شام تک لائبریری میں ہوتا ہوں. لائبریری بند ہونے کے بعد سڑکیں ناپتا ہوں. پِھر جب نیند آنے لگتی ہے تو گھر چلا جاتا ہوں. بس اسی بات پر مجھے شک ہوا. اس سے پوچھا تو ہنسنے لگا... لیکن تردید بھی نہیں کی. "

وہ آخری جملے پر سوچتا ہوں بولا.

"ہوں. "آفاق گہری سوچ میں ڈوب گیا. اسکی نگاہوں میں بار بار اِس شام کا منظر گھوم رہا تھا جس میں تخت پر بیٹھی ملیحہ کھوئے ہوئے اندازِ میں اپنے سامنے بیٹھے وجدان کو دیکھ رہی تھی، جسکے اندازِ میں بھرپور وارفتگی تھی. آفاق کے پیشانی پر لکیریں سی ابھر آئیں۔ وجدان لائبریری کی پھتریلی سیڑھیوں پر بیٹھا کتاب کے ورک اُلٹ رہا تھا جب آفاق اور ساجد اس کے سَر پر آ پہنچے.

"اگر علم کے سمندر میں یوں ہی غوتے پہ غوتہ لگاتے رہے تو کسی دن ڈوب جاوگے ."آفاق نے ہاتھ مار کر کتاب بند کر دی."اٹھ، ہم تجھے لینے آئے ہیں."

"مگر میں نہیں جا سکتا."اس نے فوراً انکار کر دیا.

"کیوں؟"جواب میں وجدان گریز کر کچھ پلوں کے بعد بولا."میں کسی کا انتظار کر رہا تھا."

اسکی بات سن کر ساجد بولا."جسکے انتظار میں تو تین مہینے سے دھول پھانک رہا ہے، وہ آج بھی نہیں آئے گی."

"میں نے کبھی بھی اسکے آنے کی شرط اپنے انتظار کے سامنے نہیں رکھی."

"تو تم مانتے ہو کہ تم اس لڑکی کے انتظار میں یہاں آئے ہو."ساجد اچانک ہی سنجیدہ ہو گیا.

"نا ماننے سے کیا فرق پڑ جائے گا؟"وہ آہستہ سے بولا.

"وجدان! مجھے تم سے اِس پاگل پن کی امید نہیں تھی."آفاق چڑ سا گیا."جس

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

لڑکی کی تم نے صرف شکل ہی دیکھی ہے، اسکے لیے تم خود کو اِس طرح برباد کر رہے ہو. کیا یہ دیوانگی نہیں؟"

"ہے تو." وہ مسکرایا.

"اور دیوانے کو صرف اپنی دیوانگی سے مطلب ہوتا ہے."

"اک دن کے ناغے سے تیری دیوانگی میں کوئی فرق نہیں پڑ جائے گا. ناوہ آکر تیری غیر حاضری نوٹ کرنے والی ہے. اب اٹھ جا۔" ساجد نے کہا پھر اسکے نہیں، نہیں کرنے کے باوجود وہ دونوں اسے گھسیٹے ہوئے گاڑی میں لے آئے. وہ آیا تو بے دلی سے تھا، مگر نمائش میں ملیحہ کو دیکھ کر وہ اِس اتفاق پر حیران رہ گیا. آفاق ناجانے کدھر تھا اور اسکے ساتھ کھڑا ساجد کسی سے انٹرویو لے رہا تھا. وجدان اپنے آپ ہی اسکی طرف چل پڑا. اسکے ہاتھ میں ساجد کا کیمرہ تھا. بنا سوچے ہی غیر اِرادی طور پر اس نے ملیحہ کی کئی تصویریں کھینچ لیں. اپنے چہرے پر فلیش کی روشنی محسوس کر کے ملیحہ اس طرف متوجہ ہوئی تو وجدان کو دیکھ کر وہ بھی حیران رہ گئی.

وہ دونوں ہر طرف سے بیگانہ آپس میں باتیں کر رہے تھے. تب ہی آفاق اس طرف چلا آیا. رنگ تو اس نے ملیحہ کے چہرے پر بھی دیکھے تھے، مگر وجدان کی آنکھوں کی چمک نے اسے واقعی الجھا دیا تھا. ملیحہ پلٹ چکی تھی. آفاق چلتا ہوا وجدان کے پاس آگیا اور اسکے کندھے پر ہاتھ رکھ کر گھمبیر لہجے میں بولا.

"وہ میری بہن ہے."

وجدان نے اسکی طرف دیکھا جو جاتی ہوئی ملیحہ کو دیکھ رہا تھا.

"اور میں تمھاری بہن سے شادی کرنا چاہتا ہوں." وہ اپنے مخصوص واضح اندازِ میں بے دھڑک بولا تھا. آفاق اسے دیکھتا رہا، پھر اسکے شانے سے ہاتھ ہٹا کر بولا.

"باہر چل کر بات کرتے ہیں."

~~~~~~~~~~~

"میں نے ملیحہ کو پہلی بار لائبریری میں دیکھا تھا." وہ گھاس پر آفاق کے مقابل بیٹھا دونوں ہاتھ پیچھے ٹکائے دور آسمان کی وسعت میں کھویا کہہ رہا تھا. "میں وہاں ساجد
~~~~~~~~~~~

کا انتظار کر رہا تھا کہ ملیحہ کو آتے دیکھا. پہلی غیر اِرادی نظر کے بعد میں نے ان پر سے نگاہ ہٹالی تھی. پر نظر ہٹانے کے بعد میرا دِل چاہا، اک بار اور انکی طرف دیکھوں. اپنی یہ خواہش مجھے بھی عجیب لگی تھی. میں ان پر سے توجہ ہٹانے کے لیے کتاب پڑھنے لگا اور تھوڑی دیر میں ساجد بھی آگیا. مگر میں ملیحہ سے اپنی توجہ ہٹا نہیں پایا. وہ ایسی جگہ بیٹھی تھیں کہ ہر بار صفحہ پلٹتے وقت میری نظر ان کے چہرے پر ٹھہر جاتی. اتنے فاصلے اور اونچائی پر ہونے کے باوجود مجھے انکا ہر نقش بہت صاف دکھائی دے رہا تھا. میں انکی پلکوں کا اٹھ کر گرنا محسوس کر رہا تھا. انکی گردن کی ہر حرکت کے ساتھ ان کے گلے میں پڑی باریک چین پر پڑتے بل بہت واضح نظر آرہے تھے. انکے بال بار بار ان کے چہرے پر آجاتے اور وہ انہیں اپنے چہرے سے ہٹانے کے لیے ہاتھ سے سمیٹ کر پیچھے کرتیں تو ایسے میں انکی کلائی میں پڑی چند چوڑیاں کھنک جاتیں. میں اس کھنک کو سن رہا تھا. ایسا لگ رہا تھا وہ بالکل میرے سامنے بیٹھی ہیں."

وہ رکا اور پھر مسکرا کر گویا ہوا۔

"پھر ایسا لگا کہ وہ ڈسٹرب ہو رہی ہیں۔ وہ اک دم سے کتاب پر سے نگاہ ہٹا کر ارد گرد دیکھتیں اور پھر دوبارہ سَر جھکا کر کتاب پڑھنے لگتیں۔ مگر کچھ دیر بعد وہ پھر سے اپنے آس پاس دیکھنے لگتیں۔ شاید انہوں نے میری نظروں کو محسوس کر لیا تھا۔" وہ مسکرایا، پھر مسکراہٹ روک کر بولا۔

"کچھ دیر بعد وہ اٹھیں اور چلی گئیں۔ ایسا لگا، کوئی خواب ختم ہو گیا ہو۔ مگر خواب کا اثر باقی تھا۔ اگلے دن مجھے لائبریری میں کوئی کام نہیں تھا مگر پھر بھی لائبریری آ گیا۔ مجھے خود بھی اپنی اِس حرکت کی وجہ سمجھ نہیں آئی۔ لیکن ملیحہ کو دیکھ کر کچھ سوچنے سمجھنے کی ضرورت ہی نہیں رہی۔ پھر وہ چلی گئیں تو میں بھی اٹھ گیا، مگر اس روز ان کے جانے سے خواب ٹوٹا نہیں تھا۔ مستقل ہو گیا تھا۔ تیسری دن پھر میں وہیں بالکونی میں آ کر بیٹھ گیا، مگر وہ نہیں آئیں تو میں پریشان ہو گیا۔ اگر وہ نا آئیں تو... وہ دو دن سے آ رہی تھیں۔ لیکن ضروری تو نہیں تھا کہ آج بھی آتیں۔ اِس

خیال کے باوجود میں وہاں سے ہلا نہیں. دوپہر ڈھلنے کے بعد وہ آہی گئیں، مگر میری نظروں نے انہیں کچھ زیادہ ہی پریشان کر دیا تھا. ذرا دیر بعد ہی وہ اٹھ کر جانے لگیں. انتظار کے ان چند گھنٹوں نے مجھے سمجھا دیا تھا کہ اب میں ان کے بغیر جی نہیں سکتا. میں بھی ان کے پیچھے باہر آ گیا اور سیڑھیوں پر انہیں آواز دے کر روک لیا. انہوں نے پلٹ کر مجھے دیکھا اور میں نے انکی آنکھوں میں. "

بولتے بولتے ہی یک دم وجدان کے ہونٹوں پر مسکراہٹ آئی.

"نہیں دیکھنا چاہیے تھا. اگر کچھ بچا بھی تھا تو ان آنکھوں میں ڈوب گیا. میں نے ان سے کہا، آپ مجھ سے شادی کرینگی؟" اتنا کہہ کر وہ زور سے ہنس پڑا اور ہنسی کے بیچ کہنے لگا. "بہت غصہ آ گیا تھا انہیں. اتنا غصہ کہ مجھے ڈانٹ بھی نہیں سکیں. پر میں نے ان سے کہہ دیا کہ اپنے سوال کے جواب کے لیے میں قیامت تک انکا انتظار کرونگا. تیسری دن وہ آئیں تو، مگر میرے انتظار کے لیے نہیں، کتاب واپس کرنے. لیکن اتنا بھی غنیمت تھا کہ وہ مجھ سے بات کرنے پر راضی ہو گئیں. مجھے نہیں پتہ

محبت کا اظہار کیسے کرتے ہے، مجھے صرف اتنا سمجھ آیا کہ اپنا دِل کھول کر ان کے سامنے رکھ دوں، مجھے واقعی محبت کا اظہار کرنا نہیں آیا.اِس دن کے بعد ملیحہ پھر وہاں نہیں آئیں." وہ اب گردن گرائے گھاس کو دیکھتے ہوئے بول رہا تھا.

"دو مہینے ہر روز صبح سے شام تک میں ان سیڑھیوں پر بیٹھا دعا کرتا کہ جواب دینے نا سہی، مگر وہ اپنا چہرہ دکھانے ہی آ جائیں. وہ تو نہیں آئیں، مگر میں انکی جھلک دیکھنے انکے پاس پہنچ جاؤنگا، ایسا تو سوچا ہی نہیں تھا.اس شام تمہاری گھر میں ملیحہ کو دیکھ کر مجھے یقین ہی نہیں آیا تھا. پتہ ہے انکا انتظار کرتے کرتے اکثر میں خود سے الجھ پڑتا. میں انکے خاطر مٹتا جا رہا ہوں اور انہیں احساس ہی نہیں ہے. مگر اس روز محسوس ہوا، وہ اتنی بھی بے نیاز نہیں." بولتے بولتے اس نے نظر اٹھا کر آفاق کو دیکھا.

"لیکن یہ احساس میرے لیے کافی نہیں ہے آفاق! میں زندگی کا ہر پل ان کے ساتھ بِتانا چاہتا ہوں. مجھے وہ حق چاہیے کہ انہیں اپنا کہہ سکوں." وہ چُپ ہوا اور یوں ہی ہاتھ آگے کر کے جھاڑنے لگا. آفاق نے اسے دیکھا اور پوچھا.

www.novelsclubb.com

"ملیحہ نے کبھی اِس بارے میں تم سے بات کی ہے؟"

"اک بار انکی آنکھوں میں اپنا عکس تو دیکھا تھا، مگر انکی زبان سے اب تک وہ الفاظ نہیں نکلے جو میں سننا چاہتا ہوں۔" وہ رکا، پھر سنجیدگی سے بتانے لگا۔ "کل انہوں نے مجھے لائبریری بلایا ہے۔"

"تم ملیحہ کے ساتھ سریس ہو نا؟" وجدان نے نظر اٹھا کر آفاق کو دیکھا۔

"تمہیں مجھ پر اعتبار نہیں؟"

"بات اعتبار کی نہیں ہے وجدان!" آفاق اس پر سے نظر ہٹاتا آہستہ سے بولا۔ "ملیحہ بہت سادا سی لڑکی ہے۔ مصلحتوں اور سمجھوتوں کو نہیں جانتی۔ جانتی ہے تو صرف اتنا کہ پیار کرنا ہے تو کرنا ہے، وہ بھی پوری ایمان داری کے ساتھ۔ کہیں کوئی احساس بچا کر نہیں رکھتی۔ پاگل ہے۔ اتنا بھی نہیں سمجھتی کے گہری محبت کے زخم بھی گہرے ہوتے ہیں۔ مگر احساس بھی ہے، خراش لگ جائے تو تڑپ اٹھتی ہے، کہیں زخم لگ گیا تو جھیلنا مشکل ہے۔ خیال رکھنا وجدان! اسے کبھی چوٹ نا لگے۔"

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

"آئی پرامس. خود پر جھیل لونگا لیکن ملیحہ کو تکلیف نہیں پہنچنے دونگا." اس نے پورے دِل سے وعدہ کیا. آفاق یقین کرنے والی مسکراہٹ کے ساتھ اٹھا، اسے بھی اپنے ساتھ اٹھنے کو کہا.

"چلو اندر چلتے ہیں. میں ابھی ملیحہ سے بھی نہیں ملا."

"تم جاؤ. میں تو اب گھر جاؤنگا."

"کیوں؟"

"کیوں کہ ملیحہ کی موجودگی میں، میں خود کو روک نہیں پاتا اور تمہارے ہوتے یہ سب مناسب نہیں لگتا۔" اسکے سنجیدگی سے بولنے پر آفاق نے مصنوعِ خفگی سے وجدان کو گھورا.

"ابھی جو اتنا بکواس کر رھے تھے، تب خیال نہیں آیا کہ کچھ سینسر کر لے اور اب اندر جاتے ہوئے شرم آرھی ہے." اور وجدان نے فوراً ہی اسکی غلط فہمی دور کر دی.

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

"میں ملیحہ کے خیال سے کہہ رہا ہوں، اس سچویشن میں کوئی بھی بہن، بھائی کی موجودگی سے سٹپٹا جائے گی. اللہ حافظ !" وہ جانے لگا تو آفاق نے کہا.

"بھائی ! ساجد کا کیمرہ تو دے دے. اسے کہاں لے جا رہا ہے ؟"

"آرے یار ! بھول گیا." اپنے سَر پر ہاتھ مار کر گلے سے کیمرہ نکال کر اس نے آفاق کو پکڑایا اور ہاتھ ہلاتا ہوا چلا گیا.

*****

وہ ایک خوبصورتی سے ڈیکوریٹ کیا ہوا لاؤنج تھا جس میں رات کے کھانے کے بعد سب لوگ بیٹھے چائے کے ساتھ گپ شپ کر رہے تھے۔ڈبل صوفے پر مصطفی عظیم اپنے بڑے بیٹے مزمل کے ساتھ بیٹھے تھے کچھ فاصلے پر سنگل صوفے پر عائشہ بیگم بیٹھی تھیں۔ سامنے مزمل مصطفی کی بیوی انیقہ تھی اور وجدان ان کی باتوں سے الگ تھلگ کارپٹ پر اپنے ایک سال کے بچے کو گود میں لئے اس کے ساتھ بظاہر کھیل رہا تھا۔ مگر اندر ہی اندر وہ الفاظ ڈھونڈ رہا تھا بات کیسے شروع کرے۔ پھر اس

نے اچانک ہی دھماکہ کر دیا۔ کسی کو خاص طور پر مخاطب کے بغیر اس نے اچانک کہا تھا۔

"میں نے شادی کا فیصلہ شادی کرنے کا فیصلہ کر لیا ہے۔"

وہاں بیٹھے ہر شخص کو یہ سن کر یقیناً خوشی ہی ہوئی تھی مگر اس کا جملہ اس قدر غیر متوقع تھا کہ کوئی رد عمل سمجھ ہی نہیں آیا مصطفیٰ عظیم حیرت سے سنبھل کر بولے۔

"ہمارے لئے تو یہ خوشی کی خبر ہے مگر تم نے جو سلسلہ شروع کر رکھا ہے اس کے بعد یقیناً لڑکی اور اس کے گھر والوں کے لئے یہ سال کی سب سے بری خبر ہو گی۔"

"ابوائی ایم سیریس۔" ان کے مذاق پر وہ سنجیدگی سے بولا۔

".Even.i am serious son"

انہوں نے ایک دم سنجیدہ ہو کر کہا۔ "میں نے کبھی اپنے بیٹوں سے لاپروائی اور غیر ذمہ داری کی امید نہیں کی تھی۔ اور تم سے....

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

".its even beyond my thoughts

"خود مجھے وجدان سے ایسی حرکتوں کی امید نہیں تھی۔ مگر اب اسے لیکچر مت دیں۔مجھے اس کی لاپرواہی کی وجہ سمجھ آگئی ہے شوہر کو بیٹے کی کلاس لیتے دیکھ کر ٹوکا پھر معنی خیزی سے بولیں۔

"غلطی وجدان کی نہیں ہے مصطفی صاحب بلکہ میری اور آپکی ہے بیٹا جوان ہو گیا ہے اور اسے خود بولنا پڑا کہ شادی کرنا چاہتا ہے جبکہ یہ بات ہمارے سوچنے کی تھی۔"

"بالکل امی یہ بات سمجھ میں بھی آتی ہے وجدان بے شک ذمہ دار لڑکا ہے پر کوئی ہو تو جس کے لئے ذمہ داری اٹھائی جائے۔کیوں مزمل! آپ کا کیا خیال ہے؟"انیقہ نے شوخی سے بولتے ہوئے اپنے شوہر سے رائے مانگی۔

"شریف آدمی کبھی بیوی سے اختلاف نہیں کر سکتا اور یہاں تو اختلاف کی گنجائش بھی نہیں۔"

"تو پھر طے ہو گیا اگلے ہفتے میں ہی ہم سب جا کر انیقہ کے ماں باپ سے شہلا ہاتھ مانگ لیں گے۔"

"ایک منٹ امی!" چپ بیٹھا وجدان شہلا کے نام پر ایک دم بولا۔"میں شہلا سے شادی نہیں کر سکتا۔"سب سے زیادہ انیقہ کو یہ بات ناگوار گزری تھی اس کے تاثرات دیکھ کر وجدان نے کہا۔

"ہمیں بھی تو آج پتہ چل رہا ہے۔"وہ خفگی سے بولیں۔پھر خیال آنے پر بولیں۔

"اور تمہیں کہاں ملیں گی وہ؟۔۔۔کیا نام ہے خیر جو بھی ہو۔"انہوں نے ملیحہ کا نام یاد کرنا چاہا پھر کسی کے یاد دلانے سے پہلے ہی ارادہ بدل دیا۔

"ان کا نام ملیحہ فاروقی ہے۔"وجدان کو ان کا انداز اچھا نہیں لگا تھا اسی لئے ملیحہ کا نام بتا کر کہا۔"اور میں ان سے لائبریری میں ملا تھا۔"

"اور یہ سب کب سے چل رہا ہے؟"مصطفی عظیم نے بیٹے کو دیکھ کر پوچھا۔

"تین مہینے ہونے والے ہیں۔"عائشہ بیگم کو ایک دم سے دھیان آیا۔

"اچھا تو اتنے مہینے سے تم جو سارے کام دھندے چھوڑ کر نہ جانے کہاں پھرتے رہتے ہو تو اس کی وجہ یہ لڑکی ہے۔"

"جی۔" اس کا لہجہ اب بھی متوازن تھا۔

"بہر حال تمہاری شادی شہلا سے ہی ہو گی۔" انہوں نے فیصلہ سناتے ہوئے کہا۔

"مگر میں ملیحہ سے شادی کا فیصلہ کر چکا ہوں۔" عائشہ بیگم نے سنا تو بھڑک گئیں۔

"ہاں اب یہی سننا باقی رہ گیا تھا ٹھیک ہے خود ہی سارے فیصلے کرو۔ ہمیں تمہارے بارے میں فیصلہ کرنے کا حق ہی کیا ہے۔"

"ایسی بات نہیں ہے امی!" وہ ان کی ناراضگی پر پریشان سا ہو گیا، پھر ان کے برابر بیٹھ کر بازؤں کے گرد لپیٹتے ہوئے سمجھانے کے سے انداز میں بولا۔ "آپ ان سے ملیں گی تو وہ آپ کو بہت اچھی لگیں۔ گی۔

"میں شہلا سے کئی بار مل چکی ہوں اور وہ مجھے پسند ہے۔"

"اب آپ ضد کر رہی ہیں۔" وجدان نے تھک کر کہا۔

"تو تم کیا کر رہے ہو؟" وہ بولی۔

"محبت۔" اس نے ایک لفظ کہہ کر بات پوری کر دی اور اٹھ کر چلا گیا۔

"سنا آپ نے مصطفی عظیم! آپ کا بیٹا کیا کہہ کر گیا ہے؟" اپنے شوہر کو چپ دیکھ کر بولیں۔ وہ کچھ سوچ رہے تھے ان کی طرف دیکھا اور توقف کے بعد کہا۔

"مجھے لگتا ہے عائشہ! تمہیں بیٹے کی بات مان لینی چاہیے۔"

"ایسے کیسے مان لو؟" وہ بدکیں۔

"کیا حرج ہے وہ ان کے بدکنے پر بولے۔ اس گھر میں شہلا بہو بن کر آئے یا ملیحہ ہمیں کوئی فرق نہیں پڑے گا۔ لیکن وجدان کو فرق پڑے گا۔ آخر زندگی تو اسے گزارنی ہے۔"

"اور انیقہ کیا اسے بھی فرق نہیں پڑے گا؟" اس کی چھوٹی بہن دیورانی بن کر اس گھر میں آنے والی تھی۔ اب کوئی اور آئے گی تو کیا اسے برا نہیں لگے گا؟ میرے کہنے پر وہ اپنے ماں باپ سے بھی بات کر چکی ہے اب تک چپ مزمل ان کی بات پر

پریشان ہو کر بولا۔"امی! آپ کو بات اس حد تک بڑھانے کی کیا ضرورت تھی؟ چلیں انیقہ تو میری بیوی ہے لیکن اس کی فیملی کے سامنے مجھے کس قدر شرمندگی کا سامنا کرنا پڑے گا۔"

"کسی چیز کا سامنا نہیں کرنا پڑے گا میں نے کہہ دیا ہے شہلا ہیں اس گھر میں آئے گی۔"

"تم نے کہہ دیا لیکن جو ابھی وجدان کہہ کر گیا ہے اس کا کیا؟۔۔۔بہو کیا سوچے گی اس کی پرواہ ہے بیٹے کا خیال نہیں۔" وہ واضح ملامت کر رہے تھے عائشہ اس الزام پر اچھل پڑیں۔

"خیال کیوں نہیں ہے؟" ماں ہوا سکی بہت سوچ سمجھ کر شہلا کا انتخاب کیا تھا کہ وجدان کے مزاج میں سنجیدگی ہے اور شہلا بھی کم گو اور دھیمے مزاج کی لڑکی ہے پھر پڑھی لکھی اور خوبصورت بھی ہے آپ خود جانتے ہی بتائیں ذرا ہے کوئی کمی اس میں؟"

"کمی بے شک کوئی نہیں پر اس کا کیا حال کے وجدان کو ملیحا پسند ہے؟"

"بس مصطفی صاحب! اب مجھ سے اس بارے میں کوئی بات نہ کریں۔ سمجھانا ہے تو بیٹے کو سمجھائے کہ ماں کی بات مان لے۔ دشمن نہیں ہوا سکی۔" وہ ناراضگی سے کہہ کر اٹھیں اور چلی گئیں۔ ان کے جانے کے بعد مصطفی عظیم مزمل کو مخاطب کر کے بولے۔

"کیا لگتا ہے مزمل! وجدان واقعی اس لڑکی میں انٹرسٹیڈ ہے؟"

"میرے خیال سے تو ہے ورنہ اس کے بارے میں بات کیوں کرتا؟ اور مجھ سے زیادہ تو وہ آپ سے قریب ہے آپ بتائیں وہ اس لڑکی میں کس حد تک انوالو ہوگا؟"

"وجدان جیسے شخص کے لئے حد کا لفظ استعمال کرنا ہی بیکار ہے۔" اپنی رائے دے کر مزمل مصطفی نے ان کی رائے مانگی تو وہ الجھے سے انداز میں بولے تھے۔

"پھر امی کو کیسے منائیں گے؟" مزمل نے فکرمندی سے کہا تو مصطفی صاحب کہنے لگے۔

"مان جائے گی ویسے اس کا رد عمل فطری ہے اور دھچکا تو مجھے بھی لگا ہے لیکن پھر میں نے محسوس کیا وجدان ملیحہ سے ڈیپلی انوالو ہے تو خود کو سمجھا لیا کہ زندگی تو اس کی ہے اگر ملیحہ کے ساتھ گزارنا چاہتا ہے تو ہمیں اعتراض نہیں کرنا چاہیے۔" پھر مزمل کی طرف دیکھ کر بولے میری بیوی کو چھوڑو یہ بتاؤ اپنی بیوی کو کیسے ہینڈل کرو گے؟"

"مجھے نہیں لگتا ہے انیقہ اس بارے میں مجھ سے کوئی بحث کرے گی۔اس نے خود سنا ہے کہ وجدان کسی اور لڑکی میں انٹرسٹیڈ ہے بلکہ میرا خیال ہے اب وہ خود بھی وجدان کی شادی شہلا سے نہیں ہونے دے گی۔

"ہوں۔" مصطفی عظیم اس کی بات پر سر ہلانے لگے پھر مزمل اپنے کمرے میں اٹھ کر چلا گیا اور مصطفی عظیم وجدان کے کمرے میں آگئے تکیہ اونچا کر کے بیڈ پر نیم دراز یک ٹک سامنے دیوار کو دیکھتا ہوا وہ اتنی گہری سوچ میں تھا کہ ان کے انے کو محسوس بھی نہیں کیا۔ مصطفی عظیم اسے دیکھ کر مسکرائے اور چھیڑنے کے انداز

میں کہا۔

"غم منایا جارہا ہے۔"وجدان نے ذرا سا چونک کر انہیں دیکھا اور سیدھا ہو بیٹھا۔وہ بیڈ پر بیٹھ کر گہری نظروں سے وجدان کا چہرہ دیکھنے لگے۔"بہت پیار کرتے ہو۔" وجدان سر کو جھکا کر یوں ہی مسکرانے لگا تو وہ اس کے کندھوں پر بازو پھیلا کر بے تکلفی سے بولے۔

"کم آن سن! ہم دونوں ہمیشہ سے اچھے دوست ہیں انہوں نے اس کی تائید مانگی تو اثبات میں سر ہلا کر وہ دھیرے سے بولا۔

"بہت سے بھی زیادہ۔"اسے پھر چپ ہوتا دیکھ کر وہ کہنے لگے۔"میری ہونے والے بہو کے بارے میں مجھے کچھ نہیں بتاؤ گے؟"وجدان سمجھ رہا تھا کہ وہ اس طرح کی باتیں کر کے اس کا موڈ بدلنے کی کوشش کر رہے ہیں۔اس لئے ٹالنے والے انداز میں کہا۔

"کیا بتاؤں؟"وہ سوچتے ہوئے بولے۔

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

"جو بھی تم جانتے ہو۔اچھا چلو یہ بتاؤ دکھنے میں کیسی ہے؟"

وہ ذرا سا مسکرا کر بولا۔"اچھی ہے۔"

"بس؟"مصطفی عظیم نے حیرت سے اسے دیکھا۔"یہی سوال اگر میں تمہاری عمر کے کسی دوسرے لڑکے سے کرتا تو وہ کہتا ستارہ سے آنکھیں ہیں پنکھڑیوں جیسے ہونٹ ہیں۔ گھٹاؤں جیسی زلفیں ہیں۔ایسا حسن میں نے اور کہیں نہیں دیکھا ہو گا۔اور تم۔۔۔۔بس اچھی ہیں۔"

وجدان ان کے اسٹائل پر ہنسنے لگا۔جیسے وہ چپ ہوے تو ان کو دیکھ کر کہنے لگا۔

"ستارہ آنکھیں۔"اس نے کہا اور ملیحہ کی آنکھوں کو یاد کرنے لگا۔پتہ نہیں ان کی آنکھیں ستارہ سی ہے یا نہیں پر جس طرف اٹھ جاتی ہیں وہاں روشنی ہو جاتی ہے۔ ہونٹوں پر بھی کبھی دھیان نہیں دیا لیکن ان کی مسکراہٹ سچ میں بہت پیاری ہے۔ اور زلفیں شاید گھٹاؤں جیسی ہو کبھی نوٹ نہیں کیا۔ہاں مگر جب ان کے بال ہوا میں لہراتے ہیں تو لگتا ہے گھٹا برس رہی ہے۔میں کبھی کبھی حیران ہو جاتا ہوں کوئی

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

اتنا حسین کیسے ہو سکتا ہے کہ اس کا حسن آس پاس کی ہر چیز حسین بنا دے۔" پھر وو اچانک ہی بولتے چپ ہو گیا۔ مصطفیٰ عظیم کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ "امی بہت ناراض ہیں نا؟"

"یہ مائیں ایسی ہی ہوتی ہیں۔ پہلے ناراض ہو جاتی ہیں پھر مان بھی جاتی ہیں۔ تمہاری ماں بھی مان جائے گی۔ فکر مت کرو۔" آس کے بال بکھیرتے ہوئے انہوں نے ایسے کہا۔ جیسے وجدان چھوٹا بچہ ہو۔ پھر گلے لگا کر آس کی پیٹھ تھپکی۔ "آرام سے سو جاؤ۔ میں عائشہ کو سمجھا لوں گا۔ تم ٹنشن مت لینا۔"

خود سے الگ کر کے انہوں نے وجدان کا ماتھا چوما پھر جب تک وہ کمبل لے کٹ لیٹ نہیں گیا وہ وھیں کھڑے رہے۔ آس کے بعد لائٹ اف کر کے چلے گے۔ مگر وجدان کو کوشش کے باوجود آنکھیں بند نہیں کر سکا۔ حالانکہ مصطفیٰ عظیم سے بات کر کے وہ ہلکا سا ہو گیا تھا۔ اور اسے یقین تھا کہ ہر قیمت پر مصطفیٰ عائشہ کو راضی کر لیں گے۔ انہیں وجدان سے ایسی محبت تھی۔ مگر کوئی چیز پھر بھی اسے بے چین

www.novelsclubb.com

کر رہی تھی۔

~~~~~~.

شاید وہ نمکین پانی تھا جو ملیحہ کی آنکھوں سے بہہ کر گالوں سے پھسلتا گود میں رکھے اسکے ہاتھوں کی پشت پر بے آواز گر رہا تھا۔ وجدان اٹھ بیٹھا اور اندھیرے میں اپنے سامنے ہاتھ پھیلا کر ایک ہاتھ سے دوسرے ہاتھ کی پشت کو چھوا۔ اسے لگ رہا تھا کہ کسی نے گرم سیال اسکے ہاتھوں پر انڈیل دیا ہو۔ مگر بابا جان کا تو جسم ہی ایندھن بن گیا تھا۔ وہ بھلا کب ملیحہ کو اس گستاخی کی اجازت دے سکتے تھے؟ اسکے سامنے پھر بھی ضبط کرتے رہے تھے، مگر اب غیض و غضب انکے ہر انداز سے جھلک رہا تھا۔ تیر تیز راکنگ چیئر کو آگے پیچھے جھلاتے وہ مستقل اپنے ابال کو کم کرنے کی کوشش کر رہے تھے۔ پر اس کوشش کا نتیجہ بر آمد نہیں ہو رہا تھا۔ پھر وہ اٹھ کر بیڈ تک آئے اور اپنے سب سے قریبی دوست ملک ناصر کو فون کرنے لگے۔

”ہیلو!“ کی آواز سنتے ہی بابا جان نے کہا۔
~~~~~~

"ملک! میں آرہا ہوں۔" اور انکی بات سننے سے پہلے ہی فون رکھ دیا۔

"ملیحہ کے بارے میں آج تک جو بھی جانا، جو بھی سمجھا، جو بھی سوچا سب غلط، ایک ہی پل میں میری بیٹی میرے لیے اجنبی ہو گئی۔ میں سمجھتا تھا، ملیحہ میری مزاج آشنا ہے۔ وہ کبھی میری رضا کو فراموش نہیں کرے گی۔ میری راہ پر چلنا تو کیا، اسکے پیر میرے نقش قدم سے ہٹ کر کہیں نہیں پڑ سکتے۔ مجھ سے اختلاف وہ کبھی کر ہی نہیں سکتی، اور اس نے ہمیشہ ایسا ہی کیا۔ اس نے خود کو میرے ہاتھ میں دے رکھا تھا۔ میں جو چاہتا، اس کے لیے فیصلے کرتا اور ملیحہ بھی ان فیصلوں کو مانتی، بلا چوں چراں کئے۔ میرے ہر لفظ کو اس نے حکم کا درجہ دیا۔ 'نہیں' لفظ میں نے اسکی زبان سے کبھی سنا ہی نہیں۔ بچے ضد کرتے ہیں، مگر اس نے تو کبھی فرمائش بھی نہیں کی۔ میں نے جو بھی دیا، اس نے قبول کر لیا۔ کبھی پسند ناپسند کا راگ نہیں الاپا۔ اور مجھے یقین ہو گیا، میری بیٹی میری ______ کے سانچے میں ڈھلی ہے۔" ملک ناصر کے سامنے انکے گھر کے ڈرائنگ روم میں بیٹھے اپنی بھڑاس نکالتے ہوئے وہ

ذرا دیر کو تھمے، پھر دکھ سے بولے۔

"مگر آج پتا چلا، میرا یقین جھوٹا تھا۔ میری اجازت کے بغیر اس نے اپنے لیے ایک ایسی راہ کو پسند کیا جو مجھے پسند نہیں۔ اج اس نے اختلاف کی جرات کی ہے اور ایک فیصلہ بھی جسے وہ چاہتی ہے، میں مان لوں، جھک جاؤں اسکے سامنے۔" وہ آتشی لہجے میں پھٹ پڑے، پھر اچانک ہی انکا لہجہ سست ہو گیا۔

"مجھے لگتا تھا، ملیحہ سے زیادہ سعادت منداور فرمانبردار بیٹی دنیا میں دوسری نہیں ھوگی. اور مجھ جیسا خوش قسمت باپ بھی اور نہیں ھوگا. مگر مجھ سے زیادہ بدقسمت باپ اور کون ھوگا جو بیس سالوں بَعد جانے کہ بیس برس تک جو وہ اپنی بیٹی کو سمجھتا آیا تھا، وہ وہ نہیں ہے. کیا تم اس باپ کی تکلیف کو سمجھ سکتے ہو، جو اپنی ہی بیٹی کو سمجھ نا پایا ہو؟ میری بیٹی سعادت مند نہیں ہے، اور کون جانے فرمانبردار بھی ھوگی یا نہیں."

وہ چُپ ہوئے تو ملک ناصر سمجھانے کے اندازِ میں بولے. "میں اب بھی یہی کہونگا

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

اظہر! کہ تم بہت خوش قسمت ہو جو تمہیں ملیحہ جیسی بیٹی ملی، جیسے دیکھ کر ہمیشہ میرے دِل میں یہ حسرت جاگتی ہے کہ کاش وہ میرے گھر پیدا ہوئی ہوتی. وہ غلط نہیں ہو سکتی، مگر غلطی کر سکتی ہے. اگر تمہیں لگتا ہے کہ اس سے غلطی ہوئی ہے تو سمجھا بجھا کر صحیح راستے پر لے آؤ. لیکن اک چیز مجھے بھی کھٹک رہی ہے. "انہوں نے بابا جان کو دیکھا اور کہا. "نور الہدی کو محبت کرنے کی اِجازت دیتے ہو تو ملیحہ کو یہ اِجازت کیوں نہیں ہے؟"

"کیوں کہ میں ملیحہ کے لیے نور الہدی کا انتخاب کر چکا ہوں. اسے محبت کرنے کی اِجازت ہے، مگر صرف نور الہدی سے محبت کرنے کی اور کسی سے نہیں. نور الہدی کی کیا بات کرتے ہو؟ اس نے اس سے محبت کی جیسے میں نے اِس کے لیے پسند کیا. اسکی محبت میرے فیصلے پر تصدیق کی مہر ہے. اور اگر ایسا نا ہوتا تو میں کبھی بھی اسکی محبت کی پروانہ کرتا. ماں باپ کی تابعداری اولاد پر فرض ہے اور سچ تو یہ ہے کہ اولاد ہونے کا فرض صرف نور الہدی نے نبھایا. "انکا اندازِ ملیحہ سے لاتعلقی والا تھا. ملک

ناصر نے تاسف بھری نظروں سے انہیں دیکھا.

"بیٹی سے اِس قدر بھی بدگمان ناہو جاؤ اظہر! کہ ظلم ہو جائے. یہی سوچ کر ملیحہ نے پہلی بار تم سے کچھ مانگا ہے. اک بار وجدان سے مل تو لو، پھر جو چاہے فیصلہ کر لینا."

"فیصلہ تو بہت پہلے ہو چکا ہے ملک!" وہ مستحکم آواز میں بولے. "ملیحہ کی شادی، نورالہدی سے ہی ہو گی. میں نے اب تک سوچا بھی نہیں تھا کہ کب.... مگر اب میں نے فیصلہ کر لیا ہے کہ اسی جمعے کو ملیحہ اور نورالہدی کا نکاح پڑھا دیا جائے گا اور وہ لڑکا، دعا کرنا ملک! وہ لڑکا کبھی میرے سامنے نا آئے، ورنہ میں اسے جان سے مار دونگا. اصل قصوروار تو وہی ہے، جو میری معصوم بچی کی سادگی کا فائدہ اٹھا رہا ہے، اسے ورگلا کر اپنی باتوں میں لانا چاہتا ہے. ورنہ ملیحہ نے کبھی نوکروں تک سے اک کے بعد دوسری بات نہیں کی. اور آج وہ مجھ سے بحث کر رہی ہے. ملیحہ نا سمجھ ہے، لوگوں کو پرکھ نہیں کر سکتی. اور وہ ملیحہ کی اِس کمزوری کو اپنے حق میں استعمال کرنا چاہتا ہے. مگر میں ایسا ہونے نہیں دونگا. خوب جانتا ہوں، ان راہ چلتے لڑکوں کو اور

انکی سو کالڈ محبتوں کو. لڑکیاں ان کے لیے کھلونا ہوتی ہیں. لیکن اظہر فاروقی کی بیٹی کھلونا نہیں ہے. جن ھاتھوں نے اس سے کھیلنے کی جرات کی، وہ جسم سے الگ ہو جائے گے."ملک ناصر نے سانس بھر کر باباجان کے تنے ہوئے چہرے کو دیکھا.

"جب سب کچھ طے کر چکے ہو تو غصہ کس لیے ہے؟"انکی بات سن کر باباجان کے چہرے کے عضلات ڈھیلے پڑ گئے. سَر کو ذرا سا جھکا کر کنپٹی مسلتے ہوئے انہوں نے سست لہجے میں کہا.

"مجھے ملیحہ پر اتنا غصہ نہیں آرہا، جتنا اپنے آپ پر. جس بیٹی سے کبھی اونچی آواز میں بات نہیں کی تھی، آج کتنی سفاکی سے اسے کہہ دیا کہ مر جاؤ گی تو دفنا دونگا. اتنی بڑی بات پتہ نہیں کیسے میرے منہ سے نکل گئی. ملیحہ بھی حیران رہ گئی ھو گی. بھلا کب اس نے میرے سخت لہجے کو سنا ہے؟ کبھی اس نے نوبت بھی تو نہیں آنے دی ہے. پتہ ہے، وہ رَو رہی تھی."وہ لب بھینچ کر چُپ ہوئے پھر کہنے لگے."بس اک بار میں نے ملیحہ کو روتے دیکھا تھا، جس دن فریال کا انتقال ہوا تھا. وہ ماں کی لاش

سے لپٹ کر اونچی آواز میں رُو رہی تھی. میرا دِل بہت چاہا کہ اسکے پاس جاؤں، آنسو پونچھ کر اسے گلے سے لگا کر کہوں، ماں مری ہے، مگر باپ تو زندہ ہے. اِس طرح رُو کر باپ کو تکلیف نا دو. مگر کیسے اسے رونے سے منع کرتا؟ اسکا رونا مجھ سے برداشت نہیں ہوا تو کمرے میں بند ہو گیا، تا کہ اسکی روتی آنکھیں نظر نا آئیں. اسکی بین کرتی آواز میرے کانوں تک نا پہنچے اور اِس وقت تک کمرے میں رہا، جب تک وہ روتے روتے تھک کر سو نہیں گئی. " وہ رکے، پھر دکھ سے بولے.

"اور آج میں نے خود اسے رلایا ہے۔ آج بھی میرا دل چاہ رہا ہے کہ اسکے پاس جاؤں، اسے چپ کراؤں۔ مگر آج بھی مجھ میں اتنی طاقت نہیں کہ اسکے آنسو دیکھ سکوں۔" ملک ناصر کو انکے الفاظ اور انکے بکھرے بکھرے انداز پر کوئی حیرت نہیں ہوئی۔ کیونکہ فریال کے بعد ملک ناصر ہی وہ دوسرے شخص تھے جو اس راز سے واقف تھے کہ باہر سے سخت نظر آنے والے اظہر فاروقی اندر سے بہت نرم تھے اور انہیں بھی اپنی نرمی کا احساس نہیں تھا۔

قصر فاروقی پہنچ کر بھی باباجان ایک پل کے لیے چین سے نہیں بیٹھ سکے۔ مگر اس کے باوجود اپنے فیصلے پر قائم تھے۔ باقی رات انہیں اپنے فیصلے کو مضبوط کرنے میں لگی۔ فجر کی نماز پڑھ کر وہ کمرے سے باہر آئے اور دھیرے دھیرے ملیحہ کے کمرے کو جاتی سیڑھیاں چڑھنے لگے۔ دروازہ کھول کر انہوں نے نماز پڑھتی ملیحہ کی پشت کو دیکھا۔ وہ وہیں رک کر اسکے فارغ ہونے کا انتظار کرنے لگے۔ ملیحہ نے سلام پھیرا تو وہ کہنے لگے۔

"آج سے تین دن بعد یعنی جمعے کے روز تمہارا نور الہدیٰ کے ساتھ نکاح ہے۔ تمہیں جو بھی تیاری کرنی ہو، آج اور کل میں مکمل کر لینا۔ بڑا فنکشن نہیں ہے۔ بس تمہارے ننھیال والے اور میرے کچھ دوست ہونگے۔ شاید کچھ مہمان نور الہدیٰ کے بھی ہوں۔ تم جن کو بلانا چاہو، انکے ناموں کی فہرست بنا کر میرے کمرے میں لے آؤ۔"

اپنی بات کہہ کر انہوں نے ملیحہ کا چہرہ دیکھنے کی کوشش کی پر وہ آدھا چہرہ ہی دیکھ

پائے۔ مگر وہ آدھا چہرہ پوری رات کی کہانی سنا رہا تھا۔ بابا جان کے اندر کشمکش چڑھ گئی، مگر وہ اب بھی ہار ماننے کو تیار نہیں تھے۔ لیکن انہیں احساس تھا کہ وہ کمزور پڑتے جا رہے ہیں۔ اسی لئے جب نور الہدیٰ سے بات کر کے اسٹڈی میں آئے تو خود اپنے فرار کی راہیں روکنے کے لیے عزیزوں، رشتے داروں کو فون کر کے ملیحہ اور نور الہدیٰ کی شادی کی اطلاع دے کر شام میں منگنی کے لیے دعوت دے ڈالی۔

افتخار حسن اس اطلاع پر حیرت سے مبارکباد دیتے ہوئے بولے۔ "مبارک ہو بھائی صاحب! ویسے یہ خبر غیر متوقع تو نہیں ہے، لیکن کافی اچانک ہے۔"

"آپکو بھی مبارک ہو۔ اور شام میں سب گھر والوں کو لے کر آجائیگا۔ منگنی کی چھوٹی سی تقریب ہے۔" بابا جان نے دانستہ انکی اگلی بات ان سنی کر دی۔

"ضرور۔" افتخار حسن نے کہا۔ "ابھی کچھ دیر پہلے ملیحہ کا فون آیا تھا، لیکن نہ اس نے شادی کے بارے میں کچھ بتایا، نہ منگنی کے بارے میں۔"

بابا جان چونکے۔ "ملیحہ کا فون آیا تھا؟"

"ہاں۔ سمیرا سے بات ہوئی تھی۔اس نے سمیرا کو فوراً بلوایا تھا، مگر شادی کے بارے میں یقیناً نہیں بتایا۔ ورنہ سمیرا ضرور ذکر کرتی۔ ابھی تک آپ کی طرف پہنچی نہیں؟" آخر میں انہوں نے پوچھا۔

"راستے میں ہو گی۔ اچھا افتخار! میں فون رکھتا ہوں۔ باقی سب کو بھی اطلاع دینی ہے۔"

"جی بھائی صاحب! اللہ حافظ۔"

فون رکھ کر باباجان سوچنے لگے کہ ملیحہ نے سمیرا کو کیوں بلوایا ہو گا۔ پھر جب سمیرا انکے پاس آئی اور ان سے ملیحہ کو ساتھ شاپنگ پر لے جانے کی اجازت مانگی تو وہ فوراً ہی سمجھ گئے کہ ملیحہ نے سمیرا کو کیوں بلوایا تھا۔

انہوں نے سمیرا کو اجازت دے دی اور سمیرا کے جاتے ہی انہوں نے ریسیور اٹھا کر ایک نمبر ڈائل کیا۔

"ہیلو۔" دوسری طرف سے ملک ناصر نے فون اٹھا کر کہا۔

"ملک! تم ابھی آسکتے ہو؟" انکی آواز سن کر باباجان نے کہا۔

"ہاں، لیکن کیا بات ہے؟"

"فون پر نہیں بتا سکتا۔ تم آجاؤ، پھر بات ہو گی۔" اتنا کہہ کر انہوں نے ریسیور رکھ دیا۔ بہادر انکی چائے لے کر آیا تو وہ ہنوز سوچ میں ڈوبے تھے۔ وہ کپ رکھ کر پلٹنے لگا تو باباجان نے اسے روک کر کہا۔

"بہادر! ڈرائیور آجائے تو اسے میرے پاس بھیجنا۔"

"جی کرنل صاب!" وہ سر ہلا کر چلا گیا۔ ملک ناصر چند منٹوں بعد قصر فاروقی میں تھے۔ انہوں نے لاؤنج میں سے گزرتے بہادر سے اظہر فاروقی کا پوچھا اور اسٹڈی میں آگئے۔ باباجان کے مقابل میز کے دوسری طرف رکھی کرسی پر بیٹھنے کے بعد انہوں نے پوچھا۔

"اب بتاؤ، کیا بات ہے؟"

"ملیحہ، وجدان سے ملنے گئی ہے۔" وہ پر سکون لہجے میں بولے تھے۔ ملک ناصر کچھ

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

دیر خاموش رہے، پھر پوچھا۔

"تمہیں بتا کر گئی ہے؟"

"نہیں۔بس میرا اندازہ ہے۔"

"غلط بھی تو ہو سکتا ہے۔"

"ہاں ہو سکتا ہے۔ مگر اسکا کوئی چانس نہیں۔" ابھی وہ بول ہی رہے تھے کہ ڈرائیور آگیا۔

"ملیحہ کو لے کر آئے ہو؟"

"نہیں کرنل صاحب! بی بی۔لائبریری کے پاس اتر گئی تھیں اور کہا کہ سمیرا بی بی کو انکے گھر چھوڑ کر واپس آجاؤں۔"

باباجان 'ہوں' کہہ کر خاموش ہو گئے۔ملک ناصر نے ڈرائیور سے کہا۔"تم جاؤ۔"

وہ چلا گیا تو باباجان نے ہلکی آواز میں کہا۔"میری بیٹی نافرمان بھی ہو گئی ہے، لیکن میں اسے خود سے بغاوت نہیں کرنے دونگا۔"

"تو کیا کرو گے؟" ملک ناصر سرسراتے لہجے میں بولے۔

"میری بیٹی نافرمان بھی ہو گئی ہے، لیکن میں اسے خود سے بغاوت نہیں کرنے دونگا۔"

"تو کیا کرو گے؟" ملک ناصر سرسراتے لہجے میں بولے۔

"وجدان کو قبول کر لونگا۔"

ملک ناصر کے لیے یہ جملہ اس قدر غیر متوقع تھا کہ وہ حیرت سے بول بھی نہ سکے اور بابا جان رکے بغیر بول رہے تھے۔

"ملیحہ میری جان ہے اور کوئی کتنی دیر اپنی جان پر عذاب برداشت کر سکتا ہے؟ اسے تکلیف پہنچا کر ایک رات کاٹنا مشکل ہو گیا تھا۔ ساری عمر اس احساس کے ساتھ کیسے گزار پاؤں گا کہ وہ میری وجہ سے دکھ میں ہے۔

کل وہ بار بار مجھ سے کہہ رہی تھی کہ وجدان سے مل لوں۔ اگر آج وہ وجدان سے ملی تو اسے میرے پاس ضرور لائے گی اور وہ لڑکا اگر ملیحہ سے اتنی محبت کرتا ہے کہ

اسکا ہاتھ مانگنے میرے پاس آجائے تو میں بخوشی ملیحہ کا ہاتھ اسکے ہاتھ میں دے دوں گا۔"

"اور نورالہدیٰ؟" ملک ناصر نے مبہم سا سوال کیا۔

"وہ پہلے ہی کہہ چکا ہے کہ ملیحہ کی مرضی کے بغیر اس سے شادی نہیں کرے گا۔ اور اگر اسے پتہ چل جائے کہ ملیحہ، وجدان سے شادی کرنا چاہتی ہے تو سب سے پہلے وہ ہی ان دونوں کی وکالت کرے گا۔ اسے واقعی ملیحہ کا بہت خیال ہے۔ بلکہ وہ بدمعاش تو ملیحہ کی خاطر مجھ سے جھوٹ بولنے سے بھی نہیں چوکتا۔"

کچھ یاد کر کے وہ مسکرانے لگے. انہیں ایسا لگ رہا تھا کہ کوئی بھاری بوجھ ان کے سَر سے سرک گیا ہو.

~~~~~~~~~

وجدان کی صبح بھاری سر کے ساتھ ہوئی تھی. رات نیند بھی بہت دیر سے آئی تھی، اِس لیے آنکھ بھی دیر سے کھلی. روز وہ 8 بجے لائبریری کے گیٹ پر ہوتا تھا. آج
~~~~~~~~~

گھڑی میں 9 بجتے دیکھ کر وہ اچھل کر بستر سے باہر نکل گیا اور چکراتی سَر کی پرواہ کیے بغیر 15 منٹ میں تیار ہو کر بائیک کی چابی پکڑے وہ نیچے تھا. عائشہ ابھی بھی اس سے ناراض تھیں، پر اسے خالی پیٹ گھر سے باہر جاتا دیکھا تو بول پڑیں.

"جہاں جانا ہے، ناشتہ کر کے جاؤ." وجدان نے لاونج میں رک کر ڈائننگ ٹیبل کی طرف دیکھا.

"امی! مجھے دیر ہو رہی ہے."

"دیر آفس کے لیے نہیں ھو رھی، جو ناشتہ کے لیے 5 منٹ نا رک سکو. سب جانتی ہوں، اسی لڑکی کے پیچھے جا رہے ہو." ان سے تو کچھ بولنا فضول تھا. ڈائننگ ٹیبل کے پاس آکر آفس کے لیے تیار ناشتہ کرتے مصطفیٰ عظیم نے کہا.

"ابو! بس آج کا دن ہے. کل سے میں واپس فرم جوائن کر لونگا."

"آج کیا معجزہ ہونے والا ہے؟" عائشہ نے طنز کیا تو مصطفیٰ عظیم ٹوک کر بولے.

"بس کرو عائشہ!" پھر وجدان کی طرف رخ کیا. "بیٹا! ناشتہ کر لو."

"سوری ابو! میں بہت جلدی میں ہوں۔" پھر اللہ حافظ کہہ کر باہر نکل گیا۔ وہ تیزی سے بائیک اڑا رہا تھا۔ مگر اسکے خیال کی رَو اس سے بھی تیز بہہ رہی تھی۔ کبھی اسکا دھیان ملیحہ کی طرف مڑ جاتا، کبھی اپنی امی کی طرف۔ ان کا رویہ وجدان کو پریشان کر رہا تھا۔ مین روڈ پر آگے جا کر اک کٹ تھا، جس سے سیدھے ہاتھ پر مڑ کر سامنے ہی لائبریری والی گلی تھی۔

وجدان کو اس کٹ سے مڑ جانا تھا۔ مگر اپنے خیالات میں الجھے اسے ذرا آگے جا کر دھیان آیا۔ بجائے اسکے کہ وہ اگلے کٹ سے مڑ جاتا، اس نے موڑ مڑنے کے لیے بائیک کا ہینڈل پوری طرح سے گھما دیا۔ رفتار کافی تیز تھی۔ بائیک لہرائی اور سلپ ہو گئی۔ وجدان سڑک پر گر کر بے ہوش ہو گیا۔

پل بھر میں وہاں لوگوں کا مجمع لگ گیا۔ کوئی ایمبولینس بلوانے کی بات کر رہا تھا اور کوئی پولیس کو اطلاع کرنے پر زور دے رہا تھا۔ پھر ایک بھلے مانس نے ایک ساتھ دونوں کام کیئے۔ اس ہجوم سے کوئی بھی وجدان کے قریب جانے کو تیار نہیں تھا۔

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

بس ایک شخص نے بڑی احتیاط کے ساتھ اسکی نبض چیک کی اور 'زندہ ہے' کی خوشخبری سنا کر پیچھے ہٹ گیا۔لوگوں کی نظریں اسکے بے ہوش چہرے پر تھیں۔ یہاں سے ہٹتیں تو بائیک پر ٹھہر جاتیں، جسکا اگلا ویل مڑ چکا تھا۔ مگر اسی ہجوم میں شامل ایک فقیر کی نظریں بائیک سے آگے فٹ پاتھ کے پاس پڑے اس چھوٹے سے بیگ پر تھیں جس میں وجدان کے شناختی کارڈ اور لائسنس کے علاوہ کچھ رقم بھی موجود تھی جو کچھ دیر پہلے وجدان کی کمر سے بندھا تھا۔ مگر گرنے کے دوران بکل ٹوٹ جانے کی وجہ سے کھل کر الگ جا پڑا تھا۔ وہ آہستہ آہستہ چلتا فٹ پاتھ تک آیا، پھر نظریں بچا کر وہ بیگ اٹھا کے اپنے کپڑوں میں چھپالیا۔

کچھ دیر میں ہی پولیس موبائل کے ساتھ ایمبولینس آگئی۔ جو تھوڑا بہت ٹریفک چل رہا تھا، وہ بھی رک گیا۔ ملیحہ کی کار بھی اس ٹریفک جام میں پھنس گئی تھی۔ آخر اس نے پیدل چلنے کا فیصلہ کیا اور کار سے اتر گئی۔ فٹ پاتھ پر چلتے ہوئے اس نے ایک اچٹتی سی نگاہ جائے حادثہ پر ڈالی، جہاں وجدان کو اسٹریچر پر ڈال کر ایمبولینس میں

چڑھایا جارہا تھا۔ مگر ہجوم کی وجہ سے ملیحہ اسکا چہرہ نہ دیکھ سکی۔

ایمبولینس کو بھیج کر پولیس نے وہاں موجود کچھ لوگوں کے بیان ریکارڈ کیئے۔ پھر وقوعہ کا جائزہ لے کر بائیک موبائل میں ڈال کر چلے گئے اور ٹریفک بحال ہوگیا۔

لائبریری کی سیڑھیوں پر بیٹھی لمحہ لمحہ گنتی ملیحہ کے وہم و گمان میں بھی نہیں تھا کہ چند کلو میٹر کے فاصلے پر بے ہوش وجدان کے دماغ کا ایکسرے لیا جارہا تھا۔

~~~~~~~~~~~

سمیرا نے ہال میں قدم رکھا تو سب گھر والوں کو وہاں جمع دیکھا۔ افتخار حسن اور منیر حسن بھی ابھی تک گھر میں موجود تھے۔

"آپ تو آفس چلے گئے تھے۔" وہ آفاق کو دیکھ کر حیرت سے بولی جو اسے قصر فاروقی ڈراپ کر کے آفس چلا گیا تھا۔

"ہاں۔ مگر امی نے فون کر کے ملیحہ کی شادی اور شام میں انگیجمنٹ کا بتایا تو رہ نہیں سکا اور اصل صورتحال جاننے کے لئے چلا آیا۔"
~~~~~~~~~~~

”پر تمہاری تو ملیحہ سے بات ہو چکی تھی۔ تو تم نے بتایا کیوں نہیں؟“ چچی، سمیرا سے بولیں۔

”ملیحہ نے فون پر بتایا ہی کہاں تھا چچی جان! وہ تو جا کر پتہ چلا۔“

”لیکن واپس کیوں آ گئیں؟“ دوپہر کے بعد ہم بھی وہاں جانے والے ہیں۔ تم وہیں ملیحہ کے پاس رہ جاتیں۔ ایسے وقت میں وہ اکیلی ہے۔“ اب اسکی امی نے کہا تو سمیرا بولی۔

”وہ گھر پر نہیں ہے، شاپنگ کے لیے گئی ہے۔ آج اور کل کا دن ہی تو ہے، پرسوں تو مہندی ہے۔ کہا تو اس نے مجھے بھی تھا پر پوچھ کر نہیں گئی تھی۔ یوں بھی اتنی صبح شاپنگ کے خیال سے ہی مجھے چکر آ گئے تھے۔“

”پوچھنے کا تو کوئی مسئلہ نہیں تھا، فون پر بتا دیتیں، کافی ہوتا۔“ منیر حسن نے کہا۔

”لیکن سمجھ نہیں آ رہا، پھوپھا جان نے ملیحہ کی شادی اتنی جلد بازی میں کیوں طے کی؟“ صمد نے وہ سوال پوچھا تھا جو آفاق کو پریشان کر رہا تھا اور جس کا جواب سوچ

کر سمیرا ایک بار پھر پریشان ہو اٹھی۔

"ہمارے لئے یہ اطلاع اچانک ہے۔ مگر بھائی صاحب نے تو پہلے سے ہی طے کر رکھا ہوگا۔ پھر جب وقت قریب آیا تو اعلان کر دیا۔" اپنے پاپا کی بات پر آفاق کی گردن دھیرے دھیرے نفی میں ہلنے لگی۔ اسے پتہ نہیں کیوں یقین تھا کہ ملیحہ نے اپنے باباجان سے بات کر لی ہوگی اور اب یہ شادی اسی کاری ایکشن ہے۔ مگر اس نے خود کو بولنے سے باز ہی رکھا۔ صمد نے البتہ اختلاف کیا۔

"اگر ایسا ہوتا تو ملیحہ ضرور اس بات کا ذکر کرتی کہ درون خانہ اسکی شادی کی تیاریاں چل رہی ہیں۔" سمیرا کی امی بولیں۔

"جب بھائی صاحب نے ہی منہ سے بھاپ نہیں نکالی تو ملیحہ خود سے کیا کہتی؟ میرا تو خیال ہے، نور الہدیٰ کے پاکستان واپس آتے ہی سب معاملہ فٹ ہو گیا ہوگا۔ پھر تم نے دیکھا نہیں تھا، جب نور الہدیٰ، ملیحہ کو لینے آیا تھا، کیسے بھٹک کر اسکا دھیان ملیحہ کی طرف جا رہا تھا۔ اب تایازاد، چچازاد، بہن بھائی تو ہمارے گھر میں بھی

ساتھ رہتے آئے ہیں، پر ایسی یگانگت تو کبھی نہیں دیکھی۔ہاں رشتہ اگر منگیتر کا ہوتا تو ایسا ہوا کرتا ہے۔" انکے تجزیے سے کسی کو بھی اختلاف نہیں تھا۔اسی لئے سب 'ہاں' میں سر ہلانے لگے۔آفاق لاتعلق سا بیٹھا سوچ رہا تھا کہ وجدان کو فون کر کے ساری صورتحال کے بارے میں بتائے۔پر گھڑی میں دس بجتے دیکھ کر اس نے ارادہ بدل دیا۔اسے معلوم تھا کہ دس بجے وجدان کو ملیحہ سے لائبریری میں ملنا تھا اس لئے اس وقت اسکا گھر پر ملنا مشکل تھا۔وہ آفس جانے کے ارادے سے کھڑا ہوا۔

"میں آفس جا رہا ہوں۔" اس نے سوچا، سمیرا اسے باہر تک حسب معمول چھوڑنے آئے گی تو اس سے بات کر کے اندازہ لگائے گا کہ اسے ملیحہ نے اپنے اور وجدان کے بارے میں کچھ بتایا ہے یا نہیں۔پر وہ اعصابی طور پر تھک چکی تھی۔ سمیرا نے اسے بیٹھے بیٹھے ہی 'اللہ حافظ' کہہ دیا۔آفاق نے سوچا اسے باہر آنے کو کہے۔پھر خیال آیا، ملیحہ پورے سیاق وسباق کے ساتھ واقعہ وجدان کے گوش گزار

www.novelsclubb.com

کرہی دے گی جسکے بعد وجدان یقیناً اس سے کنٹیکٹ کرے گا۔ تو پھر سمیر اسے پوچھنے کی ضرورت ہی کیا ہے؟ ممکن ہے ملیحہ نے اسے نہ بتایا ہو اور آفاق کی باتوں سے وہ مشکوک ہو جائے۔ سمیر اسے بات کرنے کا خیال ترک کر کے وہ آفس کے لئے نکل گیا مگر آفس میں بھی وہ الجھا ہی رہا۔ ہر بار جب اسکے ڈیسک پر رکھا فون بجتا تو وہ یہ سوچ کر فون اٹھاتا کہ شاید وجدان کا فون ہو۔ آخر تین گھنٹے بعد اس نے وجدان کے گھر فون ملا دیا جسے انیقہ نے ریسیور کیا تھا۔

"بھابی! السلام علیکم۔ آفاق بات کر رہا ہوں۔ وجدان گھر پر ہے۔"

"وعلیکم السلام۔ اور آج کل آپکے دوست کا کوئی ٹھکانہ نہیں۔ اتنا تو آپ بھی جانتے ہیں۔"

"مطلب وہ گھر پر نہیں ہے۔"

"صحیح سمجھے۔"

"اچھا۔۔۔" آفاق نے اچھا کو لمبا کھینچا۔ "بھابی! اگر وہ گھر آئے یا اسکا فون ہی

آجائے تو اس سے کہئے گا، فوراً مجھ سے بات کرے۔ یوں سمجھیں ایمر جنسی ہے۔"

"ٹھیک ہے، اسے بتا دوں گی۔ اللہ حافظ۔" فون رکھ کر وہ پلٹی تو عائشہ نے پوچھا۔

"کس کا فون تھا۔"

"آفاق کا۔ کہہ رہے تھے، وجدان سے ضروری کام ہے۔ گھر آئے تو اس سے کہیں

کہ مجھ سے بات کرلے۔"

"ایسا کیا ضروری کام پڑ گیا؟" وہ اچنبھے سے بولیں۔

"ہو گا کوئی کام۔ میں نے پوچھا نہیں۔" انیقہ نے شانے اچکا دیئے۔

~~~~~~~~~~

www.novelsclubb.com

وجدان کے ایکسرے کلیئر تھے۔ اسے کوئی گہری چوٹ نہیں آئی تھی۔ مگر اب وہ

بے ہوش تھا۔ اسکے پاس سے ایسی کوئی چیز نہیں مل سکی، جس سے اس کی شناخت

ہو پاتی۔ جائے حادثہ سے بھی پولیس کو ایسی کوئی چیز دستیاب نہیں ہوئی۔ اب ایک

ہی طریقہ تھا کہ بائیک کے رجسٹریشن نمبر کے ذریعے اسکا آتا پتا معلوم کرنے کی
~~~~~~~~~~

کوشش کی جاتی۔

یہ 18 دسمبر 1981ء کا سرد دن تھا۔آج کا کمپیوٹرائزڈ دور نہیں تھا۔اس وقت ریکارڈ ہاتھ سے تیار کئے جاتے تھے۔اور اگر کہیں کوئی فائل نکالنی ہوتی تو گھنٹوں اسٹور روم میں فائلوں کے انبار کے ساتھ سر کھپانا پڑتا۔وجدان کی شناخت بھی ایسا ہی سر درد ثابت ہونے والی تھی، جس میں گھنٹوں لگ جاتے۔

******

آفاق سب کام چھوڑ کر بس وجدان کے فون کا انتظار کر رہا تھا۔آخر تھک کر اس نے خود وجدان سے ملنے کا فیصلہ کیا اور اٹھ گیا۔لائبریری کے گیٹ سے دور کار روک کر بیٹھا آفاق سوچ رہا تھا کہ اسے وجدان یہاں ملے گا یا نہیں۔وہ ملیحہ سے دس بجے ملنے والا تھا اور اب پانچ بج رہے تھے۔ضروری نہیں تھا کہ وہ دونوں اب تک لائبریری میں ہوتے، پھر اسکے ساتھ ملیحہ بھی ہوتی۔۔۔ابھی وہ سوچ ہی رہا تھا کہ اس نے ملیحہ کو لائبریری سے نکل کر سڑک کراس کر کے جنرل اسٹور میں جاتے

دیکھا۔آفاق کی پیشانی پر سلوٹیں ابھر آئیں۔کچھ دیر بعد ملیحہ اسٹور سے نکل کر باہر آئی اور ٹیکسی میں بیٹھ کر چلی گئی۔

"وجدان کہاں رہ گیا؟"آفاق، ملیحہ کی پریشانی بھانپ چکا تھا،اس نے زیر لب کہا تھا پھر وہ کار سے اتر کر اسی اسٹور میں آیا، جہاں سے کچھ دیر پہلے ملیحہ نے فون کیا تھااور اپنے پاپا کے آفس کا نمبر ملا دیا۔

"پاپا! وجدان آفس میں ہے؟"

"کیا بات ہے، آج ہر کوئی اسے میرے آفس میں کیوں فون کر رہا ہے؟ ابھی دو منٹ پہلے کسی لڑکی کا فون بھی آیا تھا۔وجدان کا پوچھ رہی تھی۔اب تم بھی اسکا پوچھ رہے ہو۔چکر کیا ہے؟"

"کوئی چکر نہیں ہے پاپا! اچھا میں فون رکھتا ہوں۔"پھر اللہ حافظ کہہ کر اس نے فون رکھ دیا۔

"میرا شک ٹھیک نکلا۔وجدان، ملیحہ سے ملنے نہیں آیا۔پر کیوں؟"آفاق پیشانی

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

مسلتے ہوئے سوچنے لگا۔ پھر آرٹس کونسل میں اسکو تلاش کرنے کے بعد وہ ساجد کی طرف آگیا۔

"یار ساجد! وجدان کا کوئی پتہ ہے؟"

"وہ وہیں لائبریری میں ہوگا۔" اس نے لاپرواہی سے کہا۔

"وہ وہاں نہیں ہے۔ بلکہ کہیں بھی نہیں ہے۔" آفاق نے کہا پھر پریشانی سے بولا۔

"ساجد! اسکا ملنا خود اسکے لئے بہت ضروری ہے۔ کہیں سے بھی اسے ڈھونڈنا ہوگا۔"

"سب ٹھیک تو ہے؟" اسکے انداز پر وہ پریشان ہوگیا۔ آفاق لب بھینچ کر خاموش ہوگیا۔ ساجد اسکا دوست سہی، پر وہ اس کے سامنے ملیحہ کا نام نہیں لینا چاہتا تھا۔ ساجد بھی اسکی خاموشی سے سمجھ گیا کہ کوئی ایسی بات ہے جو آفاق اسے بتانا نہیں چاہتا تو اس نے پھر کوئی سوال نہیں کیا اور اس کے ساتھ اٹھ آیا۔

~~~~~~~~~~
~~~~~~~~~~

خوش قسمتی سے اس نئے ماڈل کی بائیک، جسے خریدے ہوئے بھی زیادہ عرصہ نہیں ہوا تھا، اسکی فائل توقع سے کم وقت میں اسٹور روم سے برآمد ہو گئی۔ بائیک کی ریجسٹریشن مزمل مصطفی کے نام پر تھی۔ فائل میں مزمل کی تصویر بھی موجود تھی۔ تصویر میں نظر آتا چہرہ، زخمی کے چہرے سے تھوڑی مشابہت رکھتا تھا مگر پھر بھی کافی الگ تھا۔ رجسٹریشن فائل سے زخمی کی شناخت تو نہیں ہو سکی، پر اس امید پر کہ مزمل مصطفی اس نوجوان کی شناخت کر سکے، ایس ایچ او نے کاغذات سے ملنے والے اسکے آفس کے نمبر پر اسے فون کیا اور حادثے کی اطلاع دے دی۔ مزمل ایک پل میں سمجھ گیا کہ زخمی نوجوان کون ہو گا۔ بائیک کی رجسٹریشن تو مزمل کے نام پر تھی مگر اسکا استعمال صرف وجدان ہی کیا کرتا تھا۔ فون پر بتائے گئے حلیے کو پہچان کر بھی مزمل نے خود جا کر تصدیق کرنا ضروری سمجھا اور اپنے گھر والوں کو حادثے کی اطلاع کئے بغیر ہسپتال آ گیا۔ جسکا نام اسے ایس ایچ او نے بتایا تھا۔ جنرل وارڈ کے بیڈ پر وجدان کو دیکھ کر مزمل سکتے میں رہ گیا۔

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

اس نے فوراً ڈاکٹر سے اسکی حالت کے بارے میں پوچھا۔

”ہی از فائن۔ بائیک سے گرنے کی وجہ سے دونوں گھٹنے چھل گئے ہیں اور بائیں پنڈلی پر بھی کچھ چوٹیں آئی ہیں۔ مگر وہ سب معمولی ہیں۔ ہیلمٹ نہ ہونے کی وجہ سے سر پر چوٹ آئی ہے مگر وہ زیادہ گہری نہیں۔ لیکن انکی بے ہوشی اسی چوٹ کی وجہ سے ہے۔“

”کوئی پریشانی کی بات تو نہیں ہے؟“ وہ فکرمندی سے بولا۔

"بالکل نہیں. ہوش میں آتے ہی انکا ہلکا پھلکا چیک اپ ہوگا. اسکے بعد یہ گھر جا سکتے ہیں."

"اور اسے ہوش کب تک آئیگا؟"

"آپکے بھائی کو دو تین گھنٹے میں ہوش آجائے گا. مگر میں نے آپ سے کہا نا کہ فکر کی کوئی بات نہیں." ہر طرف سے مطمئن ہو کر مزمل نے اسے روم میں شفٹ کرنے کا بندوبست کیا. اب اسے مصطفی عظیم کو اطلاع کرنی تھی. اسے فون پر ایسی

www.novelsclubb.com

پریشان کن خبر دینا مناسب نہیں لگا تو ان کے آفس آ گیا.

"ابو! میں آپکو لینے آیا ہوں."

"کیوں؟" وہ حیران ہوئے. مزمل ہچکچایا، پھر سوچا بتانا تو پڑے گا.

"وجدان کا چھوٹا سا ایکسڈینٹ ہو گیا ہے."

"کیا کہہ رہے ہو؟" مزمل نے کوشش کی تھی کہ خبر سناتے وقت وہ ریلیکس رہے مگر مصطفی عظیم پھر بھی پریشان ہو گئے.

"ابو پلیز! پریشان مت ہوں. وہ ٹھیک ہے. آپ آرام سے بیٹھ جائیں." مزمل نے ان کے شانے پر ہاتھ رکھ کر انہیں بیٹھنے کو کہا. وہ اسکے ہاتھ ہٹا کر بولے.

"مجھے ان کے پاس لے چلو مزمل!"

"لے جانے ہی آیا ہوں. مگر آپ بیٹھ تو جائیں."

اس بار مزمل نے انہیں زبردستی بٹھا دیا، پھر پانی کا گلاس انکے ہاتھ میں دے کر کہا۔

"آپ خود کو ریلیکس کریں۔ وہ بالکل ٹھیک ہے۔ تب تک میں گھر پر اطلاع کرتا

ہوں۔" وہ پانی کا گلاس پکڑے ٹکر ٹکر اسے دیکھتے رہے۔ مزمل نے پھر ان سے کچھ نہیں کہا اور گھر پر فون کرنے لگا۔ بیل جانے کی آواز سن کر وہ دعا کرنے لگا کہ فون انیقہ ہی اٹھائے۔ پھر ایسا ہی ہوا۔

"انیقہ! مجھے تم سے خاص بات کرنی ہے۔ اس لئے پہلے تو تم آرام سے بیٹھ جاؤ۔"

"ایسی کیا بات ہے؟" انیقہ جو فون سننے سے پہلے پاس رکھی کرسی پر بیٹھ گئی تھی۔ مزمل کی آواز سن کر گھبراہٹ میں کھڑی ہو گئی۔ مزمل نے نرمی سے اسے ٹوکا۔

"دیکھو! اگر تم اس طرح کرو گی تو میں بات کیسے کرونگا؟"

انیقہ کو لگا وہ ٹھیک کہہ رہا ہے۔ اس نے اپنے حواس قابو میں کر کے کہا۔

"ہاں اب بتائیں کیا بات ہے؟"

"وجدان کا معمولی ایکسیڈنٹ ہو گیا ہے۔"

"ایکسیڈنٹ؟" وہ خود کو پریشان ہونے سے روک نہیں پائی۔

"ہاں، مگر چھوٹا سا۔ وہ ہسپتال میں ہے۔ لیکن پریشانی کی کوئی بات نہیں۔ اسے

صرف معمولی چوٹیں ہی آئی ہیں۔میں ابو کو لے کر کچھ دیر بعد گھر آجاؤں گا۔تم امی کو حادثے کا بتا کر ذہنی طور پر تیار کر لو۔ورنہ ہسپتال میں وجدان کو دیکھ کر وہ پریشان ہو جائیں گی۔ٹھیک ہے؟"

"جی۔"اس نے کہہ کر فون رکھ دیا۔

عائشہ مصطفی نے ایکسیڈنٹ کا نام سن کر ہی ہاتھ پاؤں چھوڑ دیئے۔انیقہ کو انہیں سنبھالنے میں کافی دقت ہوئی۔پھر چادر انہیں پکڑا کر انکے بیٹھنے کے لیے کرسی اندر سے لا کر پورچ میں رکھی،اس کے بعد بیٹے کو تیار کر کے انکی گود میں دیا اور بھاگ بھاگ کر گھر کے دروازے لاک کرنے لگی۔تبھی بیل بجی تھی۔انیقہ نے بے ساختہ ہی دوڑ کر گیٹ کھول دیا۔اسکا خیال تھا کہ گیٹ پر مزمل ہو گا۔پر وہاں تو کوئی لڑکی تھی۔اس لڑکی نے کاغذ پر لکھا ایڈریس اسکی طرف بڑھا کر تصدیق چاہی۔تصدیق کرتے ہوئے انیقہ نے پوچھا۔

"ایڈریس تو یہی ہے۔پر آپکو کس سے ملنا ہے؟"

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

"وجدان مصطفی سے۔"

انیقہ نے چونک کر اسکی طرف دیکھا۔آج تک تو کوئی لڑکی وجدان کا پوچھنے نہیں آئی۔پھر یہ کون تھی؟انیقہ نے غور سے اس خوش شکل لڑکی کو دیکھا جس نے کالی ساڑھی پر میرون شال سلیقے سے اپنے گرد لپیٹ رکھی تھی۔

"آپ کون ہیں؟اور وجدان سے کیوں ملنا چاہتی ہیں؟"

"میرا نام ملیحہ فاروقی ہے۔"

اور اتنا سن کر ہی انیقہ کے اندر ابال اٹھنے لگے۔'تو یہ ہے ملیحہ فاروقی، جسکی وجہ سے وجدان میری بہن کو ریجیکٹ کر رہا ہے۔ہے ہی کیا اس میں؟ہر لحاظ سے ایک عام سی لڑکی ہے۔'اس نے تنفر زدہ آنکھیں ملیحہ کے چہرے پر گاڑ دیں جہاں بد حواسی پھیلی ہوئی تھی۔وہ منت بھرے انداز میں کہہ رہی تھی۔

"پلیز وجدان کو بلا دیجئے۔میرا ان سے ملنا بہت ضروری ہے۔"

"وہ گھر پر نہیں ہے۔"انیقہ نے کہہ کر گیٹ بند کرنا چاہا پر ملیحہ نے ایسا کرنے نہیں

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

دیا اور گیٹ پر ہاتھ رکھ کر روکتے ہوئے بولی۔

"آپکو معلوم ہے وہ کہاں گئے ہیں اور کب تک آئیں گے؟"

"نہیں۔" جانے وہ کونسا جذبہ تھا کہ انیقہ نے اسے بے خبر رکھنا چاہا۔ حالانکہ وہ دیکھ سکتی تھی کہ ملیحہ بہت پریشان ہے۔ شاید یہ ملیحہ کو وجدان سے نہ ملنے دینے کی لاشعوری کوشش تھی۔ ملیحہ نے اپنا نمبر اسی چٹ کے پیچھے لکھ کر انیقہ کو دیا اور کہا۔

"وجدان جیسے ہی گھر آئیں، ان سے کہیں، اس نمبر پر مجھ سے بات کر لیں۔"

انیقہ نے چٹ لے کر گیٹ بند کر دیا۔ بیل کی آواز سن کر عائشہ بھی پوتے کو اٹھائے گیٹ کی طرف بڑھی تھیں پر انیقہ کو بات کرتے دیکھ کر سمجھ گئیں کہ مزمل نہیں آیا اور وہیں رک کر انیقہ کو دیکھنے لگیں۔ گیٹ بند کر کے وہ واپس مڑی تو انہوں نے پوچھا۔

"کون تھا؟"

"کوئی لڑکی تھی۔ غلط پتے پر آ گئی تھی۔" تنفر سے کہہ کر اس نے کاغذ کے چھوٹے

چھوٹے ٹکڑے کر کے ہوا میں اچھال دیئے۔

*****

کھانے کے بعد افتخار حسن نے رخصت کی اجازت چاہی تو ملیحہ، سمیرا سے منت کر کے بولی۔

"اج رک جاؤ سمیرا!"

صبح تو آفاق نے سمیرا سے بات کرنے کو ٹال دیا تھا مگر اس وقت اسے سمیرا سے بات کرنے کی بہت جلدی تھی اس لئے ملیحہ کی حالت کو نظرانداز کرتے ہوئے اس نے اشارے سے سمیرا کو منع کر دیا۔اسکا اشارہ سمجھ کر سمیرا نے ملیحہ سے نہ چاہتے ہوئے بھی معزرت کر لی۔

"آج تو نہیں رک سکتی۔ مگر کل میں صبح سے ہی آ جاؤں گی۔" پھر اسے اپنا خیال رکھنے کا کہہ کر گاڑی میں جا بیٹھی۔آفاق بھی بابا جان کو اللہ حافظ کہہ کر نورالھدی سے گلے ملنے کے بعد گاڑی میں آ گیا۔

"تم ملیحہ اور وجدان کے بارے میں کیا جانتی ہو؟" گاڑی میں وہ دونوں ہی تھے، اسی بات کا فائدہ اٹھا کر ڈرائیونگ کرتے آفاق نے چپ بیٹھی سمیرا سے اچانک ہی پوچھا۔

"تم ملیحہ اور وجدان کے بارے میں کیا جانتی ہو؟" گاڑی میں وہ دونوں ہی تھے، اسی بات کا فائدہ اٹھا کر ڈرائیونگ کرتے آفاق نے چپ بیٹھی سمیرا سے اچانک ہی پوچھا۔

وہ براہِ راست سوال پر گڑبڑائی، پھر اسے سچ بولنا بہتر لگا۔

"سب کچھ۔ مگر ایک بات نہیں جانتی کہ وعدہ کرنے کے بعد وجدان لائبریری کیوں نہیں آیا۔"

"یہ تو میں بھی جاننا چاہتا ہوں۔" اس نے دھیرے سے کہا پھر پوچھا۔ "یہ شادی کا کیا معاملہ ہے؟"

"ملیحہ کی شادی نہیں ہو رہی آفاق! اسے زندہ دیوار میں چنوایا جا رہا ہے۔ کل رات

www.novelsclubb.com

اس نے پھوپھا جان سے وجدان کے لیے بات کی تھی اور وہ بھڑک گئے۔ پھر صبح اسے نکاح کی خبر دے دی۔"

"یعنی میرا شک صحیح تھا۔ لیکن نور الہدیٰ اس شادی کے لیے کیسے راضی ہو گیا، وہ بھی فوراً؟"

"پھوپھا جان کو جانتے نہیں ہیں کہ کوئی تیس مار خان بھی انکے سامنے دم نہ مارے۔ نور الہدیٰ کیا چیز ہے۔ پھر ملیحہ میں کس چیز کی کمی ہے جو وہ انکار کرتا؟" بے زار سے لہجے میں کہہ کر وہ کھڑکی سے باہر دیکھنے لگی۔

جب یہ قافلہ اپنی منزل پر پہنچا تو وجدان کو وہاں دیکھ کر حیران رہ گئے جو سر پر پٹی لپیٹے کار کے بونٹ پر چڑھ کر بیٹھا تھا اور مزمل اسکے سامنے کھڑا جوتے کی ٹوہ سے زمین کھرچ رہا تھا۔ کسی نے بھی گاڑی گیٹ سے اندر جانے کا انتظار نہیں کیا اور دروازے کھول کر وہیں اتر گئے۔ سمیرا کی امی اسکی پٹی اور چہرے پر خراشوں کو دیکھ کر پریشان ہو گئیں۔

"یہ سب کیا ہے وجدان! تمہیں چوٹ کیسے لگی؟"

"کچھ نہیں خالہ! بس بائیک سلپ ہو گئی تھی۔"

"مگر یہ ہوا کیسے؟" افتخار حسن بھی اس طرف چلے آئے۔

"آپ اندر تو چلیں۔ پھر بتاتا ہوں۔" کہتے ہوئے اس نے کار میں بیٹھے آفاق کو دیکھا جو کار گیٹ کے اندر لے گیا۔ پورچ میں کار روک کر وہ باہر آ گیا۔

"وجدان! اندر آ جاؤ۔ باہر بہت ٹھنڈ ہے۔ مزمل بھائی! آپ بھی آ جائیں۔"

پھر سب اندر چلے گئے۔ آفاق کی آنکھوں کا غیر معمولی تاثر دیکھ کر وجدان ٹھٹک گیا۔ پر یہ بھی جانتا تھا کہ حادثے کی تفصیل جانے بغیر کوئی چین سے نہیں بیٹھے گا۔ ہال میں سب کے بیچ بیٹھ کر وہ حادثے کے بارے میں سب بتا چکا تو آفاق نے اسے مخاطب کیا۔

"وجدان! میرے کمرے میں آ جاؤ۔ ضروری بات کرنی ہے۔"

وجدان، آفاق کے ساتھ اٹھ گیا تو انکے پیچھے سمیرا بھی وہاں سے چلی آئی۔

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

"تمہارا ایکسیڈنٹ آج نہیں ہونا چاہیے تھا وجدان!" کمرے میں آتے ہی آفاق نے اسے دیکھ کر متاسف لہجے میں کہا تو وجدان اسکے انداز پر چونک کر بولا۔

"ہوا کیا ہے؟"

"ہم ملیحہ کی انگیجمنٹ اٹینڈ کر کے آرہے ہیں۔اور تین دن بعد اسکی شادی ہے۔"

وجدان کے سر پر بم پھٹا تھا۔ سمیرا کمرے میں آئی تو اسے دیکھ کر آفاق نے کہا۔

"باہر سے فون لے آؤ اور آتے ہوئے دروازہ بند کر لینا۔"

سمیرا الٹے پیروں مڑ گئی اور کاریڈور میں رکھا فون اٹھا کر کمرے میں لے آئی۔ وہ دونوں الگ الگ صوفوں پر بیٹھے تھے جنکے بیچ میں ٹیبل دکھا تھا۔ سمیرا نے فون ٹیبل پر رکھا پھر دروازہ بند کرتی وہ آفاق کے برابر بیٹھی اور کسی کے کہے بنا ہی ریسیور اٹھا کر ملیحہ کا نمبر ڈائل کرنے لگی۔

~~~~~~~~~~~~

ملیحہ پر بے حسی کی کیفیت طاری تھی۔ وہ روانی سے قلم چلاتے ہوئے دل کے اندر
~~~~~~~~~~~~

دبے راز ڈائری پر لکھ رہی تھی کہ دروازے پر دستک ہوئی۔بیڈ پر بیٹھی سر جھکا کر لکھتی ملیحہ نے ہاتھ روک کر دروازے کی طرف دیکھا۔

"دروازہ کھلا ہے۔آ جاؤ۔"اسکی آواز پر بہادر نے دروازہ کھول کر اندر دیکھا۔"کہو، کیا بات ہے؟"

"بی بی صاب!آپ کے لئے فون آیا ہے۔"

ملیحہ کی نظروں میں کائنات گھوم گئ تھی۔"کس کا؟"دھڑکتے دل کے ساتھ اس نے پوچھا۔

"سمیرا بی بی کا۔"اور ملیحہ نے بے دردی سے نچلا ہونٹ دانتوں سے کاٹ ڈالا۔

"اسے کہو میں صبح بات کرونگی۔"بول کر وہ پھر سے ڈائری میں کچھ لکھنے لگی۔پھر خود ہی کچھ سوچ کر ڈائری بند کر کے تکیے کے نیچے رکھی اور باہر آ گئ۔

سیڑھیوں کے اختتام پر ریلنگ کے ساتھ آبنوس کا اونچا اسٹول رکھا تھا، جس پر فون رکھا رہتا تھا۔بہادر نے ریسیور اٹھایا ہی تھا کہ ملیحہ نے ریسیور اسکے ہاتھ سے لے کر

کہا۔

"تم جاؤ۔" پھر فون پر ہیلو کہا۔

"تمہیں معلوم ہے، آج وجدان کیوں نہیں آیا تھا؟"

ملیحہ بھلا کیا کہہ سکتی تھی۔ سمیرا نے اس کے بولنے کا انتظار بھی نہیں کیا۔

"وجدان کا ایکسیڈنٹ ہو گیا تھا۔" ملیحہ کو ریلنگ تھامنا پڑی ورنہ وہ گر جاتی۔ پھر ریلنگ کے سہارے دھیرے دھیرے آخری سیڑھی پر بیٹھ گئی۔

"وہ صبح لائبریری ہی آ رہا تھا کہ موڑ کاٹتے ہوئے بائیک سلپ ہو گئی۔ تمہیں یاد ہے، صبح جب ہم ٹریفک جام میں پھنس گئے تھے اور ڈرائیور نے بتایا تھا کہ کسی موٹر سائیکل والے کا ایکسیڈنٹ ہوا ہے۔ وہ وجدان ہی تھا۔"

"وہ ٹھیک تو ہے؟" ملیحہ کے حلق سے پھنسی پھنسی آواز نکلی۔

"ہاں ٹھیک ہے۔"

"شکر ہے۔" ملیحہ نے بے ساختہ شکر ادا کیا تو سمیرا پوچھنے لگی۔

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

"اب تمہارا فیصلہ کیا ہوگا؟"

"میرا فیصلہ۔" اس نے گم سم سی سرگوشی کی۔ تبھی وجدان نے سمیرا کے ہاتھ سے ریسیور لے لیا مگر ملیحہ کو بولتا سن کر چپ ہی رہا جو کہہ رہی تھی۔

"فیصلہ کرنے کا اختیار کبھی بھی میرے پاس نہیں رہا۔ میرے فیصلے کا کیا پوچھتی ہو؟ فیصلہ تو ہو بھی چکا۔ اب تو بس عمل کرنا باقی ہے۔ اور میرے پاس کوئی راہ فرار نہیں۔ اگر کوئی تھی بھی تو اب نہیں رہی۔ جانتی ہو، ہادی بھائی نے مجھ سے کیا کہا؟" اسکی آنکھیں یکدم ڈبڈبا گئیں۔ وجدان سناٹوں میں گھرا اسکی آواز سن رہا تھا۔

ملیحہ نم آواز میں بولی۔

"انہوں نے کہا، وہ مجھ سے محبت کرتے ہیں۔ میں بھی ہادی بھائی سے محبت کرتی ہوں اور اس محبت کے ساتھ میں نے ایک دعا بھی کی تھی کہ میری خوشی کے خاطر اپنا دکھ سہنے والے کو کبھی دکھ نہ ملے۔ اگر میں ابھی جا کر ان سے کہوں کہ مجھے وجدان مصطفیٰ کا ساتھ بخش دیں تو وہ زمانے سے لڑ جائیں گے۔ مگر میں اس شخص کا

ساتھ چھوڑنے کا حوصلہ کہاں سے لاؤں جو مجھے ساتھ چھوڑ کر جانے کی اجازت دے رہا ہو۔"

حوصلہ تو وجدان میں بھی نہیں تھا کہ ملیحہ کو اسکا ساتھ چھوڑ کر اپنا ہاتھ تھامنے کو کہے جسکا ساتھ چھوڑنے کی طاقت ملیحہ میں نہیں۔ بے اختیاری، بے بسی نہیں ہوتی بلکہ بے بسی تو یہ ہے کہ انسان کی بے اختیاری اسکے اختیار کی پابند ہو جائے۔ ملیحہ کی بے بسی وجدان کو بے بس کر رہی تھی جو سست آواز میں کہہ رہی تھی۔

"محبت بوجھ نہیں ہوتی، پھر بھی جھکا دیتی ہے۔ میں جھکتی جا رہی ہوں۔ ہادی بھائی نے میرے کندھوں پر محبت کا بوجھ اتنا بڑھا دیا کہ میری پیشانی زمین کو جا لگی ہے۔ میں نظر نہیں اٹھا پا رہی، سر کیسے اٹھاؤں؟ اور وجدان۔" اسکی آواز میں درد گھل گیا۔

"جب ملا تھا تو سوچا بھی نہیں تھا کہ یہ شخص میرے دل کا درد بن جائے گا۔"

وجدان کے اپنے دل میں درد اٹھا تھا، جسے محسوس کئے بغیر وہ کہے جا رہی تھی۔

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

"اگر چوبیس گھنٹے پہلے کوئی مجھ سے پوچھتا، تم وجدان سے محبت کرتی ہو؟ تو میں کہتی ہاں، میں وجدان سے محبت کرتی ہوں۔ لیکن اگر اس وقت کوئی مجھ سے یہ سوال پوچھے گا تو کہوں گی، میں وجدان سے محبت نہیں کرتی۔"

وجدان کو لگا وہ سانس نہیں لے پائے گا۔

"مجھے وجدان سے عشق ہے۔" وجدان کو لگا، وہ اب کبھی سانس نہیں لے پائے گا۔ اس نے بے دردی سے اپنا نچلا ہونٹ دانتوں تلے دبایا کہ خون رسنے لگا۔ ادھر ملیحہ کی آواز میں سسکیاں گھل گئی تھیں۔

"پر وہ چیز جو میں زندگی میں کبھی نہیں سیکھ پائی، محبتوں کو کیٹگرائز کرنا ہے۔ میں کبھی نہیں جان پائی، کیسے کسی کی محبت کو سب سے اوپر والے خانے میں رکھتے ہیں اور کیسے دوسری محبت کو نیچے والے خانے میں۔ مجھے بس محبت کرنا آتا ہے۔ اور میں نے باباجان سے، ہادی بھائی سے اور وجدان سے محبت کی، مگر جب نبھانے کی باری آئی تو کوئی ایک محبت بھی ڈھنگ سے نبھا نہیں پائی۔" اسکی آواز سسکیوں میں

ڈوب گئی۔ کھنچے ہوئے چہرے کے ساتھ وجدان کی گرفت ریسیور پر سخت ہوتی جارہی تھی۔ بے بس سی آواز ابھری۔

"کاش میری زندگی میں ایک معجزہ ہو جائے۔ میں آنکھیں بند کر کے کھولوں تو سامنے وجدان ہو۔" اس نے اصل میں آنکھیں بند کر کے کھولیں، پھر غیر مرئی نقطے کو دیکھتے ہوئے کہنے لگی۔ "میں اسے وہ سب کہہ دیتی جو میرے دل میں ہے کہ اس کے بغیر میں مر جاؤں گی، وہ میری زندگی کا حاصل ہے۔ بہت چاہا ہے اسے۔ اتنا کہ اب اس چاہت سے دستبردار نہیں ہوا جاتا، اس سے الگ ہونے کا خیال میرے جسم سے روح کھینچ رہا ہے۔ کاش! وہ کہیں سے آجائے۔ ایک بار سہی۔ آخری بار سہی۔ میں اسے جی بھر کے دیکھ تو لوں۔ اب ایک عمر اسکے بغیر گزارنی ہے، کوئی تو سہارا ہو۔ اس نے ایک بار کہا تھا، آپ اپنے چوبیس گھنٹوں میں سے ایک پل مجھے نہیں دے سکتیں۔ آج کوئی جا کر اس سے پوچھے، اپنی پوری زندگی میں سے ایک پل مجھے نہیں دے گا۔ ایک پل۔ صرف ایک پل مجھے دے دے۔

www.novelsclubb.com

ایک بار مجھ سے ملنے آجائے۔بس ایک بار۔" وہ دونوں ہاتھوں سے ریسیور تھامے تڑپ تڑپ کر روتے ہوئے فریاد کرتی جارہی تھی۔وجدان کا پورا وجود اس بارش میں بھیگ گیا۔

"ملیحہ!" اس نے بے چین ہو کر اسے پکارا۔ملیحہ ایک دم چپ ہو گئی۔وہ دم سادھے بیٹھی تھی۔وجدان کی آواز پہنچانے میں اسے ایک سیکنڈ کی دیر نہیں لگی۔کچھ دیر پہلے وہ کہہ رہی تھی کہ وجدان کہیں سے آجائے اور اب جب وہ اسکی آواز سن رہا تھا تو ملیحہ سے کچھ بولا ہی نہیں گیا۔اس نے چند لمحوں کی خاموشی کے بعد چپ چاپ ریسیور کریڈل پر ڈال دیا۔

www.novelsclubb.com

آفاق،وجدان کے تناؤ بھرے چہرے کو دیکھ رہا تھا جو لب بھینچے خاموش بیٹھا تھا۔نہ جانے ملیحہ کیا کہہ رہی تھی کہ ریسیور پر اسکی گرفت سخت ہوتی جارہی تھی۔ضبط کی کوشش میں اسکی آنکھیں دہکنے لگیں۔پھر ایک دم ہی اس نے بے قراری سے ملیحہ کا نام لیا اور کچھ پلوں کی خاموشی کے بعد جب ملیحہ نے لائن ڈس کنکٹ کر دی تو

وجدان نے فون رکھ دیا۔

''ملیحہ کیا کہہ رہی تھی؟'' آفاق نے پوچھا تو وہ تھکے تھکے سے انداز میں مسکراتے ہوئے بولا۔

''ملیحہ اتنا حق تو رکھتی ہیں کہ مجھے سولی پر لٹکا کر سانس لینے کی سزا سنا دیں۔'' پھر اس نے اپنے ہونٹ کاٹتے ہوئے آفاق کو دیکھا۔''افاق! میں ملیحہ سے ملنا چاہتا ہوں۔''

~~~~~~~~~~

ملیحہ نے فون رکھا اور ریلنگ کا سہارا لے کر آہستہ سے اٹھی اوپر کمرے میں آگئی اور چلتے ہوئے اس نے بالکونی کا دروازہ کھول دیا۔ پھر سست قدموں کے ساتھ وہ جھولے میں آ بیٹھی سرد ہوائیں چل رہی تھیں جن کے زور سے چائمز لے میں بج رہے تھے۔ سردی کی شدت نے پل بھر میں ملیحہ کے گال گلابی کر دیے تھے اور ہاتھ پیر برف کی مانند ٹھنڈے۔ مگر اس کی ہر حس جیسے مر چکی تھی وہ وہیں پاؤں
~~~~~~~~~~

اوپر رکھ کر لیٹ گئی۔ملیحہ نے آسمان کی طرف دیکھا۔اسے چودھویں کا چاند پسند تھا۔ملیحہ نے چاند کو دیکھ کر اندازہ لگایا ابھی چودھویں تاریخ میں کچھ دن باقی تھے۔ کیا میں بس چاندنی کا انتظار ہی کرتی رہ جاؤں گی؟کڑی دھوپ میری زندگی کا سایا کب تک بنی رہے گی۔اس نے تھک کر سوچا پھر بہت دل سے دعا کی۔

"یااللہ مجھے اس آزمائش سے نکال دے انتخاب میرے بس کی بات نہیں۔"اس کی وہ رات بھی آنکھوں میں کٹ گئی اور وہ پلک تک جب تک نہ پائی۔

فجر کی اذان کے ساتھ اس کے بے جان جسم میں حرکت ہوئی اور وہ اٹھ بیٹھی۔نماز پڑھ چکی تو اس کے ہاتھ دعا کے لئے اٹھ گئے مگر دعا نہیں کر سکی ہاتھ اٹھاتے ہیں جو دعا اس کے لب پر آنے کو مچلی تھی وہ نورالہدی کے لیے بددعا تھی اور ملیحہ کبھی نورالہدی کو بددعا نہیں دے سکتی تھی۔اس نے دعا کے لیے اٹھے ہاتھ گرادیئے اور جائے نماز سے اٹھ گئی۔ملیحہ کو پانی حلق سے اتارنا مشکل ہو گیا تھا نوالے کیا نگلتی لیکن باباجان اور نورالہدی ناشتے پر آئے تو نورالہدی اس کی غیر موجودگی کو محسوس

کر کے بولے۔

"ملیحہ ناشتہ نہیں کرے گی؟"اٹھ تو گئی ہو گی دیر تک سونے کی اسے عادت نہیں ہے۔"

باباجان نے یہ نہیں بتایا کہ وہ ناشتے کے لئے منع کر چکی ہے بلکہ کہا۔"ملیحہ اپنے کمرے میں ناشتہ کرے گی۔"اس جھوٹ کی وجہ بھی تھی وہ جانتے تھے کہ یہ سن کر ملیحہ نے ناشتہ کرنے سے منع کر دیا ہے نورالہدی سیدھے اس کے پاس پہنچ جائیں گے اور پھر شاید اس کے ستے ہوئے چہرے کو دیکھ کر کچھ اخذ بھی کر لیں اور اب ملیحہ کا مستقبل ان کے ہاتھ میں تھا باباجان نہیں چاہتے تھے ملیحہ کی طرف سے ان کے دل میں کبھی بال نہ اے۔وہ ایک باپ کی طرح اپنی بیٹی کی نادانی پر پردہ ڈالے رکھنا چاہتے تھے.

ملیحہ کے لئے نورالہدی کا دل بہت کشادہ تھا مگر باباجان جانتے تھے بیوی کے لئے اکثر مردوں کا دل تنگ ہو جاتا ہے اسی لئے باباجان نہیں چاہتے تھے کہ وہ مشکوک

ہو۔لیکن نورالہدیٰ کے لیے یہ تبدیلی بھی حیران کن تھی۔

"کمرے میں کیوں؟"

باباجان قصداً مسکرا کر بولے۔" بھئی ہمارے ہاں جب شادی کی تاریخ کا ہو جاتی ہے تو لڑکی کا لڑکے سے پردہ کرا دیا جاتا ہے اب شادی تک ملیحہ تمہارے سامنے نہیں آسکتی۔"

"اوکے۔۔۔"نورالہدیٰ زیرلب مسکرائے۔ناشتے سے فارغ ہوئے کچھ ہی دیر ہوئی تھی کہ ملیحہ کی خالہ اور ممانیاں اسکی کزنز کے ساتھ آگئی باباجانی خوشدلی سے انہیں ویلکم کرتے ہوئے ملیحہ کی خالہ سے کہا۔

"فریال ہوتی تو ملیحہ کی شادی بہت دھوم دھام سے کرتی۔اب تمہیں سب انتظام کرنا ہے۔میں تو ان معاملات میں بالکل اناڑی ہوں۔"

"فکر مت کریں بھائی صاحب ملیحہ میری اپنی بیٹی ہے میں اور بھابیاں مل کر سب سنبھال لیں گے۔"آمنہ نے خلوص یقین دلایا۔

"ان شاءاللہ کہیں کوئی کسر نہیں رہے کہ بھائی صاحب۔" بڑی ممانی نے کہا۔ پھر واقعی انہوں نے سب انتظامات خوش اسلوبی سے سنبھالیے۔

لان کافی کشادہ تھا صرف چوڑائی ہی 5 سو گز تھی اور ایک ہزار گز پر بنے قیصر فاروقی کے گرد دائرہ کی شکل میں چاروں طرف پھیلا تھا اور مہمانوں کی تعداد محدود تھی افتخار حسن اور منیر حسن کے خاندان اور آمنہ کی فیملی کے علاوہ گنے چنے کچھ خاص لوگ ہی تھے اس لئے ڈیسائیڈ ہوا کہ فنکشن کا قیصر فاروقی میں ہی ارینج کیا جائے گا۔

مہندی کا دن آگیا مگر ملیحہ کی حالت میں کوئی فرق نہیں آیا۔اس کے احساسات پر برف جم چکی تھی۔ شام ڈھل چکی تھی اور قیصر فاروقی جگمگاتی روشنیوں سے بقعہ نور بنا ہوا تھا۔ پیلے کاٹن کے سلور گھوٹا لگے شلوار قمیض میں ملیحہ کے کانوں میں موتیوں کے بالے جھول رہے تھے دونوں کلائیوں میں بھر بھر کر پہنی کانچ کی چوڑیوں کے آگے موتیے اور گلاب کے مہکتے گجرے اس کی دودھیا کلائیوں میں سجے تھے۔اس کے لمبے بالوں کو موتی کی لڑیوں سے گوندھ کر چوٹی کی شکل میں سنوارا گیا تھا۔

کاٹن کا پیلا ڈوپٹہ اس نے سر پر اوڑھ رکھا تھا لڑکیاں اسے اپنی ہمراہی میں لیے کمرے سے باہر آئیں جو دو دن سے اس کی مستقل قیام کا بنا ہوا تھا اور سیڑھیاں اتر کر ہال کے باہر والے دروازے سے ہوتی لون میں آگئی۔ ملیحہ کو نور الہدی کے برابر میں بیٹھا دیا گیا لڑکوں نے ابٹن کا کھیل شروع کر دیا مگر لڑکیوں کو اپنے کپڑے بہت عزیز تھے وہ اس کھیل میں شامل نہیں ہوئیں اور گانے گاتی رہیں۔ سارے لڑکے سفید کاٹن کے شلوار قمیض پہنے ہوئے تھے جن کا حال اب بحال ہو چکا تھا وہ اپنے چہرے ہی رنگنے میں لگے رہے کسی کو ملیحہ کے برابر بیٹھے اس تماشے کو دیکھ کر ہنستے نور الہدی کا خیال ہی نہیں آیا خود کو بچاتے جنید کی نظر ان پر پڑی تو وہ چلایا۔

"بھائیوں اسے کہتے ہیں بیگانی شادی میں عبداللہ دیوانہ۔ تم سب اپنا ستیاناس کئے جاؤ ادھر نور الہدی آرام سے ہونے والی بیگم کے بغل میں بیٹھا دانت نکل رہا ہے۔" پھر تو سب ہی مٹھیوں میں ابٹن بھرے نور الہدی کی طرف دوڑے۔

نور الہدی نے جو اس جم غفیر کو اپنی طرف آتے دیکھا تو محاورتاً نہیں حقیقتاً ملیحہ کے

سر کے اوپر سے چھلانگ لگا کر پیچھے کی طرف دوڑے مگر صمد نے انہیں جالیا۔ پھر سب انہیں گھسیٹتے ہوئے بیچ حال میں لے آئے اب نورالہدی گھاس پر دراز تھے اور ہر طرف سے ان پر انٹن تھو پا جارہا تھا وہ چلانے لگے۔

"بس کرو یار! کل میری شادی ہے کیوں شکل بگاڑ رہے ہو بڑا نازک دل ہے تمہارے بھابی کا بیچاری ڈر جائے گی۔"

مگر کوئی بھی انہیں چھوڑنے پر تیار نہیں تھا گھونگھٹ میں لاتعلق بیٹھی ملیحہ نے نورالھدی کی آواز سنی تو سر اٹھا کر دیکھا واقعی نورالہدی کے چہرے پر اتنا ابٹن ملا گیا تھا کہ لڑکوں کے شکنجے میں ملیحہ کو انہیں پہچاننے میں دقت ہوئی۔اور جب پہچان لیا تو بے ساختہ ذرا سا مسکرائی۔

تین دن بعد سمیرا نے ملیحہ کے بے جان چہرے پر کچھ دیکھا تھا اور وہ بھی مسکراہٹ۔اسے اپنا سانس بحال ہوتا محسوس ہوا۔ جیسے لوہا لوہے کو کاٹتا ہے اور زہر زہر کا علاج ہوتا ہے خدا کرے نورالہدی کی محبت وجدان کی محبت کے زخم کا مرہم

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

بن جائے۔آمین۔اس نے دل میں دعا کی۔ سر اٹھانے کی وجہ سے ریشمی آنچل ملیحہ کی پیشانی سے پیچھے کو سرک گیا تھا پل بھر کے لیے نور الہدی کی نظر اس پر پڑی تھی تین دن بعد اس کا چہرہ دکھائی دیا تھا۔وہ اسے دیکھتے ہی رہ گئے ملیحہ اب بھی غائب دماغی کی حالت میں تھی اسے چہرہ چھپانے کا خیال ہی نہیں آیا۔الٹا ان کی حالت پر مسکرا دی۔اسے مسکراتا دیکھ کر تو نور الہدی اندر تک شانت ہو گئے تھے پھر ہنستے ہوئے زور سے بولے

"اب اور تو میری درگت نہ بناؤ۔وہ دیکھو میری دلہن ہنس رہی ہے۔" ان کے میری دلہن کہنے پر ایک دم سے ملیحہ کی مسکراہٹ غائب ہوئی اور اس نے سر جھکا کر چہرہ چھپاتے ہوئے سمیرا سی گھونگھٹ ٹھیک کرنے کو کہا نور الہدی کو اس کا گریز بھی اچھا لگا تھا

"آج گھونگھٹ گرا لو۔کل تو میں ہی گھونگھٹ اٹھاؤں گا۔" انہوں نے ملیحہ کے ڈھکے چھپے وجود کو دیکھ کر دل میں محظوظ سی سرگوشی کی۔

******

سمیرا تکیہ گود میں لئے بیڈ پر بیٹھی تھی. ایک بجنے والا تھا اور نیند کا دور دور تک کوئی پتا نہیں تھا. یوں بھی آج کل وہ اور ملیحہ جاگنے کا شغل ہی کیا کرتی تھیں. دونوں چپ چاپ بیڈ کے دور دراز کونوں پر لیٹی چھت کو اندھیرے میں گھورتی رہتیں. ملیحہ باتھ روم سے باہر آئی تو ہاتھوں اور پیروں پر لگی مہندی دھل چکی تھی. سمیرا نے دیکھا تو ملامت کرنے لگی.

"مہندی ابھی کیوں دھودی؟ صبح دھوتیں تو رنگ نکھر جاتا."

"رنگ تو اب بھی نکھرا ہوا ہے." اس نے ہاتھ سمیرا کے اگے کیے، جن پر مہندی کا رنگ بہت گہرا تھا. سمیرا نے اسکے ہاتھ پکڑ کر دیکھے پھر مسکرا کر بولی.

"نورالھدی تم سے بہت پیار کرتے ہیں."

"اس میں تو کوئی شک نہیں." اسکے عام سے لہجے میں ناز مفقود تھا. سمیرا نے اسے دیکھا.

"تمہیں اس بات کی کوئی خوشی نہیں ہے کہ جس شخص سے تمہاری شادی ہو رہی ہے، وہ اس دنیا میں سب سے زیادہ تمہیں چاہتا ہے؟"

خوشی کیوں نہیں ہو گی؟ ہر لڑکی چاہتی ہے کہ شوہر کی من چاہی ہو۔" اب بھی اسکے لہجے میں کوئی غیر معمولی پن نہیں آیا تھا۔ پھر بات بدلنے کو بولی۔

"چائے پیو گی؟ اپنے لئے بنانے جا رہی ہوں۔"

"تم اور چائے؟" سمیرا حیران ہو کر بولی۔

"ہاں۔" ملیحہ نے آرام سے کہا۔ "اصل میں نورالھدی کو چائے بہت پسند ہے۔"

"تم کچھ زیادہ ہی انکی پسند ناپسند کا دھیان نہیں رکھنے لگیں؟" سمیرا نے تیکھے لہجے میں کہا۔

"جب انکی خاطر اپنی پسند چھوڑ دی تو انکی پسند اپنانے میں کیا حرج ہے؟" اس نے وجدان کا نام نہیں لیا تھا پھر بھی سمیرا سمجھ گئی، وہ وجدان کی بات کر رہی ہے۔ اب اس نے یہی عادت اپنالی تھی کہ کہیں بے اختیاری میں وجدان کا ذکر زبان سے

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

سرزد ہو بھی جاتا تو بھی اسکا نام نہیں لیتی تھی۔

منگنی والے دن کے بعد سمیرا نے اسکی زبان سے وجدان کا نام نہیں سنا تھا۔وہ گہری نظروں سے اسے دیکھتی رہی، پھر سانس بھر کر کہا۔

"تم بیٹھو! میں چائے بنا کر لاتی ہوں۔" وہ چائے بنانے کے لیے اٹھ گئی تو ملیحہ فارغ بیٹھے کے بجائے اپنے اسٹوڈیو میں آگئی۔اس نے نیا کینوس ایزل پر رکھا، برش ہاتھ میں لے کر سوچنے لگی کہ کیا بنائے۔پھر کسی شعوری کوشش کے بغیر ہی اسکا ہاتھ کینوس پر چلنے لگا۔ سمیرا آئی تو وہ پوری طرح کینوس میں کھوئی ہوئی تھی اور اسکا ہاتھ بہت تیزی سے چل رہا تھا۔اسے مگن دیکھ کر آواز دینے کے بجائے کپ ٹیبل پر رکھتے ہوئے سمیرا اسٹوڈیو میں آگئی اور اسکی پشت سے آگے ہو کر دیکھا کہ وہ کیا بنا رہی ہے مگر کینوس پر نظر پڑتے ہی اسکا دماغ بھک سے اڑ گیا۔ سمیرا نے وحشت زدہ نظروں سے ملیحہ کے چہرے کو دیکھا تو اس کے ٹھٹکنے کو محسوس کر کے ملیحہ نے اسے دیکھ کر کہا۔

"تمہیں کیا ہوا؟" سمیرا نے کچھ بولے بغیر سکتے کی سی کیفیت میں کینوس کی طرف دیکھا تو ملیحہ کی حیران نگاہیں بھی اسکی نظروں کے تعاقب میں کینوس پر اٹھ گئیں۔ سمیرا کو جو محسوس کر کے حیرت ہوئی، اس پر خود ملیحہ بری طرح چونک گئ تھی۔ وہ ادھورا پورٹریٹ اتنا واضح تھا کہ وجدان کا چہرہ اس میں نظر آ جاتا۔ ملیحہ کو دھیان بھی نہیں تھا کہ وجدان کا چہرہ پینٹ کر رہی ہے۔ اپنی بے بسی پر اسکی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ وہ لب کچلتی ہوئی برش رکھ کر وہاں سے ہٹ گئ۔ سمیرا اس کے پیچھے بالکونی میں آئی تو وہ گھٹنوں پر چہرہ ٹکائے جھولے میں بیٹھی تھی۔ سمیرا آہستگی سے اسکے ساتھ بیٹھ گئ جو پتھرائی ہوئی آنکھوں سے یک ٹک سامنے دیکھے جا رہی تھی۔ اسکی خاموشی نے سمیرا کو اداس کر دیا تھا مگر خود وہ بھی کوشش کے باوجود بول نہیں پا رہی تھی۔ کئی بوجھل پل گزر گئے تو ملیحہ کی خوابیدہ آواز سنائی دی۔ سمیرا نے سر اٹھا کر اسے دیکھا جو کہہ رہی تھی۔

"میں مرنا نہیں چاہتی۔ مگر کچھ دنوں سے لگ رہا ہے کہ میرے اندر سب کچھ مرتا

جارہاہے۔ یہاں تک کہ زندگی بھی۔" یہ کہہ کر وہ اپنے ہی لفظوں پر گھبرا اٹھی اور گم سم بیٹھی سمیرا کا ہاتھ پکڑ کر ٹوٹ کر فریاد کرنے لگی۔

"میں مرنا نہیں چاہتی سمیرا!... پلیز مجھے بچالو۔ میری سانسیں، میرا دل گھٹ رہا ہے۔ ہر دھڑکن کے ساتھ دل رکتا جارہاہے مگر میں مرنا نہیں چاہتی اور... اور اس شخص کا خیال مجھے جینے نہیں دے گا۔ مجھے بچالو سمیرا!..... بچالو مجھے۔ نہیں تو میں مر جاؤں گی۔" سمیرا کے دل کو کچھ ہوا تھا۔ وہ یکدم ہی ملیحہ سے لپٹ کر رونے لگی۔ پھر خود ہی اس سے الگ ہو کر روتی ہوئی اٹھ گئی۔

"میں ملیحہ کی طرف سے بہت فکر مند ہوں اظہر! وہ مجھے ٹھیک نہیں لگتی۔" مہندی کی تقریب کے دوران ملک ناصر نے ملیحہ کے بے حس سے رویے کو خاص طور سے محسوس کیا تھا اور اب اسٹڈی میں بیٹھے وہ بابا جان سے اپنی پریشانی کا اظہار کر رہے تھے۔

"ہوں!" بابا جان نے ہنکارا بھرتے ہوئے انکو دیکھا۔ "میں نے بھی محسوس کیا

ہے کہ وہ آج کل بجھی بجھی سی رہتی ہے۔ مگر یہ سب اسکی اپنی حماقت کا صلہ ہے۔

جو دوسروں پر آسانی سے اعتبار کر لیتے ہیں، انہیں دھوکے کے لیے تیار رہنا

چاہئے۔" وہ پریشان تو تھے مگر ان کے لہجے میں ہلکا پھلکا غصہ بھی تھا۔" جو معاملہ

اپنے آپ ہی ختم ہو گیا، اسکے ذکر سے کیا فائدہ؟" ملک ناصر نے انکے غصے کو محسوس

کیا۔

"لیکن اس شادی کو ملتوی کیا جا سکتا ہے۔ ابھی وہ ایک صدمے سے نہیں سنبھلی اور

تم نے اسکے سامنے دوسری آزمائش کھڑی کر دی ہے۔"

"شادی یقیناً ملتوی ہو سکتی ہے لیکن اس التوا کی وجہ کیا بیان کی جائے؟ کیا یہ کہ

میری بیٹی جس سے شادی کرنا چاہتی تھی، اس نے میری بیٹی کے ساتھ شادی کرنے

سے انکار کر دیا اور اب میری بیٹی کو اس صدمے سے نکلنے کے لیے وقت چاہیے؟"

انہوں نے تپے تپے لہجے میں کہا، پھر پست آواز میں بولے۔" کیا لگتا ہے تمہیں، کیا

میں اپنی بیٹی کا دشمن ہوں جو جان بوجھ کر اسے تکلیف دے رہا ہوں؟.... نہیں

ملک!" انکے بولنے سے پہلے باباجان خود ہی بولے۔ "لیکن اگر سب طے ہو جانے کے بعد اب میں اپنے فیصلے میں میں کوئی ردوبدل کرتا ہوں تو ملیحہ شکوک کی زد میں آجائے گی اور شک کی ایک نگاہ بھی پڑ جائے تو پارسائی کی چادر میلی ہو جاتی ہے۔ حماقت تو کی ہے اس نے، مگر میں نہیں چاہتا کہ ملیحہ کو اس حماقت کی سزا ملے۔ لیکن کچھ نہ کچھ تکلیف تو اسے اٹھانی ہی ہو گی۔" وہ اپنے مخصوص سپاٹ انداز میں کہہ رہے تھے۔ لیکن ملک ناصر جانتے تھے، اندر سے وہ کتنے پریشان تھے۔

"دیکھ لو اظہر! کہیں یہ تکلیف ملیحہ کی بساط سے بڑھ کر نہ ہو۔"

"ایسا نہیں ہو گا۔ اور اگر ہوتا تو وہ شادی سے انکار کر دیتی۔ یوں چپ چاپ نور الہدیٰ کے نام کی مہندی ہاتھوں میں نہیں لگا لیتی۔"

"تم بھول رہے ہو اظہر! اسے چپ رہنے کی عادت ہے۔"

"میں یہ نہیں بھول سکتا ملک! کہ ایک شخص نے اسے بولنا سکھا دیا ہے اور اگر وہ مجھ سے یہ کہنے کی جرات کرتی ہے کہ اسے وجدان سے شادی کرنی ہے تو یہ بھی

کہہ سکتی ہے کہ اسے نورالھدیٰ سے شادی نہیں کرنی۔ لیکن اس نے ایسا کچھ نہیں کہا تو اس کا مطلب یہی ہوا کہ اسے اعتراض نہیں۔ یوں بھی خاموشی نیم رضامندی ہوتی ہے۔'' انہوں نے کہہ کر بات ختم کر دی۔

~~~~~~~~~~~

ملیحہ کی زندگی کا سب سے کڑا دن طلوع ہو گیا تھا۔ سمیرا منتظر رہی، اب وہ رو پڑے گی۔ اب وہ ضبط کا دامن چھوڑ دے گی۔ اب وہ چیخ چیخ کر فریاد کرے گی۔

''کوئی ہے جو میری زندگی لے کر مجھے وجدان دے دے؟''

مگر ملیحہ کے ہونٹوں سے اف تک نہیں آئی۔ ہاں مگر اسکی نمازیں آج کچھ زیادہ طویل ہو گئی تھیں۔ نماز پڑھ کر پچھلے تین دن کی طرح دعا مانگے بغیر ہی ملیحہ نے جائے نماز اٹھا دیا تو سمیرا نے دیکھ کر ٹوکا۔

''دعا تو مانگ لو۔''

وہ تھکن بھرے انداز سے مسکرائی۔
~~~~~~~~~~~

"ایک کا سکھ، دوسرے کا دکھ۔ تم ہی بتادو، کس کے لیے کیا مانگوں؟"ملیحہ تو آج نیم جان ہو چکی تھی۔ چہرہ تھا کہ انگارے کی طرح دہک رہا تھا اور ہاتھ پاؤں برف کی مانند ٹھنڈے ہو رہے تھے۔ بڑی ممانی نے اسکے ہاتھوں کی ٹھنڈک محسوس کی تو پریشان ہو گئیں۔

"دیکھو ذرا آمنہ! اسکے ہاتھ کیسے ٹھنڈے ہو رہے ہیں۔"آمنہ خالہ اسکے ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لے کر نرمی سے دباتے ہوئے بولیں۔

"ہاتھ تو واقعی بہت ٹھنڈے ہو رہے ہیں مگر شادی کے خیال سے اکثر لڑکیوں کا حال ایسا ہو جاتا ہے. آپ پریشان نا ہوں."

"لیکن اِس نے کھانا پینا بھی تو چھوڑ رکھا ہے. سمیرہ ہی زبردستی کچھ کھلا دے تو کھلا دے. اور آج تو وہ بھی منتیں کرتی رہ گئی، مگر ملیحہ نے پانی کا گھونٹ تک نہیں بھرا. اب شادی کو ایسا بھی کیا ہّوا بنا دیا. پِھر یہ کون سا دور جانے والی ہے؟ اک کمرے سے دوسرے کمرے کا سفر ہے." گوہر نے کہا جو خود بھی کراچی سے بیاہ کر لاہور

گئی تھی.

"لیکن یہ مختصر سے سفر زندگی بدلنے والے ہیں اور زندگی کا بدلاو تو اچھے اچوں کو ہلا دے. جبکہ ملیحہ تو ویسی بھی حساس ہے." چھوٹی ممانی نے مدبرانہ اندازِ میں کہا تھا.

شام سے ذرا پہلے ہی شہر کی ماہر ترین بیوٹیشن، ملیحہ کو سنوارنے آ پہنچی. گہری افسردگی کی چادر اوڑھے، آنکھوں میں ویرانی لیے، ستے ہوئے چہرے کے ساتھ بھی ملیحہ پر روپ ٹوٹ کر برسا تھا۔ صائمہ نے اسے دیکھا تو نظر اُتارتے ہوئے کہا.

"نورالہدیٰ واقعی قسمت کا دھنی ہے. ملیحہ خوب صورت بھی ہے اور خوب سیرت بھی."

www.novelsclubb.com

"اب تو مجھے بھی انکی خوش قسمتی کا یقین ہونے لگا ہے." سمیرہ نے اسکی بات سنی تو بت کی مانند بے ہس و حرکت بیٹھی ملیحہ کو دیکھ کر ہولے سے کہا. اک بارات ہی تو نہیں آئی تھی مگر باقی رسمیں تو ہو سکتی تھیں۔

ادھر نورالہدیٰ نیوی بیلو کلر کے ڈنر سوٹ میں نک سک سے تیار ہو کر لان میں بنے

اسٹیج پر جلوہ افروز تھے، ادھر ملیحہ کو گھیرے میں لئے بیٹھی لڑکیاں "دودھ پلائی" اور "جوتا چھپائی" جیسی رسموں کے لیے بھاگ گئیں۔

"تم نہیں جاؤ گی؟" دونوں ممانیاں تو میز بانی کے لئے پہلے ہی لان میں تھیں، بس آمنہ خالہ ہی ملیحہ کے پاس بیٹھی تھیں۔ سب لڑکیاں رسموں کے لیے اٹھ گئیں مگر سمیرا وہیں بیٹھی رہی تو انہوں نے سمیرا سے کہا۔ وہ سر جھکا کر ملیحہ سے کچھ فاصلے پر بیٹھی تھی۔ آمنہ خالہ کی آواز پر سر اٹھا کر انہیں دیکھتے ہوئے کہا۔

"دل نہیں چاہ رہا پھوپھو!"

اسکی بات پر وہ ہنس پڑیں۔ "تمہارے دل کو کیا ہو گیا ہے؟"

سمیرا نے کچھ کہنا چاہا پر اس سے پہلے ہی ارم آدھمکی۔ "پھوپھو! امی کہہ رہی ہیں، آپ نیچے آجائیں۔"

"دیکھو ذرا، دلہن کو اکیلا چھوڑ کر آجاؤں؟" انہوں نے خود کلامی کرتے ہوئے اپنی بھابی کی عقلمندی کو سلام کیا پھر ارم سے بولیں۔ "کام کیا ہے انہیں؟"

"وہ تو نہیں پتا۔" ارم نے بھولپن سے سر دائیں بائیں ہلاتے ہوئے کہا۔ "آفاق بھائی نے بس اتنا کہا تھا کہ جا کر آپ سے کہوں کہ امی آپکو بلا رہی ہیں۔ کام تو نہیں بتایا۔ پوچھ آؤں؟"

"رہنے دو۔ میں خود دیکھ لیتی ہوں۔" وہ بول کر اٹھیں اور ارم بھی انکے ساتھ ہی واپس چلی گئی۔

ملیحہ خاموش بیٹھی اپنی چوڑیوں کو دیکھ رہی تھی۔ پھر یوں ہی اس نے سمیرا کی طرف دیکھا۔ سمیرا اسے ہی دیکھ رہی تھی۔ ملیحہ قصداً ذرا سا مسکرائی اور پوچھا۔

"کیسی لگ رہی ہوں؟"

سمیرا خاموش بیٹھی اسے دیکھتی رہی اور کچھ نا کہا۔ ملیحہ مسکراہٹ کو کچھ اور پھیلا کر بولی۔ "سب کہہ رہے ہیں، میں دلہن بن کر بہت اچھی لگ رہی ہوں۔"

"ہاں۔ اچھی تو لگ رہی ہو۔ مگر ٹھیک نہیں لگ رہیں۔" وہ آخر بول پڑی۔

"میں ٹھیک ہوں۔" وہ مستقل مسکرا رہی تھی۔ سمیرا چڑ سی گئی۔

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

"یوں مسکرا کر تم دھوکا کس کو دینا چاہ رہی ہو؟ مجھے یا اپنے آپ کو؟"

"اپنے آپ کو۔" اس نے آرام سے تسلیم کر لیا۔

"تمہارے رونے پر مجھے اتنی تکلیف نہیں ہوتی، جتنی اس وقت تمہاری مسکراہٹ کو دیکھ کر ہو رہی ہے۔"

اسکی آواز میں دکھ تھا۔ ملیحہ کے ہونٹوں سے مسکراہٹ غائب ہو گئی۔ سمیرا ترحم آمیز نظروں سے اسے دیکھ کر بولی۔ "میں یہ تو نہیں کہہ سکتی کہ تمہارا فیصلہ غلط ہے لیکن تم نے اچھا نہیں کیا۔ نہ اپنے ساتھ، نہ وجدان کے ساتھ۔" وجدان کا نام برچھی کی طرح اسکے اندر اتر گیا تو وہ جھٹکے سے اٹھ کھڑی ہوئی۔ کچھ پل خود کو سنبھالنے میں لگے۔

"نکاح کا وقت ہو چکا ہے۔ آؤ نیچے چلتے ہیں۔" پھر اسکے انتظار میں رکی نہیں۔

بھاری شرارے کو اٹھائے تیز قدموں سے چلتے ہوئے دونوں ہاتھوں سے دھکیل کر دروازے کے پٹ وا کر دیئے۔ اور اسی پل پتھر کی ہو گئی۔ اسکے بالکل سامنے

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

وجدان کھڑا تھا۔ بلیک ڈریس پینٹ پر بلیک شرٹ پہنے، کلین شیو چہرے پر شیو بڑھی ہوئی تھی۔ اس کی آنکھیں دیکھ کر لگ رہا تھا کئی راتوں سے نہیں سویا۔ اسکے سر پر پٹی نہیں بندھی ہوئی تھی مگر کچھ دن پہلے لگنے والی چوٹ کا نشان فراخ پیشانی پر بکھرے سیاہ بالوں میں سے ابھار کی صورت جھانک رہا تھا۔ وہ لب بھینچے ملیحہ کو دیکھ رہا تھا

گولڈن کلر کے کورے کے نفیس کام والے سرخ شرارہ سوٹ میں زیورات سے سجی ملیحہ کے وجود سے بھینی بھینی خوشبو اٹھ رہی تھی۔ مہندی لگے ہاتھوں میں بھر بھر کر کانچ کی چوڑیاں پہنے وہ مکمل دلہن کا روپ لئے ہوئے تھی۔

وجدان کو حق نہیں تھا ورنہ وہ اس دلہن کو منہ دکھائی میں اپنی جان دے دیتا۔

دروازے کے پٹوں پر رکھے ہاتھ ملیحہ کے پہلو میں آ گرے تھے۔ وجدان نے محسوس کیا، ملیحہ کی سانسیں بے ترتیب ہو رہی ہیں۔ خود اسکی دھڑکنیں کہاں بس میں تھیں۔

www.novelsclubb.com

"رک کیوں گئیں؟" اسے بت کی مانند دروازے میں کھڑے دیکھ کر پیچھے سے سمیرا نے کہا پھر کوئی جواب نہ پا کر اس نے سائیڈ سے نکل کر سامنے دیکھا اور چپ سی رہ گئی۔ پھر انکے گم سم چہروں پر نظر ڈال کر وہ سیڑھیوں کی طرف بڑھ گئی۔ ملیحہ نے وجدان سے نگاہ ہٹا کر سیڑھیاں اترتی سمیرا کو دیکھا، پھر خود بھی اسکے پیچھے جانے کے لیے قدم بڑھا دیئے۔ سیڑھیوں تک جانے کے لیے وہ وجدان کے برابر سے گزری تو بے اختیار ہی وجدان نے اسکی کلائی تھام کر اسے روک لیا۔ اسکی مضبوط گرفت میں آکر ملیحہ کی کلائی میں سرخ اور سنہری کانچ کی چوڑیاں ٹوٹ گئیں۔

www.novelsclubb.com

ان ٹوٹی چوڑیوں نے ملیحہ کی کلائی کے ساتھ ساتھ وجدان کی ہتھیلی کو بھی زخمی کر دیا تھا جس سے نکلتا خون اسکی کلائی پر بہتا اسکے خون سے مل کر پتلی سی لکیر بناتا ملیحہ کے ہاتھوں میں شہادت کی انگلی کی پور سے قطرے کی صورت سفید ماربل کے ٹھنڈے فرش پر ٹپک گیا۔ کوئی سمجھتا تو یہ محبت کی فریاد تھی۔

وجدان، ملیحہ کے ہر نقش کو دیکھ رہا تھا اور پلکیں جھکائے ملیحہ اپنے چہرے پر اسی حدت کو محسوس کر رہی تھی، جس نے ایک دن لائبریری میں بیٹھے بیٹھے اچانک ہی اسے بے چین کر دیا تھا۔ ملیحہ آج بھی بے چین ہو گئی۔ اس بے چینی میں ایک کسک تھی۔ کھو دینے کا ملال پوری شدت سے اسکے اندر جاگا تھا۔ کئی دنوں سے برف میں لپٹی اسکی حسیات کو جیسے کسی نے بھٹی میں جھونک دیا تھا۔ اس نے چہرہ موڑتے ہوئے پلکیں اٹھا کر وجدان کی سرخ ہوتی آنکھوں میں دیکھا اور آنسو کا قطرہ اسکی آنکھ سے ٹپک کر گال پر پھسلتا چلا گیا۔ ایک ہاتھ میں اسکی کلائی پکڑے دوسرے ہاتھ سے وجدان نے اس آنسو کو سمیٹنا چاہا تھا۔

اس نے ہاتھ اٹھایا تھا کہ ملیحہ نے آنکھیں میچتے ہوئے چہرہ دوسری طرف موڑ لیا۔

نارسائی کی تیز دھار تلوار نے وجدان کے وجود کو دو حصوں میں کاٹ ڈالا تھا۔

"یہی پل زندگی کی موت ہے۔" اسکے دل نے کہا۔ اسے لگا، اگر وہ ایک پل اور وہاں رکا تو اسکے وجود کی دیوار ڈھے جائے گی۔ ملیحہ کی کلائی چھوڑ کر وہ مڑا، پھر تیز

قدموں سے ایک ایک کرتا سیڑھیاں اترتا چلا گیا۔ ملیحہ کا دل چاہا، دوڑ کر اسے تھام لے۔ مگر دل کی اس خواہش کو دباتی بجائے آگے قدم بڑھانے کے وہ الٹے پیروں چلتی کمرے کی دیوار سے جا لگی۔ وہ دھندلی آنکھوں سے دور جاتے وجدان کو دیکھ رہی تھی۔ وہ جیسے جیسے سیڑھیاں اتر رہا تھا، ملیحہ کے بدن سے جان نکلتی جا رہی تھی۔ وہ دیوار کے سہارے بیٹھتی چلی گئی۔ وجدان لمبے لمبے ڈگ بھرتا ہال کے دروازے سے باہر نکل گیا۔ یہ وہ منظر تھا جسے دیکھنے کے بعد ملیحہ کی آنکھوں نے اور کچھ نہیں دیکھا۔ آنکھوں کو بھینچتے ہوئے وہ گھٹنوں کے بل گر پڑی۔ پھر اسکا وجود کٹے ہوئے شہتیر کی مانند بائیں طرف ڈھے گیا۔

www.novelsclubb.com

******

وجدان نے دور سے نور الہدی کو دیکھا، جو بڑے مسرور سے انداز میں سب سے ہاتھ ملاتے ہوئے مبارکبادیں قبول کر رہے تھے اور ایک دم سے اسکا دل چاہا کہ اس شخص کو قریب سے دیکھے جسکی خاطر ملیحہ خود کو مٹانے کے لیے تیار ہے۔ وہ چلتا ہوا

اسٹیج پر آ گیا۔

"ہادی بھائی!" وہ جانے کس سے گفتگو میں مشغول تھے کہ ایک آواز نے انہیں پکارا۔ وہ چونکے۔ اس نام سے بس ملیحہ ہی انہیں پکارا کرتی تھی۔ پھر پلٹ کر دیکھا۔ پکارنے والے کی آواز میں ہی نہیں، چہرے پر بھی ویسی ہی تعظیم تھی جو ملیحہ کے چہرے پر انہیں اپنے لئے نظر آتی تھی۔

"شادی مبارک ہو ہادی بھائی!" وجدان کے پورے وجود پر مردنی چھائی تھی مگر وہ خلوص سے متبسم لہجے میں بولا۔

"شکریہ۔" نورالہدیٰ پوچھنا چاہتے تھے کہ وہ کون ہے؟ اور انہیں اس نام اور اس انداز سے کیوں پکار رہا ہے؟ پھر وہ شکریہ کے سوا کچھ نہ بول پائے۔

"میں آپ سے یہ نہیں کہوں گا کہ ملیحہ کو خوش رکھئے گا کیونکہ میں جانتا ہوں کہ انکا خیال رکھے بغیر آپ رہ ہی نہیں سکتے۔"

"ان نیک خیالات کا شکریہ۔ مگر معافی چاہتا ہوں، میں نے آپکو پہچانا نہیں۔"

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

انہوں نے وہ سوال کر دیا جو انہیں الجھا رہا تھا۔

"ہم پہلی بار مل رہے ہیں ہادی بھائی!"

آب نورالہدی اور بھی چونک گئے۔ "پھر اپنا تعارف بھی کروا دیجیے۔"

"میرا۔ تعارف غیر ضروری ہے۔ بلکہ بہتر ہو گا کہ اس ملاقات کے بعد آپ مجھے بھول جائیں لیکن میں آپکو ہمیشہ یاد رکھوں گا۔" پھر خود ہی آگے بڑھ کر وہ نورالہدی سے بغلگیر ہو گیا۔

"اللہ حافظ ہادی بھائی!" وجدان نے کہا پھر الگ ہو کر ان سے ہاتھ ملا کر اسٹیج سے اتر گیا۔

www.novelsclubb.com

نورالہدی آنکھوں میں حیرت لیے اس اجنبی کو دیکھ رہے تھے جسکی آنکھوں کی ویرانی انہیں عجیب سے انداز میں چونکا گئی تھی. پھِر سر جھٹک کر وہ بابا جان کی طرف متوجہ ہوئے جو انہیں کسی سے ملوانا چاہ رہے تھے. جس وقت وجدان، نورالہدی سے مل کر اسٹیج سے اترا، آفاق وہیں موجود تھا. وجدان کے اترنے کے

بعد وہ بھی اسٹیج سے اُتر کر وجدان کے پیچھے چل پڑا اور اس کے قریب جا کر ہلکی آواز میں پوچھا.

"ملیحہ سے ملاقات ہو گئی؟"

وجدان نے اسے دیکھا پھر "ہوں!" کہہ کر اثبات میں سَر ہلاتے ہوئے دوسری طرف دیکھنے لگا جہاں ہنستے مسکراتے لوگوں کی چہل پہل تھی. آفاق سمجھ نہیں پا رہا تھا کہ اسے کیا کہے. پِھر اس نے اسکے کندھے پر ہاتھ رکھ کر حوصلہ دیا تھا مگر دوست کی غم گساری پا کر وجدان کا حوصلہ ٹوٹنے لگا. اس نے نچلا ہونٹ دانتوں تلے دبا کر آفاق کو دیکھا اور کہا.

"اچھا دوست! اب اِجازَت دو." آفاق اسکی کیفیت سمجھ رہا تھا، دھیرے سے بولا.

"میں اِس حالت میں تمہیں اکیلا نہیں چھوڑ سکتا."

وجدان دِل گرفتگی سے مسکرایا. "میری یہ حالت تو اب مستقل رہنے والی ہے. تمہیں جب فرصت ملے غمگساری کو آ جانا. مگر اِس وقت تمھاری بہن کی شادی

ھو رھی ہے اور تمہارا یہاں رہنا زیادہ ضروری ہے۔"

آفاق سمجھ گیا تھا کہ وہ اِس وقت تنہائی چاہ رہا ہے، اِس لیے پھر کچھ نا کہا۔

"چلتا ہوں۔" وجدان نے کہا پھر جانے کے لیے قدم بڑھا دیئے۔

وجدان نے کار اپنے گھر کے گیٹ پر روکی، پھر اُتر کر گیٹ کھولنے کے بعد کار پورچ میں لے جانے کے بجائے وہیں اسکا انجن بند کر دیا اور چابی سے چھوٹا گیٹ کھول کر اندر آ گیا۔ سامنے سے ساجد، مزمل کے ساتھ گھر سے باہر نکل رہا تھا۔ وجدان کو دیکھ کر مزمل نے ساجد سے کہا۔

"لو بھئی وجدان بھی آ گیا۔ اب تم لوگ باتیں کرو۔" پھر ساجد سے ہاتھ ملا کر اندر چلا گیا۔ ساجد گہری نظروں سے وجدان کا جائزہ لے رہا تھا۔

"ٹینس لگ رہے ہو۔" اس نے کہا تو وجدان اپنی پیشانی مسلتے ہوئے بولا۔

"بس ایسے ہی۔" پھر فوراً بشاشت سے بولا۔ "تم سناؤ۔"

اور ساجد فوراً سنجیدگی کا چولا اُتار کر اپنی جون میں آ گیا۔

"ضرور سنائیں گے بھائی! کہو، کیا سننا چاہو گے؟ قوالی، غزل یا پھر ٹھمری سے کام چلے گا؟ الحمداللہ اِس وقت سب کچھ سنانے کی پوزیشن میں ہیں. البتہ نا رہتے اگر میں نے اپنے کیمرے کا رول دھلوائے بغیر اَڈیٹر صاحب کو دے دیا ہوتا." بولتے ہوئے اس نے ہاتھ میں پکڑی فائل میں سے اک لفافہ نکال کر اسکے سینے پر مارتے ہوئے جھڑک کر کہا.

"لے پکڑ اپنی سوغات اور آئندہ میرے کیمرے کو ہاتھ نا لگانا. میں تو تجھے شریف آدمی سمجھتا تھا اور تو چوری چھپے لڑکیوں کی تصویریں اترتا ہے. سدھر جا. نہیں تو کسی کے بھائی کے ھاتھوں پٹے گا." وہ جانے کیا کیا بول رہا تھا. وجدان نے دھیان بھی نہیں دیا اور نا سمجھی کے علم میں اس لفافے کو کھولنے لگا جو ساجد نے اسے پکڑایا تھا.

لفافہ کھولا اور ملیحہ کی تصویریں وجدان کے ہاتھ میں آ گئیں. تصویر میں مسکراتی ہوئی ملیحہ اس ملیحہ سے کتنی الگ تھی جس سے وہ ابھی مل کر آ رہا تھا. اک اک کر کے تصویروں کو دیکھتے ہوئے وہ اندر جانے لگا.

"او بھائی! میں یہاں کھڑا ہوں." اسے غائب دماغی کی کیفیت میں اندر جاتے دیکھ کر ساجد اپنی ناقدری پر بلبلایا.

وجدان سست رفتاری سے چلتا لاونج میں آگیا، جہاں روز کی طرح سب موجود تھے اور چائے پی رہے تھے. لیکن وجدان نے کسی کی طرف دیکھا بھی نہیں اور اپنے کمرے میں جانے کے لیے سیڑھیوں کی طرف بڑھ گیا. مصطفی عظیم خاموشی سے اسے جاتے ہوئے دیکھ رہے تھے.

****

سمیرا مہمانوں کے درمیان مگر اس رخ سے بیٹھی تھی کہ کوئی بھی اگلے دروازے یا پچھلے لان کی طرف جاتا تو فوراً اسکی نظر میں آجاتا۔ اس نے وجدان کو آتے دیکھا تو ملیحہ کے پاس جانے کے خیال سے کھڑی ہوگئی۔ لیکن پھر وجدان کو نور الہدیٰ کے پاس جاتے دیکھ کر رک گئی۔ کچھ سیکنڈ کے بعد وہ اسٹیج سے اترا۔ اس کے پیچھے ہی آفاق بھی اسٹیج سے اتر گیا۔ پھر دونوں میں مختصر سی بات چیت ہوئی۔

وجدان چلا گیا تو سمیرا نے مایوسی سے سر جھٹک دیا۔ اک پل کو اسے لگا کہ شاید وجدان، نورالہدی کو سب بتا دے گا۔ لیکن خود کو نارمل کرتے ہوئے وہ پچھلے لان کی طرف آ گئی۔ اس نے آبنوسی دروازے کی چوکھٹ پر قدم رکھا ہی تھا کہ اوپر زینے پر کمرے کے دروازے کے سامنے بے ہوش پڑی ملیحہ پر اس کی نظر ٹھہر گئی۔

نہ جانے وہ کیا احساس تھا، جس نے سمیرا کو دہلا دیا۔

"پھوپھا جان۔۔۔۔۔۔!" کسی خوف کے زیرِ اثر وہ چلائی اور بجائے ملیحہ کے پاس جانے کے الٹے پیروں باہر کو بھاگی۔ "پھوپھا جان! ملیحہ۔۔۔۔" اتنا بول کر ہی ہانپنے لگی تو بابا جان پریشانی بھری عجلت سے بولے۔

"کیا ہوا ملیحہ کو؟" سینے پر ہاتھ رکھ کر دل کو قابو کرتے ہوئے اس نے سہمی ہوئی آواز میں کہا۔ "ملیحہ اپنے کمرے کے باہر بے ہوش پڑی ہے۔"

اسکی بات پوری بھی نہیں ہوئی تھی کہ نورالہدی گلے میں پڑی پھولوں کی مالا کھینچ کر اتارتے اندر کی طرف بھاگے۔ بابا جان بھی انکے پیچھے تھے۔ نورالہدی نیچے سے

www.novelsclubb.com

ہی ملیحہ کے بے ہوش وجود کو دیکھ چکے تھے۔وہ کئی کئی سیڑھیاں اک ساتھ پھلانگتے ملیحہ کے پاس آبیٹھے اور پھرتی سے اسے اپنے بازو پر سیدھا کیا۔اس کا چہرہ پسینے سے تر تھا،پلکیں نم ہو رہی تھیں، نیم وا ہونٹوں میں مدھم ارتعاش تھا۔اسکی سانسیں اٹک رہی تھیں اور دل اتنے زور سے دھڑک رہا تھا کہ نورالہدی اسکی بے ترتیب دھڑکنوں کو اپنے سینے پر محسوس کر رہے تھے۔انہوں نے ملیحہ کی نبض ٹٹولی جو ڈوبتی جا رہی تھی۔پھر سیڑھیوں پر بھاگتے آفاق کو دیکھ کر چلائے۔

"آفاق !گاڑی نکالو۔"اور وہ سر ہلاتا پلٹ گیا۔

نورالہدی کی چھٹی حس خطرے کا اشارہ دے رہی تھی۔پاس ہی بیٹھے پریشان سے باباجان کو کوئی دلاسا دیئے بغیر انہوں نے انافانا ملیحہ کو بازوؤں میں اٹھایا اور تیزی سے سیڑھیاں اترتے چلے گئے۔مہمانوں میں افراتفری مچی تھی۔ہر طرف سے 'کیا ہوا، کیا ہوا؟' کی آوازیں آرہی تھیں۔

آفاق کار کا انجن اسٹارٹ کر چکا تھا۔صمد نے پھرتی سے آگے بڑھ کر پچھلی سیٹ کا

دروازہ کھول دیا۔اتنے میں باباجان دوسری طرف کادروازہ کھول کر بیٹھ چکے تھے۔نورالہدی نے ملیحہ کوانکی گود میں لٹادیااور خوداگلی سیٹ پر بیٹھ گئے۔

نورالہدی کے بیٹھے ہی آفاق نے کار کو طوفانی رفتار سے آگے بڑھادیا۔چند لمحوں کی افراتفری کے بعد فضااک دم ساکت ہوگئی تھی۔حیرت کی ذیادتی سے ہر شخص جیسے پتھر کا ہوگیا تھا۔کچھ دیر پہلے جہاں رنگ وبو کا سیلاب تھا، قہقہوں اور مسکراہٹوں کادریاامڈرہاتھا،وہاں اب یکلخت اندیشوں کے سائے لہرانے لگے تھے۔

"یااللہ!"دروازے کے آگے بنے چھوٹے سے برآمدے کی سیڑھیوں پر بے دم ہوکر بیٹھتی سمیراکے لبوں سے دعانکلی۔ہمیشہ نپے تلے انداز میں برتاؤکرنے والے باباجان،ہاتھ پیر چھوڑ بیٹھے تھے۔کبھی وہ ملیحہ کے ہاتھ چومتے کبھی اس کے چہرے کو،پھراسکے گال تھپکتے ہوئے آوازیں دینے لگتے۔اور جب پکاررائیگاں جاتی تواسے خودمیں بھینچ کر سسکنے لگتے۔

"اے اللہ!میرے حوصلے کونا آزما۔"یہ دعاانکی زبان کاوردبنی ہوئی تھی۔

نور الہدی بار بار مڑ کر دیکھ رہے تھے۔انکی آنکھوں میں تشویش بڑھتی جا رہی تھی۔
اچانک باباجان کو دھیان آیا کہ ملیحہ دلہن بنی ہوئی ہے تو وہ آنکھیں جھپک کر دھند کو
صاف کرتے ہوئے اسکا چہرہ دیکھنے لگے۔ باباجان نے زندگی میں کئی صدمے جھیلے
تھے مگر کبھی انکی آنکھیں نم نہیں ہوئی۔ لیکن ملیحہ کو دیکھتے دیکھتے انکی آنکھیں بھر
آئیں تو وہ اسکی پیشانی پر ہونٹ رکھ کر رو پڑے۔ تبھی انہیں احساس ہوا کہ انکے ہاتھ
میں پکڑا ملیحہ کا ہاتھ انکے ہاتھ سے سرک گیا ہے۔وہ ٹھٹک کر اپنے خالی ہاتھ کو دیکھنے
لگے، پھر گھبرا کر ملیحہ کی بند پلکوں کو دیکھا اور زور سے چلائے۔

"آفاق! گاڑی تیز چلاؤ۔"

www.novelsclubb.com

آفاق پہلے ہی بہت اسپیڈ میں ڈرائیور کر رہا تھا، انکے لہجے کی سر سراہٹ کو محسوس
کر کے اس نے رفتار مزید بڑھا دی۔

ہسپتال کے ایمرجنسی وارڈ کے گیٹ پر گاڑی رکتے ہی نور الہدی اترے اور پچھلی
طرف کا دروازہ کھول کر ملیحہ کو نکالنے لگے۔

"اسٹریچر لاؤ۔" کی آواز لگاتا آفاق پیچھے آیا اور ملیحہ کو نکالنے میں نور الہدیٰ کی مدد کرنے لگا۔ کوئی شخص تیزی سے اسٹریچر دوڑاتا ہوا آیا تھا۔ ان دونوں نے ملیحہ کو کار سے نکال کر اسٹریچر پر ڈال دیا۔ اس دوران باقی لوگ بھی پہنچ گئے تھے۔ اک ہجوم، ملیحہ کے اسٹریچر کے ساتھ ہسپتال میں داخل ہوا تھا۔ ایمرجنسی کی اطلاع پا کر ایک ڈاکٹر تیری سے اس طرف چلا آیا اور رکے بغیر اسٹریچر جو چلاتے رہنے کا اشارہ کرتے ہوئے وہ خود بھی اسٹریچر کے ساتھ تیز تیز چلتا ملیحہ کی نبض چیک کرنے لگا۔

اسے شک سا ہوا۔

"ایک منٹ۔" ڈاکٹر کی آواز پر سب ہی تھم گئے۔ ڈاکٹر نے اسٹیتھسکوپ کانوں پر لگا کر ملیحہ کی دھڑکنیں چیک کیں، پھر کوٹ کی جیب سے چھوٹی ٹارچ نکال کر اسکی روشنی باری باری ملیحہ کے پپوٹوں کو اٹھا کر اسکی آنکھوں میں ڈالی، پھر سیدھا ہوتا، ہوا میں سر ہلاتا پیچھے ہٹ گیا۔

"کیا ہوا؟" باباجان نے سرسراتی آواز میں پوچھا۔ ڈاکٹر انہیں دیکھ کر تاسف سے

www.novelsclubb.com

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

بولا۔

"!.She is dead"

اس نے کہا تھا، وہ مر جائے گی.....اور وہ مر گئی۔

******

سمیرا کے اندر عجیب سی بے کلی پھیلی تھی۔اس نے نظر گھما کر آس پاس دیکھا۔لان میں مہمانوں کے لیے کرسیاں اور میزیں لگی تھیں مگر مہمان جا چکے تھے۔انہیں اندازہ ہو گیا تھا کہ یہ شادی غیر اعلانیہ طور پر کینسل ہو چکی ہے۔پھر وہ رک کر کیا کرتے؟ سامنے ہی تازہ پھولوں کے ساتھ خوبصورتی سے سجا اسٹیج تھا جو ویران پڑا تھا۔لان میں تیز روشنیاں جل رہی تھیں جنہوں نے رات کو دن میں بدل دیا تھا۔ کسی کو بھی ان روشنیوں کو گل کرنے کا خیال نہیں آیا۔آتا بھی کیسے؟ سبھی تو شاک میں تھے۔صرف باہر سے ہی نہیں، قصر فاروقی اندر سے بھی دلہن کی طرح سجا تھا۔ سجا سنورا مگر اداس... بالکل ملیحہ کی طرح... سمیرا نے سوچا اور سر گھٹنوں میں چھپا

لیا۔ ٹھنڈ میں اسکا جسم اکڑنے لگا تھا جب کہیں ہارن کی آواز آئی۔ اس نے سر اٹھا کر دیکھا، آفاق کی گاڑی پورچ میں رک گئی تھی۔ بچے کھچے مہمانوں نے اسے گھیر لیا۔ مگر اس میں سے آفاق اور صمد ہی برآمد ہوئے۔ وہ بھی نظر چراتے انکے گھیرے سے نکل گئے۔

سمیرا نے دیکھا، آفاق نے ہاتھوں میں لال رنگ کی پوٹلی اٹھا رکھی تھی اور وہ اسی طرف آرہا تھا۔ وہ پاس آکر کھڑا ہو گیا تو سمیرا سر اٹھا کر اسکا چہرہ دیکھتے ہوئے بولی۔

"ملیحہ کہاں ہے؟" سمیرہ کو لگا اسکے سوال پر آفاق کی آنکھیں نم ہوئی ہیں. اس نے کوئی جواب دیئے بغیر وہ پوٹلی سمیرہ کے ہاتھ میں رکھ دی. سمیرہ دیکھتے ہی پہچان گئی کہ یہ وہی لال دوپٹہ تھا جو ملیحہ شام سے اوڑھے بیٹھی تھی. اس نے کانپتے ھاتھوں سے دوپٹے کی تہہ ہٹائی تو اس میں رکھا زیورات کا ڈھیر دیکھ کر اسکا دِل بیٹھے لگا. اسے کسی چیز کو ہاتھ لگانے کی ضرورت نہیں تھی. اسے معلوم تھا، یہ ملیحہ کے زیور ہیں۔

سائمہ نے گھبرا کر دوپٹہ سمیرہ سے لے لیا، پھر زیور اُلٹ پلٹ کر سرسراتے لہجے

میں بولی.

"یہ تو ملیحہ کے زیور ہیں. میں نے خود سمیرہ کے ساتھ مل کر اپنے ھاتھوں سے اسے پہنائے تھے."آفاق کچھ نا کہہ سکا.

"جو زیور تم نے ملیحہ کو پہنائے تھے، میں انہیں لاش سے اُتار کر لا یا ہوں." نظریں چوراتے ہوئے اس نے صمد کو دیکھا اور سَر کے اشارے سے کچھ کہا. وہ بھی سَر ہلاتا اسکے پیچھے لان میں آگیا.

دونوں ٹیبل اور کرسیاں اٹھا کر سائڈ میں جمع کرتے، لان خالی کرنے لگے. گھر کے نوکر بھی ہاتھ بٹانے لگے. جنید اپنی کار میں ملیحہ کی خالہ اور ممانیوں کو لے کر آگیا تھا. ان روتی بلکتی خواتین کا وہ حال تھا کہ خود سے کار سے بھی نا اُتَر پائیں. انکی بیٹیوں نے انہیں کار سے اتارا، پِھر سہارا دیتی کرسیوں تک لے آئیں.

"کیا بات ہے؟ آپ لوگ رُو کیوں رہی ہیں؟.. ملیحہ کو کیا ہوا تھا؟ وہ کیسی ہے؟ آپ لوگ اسے ساتھ کیوں نہیں لائے؟" وہ سب سے سوال کر رہی تھیں اور ہر سوال

کے ساتھ ان کے رونے میں شدت آتی جا رہی تھی. یہ سلسلہ چل ہی رہا تھا کہ نورالھدی کی کار بھی آ گئی اور اسکے پیچھے ہی اک ایمبولینس بھی آکر رکی تھی.

ایمبولینس کو دیکھ کر سب کے دِل رک سے گئے. نورالھدی اُتَر کر پیچھے آئے اور سہارا دے کر باباجان کو کار سے اتارا جو اپنے پیروں پر کھڑے بھی نہیں ہو پا رہے تھے. ملک ناصر اور منیر حسین نے کار سے نکل کر انہیں سنبھالا تو نورالھدی پیچھے ہٹ گئے. وہ دونوں انہیں لان میں لے گئے.

نورالھدی باباجان کو چھوڑ کر ایمبولینس کی طرف آ گئے. پِھر نورالھدی اور آفاق، اسٹریچر اٹھائے ایمبولینس سے نکل آئے جس پر سفید چادر سے ڈھکا ہوا وجود لیٹا تھا.

جس کسی نے بھی یہ منظر دیکھا، اسکی چیخیں نکل گئیں.

سمیرہ کا سانس رکا جا رہا تھا. اسکا دِل چاہا، اسے قیامت تک یہ خبر نا ہو کہ چادر میں ڈھکا وجود کس کا ہے. اپنی اِس خواہش کے باوجود وہ اٹھی اور چلتی ہوئی اسٹریچر کے پاس آ گئی. وہ چند لمحے چادر کا کونا مٹھی میں جھکڑ کر کھڑی رہی، پِھر اس نے جھٹکے سے

چادر اُلٹ دی اور موت کے آغوش میں سوئی ملیحہ کا چہرہ بے نقاب ہو گیا۔ سمیرا اسٹریچر کے پاس گر پڑی. وہ آنکھیں پھاڑے بے یقینی سے ملیحہ کو دیکھ رہی تھی، جسکا گلابی چہرہ موت کے اثر سے سفید ہو گیا تھا. اسکی آنکھوں میں ستارے چمکتے تھے مگر موت کے بوجھ سے بند ہوئی پلکوں تلے اب روشنی کی ہر کرن دب چکی تھی. اسکے ہر لمحے مسکراتے ہونٹ ہمیشہ کے لیے ساکت ہو چکے تھے. روح، جسم کا ساتھ چھوڑ چکی تھی. مگر اسکے ہاتھوں سے مہندی کی خوشبو اب بھی آرہی تھی. اس نے ملیحہ کی ہاتھ کی پشت کو ذرا سا چھوا تو ملیحہ کی کلائی میں چوڑیاں کھنک گئیں. اس دھیمے شور نے سمیرا کے ضبط میں شگاف ڈال دیئے. روکتے روکتے بھی اسکے لبوں سے آہیں نکل گئیں اور وہ ملیحہ سے لپٹ کر دیوانہ وار رونے لگی.

نورالہدیٰ نے اسے رشک بھری نظروں سے دیکھا تھا. خود انکا دِل چاہ رہا تھا کہ وہ بھی اونچی آواز میں روئیں... اتنی اونچی آواز میں کہ انکی فلک شگاف چیخیں آسمانوں کے اوپر ملیحہ کے کانوں تک پہنچ جائیں. مگر انکی آنکھیں صحرا بنی ہوئی تھیں. لب

www.novelsclubb.com

بینچتے ہوئے انہوں نے باباجان کی طرف دیکھا۔انکی شخصیت کارعب اور دبدبانا جانے کہاں جاسویا تھا۔اس وقت تووہ اک بے کس غمزدہ باپ تھے جنہیں اکلوتی بیٹی کی موت نے توڑدیا تھا۔نورالہدی کوان پر ترس آنے لگا۔تھک کر وہ اپنے وجود کی ڈھارس دینے کے لیے اٹھ گئے۔نورالہدی کا کندھا میسر آیا تو باباجان کے رہے سہے ہوش بھی کھوگئے۔ان کے سینے میں منہ چھپا کر وہ رونے لگے۔

"میری ملیحہ مرگئی...میری عمر بھر کی کمائی لٹ گئی۔جسکا چہرہ دیکھنے کے لیے سات سال ترس کر گزاردیئے،وہ اک پل میں مجھے چھوڑگئی...جسے ہاتھ تھام کر چلنا سکھایا،اس نے میرے ہاتھوں میں جان دے دی اور میں اپنی بیٹی کو بچا بھی ناسکا۔ موت اتنی ارزاں ہوگئی ہے تو کہیں سے مجھے بھی لادو۔"

نورالہدی ٹوٹ رہے تھے مگرانکا ضبط ناٹوٹا۔

سمیرہ نے دھندلی آنکھوں سے نورالہدی کودیکھا جو برداشت کی آخری حدوں کو آزمارہے تھے۔پھِر باباجان کو دیکھنے لگی،جنکی برداشت کی آخری حد بھی ختم ہوچکی

تھی. اسکا دِل بھر آیا.

"کون کہے گا، قیامت آنی باقی ہے؟" پِھر اچانک ہی وجدان کا خیال آیا تو کانپ اٹھی.

"ہاں، مگر اک حشر اور اٹھے گا. پِھر قیامت تک قیامت مستقل ہو جائے گی."

~~~~~

بیڈ سے کمر ٹکائے بیٹھا وجدان اک اک کر کے ملیحہ کی تصویریں دیکھتا جا رہا تھا... اسکا ہر انداز بے خبر تھا اور ہر ادا دِل فریب... اک تصویر کو دیکھ کر وجدان کا دِل رکنے لگا۔ شانے پر پلوؔ صحیح کرتے ہوئے ملیحہ کی پلکیں جھکی ہوئی تھیں. وجدان کی آنکھوں میں چبھن بڑھ گئی. انہی نرم سلاخوں نے تو اسے اسیر کیا تھا. نارسائی کے احساس میں الجھ کر اسکے ھاتھوں سے ملیحہ کی تصویریں اک اک کر کے کارپیٹ پہ بکھر گئیں. وجدان کی نظر خالی ھاتھوں کی ہتھیلی پر پڑی تو وہ غور سے ان خون آلود لکیروں کو دیکھنے لگا، جنھوں نے اسکی قسمت بدل دی تھی.
~~~~~

"اگر ہاتھ تھامنے کی یہ سزا ہے تو آپکو پالیناواقعی مشکل ہوتا۔" پھیلا ہوا ہاتھ سمیٹے ہوئے اس نے سامنے دیوار کے ساتھ رکھی پینٹینگ کو دیکھا.

"عشق اول تا آخر دَرد ہے. "عشق آتَش کو دیکھتے ہوئے ملیحہ کے الفاظ یاد آئے تو اس نے بے شکتہ رگ وپے میں سرایت کرتے دَرد کو محسوس کیا. طلب کسک بن گئی تھی اور وجدان کے اندر ڈیرا ڈال کر بیٹھی ملیحہ کو پانے کی آرزو اسے کھو کر ختم ہونے کے بجائے پہلے سے سوا ہو گئی تھی.

"کیا یہ عشق کی ابتدا ہے؟"اس نے حیرت سے سوچا."مگر میں تو انہیں ہمیشہ کے لیے کھو آیا ہوں.پھِر یہ سوگ کیوں کر میرے دِل میں سمائے گا؟"

"عشق حاصل نہیں،لا حاصل کا جنون ہے." وہ اسے عشق کی نشانیاں بتا رہی تھی.

وجدان کے اندر لا حاصل کا جنون ٹھاٹھیں مر رہا تھا.

"عشق کا جنم جدائی کی کوکھ سے ہوتا ہے.... جدائی دَرد دیتی ہے." اب وجدان کے دِل میں اس دَرد کے سوا اور کیا تھا.

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

"جب یہ دَرد لہو بن کر جسم میں بہتا ہے تو پھر کوئی امید باقی نہیں رہتی." آج وجدان کے لیے امید ختم ہو چکی تھی.

"عشق وہ آتَش ہے جو جلائے تو رکھ نہیں، فنا کر دیتا ہے." لیکن جستجو باقی تھی اور لاحاصل کی جستجو نے اندر الاوہ دہکا دیا تھا جسکے شعلوں میں گھر کر وہ ہر احساس کھوتا جا رہا تھا.

"ہاں... مجھے عشق ہے." اس نے اعتراف کیا تو ملیحہ کا اعتراف کرنا یاد آ گیا.

"مجھے وجدان سے عشق ہے. عشق کی آگ میں جلنا آسان نہیں." ملیحہ کے اعتراف نے اسکے دَرد کو بڑھا دیا تو اپنی تکلیف کو بھول کر ملیحہ کی تکلیف اسکی زبان کا گلہ بن گئی.

"یا اللہ! عشق کی بھٹی میں سلگنے کے لیے کیا میرا وجود کافی نہیں تھا جو تو نے انہیں بھی اِس آگ میں اُتار دیا؟"

"جس انسان کو عشق ہو جائے تو چوٹ دوسرے کو لگتی ہے، پر دَرد سے اپنا جسم کراہ

اٹھتا ہے۔ دوسرے کی چوٹ کا دَرد سہنا آسان نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ یہ جستجو ہر کوئی نہیں کر پاتا۔ یہ الاوہ اسی لیے ہر بھٹی میں دھکایا نہیں جاتا کہ جسکا سینا عشق کی بھٹی بن جائے، اسکی آنکھوں میں کسی دوسرے کے جلنے کا احساس کر کے اپنی جلن بھولنا بہت مشکل ہے... اور جو بھول جائے، وہ عمر بھر جلتا ہے پر آگ نہیں بجھتی....!"

****

آفاق جس وقت وجدان کے گھر پہنچا، وہاں ناشتہ شروع کیا جارہا تھا۔ مزمل اسے ڈرائنگ روم کے بجائے ڈائننگ روم میں لے آیا۔

"بیٹھو آفاق! ناشتہ کرلو۔" عائشہ مصطفیٰ نے اسے دیکھ کر خالی چیئر کی طرف اشارہ کر کے کہا۔ آفاق نے تو شاید دھیان بھی نا دیا تھا کہ انہوں نے اسے کیا کہا ہے۔

"آنٹی وجدان کہاں ہے؟"

"اوپر اپنے کمرے میں، میں اسے ناشتے کے لیے ہی بلانے جارہی تھی۔" پھر غور سے آفاق کی اتری شکل کو دیکھ کر بولیں۔ "تم پریشان لگ رہے ہو۔ سب خیریت تو

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

ہے؟"

آفاق چھپا نہیں پایا تو نفی میں سَر ہلاتا ہوا آہستہ سے بولا۔

"کل رات کو میری کزن کی ڈیتھ ہو گئی ہے۔ آج ظہر کے وقت اسکا جنازہ ہے۔"

"اناللہ وانا الیہ راجعون۔"

"جنازے میں شرکت کے لیے میں وجدان کو اپنے ساتھ لینے آیا ہوں۔ آپ ناشتہ تیار رکھیے، میں اسے لے کر آتا ہوں۔"

وجدان کے کمرے کا دروازہ پوری طرح سے بند نہیں تھا، اس میں جھری سی بنی ہوئی تھی جس میں سے روشنی باہر آ رہی تھی۔ آفاق نے پورا دروازہ کھول دیا۔ وہ کارپیٹ پر بیٹھا چھت کو گھور رہا تھا۔ ملیحہ کی تصویریں اسکے گرد بکھری ہوئی تھیں۔

آفاق جانتا تھا، وجدان کو ملیحہ کے مرنے کی خبر دینا دُنیا کا سب سے مشکل کام ہو سکتا ہے۔ مگر پِھر بھی وہ حوصلہ کرتا یہاں تک چلا آیا تھا۔ مگر وجدان کی حالت دیکھ کر اسکی ہمت جواب دے گئی۔

"وجدان!" بڑی دقتوں سے اس نے وجدان کا نام لے کر اسے مخاطب کیا تھا جو ابھی تک اسکی موجودگی سے بے نیاز تھا. وجدان نے نظروں کا زاویہ بدَل کر آفاق کو دیکھا، پھر سیدھا ہوتے ہوئے بے اختیار پوچھنے لگا.

"ملیحہ کیسی ہیں؟"

آفاق کو سمجھ نہیں آیا کے کیا جواب دے. پِھر اس نے سوال نظرانداز کر دیا.

"اٹھ کر تیار ہو جاؤ وجدان! تمہیں میرے ساتھ چلنا ہے."

"کہاں؟"

"تم چلو تو، یہ بھی پتہ چل جائے گا."

"مجھے ساتھ لے جانا ضروری ہے؟"

آفاق سمجھ رہا تھا کہ وہ کمرے سے باہر نہیں جانا چاہتا، اسی لیے ٹال مٹول کر رہا ہے. مگر اسکی اپنی حالت ایسی تھی کہ وجدان کا خیال کیے بغیر جھللا گیا.

"ضروری نا ہوتا تو تمہیں لینے نا آتا. اور پلیز اب مزید کوئی سوال مت کرنا. میں بہت

پریشان ہوں."

پھر وجدان نے کوئی سوال نہیں کیا اور اسی طرح چلنے کو تیار ہو گیا.

آفاق ڈرائیونگ کرتے ہوئے خود میں اتنی ہمت جمع کرتا رہا جس سے وہ وجدان کو خبر کر سکے. مگر اسے لفظ ہی نہیں مل پائے جن میں اسے ملیحہ کے مرنے کی خبر سناتا.

وجدان نے بھی کوئی سوال نہیں کیا.

کار رک چکی تھی۔ وجدان نے کار کا رکنا محسوس کر کے باہر دیکھا تو چونک گیا. پھر اپنے اندازے کی تصدیق کے لیے اس نے بڑے سے لوہے کے سیاہ گیٹ کے بائیں طرف اس سلور جگمگاتی پلیٹ کو دیکھا جس پر سیاہ روشنائی سے "قصر فاروقی" کندا تھا.

"تم مجھے یہاں کیوں لائے ہو؟" اس نے حیرت سے آفاق کو دیکھا. مگر وہ کوئی جواب دیئے بغیر کار سے اُتر گیا. وجدان کو سمجھنے میں دقت نہیں ہوئی کہ آفاق کچھ بولنے سے گریز کرنے کے لیے ایسے بی ہیو کر رہا ہے. آفاق کے اُتر جانے کے بعد وہ

کار میں بیٹھا رہا تو آفاق آگے سے گھوم کر اسکی طرف آگیا اور اسکے لیے دروازہ کھول دیا۔ وجدان نے دیکھا، وہ اسکی طرف دیکھنے سے گریز کر رہا تھا۔ آنکھوں میں الجھن لیے وہ اُتر گیا تو آفاق نے دروازہ بند کیا اور اسے ساتھ آنے کا کہتے ہوئے اندر کی جانب بڑھ گیا۔ وجدان نے اسکی تقلید میں قصر فاروقی کے اندر قدم رکھا تو اسے حیرت کا ایک اور جھٹکا لگا۔

اک ہی رات میں قصر فاروقی کا نقشہ بدَل گیا تھا۔ رات قصر فاروقی کے دَر و دیوار سے رنگ و بو کا سیلاب امڈ رہا تھا لیکن دن کے اجلے میں وہاں ویرانی ڈیرے ڈالے ہوئے تھے۔ بارونق چہرے بے رونق ہو چکے تھے۔ تھوڑے تھوڑے وقفے سے قصر فاروقی کے اندرونی حصے سے سسکیوں کی آواز ابھر جاتی اور لان میں بیٹھے کئی مرد چہرہ چھپا کر اپنی آنکھوں کے گوشوں سے نمی سمیٹنے لگتے۔

تھوڑا آگے جا کر وجدان کی نظر اس گوشے پر پڑی جہاں گھاس پر دری ڈال کر قالین بیچھے تھے جن پر چاندنی بچھائے بیٹھے لوگ ہاتھوں میں سپارے لیے قرآن پاک کی

تلاوت کر رہے تھے۔ انہی لوگوں کے درمیان وجدان نے بابا جان کو بیٹھے دیکھا تھا۔

رات کو وجدان نے جب انہیں دیکھا تھا تو وہ سر اٹھائے پر تمکنت اندازِ میں بڑی شان سے نور الہدی کو لیے اسٹیج کی طرف جا رہے تھے۔ انکے قدموں کی دھمک محسوس کی جانے والی تھی۔ جب وہ خاص اندازِ میں گردن کو اٹھا کر بے تاثر نظر سے کسی کو دیکھتے تو بے چارا ابلا وجہ ہی مرعوب ہو جاتا۔ مگر اب تو انکی گردن اِس قدر جھکی ہوئی تھی کہ تھوڑی سینے کو پہنچی ہوئی تھی۔ کمر میں خم ڈال کر بیٹھے ان کے دونوں شانے آگے کو ڈھلک گئے تھے۔ ہمیشہ بے تاثر رہنے والی انکی آنکھوں میں بے بسی انتہا کو پہنچ رہی تھی۔ وہ رو نہیں رہے تھے، پھر بھی وجدان نے اندازہ لگایا کہ اب تک کی عمر میں بچا کر رکھے سارے آنسو وہ کل رات کو بہا چکے ہیں۔

"آخر ایسی کیا واردات ہوئی ہے؟" اس نے حیرت سے سوچا اور اگلے ہی پل اسکی حیرت کئی گنا بڑھ گئی۔

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

نورالہدی، باباجان کے پاس آئے اور گھٹنا ٹکا کر بیٹھتے ہوئے سرگوشی میں ان سے کچھ کہنے لگے۔ وہ ابھی بھی رات والے کپڑوں میں تھے مگر اب ان کے سوٹ کی حالت خراب ہو چکی تھی۔اِس اَبتری کے باوجود ان کے چہرے پر کوئی تاثر نہیں تھا پھر بھی وجدان نے ان کے وجود سے لپٹے کسی دکھ کو محسوس کر لیا تھا اور اِس احساس کے ساتھ ہی اس نے حیرت سے سوچا۔

"کل ہی تو ھادی بھائی کو من چاہی ہستی کا ساتھ ملا ہے... کم از کم آج تو انہیں اِس حالت میں نہیں ھونا چاھیے۔" تبھی چلتے چلتے وجدان کو ٹھوکر لگی تھی اور وہ لڑ کھڑا کر گھٹنوں کے بل گر پڑا مگر فوراً ہی اک ہاتھ زمین پر رکھ کر سنبھلتے ہوئے اس نے اٹھنا چاہا۔ پر اچانک ہی اسکا جسم جیسے پتھر کا ہو گیا تھا سنبھل کر اٹھتے ہوئے اس نے سامنے دیکھا تو اسکی نظر چارپائی پر سفید کفن میں لپٹی ملیحہ کے بے جان چہرے پر پڑی تھی۔ وہ پتھر کیسے نا ہوتا؟ اس نے زور لگا کر سینے میں اٹکی سانس کو اندر کھینچنا چاہا تو اس پر کھانسی کا دورہ پڑ گیا۔ کھانستے کھانستے اپنے بازو پر کسی کا ہاتھ محسوس کر کے اس

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

نے گردن موڑ کر دیکھا تو آفاق اسکے پاس تھا. آفاق آہستگی سے کہنے لگا.

"کل تمہارے جانے کے بعد اچانک ہی ملیحہ کی حالت بگڑ گئی تھی اور وہ بے ہوش ہو گئی تھی... ہم اسے فوراً ہی ہسپتال لے کر گئے مگر اس نے راستے میں ہی دم توڑ دیا۔"

وہ اب کھانس نہیں رہا تھا بلکہ یوں آفاق کو دیکھ رہا تھا جیسے اسکی زبان سے نکلے لفظ اس کے لیے نامانوس ہوں۔ آفاق نے اسکا چہرہ دیکھا پھر اپنا بازو اسکے کندھوں پر پھیلا کر دوسرے ہاتھ سے اسکا ہاتھ تھامتے ہوئے ٹھہر ٹھہر کر بہت واضح الفاظ میں بولا۔

"ملیحہ مر چکی ہے وجدان....!"

اور اسی دن، اسی پل وجدان بھی مر گیا تھا۔

******

"بھائی صاحب! جنازے کا وقت ہو رہا ہے. اب میت اٹھانے کی اِجازت دے

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

دیجیئے۔"بس اک منیر حسین ہی تھے جو نا جانے کیسے خود کو سنبھالے ہوئے تھے۔ باقی بڑے ماموں کی حالت بھی بابا جان سے مختلف نہیں تھی۔ بابا جان کا ضبط چور چور ہو گیا۔

"میری بیٹی کو مجھ سے جدا نا کرو منیر!"

"بیٹی تو کب کی جدا ہو گئی بھائی صاحب! اب تو بس خاک کا پتلا بچا ہے، جسے خاک میں لوٹانا ہے۔"انہوں نے اک ٹھنڈی سانس بھر کر کہا۔

عورتیں لاونج میں سپارے پڑھ رہی تھیں۔ آفاق نے صوفے کے پاس رک کر آہستہ سے سمیرہ کو آواز دی۔

"تم سب آکر آخری بار ملیحہ کا چہرہ دیکھ لو۔ پھِر تھوڑی دیر میں اسے مسجد لے جائینگے۔"اسکی آنکھیں چھلکنے کو بے تاب ہوئیں مگر وہ پلکیں جھپک کر آنسوؤں کا راستہ روکتی، سَر ہلا کر واپس پلٹ گئی۔

جنازے کو تو اٹھنا ہی تھا مگر وہ اٹھ رہا ہے یہ سن کر کہرام مچ گیا۔ ملیحہ کو زندگی میں تو

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

سکون نا ملا، لیکن مر کر اسکے چہرے پر سکون ہی سکون تھا.

وجدان نے سَر اٹھا کر نور الہدیٰ کو دیکھا جو اچانک ہی بہت بے چین سے ہو گئے تھے. اگر وہ اتنے بد قسمت نا ہوتے تو آج کا دن انکی زندگی کا سب سے خوبصورت دن ہوتا مگر....

"میں نے اک دعا بھی کی تھی کہ میری خوشی کے خاطر اپنا دکھ سہنے کا حوصلہ رکھنے والے کو کبھی دکھ نا ملے.. میں انکا ساتھ چھوڑنے کا حوصلہ کہاں سے لاؤں جو مجھے ساتھ چھوڑ کر جانے کی اِجازت دے رہا ہے."

الفاظ جو اک پل کے لیے وجدان کی سماعتوں کا پیچھا نا چھوڑتے تھے، اسکے ذہن میں گھونج گئے تو بے اختیار وہ ملیحہ سے گلہ کرنے لگا.

"آپ تو اپنی ہی دعا کا بھرم نہیں رکھ پائیں... ھادی بھائی کا ساتھ کیا نبھاتیں؟"

اس نے ابھی تک اپنے دِل میں جھانک کر بھی نہیں دیکھا تھا کہ وہاں کتنی تباہی پھیلی ہے اور آیا کچھ بچا بھی ہے کہ نہیں. وہ تو نور الہدیٰ کا سوچ رہا تھا. کیوں کہ ملیحہ نے

نورالہدی سے آگے کچھ نہیں سوچا تھا.

"آپکی یہ ادا بہت ظالم ہے ملیحہ !"اس نے کفن کی چادر سے جھانکتے ملیحہ کے چہرے کو دیکھا.

"کل مجھے جدائی کا حکم سنایا تھا اور آج ہادی بھائی سے جدا ہو گئیں. آپکو نا مجھ پہ ترس آیا نا ہادی بھائی پر."وجدان کی آنکھیں نم ہو گئیں تو ملیحہ کا چہرہ اسکی نظروں میں دھندلا گیا.اور اِس خیال سے کہ آج آخری بار اسکی نظریں ملیحہ کو چھو رہی ہیں، اب یہ نظارہ آنکھوں کو پِھر نظر نہیں آئیگا.

"کاش وہ کہیں سے آجائے....اک بار سہی...آخری بار سہی...میں اسے جی بھر کے دیکھ تو لوں.اب اک عمر اسکے بغیر گزارنی ہے.کوئی تو سہارا ہو."ملیحہ کو جی بھر کر دیکھنے کی خواہش پر اسکے وجدان سے کہے آخری الفاظ وجدان کو یاد آ کر بے چین کر گئے.

"کیا وہ بھی اِس وقت اسی طرح تڑپی ہو نگی جیسے آج میں تڑپ رہا ہوں؟"

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

"آج کوئی جاکراس سے پوچھے،اپنی پوری زندگی میں سے صرف اک پل مجھے نہیں دے گا...اک پل..... صرف اک پل مجھے دے دے..اک بار مجھ سے ملنے آجائے..بس اک بار."

"میں اپنی پوری زندگی آپکو دے دونگاملیحہ!اپنی ہر سانس آپکے نام لکھ دونگا...بس اک بارلوٹ آئیں..بس اک بار."اسکے دِل میں ہر طرف فریادیں مچل اٹھیں.

"اٹھواظہر!کیابیٹی کوکندھانہیں دوگے؟"ملک ناصر نے یہ کیا کہہ دیاتھا.باباجان تو دیوانوں کی طرح اپناسَرپیٹنے لگے.

"میں مر جائوں گی باباجان!"کتنے مان سےاس نےاپنے باپ سے جان بخشی کی درخواست کی تھی.

"مرجاوگی توتمہیں کندھوں پراٹھاکراپنےہاتھ سے دفناآؤنگا."اپنی بیٹی کے لیے کہے گئےالفاظ کتنے سفاک تھے،باباجان کواب احساس ہواتھا.

"رہنے دیں ملک انکل!پھوپھاجان سے نہیں ھوگا."آفاق نےان سے کہا.

وجدان اٹھ کر ملیحہ کے سرہانے بائیں جانب آ کھڑا ہوا۔

نورالہدیٰ کا ذہن کام نہیں کر رہا تھا ورنہ وہ وجدان کو پہچان جاتے۔ لیکن وہ حیران ہوئے تھے کہ جلتی آنکھوں اور دہکتے چہرے والا یہ شخص کون ہے جسے ملیحہ کی موت پر اتنا دکھ ہوا ہے کہ صبح سے بیٹھا پاگلوں کی طرح ملیحہ کو دیکھ رہا ہے۔ اور اب اپنے حلیے سے دیوانہ نظر آتا یہ شخص حق دار کی طرح ملیحہ کو کاندھا دینے آ گیا تھا۔ یہ حیران ہونے کا وقت نہیں تھا سو انہوں نے اپنی حیرت کو جھٹک دیا۔ پھر چاروں اک ساتھ جھکے اور ملیحہ کا جنازہ اپنے کندھوں پر اٹھا لیا۔ کلمے کی صدائیں بلند ہو گئیں۔

www.novelsclubb.com

آج وہ قصر فاروقی سے رخصت ہو رہی تھی... ہمیشہ ہمیشہ کے لیے۔ بیس سالوں پر محیط اسکی زندگی کی داستان اچانک ہی اک موڑ پر آ کر ختم ہو گئی تھی۔ اسے کہتے ہیں زندگی... اور یہ ہوتی ہے موت.... ایک بے وفا.. اور دوسری بے رحم۔ اور کیا بے بسی ہے کہ فرار دونوں سے ہی نہیں... زندگی سفاک لگے تو موت کے آنچل میں

چھپ جاؤ... لیکن اگر مر کر بھی سکون نہ ملے تو کاش کوئی تیسرا دروازہ بھی ہوتا۔

قبر تیار ہو چکی تھی۔ ملیحہ کا جنازہ قبر کے پاس اتار دیا گیا۔ آفاق نے وجدان کو اشارہ کیا تو وجدان کو ملیحہ کا منہ موڑنا یاد آگیا اور وہ جبڑے بھینچ کر نفی میں سر ہلاتا پیچھے نکل گیا۔ آفاق ایک نظر اسے دیکھ کر جنازے کے پاس آگیا، پھر کمر کے گرد بندھے کپڑے سے پکڑ کر نور الہدی اور صمد کے ساتھ مل کر احتیاط سے ملیحہ کے جسم کو قبر کے اندر کھڑے جنید اور منیر حسن کے ہاتھ میں پکڑا دیا۔ پھر وہ اور نور الہدی بھی قبر میں اتر آئے۔

"تم سفید رنگ مت پہنا کرو۔ اس رنگ میں تم اتنی پیاری لگ رہی ہو کہ ڈر لگتا ہے، تمہیں نظر نہ لگ جائے۔"

کفن کی سفید چادر اسکے چہرے پر سے ہٹاتے ہوئے نور الہدی کے ہاتھ کانپ گئے۔ انہوں نے غور سے اسکی طرف دیکھا لیکن آج انہیں ملیحہ سفید رنگ میں اچھی نہیں لگی۔ انہیں بے ساختہ وہ رات یاد آگئی، جب انکا انتظار کرتے وہ تھک کر سوگئی تھی۔

سوتے ہوئے اسکے چہرے پر کتنی معصومیت تھی۔اور وہ نرم سا تاثر جو سوتے جاگتے ہر حال میں اسکے ساتھ رہتا تھا۔مرنے کے بعد بھی وہ نرمی اور وہ معصومیت اسکے چہرے پر تھی۔نورالہدی کو لگ رہا تھا جیسے وہ آج بھی تھک کر سو گئی ہو... مگر آج یہ تھکن زندگی کی تھی۔

"میں تمہارے سحر سے آزاد نہیں ہونا چاہتا۔"انہوں نے نرمی سے ملیحہ کی پلکوں کو چھوا۔

"مری زندگی سے تو جا رہی ہو،بس اتنا احسان کرنا کہ میرے دل سے کبھی نہ جانا۔ اپنی یاد کا ایک چراغ جلا کر میری دل کی طاق پر رکھ دینا۔میں اسی روشنی میں جینے کی وجہ ڈھونڈ لونگا۔"

انکے دل کو کچھ ہوا تھا تو وہ فوراً قبر سے نکل آئے۔گورکن بیلچے کی مدد سے قبر میں مٹی بھر رہے تھے اور وجدان دفن ہوتا جا رہا تھا۔پھر کچھ ہی دیر لگی اور ملیحہ کا قیامت تک کے لیے سورج سے پردہ ہو گیا۔اسکی ادھوری محبتوں،نامکمل آرزوئیں اور

ٹوٹے خواب اسکے جسم کے ساتھ ہی منوں مٹی تلے دفن ہو گئے۔

اپنی جذبوں کی صلیب آپ اٹھانی ہے ہم نے

زندگی سن تو سہی کیسے بتائی ہے ہم نے

مڑ کر دیکھا تو رہ زیست کو تنہا پایا

تب یہ معلوم ہوا، عمر گنوائی ہم نے

~~~~~~~~~~~~~

نورالہدی قبرستان سے نکلے تو گھر نہیں آئے بلکہ وہی سے ملک انکل کو باباجان کا خیال رکھنے کا کہہ کر سکون کی تلاش میں جانے کن راستوں پر نکل کھڑے ہوئے مگر سکون کبھی ڈھونڈنے سے ملا ہے؟ انہیں گھر جانے کے خیال سے وحشت ہو رہی تھی۔ مگر کب تک گھر نہ جاتے؟... گھر کی چوکھٹ پر قدم رکھتے ہی انہوں نے لاشعوری طور پر سامنے لاؤنج میں رکھے صوفے کی طرف دیکھا۔ انکی نظر کی عادت ہو گئی تھی، وہ جیسے ہی اینٹرنس کا دروازہ کھول کر اندر قدم رکھتے، انکی نظر
~~~~~~~~~~~~~

سامنے کو اٹھ جاتی اور ملیحہ جو روز لاؤنج کے صوفے پر بیٹھی انکی واپسی کا انتظار کر رہی ہوتی، ہر روز کئے جانے والا استقبال اس انداز میں ہوتا تھا، جیسے وہ ہفتوں بعد گھر لوٹے ہوں۔

وہ ایک ہاتھ لاک پر رکھے ابھی تک دروازے پر کھڑے تھے جیسے منتظر ہوں کہ ابھی ملیحہ کسی کونے سے نکل کر انکے سامنے آجائے گی۔

"تم کیوں مر گئیں ملیحہ ؟" یہ سوال اس وقت انہیں بے چین کئے ہوئے تھا۔ لیکن جواب نہیں ملا۔ لاؤنج میں رکھے اس صوفے سے نظر بچا کر اپنے کمرے میں آئے... دروازے کے ہینڈل پر ہاتھ رکھا لیکن گھما نہ سکے۔ وہ جانتے تھے جیسے ہی ہینڈل گھما کر دروازہ کھولیں گے، دروازے کے اوپر رکھی ٹوکری میں ملیحہ کے استقبال کی منتظر گلاب کی ڈھیروں پتیاں ان پر برسنے لگیں گی اور کارپیٹ پر بچھے پھول جو ملیحہ کے پیروں کو چھونے کی آس میں تھک کر اب مرجھا گئے تھے، انکے بھاری بوٹوں تلے چرمرا جائیں گے۔ وہ بھلا کیسے اس شور کو سن پائیں گے ؟... اور وہ

شام جوا گر آجاتی تو بڑی حسین تھی۔

****

اسکے حسن کو دو آتشہ بنانے کی خاطر اپنے وجود کی قربانی دینے والی کینڈلز، جن کا موم کل ملیحہ کو وصل کے لئے سجائی گئی سیج میں نہ پا کر دکھ سے پگھلتا قطرہ قطرہ یوں ٹپکا تھا جیسے کسی آنکھ سے آنسو اور پھر شب وصل میں اُجالے بھرنے کے لیے جلائی گئی موم بتیاں، شبِ فرقت کے اندھیروں میں بجھ گئی تھیں۔اب کون انکے پگھلے ہوئے وجود کو دیکھتا؟ سیج کو اپنے جھرمٹ میں لئے چھت سے لٹکتی تازہ گلاب کی لڑیاں جواب اپنی تازگی کھو چکی تھیں۔۔۔نورالہدیٰ کیسے انکے کملائے چہرے دیکھتے۔یہ سب اہتمام ملیحہ کے لیے تھا اور جب اسی نے یہاں پاؤں نہیں دھرا تو نورالہدیٰ کیسے یہاں قدم رکھ پاتے۔دھیرے دھیرے انکا ہاتھ کینڈل پر سے سرک گیا۔وہ اُلٹے قدموں لاونج میں آئے تو بابا جان کے بند دروازے کے آگے رک گئے۔وہ جانتے تھے اس بند دروازے کے دوسری طرف کیا قیامت ٹوٹ

رہی ہو گی۔ مگر قیامت ان پر بھی گزر رہی تھی۔

کل سے وہ بابا جان کا حوصلہ بڑھا رہے تھے، انہیں سمیٹ رہے تھے۔ مگر اب انہیں اپنا حوصلہ بڑھانا تھا، خود کو سمیٹنا تھا تاکہ بابا جان کا دکھ بٹا سکیں۔ وہ سر جھکائے اس دروازے کے سامنے سے گزر کر ڈرائینگ روم سے ہوتے ہوئے ہال میں آ گئے جس کی دیواروں پر ملیحہ کی پینٹنگ آویزاں تھیں۔ انکا رخ سیڑھیوں کی جانب تھا۔ ملیحہ کے کمرے کا دروازہ بھڑا ہوا تھا، جسے نور الہدیٰ نے دونوں پٹ تھام کر کھول دیا۔ کمرے کی فضا ساکت تھی۔ نور الہدیٰ نے آنکھیں بند کی اور گہرا سانس لے کر ملیحہ کی خوشبو کو محسوس کرنا چاہا جو کمرے میں ہر جانب بکھری تھی۔ پھر آنکھیں کھول کر کمرے میں ادھر ادھر دیکھنے لگے۔ یہی تو وہ گوشہ تھا جہاں ملیحہ نے اپنی مختصر سی زندگی کا زیادہ تر وقت گزارہ تھا۔ کچھ لوگ ہوتے ہیں جو انسانوں پر ہی نہیں، چیزوں پر بھی اپنا اثر چھوڑ جاتے ہیں۔ ملیحہ ان ہی لوگوں میں سے تھی، جن کی چھاپ بہت گہری ہوتی ہے۔ اور شاید یہی وجہ تھی کہ نور الہدیٰ کو کمرے میں

داخل ہوتے ہی یوں محسوس ہوا جیسے ملیحہ کہیں آس پاس ہی ہے اور اس احساس سے ان کے اعصاب پر سکون ہونے لگے تھے جیسے جلتے الاؤ پر ٹھنڈے پانی کے چھینٹے پڑ گئے ہوں۔

نورالہدیٰ نے آگے بڑھ کر بالکونی کا دروازہ کھول دیا۔ایک سرد ہوا کا جھونکا نورالہدیٰ سے ٹکراتا ہوا چلا گیا۔انہوں نے سر اٹھا کر آسمان کو دیکھا جہاں چودھویں کا چاند جگمگا رہا تھا۔وہ جانتے تھے،ملیحہ چاندنی راتوں کی دیوانی تھی۔خاص طور پر اسے چودھویں کے چاند سے عشق تھا۔چودھویں کے چاند کی خوب چمکتی چاندنی میں وہ کمرے میں بند ہونے کی بجائے جھولے میں آکر لیٹ جاتی اور چاند کو محویت سے دیکھتے دیکھتے سو چا کرتی تھی۔

"آج اسے نا پا کر چاند نے کیا سوچا ہو گا؟" جھولے کے پاس کھڑے وہ سوچ رہے تھے۔

"کتنی دور چلی گئی ہو ملیحہ!...چاند سے بھی دور...."خالی جھولی کو دیکھ کر وہ یاسیت

میں ڈوب گئے۔

"میں نے کب قربتوں کی خواہش کی تھی؟ لیکن کبھی یہ بھی تو نہیں چاہا تھا کہ تم دوریوں کے عذاب بخش دو۔اب یہ نظر تمہیں کہاں ڈھونڈے؟" وہ مڑے اور واپس کمرے میں آ گئے۔

اپنا دھیان بٹانے کے لیے وہ ملیحہ کے اسٹوڈیو میں آ گئے۔دیوار کے سہارے رکھے ایک کینوس کو اٹھا کر قریب سے دیکھنے لگے۔بالکونی سے آتے تیز ہوا کے جھونکے نے ایزل پر لگے کینوس کو ڈھانپے باریک نیٹ کو اُڑا یا تھا۔

نورالہدیٰ بے ساختہ متوجہ ہو گئے اور نیٹ کا کور ہٹا کر کینوس کو دیکھنے لگے، جس پر بنا ہوا پورٹریٹ ابتدائی مراحل میں ہی نامکمل چھوڑ دیا گیا تھا۔اپنی انگلیوں سے کینوس کو چھوتے وہ عجیب سے احساس میں گھر گئے۔

"ملیحہ کی آخری تخلیق.... لیکن ادھوری.....شاید زندگی نے اس تصویر کو مکمل کرنے کی مہلت نہیں تھی۔صرف یہ تصویر ہی کیوں؟ وہ تو سب کچھ ہی ادھوا چھوڑ

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

گئی تھی۔ اتنے اچانک رختِ سفر باندھا کہ یقین ہی نہیں آیا۔"

وہ پورٹریٹ کو دیکھتے ہوئے سوچ رہے تھے کہ اچانک کسی چیز نے انہیں چانکا دیا تھا۔ وہ غور سے پورٹریٹ کو دیکھنے لگے۔ انہیں احساس ہوا کہ یہ چہرہ تصوراتی نہیں ہے بلکہ اسکے نقوش مانوس لگ رہے تھے۔ مگر اتنے مبہم تھے کہ نورالھدیٰ پہچان نہیں پائے۔ لیکن انہیں یقین تھا کہ وہ چہرے کو دیکھ چکے ہیں۔ کہاں؟ انہیں کوشش کے باوجود یاد نہیں آیا تو وہ اس احساس کو جھٹک کر وہاں سے ہٹ گئے اور چلتے ہوئے بیڈ پر آکر بیٹھ گئے۔ پھر یوں ہی ٹانگ لٹکائے پیچھے کو لیٹ گئے۔

نورالھدیٰ نے حساب لگایا۔ بے یقینی کی اس کیفیت کو جھیلتے ہوئے چوبیس گھنٹے گزر گئے تھے جبکہ ہر پل انہیں لگ رہا تھا کہ بس اگلے ہی پل جان جسم سے نکل جائے گی۔

"تمہاری محبت دیکھ لی نورالھدیٰ!" خود پر طنز کیا۔ "کہتے تھے ملیحہ کے بغیر ایک پل بھی نہ رہ پاؤں گا اور اب دیکھو۔۔۔ چوبیس گھنٹے گزر چکے ہیں اور سانس اب بھی

باقی ہے۔ مگر صرف سانس ہی تو باقی ہے۔"

انکے دل نے شکستہ انداز میں کہا تھا۔انہوں نے سن کے پلکیں موند لیں۔انکے اعصاب تو پہلے ہی ڈھیلے پڑ چکے تھے، پلکیں بند کی۔ تو جلتی ہوئی آنکھوں کو قرار آگیا۔انہوں نے ہاتھ بڑھا کر تکیہ اٹھایا۔

تکیے کے نیچے ایک ڈائری رکھی تھی۔ نورالہدیٰ حیران ہوتے اٹھ بیٹھے اور ہاتھ بڑھا کر ڈائری اٹھائی۔

وہ چھوٹی کتاب جیسے سائز کی ریڈ کور والی ڈائری تھی چکنے صفحوں کے درمیان ایک گولڈن کلر کا پین اس طرح سے پھنسا تھا جیسے کوئی لکھتے لکھتے کسی کام سے اٹھ گیا ہو۔ انہوں نے ڈائری کھول کے پہلے صفحے کو دیکھا جس پر ملیحہ کا نام لکھا تھا۔وہ اور بھی حیران ہو گئے۔ملیحہ ڈائری لکھا کرتی تھی، یہ بات نورالہدیٰ کے لیے نئ تھی... انہیں کبھی بھی ملیحہ کی اس عادت کے بارے میں پتہ نہیں چل سکا تھا بلکہ یہ بات تو کسی کے بھی علم میں نہیں تھی۔شاید باباجان کے علم میں بھی...ایک تجسس سا ہوا

www.novelsclubb.com

کہ وہ اس ڈائری میں کیا لکھتی تھی..... دیکھنا تو چاہیئے۔انہوں نے سوچا اور جوتے اتار کر آرام سے نیم دراز ہوتے ہوئے ہاتھ بڑھا کر بیڈ کے سائیڈ ٹیبل پر رکھا لیمپ روشن کیا اور ڈائری کھول کر پڑھنے لگے۔

نور الہدیٰ جانتے تھے، ملیحہ کی زندگی میں کئی خلا تھے اور انہیں لگتا تھا کہ ملیحہ نے ان خلاؤں میں جینا سیکھ لیا تھا اور ایسا لگنے کی وجہ بھی تھی۔نور الہدیٰ نے ہمیشہ اسے پر سکون دیکھا تھا۔

وہ ایسے شو پیس کی طرح لگتی تھی جسے لوگ ڈرائینگ روم میں سجا کر بھول جاتے ہیں۔پھر یہ تو پتہ رہتا ہے کہ یہیں کہیں ایک شو پیس رکھا تھا، مگر رک کر اسے دیکھنے کی ضرورت محسوس نہیں ہوتی اور وہ شو پیس بھی کبھی اس بے توجہی کا گلہ نہیں کرتا۔بابا جان نے کبھی بھی ملیحہ کو شو پیس سے زیادہ کی اہمیت نہیں دی.... وہ آس پاس ہے اتنا کافی ہے.... وہ کس حال میں ہے؟ یہ جاننا ضروری نہیں۔نور الہدیٰ کو لگتا تھا، ملیحہ نے شو پیس کی طرح ہی بابا جان کے "نو لفٹ" والے رویے کو

قبول کر لیا تھا لیکن ملیحہ شو پیس نہیں تھی، اس نے کبھی کہا نہیں تھا مگر اسے بابا جان کی بے توجہی کا گلہ تھا اور اپنی تنہائی سے شکایت۔

بابا جان کو حاوی رہنا پسند تھا اور ملیحہ کے مزاج میں پسپائی تھی۔ جب بھی اسکا آمنا سامنا، بابا جان کی سخت گیری سے ہوا، اس نے بہت آسانی سے ہار مانتے ہوئے قدم پیچھے لے لیے اور ٹکراؤ کے امکانات کم کرنے کے لیے اس نے بابا جان کے مزاج کو اپنا لیا تھا۔ لیکن اپنی ذات کی نفی نہیں کر پائی جس نے اسکے اندر کشمکش کو جنم دیا تھا۔ اور یہی کشمکش ملیحہ کی زندگی کی سب سے بڑی تکلیف تھی اور نور الہدیٰ نے اسکی تکلیف کو آج جانا تھا۔۔۔جب اسے اس دنیا کو چھوڑے ہوئے چوبیس گھنٹے سے زیادہ گزر چکے تھے۔۔۔ملیحہ کی اداسی، ملیحہ کی ناراضی، ملیحہ کی محرومیاں۔۔۔۔اب جبکہ نور الہدیٰ اس کی تکلیف کو کم کرنے کے لیے کچھ بھی نہیں کر سکتے تھے۔ ملیحہ کی ڈائری کو پڑھ کر ہی نور الہدیٰ کو ملیحہ کی گھٹن کا احساس ہو رہا تھا۔ لیکن قدرت اچانک ہی ملیحہ پر مہربان ہو گئی اور وہ جو ٹھنڈی ہوا کے جھونکے کھانے کے لیے

ترستی تھی،اسکی زندگی میں ایک ساتھ دو دو روزن کھلے تھے۔ایک نورالھدیٰ فاروقی اور دوسرا وجدان مصطفیٰ۔نورالھدیٰ اس نام کو پڑھ کر حیران رہ گئے۔انہیں تو کبھی احساس بھی نہیں ہوا تھا کہ ملیحہ کی زندگی میں کوئی اور بھی ہے۔

"یہ شخص مجھ سے سب کروالے گا،جو میں کبھی کرنا نہیں چاہتی....جسے کرنے کی مجھ میں ہمت بھی نہیں. مجھے لگتا ہے، میں دائرے میں قید ہو گئی ہوں. جس بھی رستے پر قدم بڑھاونگی،اسکے آخری سرے پر وجدان کو ہی کھڑا پاؤں گی."ملیحہ کبھی کسی کے لیے بے اختیار بھی ہوئی تھی،نورالھدی کو یقین ہی نہیں آیا. پھر ملیحہ کے آگے آگہی کا پل نورالھدی پر حیرتوں کے پہاڑ توڑ گیا.

نورالھدی کے لیے اک اک لفظ میں حیرتوں کا جہاں آباد تھا. وہ بے اختیار ہی صفحے پلٹتے چلے گئے اور آنکھیں تحیر سے پھیل گئیں. مگر وہ فون کال...وہ رک گئے. آگے صفحے سادا تھے. نا بھی ہوتے تو نورالھدی میں اب اور ہمت نہیں بچی تھی. ڈائری ان کے ہاتھ سے چوٹ کر بیڈ پر جا گری. انہیں اک دم سے ہوا میں آکسیجن کی کمی کا

احساس ہوا. وہ اٹھ کر بالکونی میں آ گئے.

"تو کیا ملیحہ، وجدان سے محبت کرتی تھی؟" نورالھدی نے بالکونی کی گرل سے ٹیک لگالی اور سَر جھکا کر بائیں کاندھے سے ذرا نیچے اپنی شرٹ پر کاجل کے اس نشان کو دیکھا جو ملیحہ کی آنکھ سے بہہ کر انکی شرٹ میں جذب ہو گیا تھا. ان کے دماغ پر چھائی دھند چھٹنے لگی تھی. دھیرے دھیرے اس نشان پر انگلیاں پھیرتے انکا ذہن بہت تیزی سے تانے بانے جوڑ رہا تھا.

ایگزیبیشن کی رات ملیحہ نے باباجان سے وجدان کا ذکر کیا تھا اور انکی ناراضگی کے اظہار پر اس نے کھل کر وجدان سے محبت کا اعتراف کیا تو باباجان نے اس پر نورالھدی کے ساتھ شادی کا فیصلہ مسلط کر دیا۔۔۔بے شک وہ اس بارے میں نورالھدی کا اندیا بہت دن پہلے لے چکا تھے لیکن ملیحہ کو یہ فیصلہ سزا کی صورت ہی سنایا گیا تھا....اب نورالھدی کی سمجھ میں آ رہا تھا کہ باباجان نے صرف تین دن کے وقفے سے تاریخ کیوں طے کی تھی؟ وہ ملیحہ کو موقع نہیں دینا چاہتے تھے. لیکن ملیحہ

نے کسی موقعے کا انتظار نہیں کیا اور زندگی میں پہلی بار باباجان سے اِختِلاف کی جرات کرتے ہوئے وجدان سے ملنے جا پہنچی.

اگر وجدان اس دن اسے مل جاتا اور اسکا ساتھ دینے کو تیار بھی ہوتا تو باپ بیٹی کے بیچ سرد جنگ کا آغاز ہو جاتا. اس جنگ میں جیت کس کی ہوتی، کہنا مشکل ہے. لیکن پھر ملیحہ کسی بھی قیمت پر وجدان سے دستبردار نہیں ہوتی. لیکن وہ وجدان سے نہیں مل پائی اور جب گھر آئی تو سب رشتےدار اسکی منگنی میں شرکت کرنے آ پہنچے تھے. ملیحہ کے پاس فرار کا کوئی رستہ نہیں بچہ تھا. کتنی عجیب بات ہے، وہ جو ساری عمر خود پر جبر کر کے باباجان سے بلا مقابلہ ہار مانتی آئی تھی، پہلی بار اپنے دِل کی آواز پر لبیک کہتے ہوئے ان کے فیصلے کے مخالف اٹھ کھڑی ہوئی تھی. لیکن قسمت نے اسے اسی فیصلے کو قبول کرنے پر مجبور کر دیا. مگر اس رات وہ فون کس کا تھا؟ نورالھدی سوچنے لگے اور سوچتے سوچتے ان کے ذہن میں جھماکا ہوا.

"میں آپ سے یہ نہیں کہونگا کہ ملیحہ کو خوش رکھیے گا. کیوں کہ میں جانتا ہوں انکا

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

خیال رکھے بغیر آپ رہ ہی نہیں سکتے۔"انہیں وہ لڑکا یاد آیا جس نے شادی کی رات اسٹیج پر آکر انہیں مبارک باد دی تھی۔نورالھدی سوچنے لگے،انہیں"ہادی بھائی" کہہ کر پکارنے والا اجنبی کون تھا جو انہیں اتنی گہرائی سے جانتا تھا۔نورالھدی کو یہ بھی یاد آگیا کہ یہ وہی لڑکا تھا جس نے ملیحہ کے جنازے میں شرکت کی تھی۔سب لوگ کندھا بدل کر ہٹتے جا رہے تھے مگر وہ شخص تمام رستے ملیحہ کی میّت کو کاندھے پر اٹھائے چلتا رہا اور جب ملیحہ کی تدفین مکمل ہو چکی تو انہوں نے آفاق کو اس سے کہتے سنا۔

"کیا تم یہاں کچھ دیر ٹھہرنا چاہو گے؟"

اس نے کہا۔

"مجھے روح سے غرض تھی اور یہاں جسم رکھا ہے... ٹھہر کر کیا کرونگا؟آؤ آفاق!

اب یہاں سے چلنا چاہیے۔"

وہ کون ہو سکتا ہے جیسے ملیحہ کے مرنے پر اتنا دکھ ہوا تھا؟.....اچانک ہی ان کے

ذہن میں اک اور جھماکا ہوا. وہ تیزی سے چلتے ایزل کے سامنے آ گئے. اپنی یاداشت میں محفوظ چہرے کو نور الہدی نے پوٹیریٹ سے ملا کر دیکھا. اب شک کی کوئی گنجائش نہیں بچی تھی.

وہ شخص وجدان مصطفی ہی تھا. اور اگر وہ شادی کی رات قصر فاروقی میں آیا تھا تو منگنی کی رات ملیحہ کے لیے آنے والا فون بھی اسی کا ھوگا. مگر اس وقت تک بات ملیحہ کے ھاتھوں سے نکل چکی تھی. نور الہدی نے اپنا چکراتا سَر دونوں ھاتھوں سے تھام کر بال مٹھی میں بھینچ ڈالے. چوبیس گھنٹے سے اک ہی سوال ان کے ذہن میں چکرا رہا تھا.

"ملیحہ کیوں مر گئی؟" انہیں جواب مل گیا تھا.

"کیوں ملیحہ...؟ کیوں؟" وہ دَرد کی شدت سے چلا اٹھے.

"تم جانتی تھی کہ اسکے بغیر مر جاوگی تو کیوں کی یہ خود کشی؟.. اک بار تو کہا ہوتا، تمہیں وجدان چاھیے.... خدا کی قسم! میں تمہیں وجدان لا دیتا... کہا تھا تم سے،

www.novelsclubb.com

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

تمھاری مسکراہٹ مجھے اپنی محبت سے زیادہ عزیز ہے. تم نے اعتبار نہیں کیا تھا... اک بار تو آزما کر دیکھتیں. کیوں مجھے اندھیرے میں رکھا؟... کیوں؟" نورالہدی جیسا مظبوط انسان جو ملیحہ کو قبر میں اُتارتے ہوئے نہیں رویا، اب دیوانوں کی طرح چلا رہا تھا. قصر فاروقی انکی آوازوں سے گھونج رہا تھا.

"سب سے کہا وجدان کے بغیر مر جاوگی....اک بار تو مجھ سے کہا ہوتا. میں نے کب تمھاری خواہش کی تھی؟ کہا تھا نادِل نامانے تو اِس رشتے کو توڑ دو. پھر کیوں خود کو میرا پابند سمجھا؟" آنسوؤں سے روتے ہوئے وہ فرش پر بیٹھ گئے.

"میرے اور آپکے بیچ بس اک پُکار کا فاصلہ ہے... میرا نام لے کر بلائیے گا، میں اجاونگی۔" ملیحہ کی آواز ان کے کان میں گونجی تھی اور وہ بے اختیار اسے پکارنے لگے.

"لوٹ آؤ ملیحہ! تمھارے بغیر جینا بہت مشکل ہے." نورالہدی تڑپ تڑپ کر رُو رہے تھے اور رُو رُو کر تڑپ رہے تھے.

"تمھاری خوشی کے لیے میں اپنا دکھ بھی سہہ لیتا، مگر یہ کیسے سہوں کہ تمھارا دکھ میری خوشی بن گیا؟... تم دکھ جھیلتی رہی اور میں خوش ہوتا رہا. یہ احساس مجھے عمر بھر چین نہیں لینے دے گا."

دونوں ہتھیلیاں فرش پر ٹکائے سَر جھکا کر روتے اس شخص کو واقعی عمر بھر چین نہیں آیا.

****

وجدان صبح کا نکلا ہوا تھا اور اب رات کے گیارہ بج رہے تھے۔ ویسے رات کو دیر سے آنا اب اسکی روٹین میں. شامل تھا اب گھر والے بھی اس روٹین کے عادی ہو چکے تھے۔ اس لیے کھانے کے بعد سب چائے پی کر اپنے کمروں میں چلے گئے۔ بس عائشہ ہی وجدان کے انتظار میں لاونج میں بیٹھیں تھیں۔ گیارہ بجنے کے بعد وجدان نے گھر میں قدم رکھا۔ دروازہ کھول کر اندر آتے وجدان کو دیکھ کر عائشہ کو لگا انہوں نے وجدان کے ہیولے کو دیکھا ہو۔ یوں تو کئی دن سے وہ خود کو بھلائے

ہوئے تھا لیکن اس وقت اسکی حالت بدترین ہو رہی تھی۔ آنکھوں میں بے گانگی لیے اسکے چہرے سے وحشت برس رہی تھی۔ گرد جم کر بلیک پینٹ شرٹ کا رنگ خاکستر لگنے لگا تھا۔ عائشہ آخر ماں تھیں، انکا دل پسیج گیا۔ وہ اٹھ کر اسکے پاس چلی آئیں۔

"یہ کیا حالت بنا رکھی ہے وجدان؟"

وجدان نے انہیں دیکھا، اسکے آنکھوں کا بے جان تاثر دیکھ کر وہ کٹ گئیں۔

"ایسے کیا دیکھ رہا ہے؟ چل ادھر آ!" وہ اسکا بازو پکڑ کر اسے صوفے پر لائیں۔ "اچھا طریقہ ہے ماں کو پریشان کرنے کا۔ یہی ضد ہے نا کہ ملیحہ سے شادی کرنی ہے یہ لے!" انہوں نے اسکے سامنے ہاتھ جوڑ دیئے۔ "غلطی ہو گئی کہ تیری بات نہیں مانی۔ تو جیتا، میں ہاری. اب خوش؟" وہ بول کر خود مسکرائیں۔ "اب صبح مجھے اسکے گھر لے جانا۔ اسکے ماں باپ سے شادی کی بات کروں گی اور اس وقت تک چوکھٹ نہیں چھوڑوں گی جب تک وہ ہاں نہیں کر دیتے۔" انجانے میں ہی

www.novelsclubb.com

انہوں نے بھڑکتی آگ پر پٹرول کی بارش کردی تھی۔چپ بیٹھے وجدان کے اندر بلا کے طوفان اٹھے تھے اور وہ ان سے بے خبر کہہ رہی تھیں۔

"میں اپنے بیٹے کے لیے کھانا لے کر آتی ہوں۔تب تک تم نہا کر کپڑے بدل لو۔ ٹھیک ہے؟" وہ چھوٹے بچے کی طرح اسے پچکار کر بولتیں کھانا گرم کرنے کچن میں چلی گئیں۔

وجدان کے اندر دھواں بھر رہا تھا۔بہت سی آوازوں کا شور اسکے ذہن میں ہلچل مچا رہا تھا۔

"آپ مجھ سے شادی کریں گی؟"

"آپ یا تو پاگل ہیں یا دیوانے۔"

"کوئی بھی فیصلہ کرنے سے پہلے ایک بار میرے بارے میں سوچ لیجیے گا۔" کیا التجا تھی۔

"فیصلہ کرنے کا اختیار کبھی بھی میرے پاس نہیں رہا" اور کیسی بے بسی تھی۔

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

"آپ ایک بار اور لائبریری جا سکتے ہیں"

"میں پورا دن اپنا انتظار کروں گا" مگر وعدہ وفا نہ ہوا۔

"لیجیے میری طرف سے تحفہ ہے"۔ عشق آتش کیسا انوکھا تحفہ تھا۔

وجدان نے اپنے دونوں ہاتھ کانوں پر رکھ کر سر گھٹنوں سے ٹکا دیا مگر آوازیں بند نہ ہوئیں۔

بہت چاہا ہے اسے.... اتنا کہ اب اس چاہت سے دستبردار نہیں ہوا جاتا..... اس سے الگ ہونے کا خیال میرے جسم سے روح کھینچ رہا ہے، وجدان کو کفن میں لپٹی ملیحہ کا چہرہ یاد آگیا۔اس نے کیا تھا۔

"میں قیامت تک اپکا انتظار کروں گا". اور قیامت تک کا انتظار اسکی قسمت میں لکھ دیا گیا تھا۔

وجدان نے تیز ہنسی کی آواز سنی تھی۔اسے لگا، تقدیر اسکا مزاق اڑا رہی ہے۔وہ بازوؤں میں سر چھپا کر دوہرا ہوا بیٹھا رہا۔اس بار چوڑیاں کھنکنے کی آواز سنائی دی

www.novelsclubb.com

تھی۔وجدان نے سر اٹھا کر دیکھا تو اسے لاونج کے کھلے دروازے سے باہر پر کے پاس چاندنی میں ڈھلا ایک پیکر دکھائی دیا۔جیسے کوئی ہاتھ بڑھا کا بارش کے قطروں کو ہتھیلیوں پر جزب کرتا ہے۔وہ ہتھیلی کو کبھی اُلٹتی۔کبھی سیدھا کرتی اپنے ہاتھ پر چاندنی کو دیکھ کر بچوں کی طرح خوش ہو رہی تھی۔

وجدان کی طرف اسکی پشت تھی اور اسکے لمبے گھنے بال پوری طرح اسکی کمر کو ڈھک رہے تھے۔پھر وجدان پہلی نظر میں ہی اسے پہچان گیا مگر حیرت کی وجہ سے اسکا نام وجدان کی زبان سے چند سیکنڈ کی تاخیر کے بعد سرسراتی ہوئی آواز میں نکلا۔

"ملیحہ"

www.novelsclubb.com

وجدان کی آواز پر اس نے فورا پلٹ کر دیکھا۔وہ ملیحہ ہی تھی۔مسکراتی نگاہوں سے ہکا بکا بیٹھے وجدان کو دیکھتے ہوئے اس نے اچانک ہی اپنا ہاتھ اسکی طرف اٹھا دیا جیسے اسے تھامنے کی دعوت دے رہی ہو۔وجدان بے تاب ہو کر اٹھتا تیزی سے باہر آگیا۔پھر جیسے ہی اس نے ملیحہ کا ہاتھ تھامنا چاہا،وہ شرارت سے اپنا ہاتھ کھینچ کر ہنستی

ہوئی پلٹ کر بھاگی۔

"رکیے ملیحہ !"اس نے آواز دی۔ ملیحہ نے پلٹ کر تو دیکھا مگر رکی نہیں اور بھاگتی ہوئی گیٹ سے نکل گئی۔

"ملیحہ پلیز رک جائیں" وجدان اسے آواز دیتا خود بھی گیٹ کی طرف لپکا۔وہ گیٹ سے باہر نکلا تو ملیحہ دونوں ہاتھ پشت پر باندھے سامنے کھڑی شرارت سے اسے دیکھ رہی تھی۔وجدان چلتا ہوا اسکے پاس آیا اور وہ مسکراتے ہوئے قدم پیچھے کی طرف لینے لگی۔

"میں کب تک آپ کو بلاتا رہوں گا اور کب تک مجھ سے دور بھاگتی رہیں گی؟....اب سب کر دیں". وہ بکھر کر شکایت کر رہا تھا مگر ملیحہ الٹے پیروں پر چلتی رہی۔پھر اچانک ہی وجدان نے اسے روکنے کے لیے لپک کر اسکا ہاتھ تھامنا چاہا اور وہ تیزی سے پیچھے ہٹتی پلٹ کر بھاگنے لگی۔وجدان بھی اسکے پیچھے دوڑتا چلا گیا۔

عائشہ کھانے کی ٹرے لیے لاونج میں آئیں تو وجدان وہاں نہیں تھا۔انہوں نے

اسکی تلاش میں ادھر ادھر دیکھا تو کھلے دروازے سے انہوں نے وجدان کو گیٹ کی طرف بھاگ کر جاتے ہوئے دیکھا۔ وہ اسے آوازیں لگاتی دروازے تک آئیں مگر وہ گیٹ سے نکل چکا تھا۔

واپس پلٹ کر انہوں نے ٹرے ٹیبل پر رکھی اور تیز قدموں سے چلتی ہوئی گیٹ پر آ گئیں۔ انہوں نے سر باہر نکال کر دیکھا تو وجدان بھاگتا کو اکسی گلی میں مڑ رہا تھا۔

انکی چھٹی حس نے انہیں وارننگ دی تھی۔ وہ ایکدم پلٹیں اور جتنا تیز دوڑ سکتی تھیں دوڑتی اپنے کمرے میں آ گئیں اور سوتے ہوئے مصطفیٰ عظیم کو جھنجھوڑا۔

"اٹھیے مصطفیٰ صاحب! وجدان کو روکیں۔ وہ کہیں چلا گیا ہے۔"

وہ آنکھیں ملتے ہوئی اٹھ بیٹھے۔

"وجدان آ گیا؟۔" انہوں نے کچھ اور ہی سوال کیا۔

"ہاں۔ اور چلا بھی گیا ہے۔ میرے دل۔ کو کچھ ہو رہا ہے مصطفیٰ صاحب! میرے بیٹے کو میرے پاس لے آئیں۔"

وہ اصل صورتِ حال کو سمجھ نہیں پائے تھے۔بس اتنا سمجھ آیا کی وجدان گھر آیا اور پھر چلا گیا۔اب وہ چاہ رہی ہیں کی مصطفیٰ عظیم اسے گھر لے آئیں۔وہ بہت سے سوال کرنا چاہتے تھے کہ وجدان کیوں واپس گیا ہے؟اور اگر چلا گیا ہے تو پریشان کی کیا بات ہے؟واپس آجائے گا۔مگر جس طرح عائشہ مصطفیٰ کے ہاتھ پیر پھول رہے تھے۔انہیں احساس ہوا کہ ضرور کوئی گڑبڑ ہوئی ہے اور انکے پاس سوال کا وقت نہیں ہے۔تو فوراوجدان کے پیچھے نکلنا چاہیے۔

وہ جھٹکے سے اٹھ کھڑے ہوئے اور نائٹ ڈریس پہنے ہی سلیپر پاؤں میں اڑستے باہر بھاگے۔عائشہ باہر آگئیں اور اپنے کمرے کے ساتھ والا دروازہ پیٹتے ہوئے مزمل کو آوازیں دینے لگیں۔مصطفیٰ انکی طرف دھیان دیئے بغیر باہر نکلتے چلے گئے۔انکی اور مزمل کی کاریں پورچ میں کھڑی تھیں اور وجدان کی بائیک بھی۔۔۔اسکا مطلب وہ پیدل ہی گیا ہے۔تیزی سے سوچتے وہ اسکے تلاش میں خود بھی پیدل ہی نکل پڑے۔دروازہ کھول کر مزمل نے اپنی ماں کے حاس باختہ چہرے کو دیکھا تو فکر

مندی سے پوچھا۔۔

"کیا بات ہے امی؟."

"وجدان کہیں چلا گیا ہے۔ جاؤ مزمل! اسے ڈھونڈ کر لے آؤ"

"کیا چلا گیا ہے؟اور پریشان کیوں ہو رہی ہیں؟ وہ بچہ نہیں ہے آجائے گا۔"

"میرا دل کہہ رہا ہے مزمل! وہ واپس نہیں آئے گا۔ تم جا کر اسے لے آؤ۔ تمہارے ابو بھی گئے ہیں"

"کیا کچھ ہوا ہے جو وہ چلا گیا؟."مزمل کو یہی سمجھ میں آیا کہ شاید وجدان کی ماں باپ سے کوئی بات ہوئی ہے اور وہ جھگڑا کر کے چلا گیا ہے۔ ورنہ عائشہ اتنا پریشان کیوں ہوتیں۔

"مجھے نہیں پتہ کہ کیا ہوا ہے۔ لیکن کچھ ہوا ضرور ہے۔ جب وہ آیا تو اسکے چہرے سے لگ رہا تھا اسکے ساتھ کچھ ہو گیا ہے۔ دیر مت کرو مزمل! جاؤ جا کر اپنے بھائی کو ڈھونڈو۔" وہ رونے لگیں تو مزمل کے ساتھ کھڑی ہوئی انیقہ آگے نکل کر انکے

پاس آئی اور انہیں ساتھ لگا کر چپ کرانے لگی۔

"امی پلیز! آپ روئیں تو مت۔میں جا کر اسے لاتا ہوں۔"انکے رونے پر اس نے پریشان ہو کر کہا۔پھر اندر سے گاڑی کی چابی اٹھا کر باہر نکل گیا۔

گاڑی لے کر گلیوں میں گھومتے مزمل کو وجدان تو نہیں ملا لیکن مصطفیٰ عظیم مل گئے۔اس نے کار روک کر انہیں ساتھ بٹھالیا۔پھر دونوں باپ بیٹا گلیون کو چھوڑ کر مین روڈ پر وجدان کو تلاش کرنے کے لیے نکل گئے۔دو گھنٹے کی تلاش کے بعد وہ دونوں نامراد لوٹ آئے۔

"وجدان نہیں ملا؟."عائشہ کے سوال پر مصطفیٰ عظیم کو لگا،وہ اچانک ہی بہت بوڑھے ہو گئے ہیں۔وہ شکستہ انداز میں گردن جھکا کر بیٹھ گئے۔

"انتظار کر کے دیکھتے ہیں۔ہو سکتا ہے صبح تک وہ خود آجائے۔"انیقہ نے مرجھائے چہروں پر امید جگانی چاہی۔

"میں وجدان کے دوستوں کو فون کرتا ہوں". کسی کو مخاطب کیے بغیر کہہ کر مزمل

اٹھااور ٹیلی فون اسٹینڈ سے ڈائری اٹھا کر اس میں سے وجدان کے دوستوں کے نمبر تلاش کرنے لگا۔سب سے پہلے اسے آفاق کا نمبر نظر آیا۔اس نے ریسیور اٹھایا اور نمبر ڈائل کرنے لگا۔

"نہیں مزمل بھائی! وجدان یہاں تو نہیں آیا۔بلکہ میں نے خود اسے آپکے گھر ڈراپ کیا تھا۔"

"اچھا"انکی آواز سست سی ہو گئی۔

"مزمل بھائی! ایسا کرتے ہیں،میں آپکی طرف آجاتا ہوں پھر مل کر اسے ڈھونڈتے ہیں."آفاق واقعی پریشان ہو گیا تھا۔

"فلحال اسکی ضرورت نہیں۔ابو اور میں اسے تلاش کر رہے ہیں۔پھر تمہاری فیملی اپنی کرائسس سے گزر رہی ہے۔امی نے بتایا تھا تمہاری کزن کے بارے میں۔سن کر واقعی افسوس ہوا۔"

آفاق لب کاٹنے لگے۔

"اچھا، میں باقی دوستوں کی طرف ٹرائی کرتا ہوں۔شاید وہاں مل جائے۔اور اگر وہ تمہاری طرف آئے تو فون کر دینا"

"جی مزمل بھائی! ویسے کہنے کی ضرورت نہیں۔میں سمجھ سکتا ہوں اس وقت آپ کرنے پریشان ہوں گے۔"

"اللہ حافظ!"دوسری طرف سے لائن ڈسکنیکٹ ہو گئی تو آفاق نے ریسیور کریڈل پر ڈال دیا۔

سمیرا کو وہ اچانک ہی بہت تھکا ہوا لگنے لگا تھا۔وہ اسکے پاس آئی اور آہستہ سے اسکے کندھے پر ہاتھ رکھ دیا۔آفاق اسکے ہاتھ پر ہاتھ رکھتے ہوئے آہستگی سے بولا۔

"سمجھ نہیں آرہا، یہ سب کیا ہو رہا ہے۔پہلے ملیحہ کی طرف سے بری خبر ملی،اب وجدان کی طرف سے دھڑکا لگ گیا ہے۔"

"کیا ہوا؟"سمیرا نے سہم کر پوچھا۔

"وجدان گھر سے چلا گیا ہے"

"تو کیا ہوا؟ واپس آجائے گا."

"تم سمجھ نہیں رہی ہو، وہ اپنے حواسوں میں نہیں ہے۔مجھے تو ڈر ہے وہ کہیں کوئی حماقت نہ کر بیٹھے۔"آفاق پریشان تھا وجدان کے لیے اور جب کچھ نہ سوجھا تو گاڑی لے کر وجدان کی تلاش میں نکل پڑا۔

******

بابا جان کو ملیحہ کے مرجانے پر اتنی حیرت نہیں ہو رہی تھی جتنی اپنے زندہ ہونے پر ہو رہی تھی۔ سر چیئر کی پشت سے لگا کر ملیحہ کی تصویر کو دیکھتے ہوئے وہ اپنے لٹ جانے کا سوگ مناتے رہے۔نیا دن طلوع ہو رہا تھا لیکن بابا جان کی زندگی کے اندھیروں کو روشن کرنے جتنی طاقت اب کسی سورج میں نہیں تھی۔ دستک دیئے بغیر نورالہدیٰ دروازہ کھول کر اندر آئے تھے اور چلتے ہوئے بابا جان کے سامنے جا کھڑے ہوئے۔ بابا جان نے انکی طرف دیکھا اور انہوں نے بابا جان کے بھیگے چہرے کو۔

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

"آپ کیوں رو رہے ہیں بابا جان؟" انہوں نے حیرت سے استفسار کیا۔

"بیٹی کی موت کا دکھ تو آپ کو ہو نہیں سکتا۔ تو کیا یہ خوشی کہ آنسو ہیں؟"

"کیا کہہ رہے ہو؟" انکی تو جیسے کسی نے گردن پر چھری پھیر دی ہو۔

"مر جاؤ گی تو تمہیں کندھوں پر اٹھا کر اپنے ہاتھوں سے دفنا آؤں گا۔" نورالہدیٰ ٹھہر ٹھہر کر بولے۔ بابا جان نے سانس تک روک لیا۔

"بہت شوق تھا آپ کو اسے دفنانے کا۔ کہئے، اسے دفنا کر کیسا لگ رہا ہے؟" وہ نورالہدیٰ کو رحم طلب نظروں سے دیکھ رہے تھے لیکن نورالہدیٰ کو ان پر رحم نہیں آیا۔

www.novelsclubb.com

"کیا آپ مجھے اسکا گناہ بتائیں گے، جس کی پاداش میں آپ نے اس پر زندگی حرام کر دی؟"

"بس کر دو نورالہدیٰ!" وہ برداشت نہیں کر سکے۔

"میں نے ایسا کچھ نہیں کیا اور کرتا بھی کیوں؟ آخر وہ میری بیٹی تھی۔" نورالہدیٰ چیخ

کر بولے۔

"یہی تو میں آپ سے پوچھنا چاہتا ہوں بابا جان! کہ آخر وہ آپکی بیٹی تھی، پھر کیوں آپ نے اپنی ہی بیٹی کو مار ڈالا؟"

بابا جان حیرت کی زیادتی سے گنگ رہ گئے پھر اس الزام پر تڑپ اٹھے۔

"چاہو تو مجھے جان سے مار دو نور الہدیٰ! لیکن مجھ پر اتنا بھیانک الزام مت لگاؤ۔ میں نے ملیحہ کو نہیں مارا، اسے ہارٹ اٹیک ہوا تھا اور یہ بات تم بھی جانتے ہو۔"

"اور ملیحہ کو ہارٹ اٹیک کیوں ہوا تھا؟" وہ برفیلے لہجے میں سوال کر رہے تھے۔

"بیس سال کی عمر میں ہارٹ اٹیک بے وجہ نہیں ہوا کرتا مجھے وہ وجہ بتائیں گے جو اسکے ہارٹ اٹیک کا سبب بنی؟" سرد آواز اور بے تاثر چہرہ..... ان دو چیزوں کے ساتھ بابا جان نے بہت سے لوگوں کو بے بس کیا تھا۔ آج وہ خود ان دونوں کے آگے بے بس ہو گئے تھے۔ انکا دایاں ہاتھ دونوں ہاتھوں میں لے کر کہنے لگا۔

"ملیحہ کیوں مر گئی؟ اس سوال کا جواب دینے کے لیے آپ کو ایک اعتراف کرنا ہے

اور اس ایک اعتراف کے بعد ہو سکتا ہے ملیحہ تو آپ کو معاف کر دے لیکن بابا جان! میں آپ سے وعدہ کرتا ہوں کہ قیامت تک تو کیا، اسکے بعد بھی میں آپکو معاف نہیں کرونگا۔"

اپنی بات کہہ کر وہ رکے نہیں اور اٹھ کر باہر نکل گئے۔ باباجان ابھی تک سکتے کی کیفیت میں تھے۔ پھر انکا دھیان اپنی گود میں رکھی ڈائری کی طرف گیا۔ انہوں نے ڈائری اٹھا کر کھولی پھر پڑھنے لگے۔

ڈائری کیا تھی، انکے جرائم کی فہرست تھی۔ انہیں لگا، وہ کٹہرے میں کھڑے ہیں اور تند و تیز لہجے والا وکیل بھری عدالت میں انکے جرائم کی فہرست پڑھ کر سنا رہا ہے۔ انہوں نے اپنی بیٹی کو قیدِ تنہائی بخشی تھی۔ اس نے ہر قدم پر اسکے جزبات مجروح کیے اور آخر بات وہاں تک آ پہنچی جہاں انہوں نے ملیحہ کو ایسے دوراہے کی طرف دھکیل دیا، جہاں آ کر ملیحہ پر زندگی مشکل اور موت آسان ہو گئی تھی۔ الزام کڑے تھے لیکن باباجان کے پاس اپنی صفائی میں کہنے کے لیے کچھ بھی نہیں تھا۔ ہر

الزام سچا تھااور ہر جرم حقیقت۔اعتراف کے سوااور کیاراستہ تھا؟ڈائری انکے ہاتھ سے چھوٹ کر گود میں گری، پھر سرک کرانکے پیروں پر اوندھی جاپڑی۔

پچھتاوے سے زیادہ اذیت کسی احساس میں نہیں اور اعتراف سے زیادہ کرب انگیز کچھ نہیں ہوتا۔وہ بھیگی آنکھوں کے ساتھ چلانے لگے۔

"میں نے ملیحہ کو مار ڈالا۔میں نے ہی اپنی بیٹی کی جان لے لی۔کوئی ہے جو مجھ جیسے ظالم باپ کی گردن اتار دے جس نے اپنی اولاد کا خون کیا ہو۔مار ڈالا میں نے اپنی بچی کو۔اپنی بیٹی کا قاتل ہوں میں۔میری ملیحہ میرے ہاتھوں مر گئی۔لوگو! مجھے مار ڈالو."

ان کی آواز کمرے کی دیوار سے ٹکرا کر گونجتی رہی

*****

فجر کی اذانوں کے ساتھ کراچی کے مضافات میں زندگی معمول کے مطابق جاگ اٹھی تھی۔"چاچا ہوٹل" کے مالک چاچا روز کی طرح اپنی بھینسوں کا دودھ نکال کر

چھوٹے کی ہمراہی میں تڑکے ہی پہنچ گئے تاکہ گاہکوں کے آنے سے پہلے انکے ناشتے کا بندوبست ہوسکے۔ ویسے بھی اس ہوٹل پر گاہک بہت آتے تھے۔ایک تو یہ وجہ تھی یہ ہوٹل ہائی وے کے ساتھ تھا۔دوسرے آس پاس پچاس کلو میٹر تک کوئی دوسرا ہوٹل نہیں تھا۔اس لیے ہائی وے سے گزرنے والے ٹرک ڈرائیوروں کا پیٹ پوجا کے لیے "چاچا ہوٹل" میں ہی رکنا پڑتا تھا۔

چاچا تو دودھ کی بالٹیاں سائیڈ پر رکھ کر تھڑے پر بیٹھا غرارے کرنے لگا اور چھوٹا چارپائیوں کو بازیاب کرانے کے لیے کچن کے تالے کا دروازہ کھولنے لگا۔ تبھی اس کی نظر تندور کے ساتھ رکھے لکڑیوں کے ڈھیر پر پڑی۔اسے وہاں کوئی چھپا ہوا نظر آیا۔اس نے " پھس پھس "کی آواز لگا کر چاچا کو متوجہ کرکے لکڑیوں کے ڈھیر کی طرف اشارہ کیا۔چاچا نے آنکھیں سکیڑ کر ڈھیر کو دیکھا پھر کسی کی جھلک پا کر وہ تھڑے اتر آیا، وہ پہلوان تھا اس نے چھپے ہوئے سے ڈرنے کی ضرورت محسوس نہیں کی اور اسکے سر پر پہنچ کر اسکا شانہ دبوچ لیا۔

"ہاں بھائی! بول کون ہے تو؟اور ادھر گھسا کیا کر رہا ہے؟"

"ہش"اس نے فورا منہ پر انگلی رکھ کر اسے چپ ہونے کو کہا پھر ادھر ادھر دیکھا کر اس کے کان کے پاس سرگوشی کی۔

"آہستہ بولو۔ نہیں تو انہیں پتہ چل جائے گا کہ میں یہاں چھپا ہوا ہوں."

"کس کو پتہ چل جائے گا؟"چاچا اسی کے لہجے میں بولے۔

"وہ جو اندر ہیں"اس نے کچن کے دروازے کہ طرف اشارہ کیا۔ چھوٹے نے ڈر کے مارے تالا ہاتھ سے چھوڑ دیا اور دروازے سے دو قدم پیچھے ہٹ کر کھڑا ہو گیا۔

"دروازے پر تو تالا ہے۔ پھر کوئی اندر کیسے جائے گا۔؟"چاچا بولا۔

"وہ دروازے سے نہیں گئیں."

"پھر؟"چاچا نے چونک کر پوچھا۔

"وہ وہاں سے اندر گئیں ہیں."چاچا اور چھوٹے نے اسکے ہاتھ کے اشارے کی طرف دیکھا تو ہنس پڑے۔

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

"اوئے، وہ یہاں سے اندر گئیں ہیں..... کمال ہو گیا۔" چاچا نے روشندان کی طرف دیکھ کر ہنستے ہوئے کہا جس میں سے کوئی بچی بھی مشکل سے گزرتی اور اسکی باتوں سے تو لگتا تھا وہ کسی خاتون کا ذکر کر رہا ہے۔

"ہاں" وہ سنجیدگی سے بولا۔ "تم انہیں بتانا نہیں کہ میں یہاں ہوں۔ اگر انہیں پتہ چلا تو وہ بھاگ جائیں گی۔"

"چل نہیں بتاتے۔ پر ہمارے ملنے پر تو پابندی نہیں ہے۔ او چھوٹے! تالا کھول۔"

وہ بدستور مزاق اڑاتے ہوئے چھوٹے سے بولا جس نے تالا تو کھول دیا لیکن دروازہ بھڑا رہنے دیا۔

www.novelsclubb.com

"تو اسی لیے چھوٹا ہے." چاچا اسکے خوف پر اسے ملامت کرتا کچن کا دروازہ کھول کر اندر چلا گیا۔ چھوٹا بھی خوف زدہ ہوتا اندر آیا پھر وہاں تو کوئی نہیں تھا۔ اس نے سکھ کا سانس لیا اور چارپائیاں باہر بچھانے لگا اس نے اوٹ میں ہو کر اندر جھانکا پھر انہیں وہاں نہ پا کر وہ کچن میں آ گیا۔

"وہ کہاں چلی گئیں؟"

"او پائیا! یہاں کوئی نہیں ہے۔"

"نہیں۔وہ ادھر ہی تھیں۔میں نے خود دیکھا تھا۔وہ سڑک کراس کر کے یہاں آئیں، پھر تندور پر چڑھ کر انہوں نے روشندان سے اندر چھلانگ لگالی۔وہ ضرور مجھ سے چھپ رہی رہیں۔"

اس نے کہا پھر پلیٹیں اٹھا کر دیکھتا اور گلاس جھاڑتا ہوا انہیں ایسے تلاش کرنے لگا جیسے سوئی ہوں۔

"دیکھ روشندان سے چھلانگ لگا کر اندر آئی تھی۔اب روشندان سے چھلانگ لگا کر باہر چلی گئی ہو گی۔ایسا کر تو اسے باہر جا کر ڈھونڈ۔جا شاباش!"اس نے پچکار کر کہا۔

ادھر وہ بھی انکو نا پا کر مایوس ہو گیا۔وہ باہر آگیا اور سڑک پر آنکھیں گھما گھما کر دیکھتا جیسے اندازہ کرنے لگا کہ وہ کدھر گئی ہوں گی۔پھر ایک سمت کا تعین کر کے دوڑ پڑا۔

جوتے نجانے کب اسکے پیروں سے نکل گئے تھے۔ویسے بھی رات بھر جاگنے کے

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

بعد اب اس کے زخمی پاؤں جوتا پہننے کے قابل رہے بھی نہیں تھے۔ وہ ننگے پاؤں سڑک پر بھاگتا چلا جا رہا تھا۔

"چاچا! یہ کون تھا؟" چھوٹے نے سوال کیا۔

"پاگل تھا بیچارہ۔" چاچا نے کہہ کر چارپائی اٹھائی اور بچھانے کے لیے باہر لے آیا۔

....

رات آفاق کے آنے کے بعد ساجد بھی جلد ہی پہنچ گیا تھا۔ ساری رات وجدان کی تلاش جاری رہی۔ دستکیں ہوتی رہیں، فون بجتے رہے مگر لاحاصل۔

"اتنا تو بتا عائشہ! آخر ہوا کیا تھا؟" مصطفیٰ عظیم کے لہجے میں تھکن تھی۔

"کتنی بار کہوں مصطفیٰ صاحب! کہ کچھ نہیں ہوا تھا۔ وہ جب گھر آیا تو پہلے سے ہی پریشان تھا۔ بلکہ وہ تو کئی دنوں سے ملیحہ والے معاملے پر اپ سیٹ تھا، مجھ سے دیکھا نہیں گیا اور اس سے کہا ملیحہ سے شادی کر لے مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے۔ پھر میں اس کے لیے کھانا لینے چلی گئی۔ واپس آئی تو وہ گیٹ سے باہر نکل رہا تھا اور بس اس

www.novelsclubb.com

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

سے زیادہ مجھے کچھ معلوم نہیں۔" لیکن آفاق کو بہت کچھ معلوم تھا۔اس نے ملیحہ کے نام پر انکو دیکھا پھر سر جھکا کر نفی میں سر ہلانے لگا۔

"ابو! میں سوچ رہا تھا کہ ہمیں اسپتالوں میں دیکھ لینا چاہیے۔ کہیں کوئی حادثہ نہ ہو گیا ہو۔" کچھ دن پہلے کے واقعے کو نظر میں رکھتے کوئے مزمل نے کہا تو ساجد نے تائید کرنے لگا۔

"بالکل ٹھیک کہا مزمل بھائی! ہمیں اس امکان کو نظر انداز نہیں کرنا چاہیے۔"

"تو پھر چلیں۔" آفاق اٹھتے ہوئے بولا تو باقی تینوں بھی فوراً ہی اٹھ گئے۔ پھر شہر کا کوئی اسپتال اور کلینک ایسا نہیں بچا تھا، جہاں ان لوگوں نے وجدان کو تلاش نہ کیا ہو۔ لیکن وہ کہیں نہیں ملا۔ گھر لوٹنے پر انکے مایوس چہروں کو دیکھ کر عائشہ بیگم نے نم آنکھوں سے اپنے شوہر کو دیکھتے ہو کہا۔

"کمال ہے مصطفیٰ صاحب! میں ماں ہوں پھر بھی جس وقت سے آپ گئے ہیں، مستقل دعا کر رہی تھی کہ کاش میرے بیٹے کا ایکسیڈنٹ ہو گیا ہو۔۔۔۔۔اور آپ

باپ ہو کر بھی بیٹے کو لیے بغیر آ گئے ہیں۔"

مصطفیٰ عظیم نے ان کے طرف دیکھا پھر نظریں چراتے ہوئے سر پکڑ کر بیٹھ گئے۔

کسی خیال کے تحت مزمل نے انیقہ کو مخاطب کیا۔

"انیقہ! تم دھیان سے وجدان کے کمرے کی تلاشی لو۔شاید وہ اپنا کوئی سراغ چھوڑ گیا ہو۔"

"آپ کے کہنے سے پہلے ہی میں یہ کام کر چکی ہوں اور مجھے اسکے کمرے سے ایسی کوئی چیز نہیں ملی،البتہ۔۔۔۔۔۔۔۔"اتنا بول کر وہ چپ ہوئی تو مزمل فوراً بولا۔

"کیا؟"

"وجدان کا CNIC،اسکا ڈرائیونگ لائسنس اور چیک بک وغیرہ سب غائب ہے۔میں نے باقی جگہ بھی چیک کیے ہیں مگر نہیں ملے۔"وہ جو کہنا چاہتی تھی سب پل میں سمجھ گئے۔

"اسکا مطلب وجدان اپنے ضروری ڈاکومنٹس اور چیک بک ساتھ لے گیا ہے اور

اگر ایسا ہے تو وہ جہاں بھی گیا ہے، یقیناً واپسی کے ارادے سے نہیں گیا۔" ساجد پریشان کن لہجے میں بولا۔ مصطفیٰ عظیم تو کچھ کہنے کے لائق ہی نہیں رہے تھے اور عائشہ بھی دوپٹہ میں منہ چھپا کر سسکنے لگیں۔ آفاق نے انیقہ سے پوچھا۔

"اسکے استعمال کی چیزوں میں اور کیا غائب ہے؟"

"اور تو کچھ بھی نہیں۔ اسکے کپڑے جوتے اور باقی سامان سب اپنی جگہ پر ہے بلکہ اسکا والٹ بھی مجھے بیڈ کی دراز میں رکھا ملا تھا اور تو اور وہ ملیحہ کی تصویریں بھی گھر پر چھوڑ کر گیا ہے۔"

"ملیحہ کی تصویریں؟" ایک دم ہی آفاق کے لہجے سے حیرت بھری آواز نکلی۔

"ہاں۔" انیقہ نے کہا پھر ایک لفافہ آگے بڑھاتے ہوئے بولی۔ "یہ مجھے وجدان کی کتابوں میں رکھا ہوا ملا تھا۔"

آفاق سے پہلے مزمل نے وہ لفافہ اسکے ہاتھ سے لے کر تصویریں نکالیں اور ایک تصویر پکڑ کر باقی مصطفیٰ عظیم کے ہاتھ میں دے دیں۔ ساجد نے انکے ہاتھ سے دو

تصویریں لے کر ایک آفاق کو دی اور ایک خود دیکھنے لگا۔ پہلی نظر میں وہ پہچان گیا یہ وہی تصویریں تھیں جو وجدان نے اسکے کیمرے سے کھینچی تھیں۔ مگر اسے تردّد ہوا، یہ کیسے معلوم ہو کہ یہی ملیحہ ہے۔ عائشہ مصطفیٰ نے تصویروں کی طرف ہاتھ نہیں بڑھائے۔ وہ یقیناً تصویریں پہلے ہی دیکھ چکی تھیں۔

"تم کیسے کہہ سکتی ہو کہ یہ ملیحہ کی تصویریں ہیں؟" مصطفیٰ عظیم نے وہ سوال کیا جو سب کے ذہنوں میں تھا۔

"میں ملیحہ سے مل چکی ہوں۔" اس نے بم پھوڑا تھا۔ سب کے منہ حیرت سے کھل گئے۔ مزمل نے سر سراتے لہجے میں پوچھا۔

"کب؟"

وہ بتانے لگی۔ "جس دن وجدان کا ایکسیڈنٹ ہوا تھا، وہ وجدان سے ملنے گھر آئی تھی اور اس نے خود بتایا تھا کہ وہ ملیحہ فاروقی ہے۔ پھر اپنا نمبر دے کر کہا تھا کہ وجدان سے کہوں اسے کال کرلے۔ لیکن میں نے اس سے نمبر لے کر پھاڑ دیا۔"

www.novelsclubb.com

"ویسے اب تو یہ بات صاف ہو چکی ہے کہ وجدان گھر چھوڑ کر چلا گیا ہے۔" بے دلی سے ملیحہ کی تصویر ٹیبل پر ڈالتے مزمل کے لہجے میں مایوسی تھی۔

"میرا خیال ہے اب ہمیں پولیس کی مدد لے لینی چاہیے۔ شاید وہ اسے ڈھونڈ سکیں۔" مصطفیٰ عظیم کے چہرے پر ویرانی مستقل ڈیرہ ڈال چکی تھی۔ وہ کمزور سے لہجے میں کسی کو مخاطب کیے بغیر بولے تھے۔

لاونج میں بیٹھا ہر شخص انکے اندر کی تھکن کو محسوس کر کے سر جھکا گیا۔ پریشانی سے ہونٹ کاٹتی انکی آنکھیں نم ہو رہی تھیں۔ وجدان سے انکی محبت ڈھکی چھپی نہیں تھی۔ انکے لیے یہ سانحہ واقعی بہت عظیم تھا۔ شوہر کو ناامید ہوتے دیکھ کر عائشہ کی اپنی طاقت بھی کمزور پڑ گئی تھی۔ انہوں نے اپنی آنکھوں کو چھلکنے سے باز رکھنے کے لیے کوئی کوشش نہیں کی۔ انکو روتے دیکھ کر مزمل کی افسردگی گہری ہو گئی۔ اسے بیک وقت وجدان پر غصہ بھی آ رہا تھا اور اسکے لیے بڑے بھائی کی طرح پریشان بھی ہو رہا تھا۔ مصطفیٰ عظیم طویل خاموشی کے بعد تھکے ہوئے لہجے میں بولے۔

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

"تم نے مجھ سے میرا بیٹا چھین لیا ہے عائشہ!"

انہوں نے اپنے شوہر کی طرف دیکھا اور بے بسی سے بولیں۔

"مگر میں تو اجازت دے چکی تھی مصطفیٰ صاحب! پھر کیوں۔۔۔۔۔؟" بات ادھوری چھوڑ کر وہ آنسو پینے لگیں۔

******

"دھڑکنیں تھم جاتی ہیں، سانسیں رک جاتی ہیں مگر وقت نہیں رکتا۔" نورالھدیٰ نے سوچا۔ آج ملیحہ کا سوئم بھی ہو گیا تھا۔

"تم بہت بڑے وکیل ہو نہ منیر حسین! ایک بات بتاؤ گے؟" قالین پر بچھی چاندنی پر بیٹھے بابا جان نے اپنے سامنے بیٹھے منیر حسین سے سوال کیا۔

"اگر کوئی شخص کسی کو قتل کر دے تو مقتول کے ماں باپ کو یہ حق ہوتا ہے کہ اگر چاہیں تو اپنی اولاد کے قاتل کو معاف کر دیں لیکن اگر باپ ہی اپنی اولاد کا قاتل ہو تو خون کون معاف کرے گا؟"

منیر حسین انکے سوال پر حیران ہوتے ہوئے بولے. "بچے کی ماں۔"

"اور اگر ماں پہلے ہی مر چکی ہو تو؟"

"آپ اس طرح کی باتیں کیوں پوچھ رہے ہیں بھائی صاحب؟"

"کیونکہ میں معافی مانگنا چاہتا ہوں۔ لیکن جن کا گناہ گار ہوں، نہ مجھ میں انکا سامنا کرنے کی ہمت ہے اور نہ ان سے معافی ملنے کی امید۔ میں جاننا چاہتا ہوں انکے سوا وہ کون شخص ہے جو مجھے معاف کر سکتا ہے۔"

ایک دم ہی انکی آواز میں لرزش آگئی اور آنکھ سے آنسو بہنے لگے۔ انکی طرف دیکھتے ہوئے نور الہدیٰ نے اپنے جبڑے بھینچ لیے اور لاتعلق سے گردن موڑ کر دوسری طرف دیکھنے لگے۔

"ایسا کیا گناہ کیا ہے آپ نے؟" منیر حسین حیرت سے پوچھ رہے تھے۔ باباجان نے نے اپنے کانپتے ہونٹوں سے توقف کے بعد کہا۔

"میں نے ملیحہ کو قتل کیا ہے۔"

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

اس انکشاف کو سن کر سب منہ کھولے انہیں حیرت سے دیکھنے لگے۔

"آپ جانتے ہیں بھائی صاحب! آپ کیا کہہ رہے ہیں؟" افتخار سرسراتی آواز میں بولے۔

"ہاں مگر تم نہیں جانتے افتخار! کہ کیسے میں نے اپنی خود پسندی، ضد اور ہٹ دھرمی کا سلو پوائزن دے کے ملیحہ کو مار ڈالا۔ کیسے اپنے فیصلے کی الٹی چھری سے اسکے شہ رگ کاٹی ہے، کس طرح اپنی انا کے ہاتھوں اسکے دل کا گلا گھونٹا ہے۔ ایک پل کی موت نہیں دی اسے، پل پل اسکے جسم سے روح کھینچی ہے۔ تڑپا تڑپا کر مارا ہے۔ اپنی بیٹی کو لمحہ لمحہ اذیت بخشی ہے۔" نورالہدیٰ کے لیے انکا اعتراف بھی ناقابلِ برداشت تھا۔ وہ غیر محسوس انداز میں اٹھے اور باہر نکل گئے۔

"لیکن کیوں؟" افتخار حسین حیرت سے سوال کر رہے تھے۔ "آخر ملیحہ سے کیا گناہ سرزرد ہوا تھا؟"

باباجان تڑپ کر بولے۔ "میری بیٹی معصوم تھی افتخار حسین! اسکے نامہ اعمال میں

کوئی گناہ درج نہیں۔ہاں۔۔۔۔مگر میں نے محبت کو اسکا گناہ جانا۔"

"محبت" آمنہ خالہ نے دھرایا۔

"ہاں محبت۔میری بیٹی نے محبت کی تھی۔"

"کس سے؟"

باباجان نے بڑی ممانی کو دیکھا اور کیا۔"وجدان مصطفی سے."

"کیا.؟" سمیرا اور آفاق کے سوا ہر شخص شاکڈ رہ گیا تھا۔بے ساختہ سب کی نگاہوں میں ملیحہ کا جنازہ اٹھائے وجدان کا چہرہ گھوم گیا۔

"میں ملیحہ کی شادی نہیں کر رہا تھا افتخار! بلکہ اپنی بیٹی کی موت کا وقت، دن اور تاریخ طے کر رہا تھا"۔

انکی آواز لڑکھڑا گئی اور وہ کانپتے لہجے میں بولے."اور دیکھو ذرا، موت نے ایک پل کی بھی تاخیر نہیں کی۔" پھر وہ بلند آواز میں روتے ہوئے بے بسی سے کہنے لگے۔

"میری ملیحہ کو کوئی ڈھونڈ لائے۔میں اسکے پیروں پر سر رکھ کر معافی مانگنا چاہتا

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

ہوں۔"

افتخار حسن کا اپنا دکھ کچھ کم نہیں تھا۔ جسکے چہرے میں اپنی مرحومہ بہن کا عکس دیکھتے تھے وہ آئینہ ٹوٹ گیا تھا۔ انہیں خود بھی ملیحہ سے بڑی محبت تھی۔ وہ جب بھی باباجان کو دیکھتے تھے انہیں ان پر ترس آتا تھا، اللہ نے کتنی دیر سے اولاد دے کر کتنی جلدی واپس لے لی تھی. مگر اب انکے دل میں باباجان کے لیے کوئی ہمدردی باقی نہیں رہی تھی۔ وہ یوں بے حس نگاہوں سے انہیں روتے ہوئے دیکھ رہے تھے جیسے انکے آگے تماشہ چل رہا ہو۔

"کس امید پر معافی کی بات کرتے ہیں بھائی صاحب؟" وہ سرد لہجے میں بولے۔ جب آپ نے اپنی ہی بیٹی کی بے گناہی نہیں بخشی تو کوئی آپکے گناہ کیسے بخش سکتا ہے؟ مجھ میں تو اتنا ظرف نہیں کہ میں اس بے حس پر ترس کھاؤں جس نے اپنی اولاد پر ترس نہیں کھایا۔ کیا آپ میں اتنا ظرف ہے کہ خود پر ترس کھائیں، خود کو معاف کر سکیں؟"

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

باباجان نے مجرموں کے انداز میں سر جھکالیا۔

"جب آپ خود کو معاف نہیں کر سکتے تو بتائیں کوئی اور آپ کو کیسے معاف کرے گا؟"

وہ رکے، پھر ٹوٹے ہوئے لہجے میں کہنے لگے۔"میں جانتا تھا، آپ خود پسند ہیں۔ اپنی انا، اپنی ضد آپ کو ہر چیز سے پیاری ہے۔ مگر میں سوچتا تھا، آخر آپ ملیحہ کے باپ ہیں۔ جو کچھ اسکے لیے آپکے دل میں ہے، کسی کے دل میں نہیں ہو سکتا۔ میں کتنا صحیح تھا، جو سنگ دلی ملیحہ کے لیے آپ میں تھی، وہ اور کسی میں نہیں۔" وہ بول کر چپ ہو گئے تو باباجان کہنے لگے۔

"رک کیوں گئے افتخار! مرنے والی سے تمہارا خون کا رشتہ تھا۔ کو سو مجھے! طعنے دے دے کر مار ڈالو۔ ہاتھ اٹھاؤ اور بد دعا مانگو میرے لیے۔ کوئی ایسی سزا منتخب کرو جس سے میری روح کانپ جائے۔"

"سزا کا انتخاب ہو چکا ہے بھائی صاحب!" آمنہ خالہ شعلہ بار نگاہوں سے انہیں

دیکھ رہی تھیں۔"اب آپ عمر بھر خود کو کوسیں گے۔اپنے خالی دامن کو پھیلا کر خود کو بددعائیں دیں گے۔آپکا نقصان آپ کو یاد آآ کر آپکی روح کو تڑپائے گا۔اپنا گناہ جتنا بڑا ہے،اسکے لیے یہی مناسب ہے کہ آپ عمر بھر خود سے معافی کی بھیک مانگتے رہیں اور عمر بھر خود کو معاف نہ کر سکیں۔" باباجان کا چہرہ لٹھے کی مانند سفید پڑ گیا تھا۔افتخار حسن اٹھ کھڑے ہوئے تو سب انکی تقلید میں اٹھ کر جانے لگے۔

"تم مجھے معاف کیے بغیر نہیں جا سکتے افتخار!" وہ حواس باختہ سے اٹھ کر انکے پاس آئے۔

"اور میں آپ کو کبھی معاف نہیں کر سکتا۔"افتخار حسن نے ہمیشہ انہیں احترام دیا تھا۔ان سے بات کرتے ہوئے ہمیشہ نظریں جھکا کر رکھتے تھے مگر آج انکے دل میں باباجان کا احترام ختم ہو چکا تھا۔وہ بدلحاظی سے بول کر انکا ہاتھ جھٹکتے آگے بڑھ گئے۔

"رک جاؤ منیر حسن!" باباجان نے اب انکا بازو تھاما۔

"آپ کس رشتے سے مجھے روکتے ہیں بھائی صاحب؟ میری بہن کو گزرے ہوئے برسوں بیت گئے اور آج اسکی بیٹی بھی مر گئی۔اب اپکا ہم سے کیا واسطہ؟ جایئے بھائی صاحب! اللہ آپ کو اپنا عذاب مبارک کرے۔" وہ سختی سے انکا ہاتھ جھٹک کر باہر نکل گئے اور انکے پیچھے ممانیاں، خالہ اور تمام کزنز بھی۔

اب قصرِ فاروقی میں انکا کیا رکھا تھا۔

نورالھدیٰ لان میں ٹہل رہے تھے۔ان لوگوں کو اندر سے نکل کر گاڑیوں میں بیٹھتے دیکھ کر وہ تیزی سے پورچ میں آ گئے۔افتخار حسن بیٹھنے کے لیے دروازہ کھول چکے تھے۔

www.novelsclubb.com

"ماموں جان!" نورالھدیٰ نے پیچھے سے آکر دروازہ پر ہاتھ رکھ دیا۔افتخار حسن پلٹ کر انہیں دیکھنے لگے۔

"بولو نورالھدیٰ! ویسے اب لگتا تو نہیں کہ کہنے کو کچھ باقی بچا ہے." مجرم نہ ہوتے ہوئے بھی نورالھدیٰ کو مجرم سمجھنے لگے۔انہوں نے سر جھکا لیا اور صفائی دینے کے

انداز میں آہستہ سے بولے۔

"میں لاعلم تھا ماموں جان!"

"جانتا ہوں۔" انکا لہجہ تھکا تھکا سا تھا۔ نورالہدیٰ انکا چہرہ دیکھ کر ملتجی انداز میں بولے۔

"مجھ سے اپنا رشتہ مت توڑیئے گا ماموں جان!"

"تم سے میرا رشتہ ہی کب تھا؟" وہ اچانک ہی سفاک ہو گئے۔

"اور جس سے رشتہ تھا، وہ اب نہیں رہی۔ ہاں مروّت باقی تھی۔ لیکن اب مروت نبھانے کا حوصلہ کہاں سے لاؤں؟ نہیں نورالہدیٰ اب قصرِ فاروقی میں میرے لیے کچھ بھی نہیں بچا۔ سب ٹھکانے لگ چکا ہے۔"

"آپ بابا جان سے ناراض ہیں؟"

"تم نہیں ہو؟" انہوں نے پلٹ کر سوال کیا۔

"ہوں۔" ہونٹ دبا کر بولتے وہ سر اقرار میں ہلانے لگے۔ "لیکن انہیں چھوڑ کر

نہیں جاسکتا۔"

وہ نورالہدیٰ کو دیکھ کر رہ گئے پھر "اللہ حافظ !" کہہ کر گاڑی میں بیٹھ گئے۔

نورالہدیٰ دو قدم پیچھے ہٹے اور وہ گاڑی نکال کر لے گئے۔وہ کھڑے پورچ کی زمین کو گھور رہے تھے۔

انہیں باباجان کا خیال آیا تو اندر آ گئے۔مگر انکے قدم انٹرنس سے آگے نہ جاسکے۔

گلاس وال کے ایک طرف لاونج میں باباجان اپنے سر کو بازو میں چھپائے بیٹھے ملیحہ کو مخاطب کر کے کہہ رہے تھے۔

"تم کیا مجھ سے منہ موڑ کر چلی گئیں؟ ہر کوئی مجھ سے منہ موڑ رہا ہے۔۔۔۔۔یہ کیسی روایت ڈال گئی ہو، یہ سزا ہے کہ کوئی مجھے سزا کے قابل نہیں سمجھتا۔نہ سزا ملتی ہے نہ معافی۔۔۔۔۔۔کفارہ کیسے ادا ہو؟" نورالہدیٰ پتھر کی طرح ایستادہ ہو گئے تھے۔انکے دل کی حالت عجیب ہو رہی تھی۔ایک طرف انکا دل چاہ رہا تھا کہ باباجان کو گلے لگالیں، دوسری طرف دل چاہتا تھا منہ پھیر کر بھاگ کھڑے ہوں۔

ایک محبت آگے کو کھینچ رہی تھی۔دوسری پیچھے کو۔وہ کشمکش میں الجھ گئے۔سوچ سوچ کر انکادماغ پھٹنے لگاتو بے رحمی سے دل میں باباجان کو مخاطب کر کے بولے۔

"فکر مت کریں باباجان! میں آپ کو سزادونگا۔۔۔۔۔وہی سزاجو آپ نے عمر بھر ملیحہ کو دی۔"اور بڑی بے اعتنائی سے وہ چلتے ہوئے باباجان کے پاس سے گزر کر سیڑھیاں چڑھنے لگے۔روتے ہوئے باباجان نے سر اٹھا کر انہیں دیکھااور حیرت سے سوچنے لگے۔

"بے حسی کی صفت نورالھدیٰ میں تو نہیں تھی."

*****

www.novelsclubb.com

"کاش تم نے پہلے بتادیا ہوتا آفاق! تو شاید یہ سب نہ ہوتا."

"تب بھی یہی ہوتاتایاابو! آج پھوپھاجان کی جو حالت ہے،وہ صرف اس لیے ہے کہ ملیحہ اب اس دنیامیں نہیں۔لیکن اگر وہ زندہ ہوتی تو پھوپھاجان کسی بھی قیمت پر وجدان کو قبول نہیں کرتے۔انکی سخت طبعیت کو آپ مجھ سے بہتر جانتے ہیں۔اور

رہ گئی ملیحہ تو کون نہیں جانتا کہ اسے ہارنے کا شوق تھا۔جب وہ ہی ہتھیار ڈال چکی تھی تو آپ کیا کر لیتے؟"افتخار حسن جانتے تھے وہ صحیح کہہ رہا ہے،اس لیے چپ سے ہو گئے۔لیکن منیر حسن مطمئن نہ ہو سکے۔

"پھر بھی آفاق! تمہیں بتا دینا چاہیے تھا۔شاید کوئی راستہ نکل پاتا۔ملیحہ نے کون سا کسی گئے گزرے کا انتخاب کیا تھا؟وہ آخر کس بیس پر وجدان کو ریجیکٹ کرتے؟ بس ایک ذرا انکی انا ہی تو تھی۔۔۔۔ٹوٹ جاتی۔"

"آفاق صحیح کہہ رہے ہیں چاچو! واقعی کوئی راستہ نہیں تھا۔ملیحہ کبھی بھی پھوپھا جان کی مرضی کے بغیر وجدان سے شادی نہیں کرتی اور پھوپھا جان بھی اسکی اس کمزوری سے واقف تھے۔پھر بھلا وہ رضامندی دیتے ہی کیوں؟ بلکہ سچ تو یہ ہے، ملیحہ کی اس کمزوری نے ہی پھوپھا جان کی انا کو آسمان پر چڑھا رکھا تھا۔میں مانتی ہوں انکا رویہ ہمیشہ ہی ملیحہ کے ساتھ ناروا رہا تھا۔لیکن ملیحہ نے بھی تو کبھی پلٹ کر شکایت نہیں کی۔پھر وہ کیوں احساس کرتے؟"

"اب ان باتوں کا کیا فائدہ؟ جتنا ذکر کرو گے، اتنا ہی دل جلے گا۔ بس اب ختم کرو اس قصے کو۔" چھوٹی ممانی کے لیے سچ مچ یہ ٹاپک تکلیف دہ تھا۔ وہ جھنجھلا کر بولیں۔

"آفاق! مجھے وجدان کے پاس لے جاؤ۔ نہ جانے کس حال میں ہو گا۔" افتخار حسن فکر مند سے ہو گئے تھے۔ آفاق انکی طرف دیکھ کر رہ گیا۔

"ایسے کیا دیکھ رہے ہو؟"

آفاق نے نظر جھکالی. "یہی تو پتہ نہیں چل رہا وہ کس حال میں ہے۔"

"کیا مطلب؟" آمنہ خالہ نے ٹھٹک کر پوچھا۔

"وجدان پرسوں رات سے لاپتہ ہے۔"

"کیا کہا؟" بڑی ممانی سہم کر بولیں۔

"میں ٹھیک کہہ رہا ہوں۔ وجدان گھر سے چلا گیا ہے۔ پرسوں جب میں اسے قبرستان سے لے کر آیا تو اسکی دماغی حالت نارمل نہیں تھی۔ پھر میں نے ہی اسے گھر ڈراپ کیا تھا۔ یہ سوچ کر کہ کچھ دیر آرام کرنے سے اسکی حالت سنبھل جائے

www.novelsclubb.com

گی۔ مگر وہ گھر سے چلا گیا۔ اسکے نکلتے ہی انکل اور مزمل بھائی اسکے تلاش میں لگ گئے تھے مگر کوئی فائدہ نہیں ہوا۔ وہ ابھی تک لاپتہ ہے۔ سب دوستوں، رشتہ داروں کے گھر چیک کر لیا۔ پورے شہر کے اسپتال دیکھ لیے لیکن وہ نہیں ملا۔ کل میں اور ساجد، مزمل بھائی اور انکل کے ساتھ مل کر سارا دن اسے سڑکوں اور پارکوں میں تلاش کرتے رہے ہیں۔ شہر کا کوئی کونہ ایسا نہیں چھوڑا ہم نے جہاں اسے نہ ڈھونڈا ہو۔۔۔۔۔۔ سمجھ نہیں آتا اسے زمین نگل گئی یا آسمان۔۔۔۔۔۔ کہیں سے کوئی خبر تک نہیں ملتی۔ اب تو پولیس میں بھی رپورٹ کرا دی ہے اور صبح کے سب اخباروں میں اسکی گمشدگی کا اشتہار بھی چھپ گیا ہے۔ دعا کریں کہیں سے کوئی اطلاع مل جائے۔"

اس نئی افتاد پر ہر کوئی چپ سا ہو گیا۔

"یا اللہ! یہ کیا ہو رہا ہے؟ ہر طرف سے بری خبریں مل رہی ہیں۔ سکون تو جیسے اب رخصت ہو گیا ہے۔" افتخار حسن گھبرا کر بولے۔ منیر حسن نے ایک نظر اپنے بھائی

کو دیکھا جو ٹوٹ سے گئے تھے۔ پھر آفاق سے تیز لہجے میں بولے۔

"تم یہ سب آج بتا رہے ہو۔"

"اور کیا کرتا؟ جو سانحہ گزر چکا ہے وہ کیا کم ہے جو میں آپ سب کو اور پریشان کرتا۔"

"اچھا اب یہ باتیں چھوڑو۔" بڑی ممانی پریشان سے لہجے میں بولیں پھر اپنے شوہر سے کہا۔ "افتخار! ہمیں وجدان کے گھر چلنا چاہیے۔"

"تائی جان! آپ وہاں نہ ہی جائیں تو بہتر ہے."

"کیوں؟" وہ اسے دیکھ کر بولیں۔

"کیونکہ آپ بار بار ملیحہ کا نام لے کر رونے لگتی ہیں اور میں نے وجدان کے گھر والوں کو ملیحہ سے اپنے رشتے کے بارے میں کچھ نہیں بتایا ہے اور شاید وجدان نے بھی ایسی کوئی بات نہیں کی۔ ورنہ وہ ضرور ذکر کرتے۔ پھر انہیں ملیحہ کے انتقال کے بارے میں بھی کوئی اطلاع نہیں۔"

"لیکن تم نے یہ سب ان سے کیوں چھپایا جبکہ اسکے ضرورت نہیں؟" منیر حسن کی بات سن کر آفاق نے کہا۔

"تو کیا بتاتا کہ ملیحہ کی موت کے صدمہ نے وجدان کے دماغ پر گہرا اثر کیا ہے اور اس نے ہوش مندی میں نہیں بلکہ پاگل پن کی کیفیت میں گھر چھوڑا ہے تاکہ انکے دلوں سے رہاسہا اطمینان بھی رخصت ہو جائے جیسے میرے دل سے رخصت ہو گیا ہے۔اور اب تو دردر بھٹکتا وہ سچ مچ پاگل ہو گیا ہو گا۔۔۔۔۔غلط لوگوں کو دل میں جگہ دی۔ان دونوں نے تو اپنے دل کے آگے کسی اور کے دل کی پرواہ ہی نہیں کی۔" آفاق دل گرفتہ ہو گیا۔وہ چشمِ تصور سے وجدان کو قریہ قریہ دیوانوں کی طرح بھٹکتے دیکھ رہا تھا.

******

مغرب کی نماز کے بعد نمازی مسجد سے نکل رہے تھے جب وہ خستہ حال شخص یکدم کہیں سے آدھمکا۔اسکے سر کے بال اور بڑھی ہوئی داڑھی میں گرد جمی ہوئی

تھی۔ کپڑوں کی حالت ابتر ہو رہی تھی۔ ڈھیروں مٹی لیے زخمی پاؤں جوتے کی قید سے آزاد تھے۔ وہ یقیناً کوئی دیوانہ ہی تھا جو ایک ایک کو پکڑ کر پوچھ رہا تھا۔

"تم نے انہیں دیکھا ہے؟......ابھی ابھی وہ ادھر تھیں۔۔۔۔۔ نہیں نہیں۔۔۔۔۔۔ادھر۔۔۔۔۔ نہیں ادھر۔۔۔۔۔ہاں ادھر ہی تھیں۔ پھر پتہ نہیں کدھر گئیں؟ انہیں جاتے دیکھا ہے؟" اس نے پہلے مسجد کی سیڑھیوں کی طرف اشارہ کیا، پھر فوراً ہی انہیں منع کرتے وہ اندر برآمدر کی طرف اشارہ کرنے لگا مگر کسی نے اس پر دھیان نہیں دیا۔ ہر شخص اس سے بچ کر نکلنے کی کوشش میں تھا۔ وہ التجائیں کرنے لگا۔

www.novelsclubb.com

"کوئی تو بتا دے وہ کہاں گئیں؟ کب سے ڈھونڈ رہا ہوں۔ کوئی تو مجھے بھیک میں انکا دیدار دے دے۔" اپنی فریاد کے رائیگا جانے پر اس نے ایکدم ہی سفید کاٹن کے کلف لگے شلوار قمیص میں ملبوس سیاہ رنگت کے موٹے سے آدمی کو دبوچ لیا۔

اس پر جنون سوار ہونے لگا تھا۔ موٹے کو جھنجھوڑتے وہ چیخنے لگا تھا۔

"تو مجھے بتا وہ کہاں ہیں؟.... بتا۔ میں جانتا ہوں تجھے پتا ہے۔ بول کدھر ہیں وہ؟"

وہ پہلے تو اس افتاد پر گھبرا گیا۔ پھر خود کو چھڑا کر حقارت سے زوردار تھپڑ اسکے گال پر جڑ دیا۔

"ہٹ پاگل کہیں کا۔ سارے کپڑوں کا ستیاناس کر دیا۔"

وہ تھپڑ کھا کر گر پڑا۔ تبھی اسے نمازیوں کی بھیڑ کے اندر کسی کی جھلک نظر آئی۔ وہ جھٹکے سے اٹھ کر اسکی طرف بڑھا۔ موٹے شخص نے جو اس پاگل کو اٹھ کر اپنی طرف بڑھتے دیکھا تو حواس باختہ سا ہو کر اس نے فوراً جھک کر ایک پتھر اٹھایا اور تاک کر اسکی طرف پھینک دیا۔ اسکے سر سے خون کا فوارہ چھوٹ گیا۔ وہ بس ایک پل کو ماتھے پر ہاتھ رکھ کر دوہرا ہوا تھا۔ پھر بہتے خون کی پرواہ چھوڑ کر وہ بے اختیار اسکی طرف بڑھا۔ موٹے شخص نے جو بدستور اسے اپنی طرف آتے دیکھا تو ایک اور پتھر اٹھا کر اسے دے مارا۔ پھر ایک ساتھ کئی پتھر اس نے ہاتھ میں اٹھا لیے اور ایک کے بعد ایک مارنے لگا۔ باقی نمازیوں نے جو ایک پاگل کو اس موٹے آدمی سے

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

بھڑتے دیکھا تو وہ بھی اس پر پل پڑے۔

"شرم نہیں آتی، نمازیوں کو پریشان کرتا ہے۔ ہٹا کٹا مسٹنڈا ہو کر آوارہ گردی کرتا ہے۔ مسجد جیسی متبرک جگہ تیری بدمعاشی کے لیے نہیں ہے۔" ہر طرف سے ایسے جملے پڑ رہے تھے اور اسی رفتار سے لاتیں اور گھونسے بھی۔ مگر وہ خوشبوؤں میں ڈھلے اس پیکر پر نظر جمائے اپنا ایک ہاتھ اسکی طرف بڑھاتا بدن کی پوری طاقت لگا کر خود کو ان لوگوں کے چنگل سے چھڑانے کی کوشش کر رہا تھا۔ پر اسکی ایک نہ چلی۔ اسے اتنے سارے بے رحم لوگوں کے شکنجے میں دیکھ کر انکی جھیل سی آنکھوں میں طغیانی آگئی پھر جیسے اس سے برداشت نہ ہو سکا اور وہ اچانک ہی پلٹ کر بھاگنے لگی۔

"رک جائیں۔ مت جائیں مجھے چھوڑ کر۔"

وہ چلایا پھر اپنے ارد گرد موجود لوگوں کو دھکیلنے لگا وہ جب تک چپ کر کے پٹتا رہا، لوگ اسے پیٹتے رہے۔ اب جو وہ انہیں دھکے مار کر خود کو چھڑانے لگا تو سب اسے

چھوڑ کر خوفزدہ سے پیچھے ہو گئے اور وہ اسکے پیچھے بھاگا جو نظر سے اوجھل ہوتی جا رہی تھی۔۔ پھر بھاگتے بھاگتے اسے پتھر سے ٹھوکر لگی اور وہ منہ کے بل زمین پر گر پڑا۔اسکے دانتوں سے خون نکل آیا تھا۔اس نے سر اٹھا کر اسکی طرف دیکھا جدھر وہ گئی تھی۔ پھر گھبرا کر چاروں طرف نظر گھمائی۔ لیکن وہ اسے کہیں نظر نہیں آئی۔ بے بسی کے احساس سے اسکی آنکھیں برسنے لگیں۔اوندھے منہ لیٹے اس نے سر اٹھا کر آسمان کو دیکھا اور کرب سے فریاد کی صورت میں پکارا۔

"یا اللہ!" لوگ ہنس رہے تھے، بچے پاگل پاگل کی صدائیں لگاتے تالیاں بجا رہے تھے اور وہ زمین پر پوری طاقت سے ایک ہاتھ کا مکا بنائے زمین کو پیٹ پیٹ کر اپنے ہاتھ زخمی کر رہا تھا۔دھول اڑ اڑ کر اس کے چہرے پر پڑ رہی تھی اور وہ کرب سے چلاتا جا رہا تھا۔قریب ہی ایک دکان کے باہر کھڑا شخص اس تماشے سے محظوظ ہوتا اپنے سامنے کھڑے آدمی سے بولا۔

"دیکھو یار! کیا تماشہ چل رہا ہے؟"

"ارے یہ تو کچھ بھی نہیں۔ادھر دیکھو،اصل تماشے کی خبر آج اخبار میں چھپی ہے۔سنتے آئے ہیں لڑکیاں گھر سے بھاگتی ہیں۔پر اب تو لڑکے بھی گھر سے بھاگنے لگے۔"اس نے مطلق دھیان نہ دیتے ہوئے اخبار میں چھپی خوش شکل اور خوش لباس نوجوان کی تصویر اسے دکھائی جسکے نیچے لکھا تھا۔

"نام،وجدان مصطفیٰ ولد مصطفیٰ عظیم،عمر پچیس سال،رنگت سانولی،قد پانچ فٹ گیارہ انچ،بلیک شرٹ بلیک پینٹ میں ملبوس ہے اور پیروں میں بوٹ پہنے ہوئے ہیں۔ناراض ہو کر گھر سے چلا گیا ہے۔اگر کسی صاحب کو وجدان مصطفیٰ کے بارے میں اطلاع ہو تو براہِ مہربانی نیچے دیئے گئے ٹیلی فون نمبر زپر رابطہ کریں۔اطلاع دینے والے کو ایک لاکھ روپے نقد انعام دیا جائے گا۔"اس نے اپنے ساتھی سے اخبار لے کر بلند آواز میں خبر پڑھی اور دونوں ایک دوسرے کے ہاتھ پر ہاتھ مار کر ہنسنے لگے۔

******

بابا جان کی پہلے بھی کوئی خاص مصروفیت نہیں تھی۔ بس بوائی اور کٹائی کے سیزن میں نگرانی کے لیے زمین پر چلے جاتے یا پھر اگر کوئی تنازع کھڑا ہو جاتا تو اسکے حل کے لیے انہیں جانا پڑتا۔ منافع اور اخراجات اندراج بھی انکا سر درد تھا۔ مگر جب وہ قصر فاروقی میں ہوتے تو واقعی ریٹائرڈ لائف گزارا کرتے۔ فراغت و فراوانی میں یا تو ملک ناصر کے گھر پر ہوتے یا ملک ناصر، قصرِ فاروقی میں ڈیرا ڈالے بیٹھے رہتے۔ دونوں دوست جوانی کے قصوں اور آرمی لائف کی یادوں کو دہراتے، شطرنج کی بساط پر ایک دوسرے کو شہ مات دیتے رہتے، مگر ملیحہ کے جانے کے بعد سب کچھ بدل گیا تھا۔ زمینوں کے معاملات میں انکی دلچسپی تھی۔ منشی جو چاہے فصل بوتا، جس دام پہ چاہتا فصل منڈی میں بیچ آتا۔ کوئی بازپرس نہ کرتے۔ کتنی بار نور الہدی سے بھی کہا کہ اب وہ زمینوں کے معاملات ہینڈل نہیں کر پاتے، اس لئے نور الہدی انکا انتظام اپنے ہاتھ میں لے لیں۔ مگر نور الہدی نے صاف جواب دے دیا۔

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

"اگر زمینوں کے معاملات نہیں سنبھال سکتے تو بیچ دیں۔ مجھے اپنے بزنس سے فرصت نہیں۔"

اور زمینوں کو بیچنا، باباجان کو گوارا نہیں تھا۔ خیر کسی نہ کسی طرح معاملات چلتے رہے۔ باباجان اپنے کمرے تک محدود ہو گئے تھے۔ ملک ناصر کی طرف جانا بھی چھوڑ دیا تھا۔ لیکن وہ خود آجاتے۔ مگر اب شطرنج کی بساط نہیں بچھتی تھی۔ بس ملیحہ کا ذکر ہوتا رہتا اور ملیحہ کے ذکر میں خوشی کہاں تھی؟ انکی تو پوری زندگی پچھتاوا بن گئی تھی اور پچھتاوے کا احساس کسی پل انکا پیچھا نہیں چھوڑتا تھا۔ انکے پاس ملیحہ کو یاد کر کے آنسو بہانے کے سوا کوئی کام نہیں تھا۔ احساسِ جرم سے بے حال وہ بند کمرے میں ملیحہ کی تصویر کے آگے چلایا کرتے تھے۔

"ملیحہ میری جان! اپنے بابا کو معاف کر دو۔ میرے گناہ بخش دو بیٹا! ترس کھاؤ اپنے باپ پہ۔" وہ ملیحہ کی ڈائری کو سینے سے لگائے روتے جاتے۔ نورالہدیٰ کی بے اعتنائی اس سے سوا تھی۔ انہوں نے باباجان سے نا کوئی جھگڑا کیا نا ناراضی کا اظہار۔

بس ان سے لاتعلق ہو گئے۔ باباجان کی چیخیں انکے کانوں تک بھی آتی تھیں، مگر وہ کبھی انہیں دلاسا دینے نہیں آئے۔ الٹا اپنی سرد مہری سے انکے احساسِ جرم کو اور بڑھا جاتے۔ انہوں نے باباجان کو گھر میں رکھے سامان کی طرح سمجھ لیا تھا۔ کبھی انکے کمرے میں جھانکا تک نہیں۔ اور اگر کبھی باباجان ہی انکے پاس چلے آتے تو اس طرح نظر انداز کرتے کہ وہ کٹ سے جاتے۔ مگر شکایت کیسے کرتے؟ انہوں نے بھی تو کبھی ملیحہ کو خود سے قریب نہیں ہونے دیا تھا۔ لیکن ملک ناصر سے برداشت نہیں ہو سکا اور وہ نورالھدیٰ کے پاس جا پہنچے۔

"جس شخص نے تمہیں کبھی باپ کی کمی محسوس نہیں ہونے دی، اس کے ساتھ تم یہ سلوک کر رہے ہو۔ کاٹھ کباڑ کی طرح اسے ایک کونے میں ڈال دیا ہے۔"

نورالھدیٰ ان کے جلال کے جواب میں بے تاثر لہجے میں بولا۔

"آپ کس سلوک کی بات کر رہے ہیں انکل؟ میری طرف سے باباجان کے ساتھ کوئی زیادتی نہیں ہوئی۔ ان کا مقام اس گھر میں جو کل تھا وہی آج بھی ہے۔ گھر کے

سارے ملازمین ان کے حکم کے پابند ہیں اور میں نے بھی انہیں سختی سے ہدایت دے رکھی ہے کہ باباجان کی آرام و آسائش کا خیال رکھیں."

"نوکر تمہارا نعم البدل نہیں ہو سکتے نورالہدیٰ! تمہیں خبر بھی ہے، اظہر کئی دن سے بیمار ہے؟ کیا ایک منٹ کو تمہیں توفیق ہوئی کہ جا کر بیمار آدمی کی خیریت دریافت کر لو، جس نے تمہیں اولاد کی جگہ رکھا ہے؟"

'باباجان بیمار ہیں.' اس خیال سے ہی وہ اندر ہی اندر بے چین ہو گئے۔ لیکن جب وہ بولے تو انکی آواز احساس سے خالی تھی۔

"گھر میں تین تین ڈرائیور موجود ہیں۔ اگر وہ بیمار ہیں تو مجھ سے کہنے کی ضرورت نہیں۔ وہ ڈرائیور کے ساتھ ہاسپٹل جا سکتے ہیں۔ اور اگر خود نہ بھی جانا چاہیں تو ڈاکٹر کو فون کر کے گھر پر بلوا لیں."

ملک ناصر انکی بے حسی پر حیران رہ گئے۔

"اسکی بیماری کا علاج ڈاکٹر کے پاس نہیں، تمہارے پاس ہے۔ تم اپنی زندگی میں

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

مگن ہو گئے لیکن انہیں تمہاری ضرورت ہے۔ کبھی دو گھڑی کے لیے ہی سہی، ان کے پاس بیٹھ جایا کرو۔ تنہائی کو جھیلنا آسان نہیں ہوتا۔"

"تنہائی." وہ زہر خند ہو کر بولے۔ پھر اٹھے اور صوفے کی بیک پر جا کے دونوں ہاتھ اسکی پشت پر رکھتے ہوئے بولے۔

"تنہائی کو جھیلنا آسان نہیں ملک انکل! اور ملیحہ نے جزباتی تنہائی کے ساتھ نو سال گزارے ہیں، بنا شکایت کیئے۔اور بابا جان چند مہینوں میں ہی شکوہ کرنے لگے؟"

ملک ناصر ہکا بکا رہ گئے۔

"تم ایک باپ سے اسکی بیٹی کی موت کا انتقام لینا چاہتے ہو کیا تمہیں یہ حق ہے؟"

"مرنے والی اگر ملیحہ ہو اور مارنے والے بابا جان! تو ہادی بھائی کو حق ہے کہ ملیحہ کی موت کا انتقام لے سکیں۔"

انکے لہجے میں کوئی گنجائش نہ پاکر ملک ناصر چپ کے چپ رہ گئے۔ بعد میں جب بابا جان کو پتہ چلا تو کہا۔

"نورالھدیٰ سے بدگمان نہ ہونا ملک! اس نے میرے ساتھ کوئی زیادتی نہیں کی میں اسی سلوک کا حقدار ہوں۔ اس نے تو بہت صاف صاف کہہ دیا تھا کہ اسے ملیحہ کے ساتھ کی ضرورت نہیں، وہ یوں بھی اس سے محبت کر لے گا۔ مگر میں نے زبردستی ملیحہ کو اسکے ساتھ نتھی کرنا چاہا۔ وہ ملیحہ کی تکلیف برداشت نہیں کر پاتا تھا۔ کہاں تو میں نے ہی اسے ملیحہ کی تکلیف بنا دیا۔ ذرا سوچو تو ملک! میرے ہاتھوں اسکا کتنا بھاری نقصان ہوا ہے۔ پھر وہ اتنا بڑا ظرف کہاں سے لائے کہ مجھے معاف کر سکے؟" پچھتانے سے کچھ حاصل نہیں ہوتا لیکن پچھتاووں سے دامن چھڑانا بہت مشکل۔

www.novelsclubb.com

صوبہ پنجاب کے دور دراز علاقے میں سرحدی پٹی کے بالکل قریب واقع پسماندہ گاؤں ."چنگ چو" میں آبادی محض چند سو نفوس پر مشتمل تھی۔ مولوی عبدالخالق کا شمار اس چھوٹی سی آبادی کے معززین میں تھا۔ مولوی عبدالخالق گاؤں کے مؤذن

تھے۔اور جماعت کی امامت بھی انکے فرائض میں شامل تھی۔ان کے باپ کو گاؤں والے عقیدت سے بڑے امام صاحب کہتے تھے۔مولوی عبدالخالق سے پہلے وہ ہی اذان اور نماز پڑھایا کرتے تھے۔بڑے امام صاحب دیندار آدمی تھے۔لیکن انہوں نے دنیا کا دامن بھی تھاما تھا اور حسن وخوبی اور دین ودنیا میں توازن قائم رکھتے ہوئے انہوں نے اپنی پوری زندگی گزار دی۔اپنے بیٹے کی تربیت بھی انہی خطوط پر کی۔پیش امام کی ذمہ داری سنبھالنے سے پہلے وہ لاہور سے گریجویشن کر چکے تھے۔ پھر جب وہ اپنے والد کے پیچھے نماز پڑھنے لگے تو بڑے امام نے ان کو روزگار اپنانے کی ترقی دی۔مولوی عبدالخالق نے اپنے گھر کی ہی ایک کمرے میں دکان کھول لی۔ مہینے میں ایک بار دکان میں سامان ڈالنے کے لیے وہ شہر کا چکر لگاتے۔ان کی دکان میں اشیاء خورد نوش کے علاوہ بنیادی زندگی کی ضرور کا سامان بھی موجود تھا۔یعنی ایک لحاظ سے اسے گاؤں کا جنرل اسٹور کہا جا سکتا تھا۔

بڑے امام صاحب کا برسوں پہلے انتقال ہو چکا تھا۔اور اب تو مولوی عبدالخالق بھی

بزرگی کی عمر میں داخل ہو چکے تھے۔ مولوی صاحب اپنے گاؤں کی ایک لڑکی کے ساتھ شادی کی تھی۔ مگر اللہ نے اولاد کی نعمت سے محروم رکھا۔ رفیقہ ہاجرہ بی بی حیات تھی اور ہر خاص و عام میں "ملانی جی" کے نام سے مشہور تھیں. سالوں سے مولوی عبدالخالق ایک ہی لگی بندھی روٹین کے عادی ہو چکے تھے فجر کی اذان سے ذرا پہلے جس وقت رات کا آخری پہر ڈھل رہا ہوتا۔ وہ جاگ جاتے، پھر تہجد کی نماز پڑھ کر اپنی بیوی کو جگاتے۔ گاؤں کی کچی گلیوں سے گزر کر مسجد آ جاتے، پھر جب تک فجر کی اذان کا وقت ہوتا، مولوی صاحب مسجد میں جھاڑو لگا کر نمازیوں کے لیے صحن میں دریاں بچھا چکے ہوتے۔ نماز کے بعد کچھ دیر میں قرآن پاک کی تلاوت کرتے، پھر دوکان کے لئے اٹھ آتے جو ظہر کی نماز کے لئے بند ہو جاتی۔ نماز کے بعد ایک گھنٹے کا درس ہوتا، جس میں بڑے احکام شرعیت کے بجائے چھوٹی چھوٹی عام و فہم باتوں کو شامل کیا جاتا۔ وہ باتیں جن سے انسان کے کردار کا بنیادی ڈھانچہ تشکیل ہوتا ہے۔ بڑے امام صاحب اکثر مولوی عبدالخالق سے کہا

کرتے تھے۔

"اصل چیز بنیاد ہی ہے۔ تو بنیاد مضبوط کئے جا، عمارت خود بخود مضبوط اور سیدھی اٹھے گی۔"

درس ختم کر کے پھر مولوی صاحب دکان پر آ بیٹھتے اور پھر عصر کی نماز پڑھا کر گھر لوٹتے تو صحن میں گاؤں کے بچے سپارے اور اسکول کی کتابیں لے کے بیٹھ کر انکا انتظار کر رہے ہوتے۔ مولوی صاحب دکان اور گھر کے صحن کا درمیانی دروازہ کھول دیتے۔ اور دکان داری کے ساتھ دین اور دنیا کی تعلیم بھی دی جا رہی ہوتی۔ یہ سلسلہ مغرب تک رہتا ہے پھر عشاء کے بعد مسجد میں ہی نمازیوں کی بیٹھک ہوتی۔ جس میں دینی اور دنیاوی ہر طرح کے مسئلہ زیر بحث لائے جاتے۔ یہ بیٹھک ایک سے ڈیڑھ گھنٹے میں برخاست ہو جاتی۔ اور لوگ اٹھ کر اپنے اپنے گھروں میں سونے چلے جاتے۔

اتنے برسوں میں آج پہلی بار مولوی صاحب کے روٹین میں فرق آیا تھا۔ آج ظہر

کے بعد درس کی محفل نہیں ہوئی اور مولوی عبدالخالق نمازیوں سے معذرت کرتے ہوئے اٹھ آئے۔اور اب چلچلاتی دھوپ میں گاؤں سے باہر جانے والے راستے تیزی سے چل رہے تھے۔اس تبدیلی کی وجہ یہ تھی کہ تین دن سے گاؤں والوں کی زبان پر کسی "سائیں" کے نام کے چرچے زور و شور سے ہو رہے تھے۔جو نہ جانے کہاں سے آگیا تھا۔اور اب گاؤں کے باہر ڈیرا ڈال رکھا تھا۔

گاؤں کے سادہ لوح لوگ سائیں کے آنے سے پر جوش ہو گئے تھے۔اور اب انہیں سائیں کی کرامات کا انتظار تھا۔مولوی عبدالخالق نے جو انکے کچے ایمان کو ڈولتے ہوئے دیکھا تو معاملے کی تحقیق کرنا ضروری سمجھا۔وہ گاؤں سے کافی دور نکل آئے تھے۔کچی مٹی کے مکان بہت پیچھے رہ گئے تھے۔بلا کی گرمی تھی مولوی صاحب کا حلق پیاس سے خشک ہو گیا تو رک کر سانس بحال کرنے لگے۔پھر سامنے چہرے پر آیا پسینہ خشک کرتے ہوئے آنکھوں پر ایک ہاتھ کا چھجا سا بنا کر اپنے سامنے دور تک دیکھا۔

خشک زمین پر ابھری لکیریں اس کی پیاس کی گواہی تھی اور ایک سوکھا درخت جسکی پھولی ہوئی بنجر شاخوں پر کوئی خشک پتہ تک نہیں تھا۔ مردہ زمین کے سینے پر یوں گڑا تھا جیسے وہ خود اپنے ہی حال پر نوحہ کناں ہو، دور تک پھیلا نیلا آسمان ایک دم صاف تھا۔ جس پر سورج پیلے تھال کی طرح دہک رہا تھا۔ تاحد نگاہ پھیلے اس منظر کی ویرانی کو اور بھی گہرا کر رہا تھا۔ وہ اکلوتا روح جو اس سوکھے درخت کی چھاؤں میں بیٹھا تھا۔ اسکے سیاہ کپڑوں پر مسافتوں کی گرد جمی تھی۔ سر کے بال لمبے اور گرد آلود تھے۔ بے ترتیب داڑھی جھاڑ کی مانند لگ رہی تھی۔ اس کا ایک ہاتھ زمین پر بچھی ٹانگ کی ران پر تھا۔ جبکہ دوسرا موڑ کر کھڑی کی ہوئی ٹانگ کے گھٹنے پر۔ سر پیچھے تنے سے ٹکا کر آنکھیں بند کئے وہ تپتی زمین پر اتنے سکون سے بیٹھا تھا جیسے صدیوں سے اس حال میں ہو۔ اور صدیاں اسی عالم میں گزار دے گا۔ اس کے چہرے کے مبہم نقوش سے کرب و اذیت کی عجیب سی کیفیت جھلک رہی تھی۔ مولوی عبدالخالق نے بے ساختہ جھرجھری لی۔ اور اسکی طرف چلنے لگے۔ درخت کے پاس

پہنچ کر مولوی صاحب نے کچھ توقف کیا پھر پکارا۔

"بھائی!"اور اسے منتظر نگاہوں سے دیکھنے لگے کہ آنکھیں کھول کر انکی طرف دیکھے گا۔۔ مگر اسکی پلکوں میں تو لرزش بھی نہیں ہوئی۔ مولوی صاحب نے دوبارہ اسے مخاطب کیا۔

"کون ہو بھائی! کہاں سے آئے ہو؟"

اس نے کوئی جواب نہیں دیا، بلکہ ایسے بیٹھا رہا جیسے کوئی آواز سنی ہی نہ ہو۔ مولوی صاحب انتظار کرتے رہے پھر کہا۔

"یہاں کے تو نہیں لگتے۔ پھر کیا خواہش ہے جو تمہیں یہاں کھینچ لائی ہے؟" وہ اسکے پراگندہ لباس پر ایک نظر ڈال کر ہی سمجھ گئے تھے کہ وہ یہاں کا نہیں، تو پوچھ لیا۔ وہ آنکھیں کھولے بغیر بولا۔

"بتا بھی دوں گا تو کیا کر لے گا؟"

"جو بھی میرے بس میں ہوا۔" مولوی صاحب اسکے سامنے زمین پر بیٹھتے بولے تو

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

اس نے آنکھیں کھول دیں مگر انہیں نہیں دیکھا اور آسمان پر نظر جمائے کہنے لگا۔

"ایک مدت خواہش کے پیچھے بھاگا ہوں۔ لیکن اب خواہش سے بھاگتا پھر رہا ہوں۔ مگر وہ ہیں کہ جان ہی نہیں چھوڑتیں." پھر اس نے ایک دم مولوی صاحب کو دیکھا۔

"تو کوئی ایسی جگہ جانتا ہے جہاں میں جا چھپوں؟"

مولوی صاحب نے اسے مترحم نظروں سے دیکھتے ہوئے کہا. "او جھلیا! بندہ خواہش کا گھر ہے. یہ باہر کھلی نہیں پھرتی، آدمی کے اندر چُپ کے بیٹھ جاتی ہے اور تو اپنے اندر سے چھپنا چاہتا ہے."

"اندر کو خود سے قریب نا سمجھ." وہ تنبیہ کے اندازِ میں بولتا انہیں اپنی سرخ آنکھوں سے گھورنے لگا.

"یہ چھل دیتا ہے. تو دیکھے گا تو قریب لگے گا، ہاتھ بڑھائے گا تو کچھ ہاتھ نہیں آئیگا."

اس نے ہاتھ بڑھایا، پھر خالی ہتھیلی آسمان کی طرف کی اور گھمبیر آواز میں بولا.

www.novelsclubb.com

"یہ ہاتھ بھر کا فاصلہ تو عمر بھر کی مسافت سے نا مٹے."

"تجھے کیسے معلوم؟" مولوی صاحب کی بات سنی تھی کہ اس پہ ہیجان طاری ہو گیا.

"میں سَرپٹ دوڑا ہوں اِس سفر پر. لیکن منزل کے بجائے ہر قدم پہ ٹھوکر ملی اور میں ہر بار منہ کے بل زمین پہ جا گرتا، پھر فوراً ہی اٹھ کر دوڑنے لگتا. مگر اک انچ کا فاصلہ بھی طے نہیں کر سکا اور اب جب میں اس سفر سے عاجز آ گیا ہوں تو اس نے خواہش کو میرے پیچھے لگا دیا. جہاں جاتا ہوں، پاس چلی آتی ہیں. لیکن وہ ہاتھ بھر کا فاصلہ نہیں مٹتا."

اسکی آواز میں کسک تھی. پھر وہ اچانک ہی آسمان کی طرف دیکھ کر چلانے لگا.

"مکر کرتا ہے میرے ساتھ. فریب دیتا ہے. کیسا خدا ہے تو، بندے کو دھوکہ دیتا ہے. ہنستا ہے مجھ پہ. پاگل ہے. پاگل!"

پھر وہ مٹی اور کنکریاں مٹھیوں میں بھر بھر کر آسمان کی طرف پھینکنے لگا.

"یہ لے، نکل یہاں سے.... چلا جا. نہیں ضرورت مجھے تیری. مذاق اُڑاتا ہے

میرا."

مولوی صاحب لب بھینچے اسے دیکھ رہے تھے. انہوں نے اسے روکنے یا قابو کرنی کی کوشش نہیں کی، پھر وہ اک دم سے انکی طرف پلٹ کر بولا.

"تونے یہ آواز سنی؟ وہ... وہ آسمان پر بیٹھا مجھ پہ ہنس رہا ہے، خوب اونچی اونچی آواز میں." پھر اس نے ڈھونڈھ کر اک پتھر اٹھایا اور آسمان کی طرف اچھال دیا.

"تو چلا جا..... کیوں نہیں جاتا یہاں سے؟.. جا چلا جا... اکیلا چھوڑ دے مجھے."

پتھر اٹھا اٹھا کر پھینکتے اسے اچانک ہی جانے کیا نظر آ گیا تھا کہ اک جانب نظریں جمائے سہمے ہوئے اندازِ میں وہ پیچھے کو ہٹنے لگا. وہ ٹھوکر کھا کر گرا بھی، مگر رکا نہیں اور زمین پر خود کو گھسیٹتا درخت کے تنے سے جا لگا.

"جائیں، چلی جائیں. کیوں بار بار آ جاتیں ہیں؟.... خدا کے لیے چلی جائیں." وہ ہاتھ اٹھا کر ہلاتا جانے کسے جانے کو کہہ رہا تھا. مولوی صاحب نے مڑ کر دیکھا بھی، لیکن انہیں تو کوئی نظر نہیں آیا اور وہ بدستور کہتا جا رہا تھا.

"اور کتنا برباد کریں گی مجھے؟... کتنا ستائیں گی؟.. اب اور برداشت نہیں ہوتا."

حسرت بھرے لہجے میں کہتے اس نے سَر بازو میں چھپالیا اور بچے کی طرح پھوٹ پھوٹ کر رونے لگا.

"چلی جائیں یہاں سے.. چلی جائیں."

مولوی صاحب گہری نظروں سے اسے دیکھتے رہے، پِھر اسے روتا بلکتا چھوڑ کر گاؤں کی طرف چل پڑے.

******

اگلے دن درس کے بعد مولوی عبدالخالق گھر آئے تو ملّانی جی سے کہہ کر کھانے کی ٹرے تیار کروائی، پھر اسے کپڑے سے ڈھک کر گاؤں سے باہر نکل آئے۔ دینو تانگے والا روز کی طرح سواریاں اتار کر دوپہر کو کھانا کھانے کو گھر جارہا تھا۔ مولوی عبدالخالق کو دیکھا تو تانگہ روک لیا۔

"سلام مولوی صاحب!"

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

"وعلیکم السلام! گھر جا رہے ہو علیم الدین؟"

وہ مؤدب انداز میں بولا۔"جی مولوی صاحب! پر آپکا ارادہ کدھر کو ہے؟ حکم ہو تو چھوڑ آؤں؟"

اسکی پر خلوص پیشکش کے جواب میں مولوی عبدالخالق مسکرائے اور کہا۔"کیوں زحمت کرتے ہو بھائی۔ میں تو بس جو مہمان گاؤں کے باہر آکر ٹھہرا ہے، اسے کھانا دینے جا رہا ہوں۔"

"سائیں کی بات کر رہے ہیں؟"اس نے کہا، پھر بولا۔"لیکن وہ تو چلا گیا۔"

"چلا گیا۔۔۔؟"مولوی صاحب حیرت سے بولے۔"کہاں چلا گیا؟"

"وہ تو پتہ نہیں۔پر کل شام سے اسے کسی نے نہیں دیکھا۔"

مولوی عبدالخالق نے اسکی بات سنی، پھر خود کلامی کرتے ہوئے بولے۔"حیرت ہے، مسافر کے ساتھ زنجیر کرنے کا وقت آگیا ہے اور وہ ابھی تک بھاگتا پھر رہا ہے۔"

"کیا کہہ رہے ہیں مولوی صاحب؟" وہ خاک بھی نہیں سمجھا۔

مولوی صاحب اس سے لاتعلق اپنی سوچ میں ڈوبے رہے، پھر نظر اٹھا کر اسکے الجھن بھرے چہرے کو دیکھا اور کہا۔

"وہ کہیں نہیں جاسکتا علیم الدین! اسکا سفر تمام ہوا۔ اب وہ جتنا بھی بھاگ لے، اسے لوٹ کر یہیں آنا ہے۔" اپنی بات کہہ کر وہ واپسی کے راستے پر پلٹ گئے۔

لیکن بیچارہ دینو کتنی ہی دیر بیچ راستے میں کھڑا انکی بات سے مطلب اخذ کرنے کی کوشش کرتا رہا۔

اگلے دن پھر مولوی صاحب درس کے بعد گھر آئے تو کھانے کی ٹرے بنوا کر ہاتھوں میں اٹھائے پھر سے باہر آگئے۔ مگر آج بھی انہیں ٹرے اسی طرح واپس لے جانی پڑے۔ تیسرے دن بھی وہ ٹرے لے کر گاؤں سے باہر نکل آئے تھے۔ وہ دور سے ہی دیکھ چکے تھے کہ درخت کے پاس کوئی نہیں تھا۔ انکے ماتھے پر شکنیں ابھر آئیں۔ آج واپسی پر قدم موڑتے ہوئے انکے چہرے پر تردّد تھا۔ دینو اپنا تانگہ

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

لیے نکل رہا تھا۔اس وقت سواریاں بھی اسکے ساتھ تھیں، پھر بھی مولوی عبدالخالق کو دیکھ کر اس نے تانگہ روک دیا۔

"کب تک اسکا انتظار کرتے رہیں گے مولوی صاحب! اس جیسے کے پیروں کو واپسی کا راستہ نہیں پتا۔" وہ بھید سے بولے۔

"تجھے کیا لگتا ہے علیم الدین! وہ یہاں صرف صورت دکھانے آیا تھا؟ اسکا یہاں منزل سے طے ہے۔اب چاہے اسکے پیروں کو واپسی کا راستہ نہ ملے۔ جس نے اسکی تقدیر لکھی ہے، وہ خود اسے ہاتھ تھام کر یہاں لے آئے گا۔" وہ اپنی بات کہہ کر چلتے چلے گئے۔اور دینو ایک بار پھر شش وپنج میں مبتلا ہو گیا۔

"کس سوچ پے گیا دینو!.... چل پڑ۔شامو شامے واپس وی آنا اے۔" پیچھے بیٹھے شخص نے اسے ٹھوکا دیا تو وہ "چچ چچ" کی آواز نکالتا تانگہ بڑھا لے گیا۔

مغرب کی نماز کا وقت ہو چکا تو مولوی صاحب دکان بند کر کے بچوں کو پڑھتا چھوڑ کر مسجد آ گئے۔وضو کر کے اذان دی، پھر باجماعت نماز کی امامت کروائی اور دعا

مانگ کر تسبیح کے دانے گراتے گھر کی طرف چل پڑے۔ چودہ پندرہ سال کا لڑکا بھاگتا ہوا "مولوی صاحب! مولوی صاحب!" چلاتا انکے پیچھے آرہا تھا۔ مولوی صاحب نے سنا تو رک گئے اور پلٹ کر اسے دیکھنے لگے۔ وہ قریب آیا تو پوچھنے لگے۔

"کیا بات ہے منور علی؟"

وہ اتھل پتھل سانسوں کے بیچ میں جلدی میں بولا۔ "دینو تانگے والا آپکے مہمان کے ساتھ حکیم جی کی دکان پر بیٹھا ہے۔ اس نے کہا تھا، آپکو خبر دوں۔"

مولوی عبدالخالق حیران سے کہنے لگے۔ "میرا مہمان کون ہو سکتا ہے؟ اور علیم الدین کو کہاں مل گیا؟"

"وہ تو پتہ نہیں مولوی صاحب!"

"اچھا ٹھیک ہے، میں جا کر دیکھتا ہوں۔" انہوں نے کہا اور حکیم جی کی مطب کی طرف چل پڑے۔ انکی پہلی نظر علیم الدین کے چہرے پر پڑی تھی اور دوسری لکڑی کے بینچ پر آنکھیں بند کیے لیٹے سائیں پر۔ جسکے چھالوں پر حکیم جی مرہم لگا

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

رہے تھے۔ مولوی صاحب تیزی سے آگے آئے تھے۔

"یہ تمہیں کہاں مل گیا علیم الدین؟"

"لاری اڈے پر سواریوں کا انتظار کر رہا تھا کہ یہ مجھے ٹکٹ گھر کی دیوار کے ساتھ پڑا ہوا نظر آیا۔ پاس جا کے دیکھا تو بے ہوش تھا اور بدن ایسے تپ رہا تھا کہ ہاتھ نہ لگایا جائے۔ بس مولوی صاحب! پھر میں نے جیسے تیسے کر کے اسے تانگے پر ڈالا اور گاؤں پہنچتے ہی سیدھا حکیم جی کے پاس لے آیا۔"

"یہ تم نے بہت اچھا کیا۔" وہ اسکے چہرے کو دیکھتے ہوئے علیم الدین سے بولے جو اس سادہ سے جملے پر ہی پھول کر کپا ہو گیا۔ پھر اسکے بہت کہنے کے باوجود بھی مولوی عبدالخالق نے اسے حکیم جی کی فیس ادا نہیں کرنے دی اور خود اپنی جیب سے پیسے نکال کر گلک پر بیٹھے شخص کو تھما دیے۔

"یہ دوا تین ٹائم اسے کھلا دینا۔" چلتے ہوئے حکیم جی نے پڑیوں میں بند سفوف انہیں دے کر کہا۔ مولوی صاحب نے پڑیا لے کر انہیں سلام کیا، پھر سائیں کو

بے ہوشی کی حالت میں ہی اٹھا کر دینو کے تانگے میں ڈالے اپنے گھر لے آئے۔

شام کے سائے گہرے ہونے لگے تھے اور اندھیرا پھیلنے لگا تھا۔ مولوی عبدالخالق اندر سے چھوٹا ٹیبل اٹھا کر لے آئے اور اسکے سرہانے رکھ کر مٹی کے تیل سے جلنے والا لیمپ روشن کر کے ٹیبل پر رکھ دیا۔ ملّانی جی بھی صورت حال کا جائزہ لینے کے لیے باہر آ گئیں۔

"یہ کسے اٹھا لائے مولوی صاحب؟" انہوں نے اس مفلوک الحال شخص کو دیکھ کر اچنبھے سے سوال کیا۔

"یہ ہمارا مہمان ہے."

"حلیے سے تو پاگل لگتا ہے." وہ فوراً بولیں۔

"پر باتوں میں سیانا ہے۔ ہوش میں آئے گا تو تُو خود دیکھ لینا۔"

"پر یہ ہے کون؟" وہ الجھ کر بولیں تو مولوی صاحب جھنجھلاہٹ کے باوجود تحمل سے بولے۔

www.novelsclubb.com

"او کرموں والی! کھانا، مہمان ہے۔ اب زیادہ سوال مت کر اور جا کر ٹھنڈے پانی کی پٹیاں رکھنے کا انتظام کر۔ بے چارے کا جسم جہنم بنا ہوا ہے۔" اسکے ماتھے پر ہاتھ رکھ کر ٹمپریچر چیک کرتے ہوئے فکر مندی سے بولے۔ ملّانی جی نے پھر کوئی سوال نہیں کیا اور ایک کٹورے میں پانی لے کر کسی پرانے کپڑے کو کاٹ کر اسکی پٹیاں بناتی مولوی صاحب کے پاس لے آئیں۔ مولوی صاحب نے کٹورا انکے ہاتھ سے لے کر ٹیبل پر رکھا، پھر بڑی محبت سے اسکے ماتھے پر پٹیاں رکھنے لگے۔ ساری رات مستقل مزاجی سے سائیں کے ماتھے پر پٹیاں رکھتے رہے، کچھ دیر کا بریک آیا بھی تو عشاء کی نماز کے لیے، مگر آج کی محفل انہوں نے برخاست کر دی۔ وہ کبھی اسکے ماتھے پر گیلی پٹیاں رکھتے، کبھی تولیہ بھگو کر اسکے پیروں کی جانب آ بیٹھتے۔ پاؤں کے چھالے پیر مسلنے کی اجازت نہیں دیتے تھے۔ وہ گیلا تولیہ اسکے پیروں کے گرد نرمی سے لپیٹ کر ہلکے ہلکے ہاتھ سے دھیرے دھیرے دباتے جاتے کہ شاید اس طرح اسکے تندور کی طرح جلتے پیروں کو راحت مل جائے۔

فجر کی نماز کے بعد مولوی صاحب تسبیح پڑھتے ہوئے گھر کی طرف چلے جا رہے تھے۔ گلی میں مڑتے ہی دیکھ چکے تھے کہ لکڑی کا دروازہ بھڑا ہوا تھا۔ مگر وہ جانتے تھے دروازہ اندر سے مقفل نہیں ہوگا۔ دن کی روشنی میں اس دروازے پر کبھی قفل نہیں چڑھا، یہ بھی بڑے امام صاحب کی نصیحت تھی۔

"اپنے دروازوں کو بند کر کے حاجت مندوں کی خودداری کا مزاق نہ اڑاؤ کہ وہ دروازہ بجا کر کھڑے تم سے اعانت کی درخواست کریں، بلکہ چوکھٹوں کو کھلا رکھو، تاکہ وہ سیدھے اندر چلے آئیں اور انکی بے کسی کا حال کسی دوسرے پر آشکار نہ ہو۔"

مولوی عبدالخالق نے دروازہ کھول کر اندر کچے صحن میں پاؤں رکھا ہی تھا کہ انکے کانوں میں اسکے کراہنے کی آواز آئی۔ رات بھر وہ بے سدھ رہا تھا، مگر اب نیم بے ہوشی کی حالت میں سر کو دائیں بائیں ہلا کر کراہ رہا تھا۔ یہ اسکی حالت میں بہتری کا اشارہ تھا۔ مولوی عبدالخالق مسکراتے ہوئے اسکے پاس آئے اور جھک کر اسکے ماتھے پر ہاتھ رکھ کر بخار چیک کرنے لگے۔ بخار کا زور ٹوٹ چکا تھا۔ ملانی جی پاس

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

آکر کھڑی ہو گئیں۔

"تھوڑا بہت ہوش تو آ ہی گیا۔اب کوشش کر کے دوا بھی کھلا دیں۔" وہ اسے دیکھتے ہوئے ملانی جی سے کہنے لگے۔

"دوا خالی پیٹ تو نہیں کھلا سکتا نا۔پہلے اسکے کھانے کا بندوبست کر۔" پھر کچھ سوچا اور بولے۔ "پتا نہیں کب سے اسکے حلق میں کچھ نہیں گیا۔کھانا کھا بھی پائے گا یا نہیں۔ایک کام کر ہاجرہ! تھوڑا سا دودھ گرم کر کے لے آ اور اس میں چینی بھی ڈال لینا۔"

"جی مولوی صاحب!" وہ صحن کے ایک جانب بنے باورچی خانے میں آ گئیں، جس کے گرد چار دیواری ناپید تھی۔یہ ایک اوپن کچن تھا، جس میں موجود مٹی کا چولھا اوپلوں کی مدد سے سلگایا جاتا تھا۔نیم گرم دودھ کو گلاس میں ڈالنے کے بجائے انہوں نے دوپٹے کے کونے سے ڈول کا ہینڈل پکڑ کر اٹھا لیا اور اسٹیل کا گلاس لیے صحن میں چلی آئی۔پاؤں مار کر دور رکھیں پیڑھی کو انہوں نے چارپائی کے ساتھ کیا

پھر پیڑھی پر بیٹھ کر ڈول میں سے دودھ ہاتھ میں پکڑے گلاس میں ڈال کر مولوی عبدالخالق کو دیکھنے لگیں جو سائیں کا شانہ ہلا کر اسے اٹھ کر بیٹھنے کو کہہ رہے تھے مگر وہ یوں ہی سر پٹخ پٹخ کر کراہتا رہا تو مولوی عبدالخالق نے ایک ہاتھ سے اس کا بازو تھام کر دوسرا ہاتھ اس کی گردن کے نیچے دیتے ہوئے اسے اٹھا کر بٹھالیا۔ مولوی عبدالخالق دھان پان سے آدمی تھے، پھر عمر بھی کافی ہو چلی تھی۔ جبکہ سائیں کو دیکھ کر ہی پتہ چل جاتا تھا کہ تیس کے آس پاس ہو گا۔ مگر خاک نوردی نے اس کے جسم میں سے ساری طاقت نچوڑ لی تھی۔ اسے اٹھا کر بٹھانے میں مولوی عبدالخالق کو بہت زیادہ دقت نہیں ہوئی۔ وہ بیٹھ چکا تو مولوی عبدالخالق نے ملانی جی کے ہاتھوں سے گلاس لے کر اس کے ہونٹوں سے لگایا، مگر نیم بے ہوشی کے باوجود اس نے گلاس ہاتھ مار کر دور کر دیا، جس سے دودھ چھلک کر مولوی صاحب کے ہاتھ اور کپڑوں پر گرا تو وہ ڈپٹ کر بولے۔

"توں وی جھلا ای ایں۔ رازق سے جھگڑا سمجھ میں آتا ہے پر رزق سے کیا ناراضگی

ہے ؟۔۔۔۔چل پی جاچپ چاپ۔"

اس نے اپنی نیم غنودہ آنکھوں سے انہیں دیکھا جس میں سرخ ڈورے تیر رہے تھے۔ان آنکھوں کی وحشتنا کی دیکھ کر ملانی جی تو گھبرا ہی گئی۔ مگر مولوی عبدالخالق ذرا متاثر نہ ہوئے اور کہا۔

"ایسے کیا گھورتا ہے ؟"

وہ چپ چاپ انہیں گھورتا رہا۔حالانکہ آنکھوں کو مستقل کھلا رکھنے کے لیے اسے جدوجہد کرنی پڑ رہی تھی، پھر بھی تھوڑی تھوڑی دیر بعد اس کی پلکیں جھپک جاتی۔

"یہ لے دودھ پی، پھر دوا بھی کھانی ہے۔"انہوں نے ایک بار پھر دودھ کا گلاس اس کے ہونٹوں سے لگا دیا۔اس بار اس نے مزاحمت نہیں کی مگر کمزوری اتنی زیادہ تھی کہ ایک ایک گھونٹ حلق سے نیچے اتارنے کے لئے اسے ہر بار دوسرا گھونٹ بھرنے سے پہلے توقف کرنا پڑتا۔جب وہ پورا گلاس خالی کر چکا تو مولوی عبدالخالق نے گلاس ملانی جی کو دے کر اور دودھ ڈالنے کا اشارہ کیا۔پھر گلاس اس کے منہ سے

www.novelsclubb.com

لگا یا تو اس نے گلاس اپنے ہاتھ میں لے لیا۔ دوسرا گلاس پہلے گلاس سے کم وقت میں ختم ہو گیا تھا۔ تیسرا گلاس بھر کر اسے پکڑاتے ہوئے انہوں نے ایک پڑیا کھول کر اس کے ہاتھ میں دے دی اور کہا۔

"یہ دوا ہے، کھا لے۔"

اس نے بلا چون چرا کیے وہ پڑیا حلق میں جھاڑ کر چند گھونٹ بھرے، پھر گلاس لے کر واپس چارپائی پر گر سا گیا۔ وہ پورا دن اسی نیم بیہوشی کی کیفیت میں گزارا۔ رات ہوئی تو مولوی عبدالخالق اپنی چارپائی کو اٹھا کر اس کی چارپائی کے پاس لے آئے۔ ارادہ تھا کہ پچھلی رات کی طرح رات بھر جاگ کر اس کا خیال رکھیں گے۔ آدھی رات تک وہ جاگے، مگر اس عمر میں اتنی مشقت کی جسم اجازت بھی تو نہیں دیتا، بلکہ ابھی کل کی تھکن باقی تھی۔ وہ تو کچھ دیر کمر سیدھی کرنے کے ارادے سے لیٹے تھے، پھر آنکھ لگ گئی۔ حسب عادت تہجد کے وقت آنکھ کھلی تو ہڑبڑا کر اٹھ بیٹھے۔ گردن موڑ کر سائیں کی چارپائی پر نظر ڈالی تو وہاں کوئی نہیں تھا۔ انہوں نے فوراً

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

بیرونی دروازے کی طرف دیکھا۔ وہ چوپٹ کھلا تھا۔

"بڑی پکی ضد لگائی ہے۔" وہ بڑبڑائے، پھر اٹھ کر دروازہ بند کر کے صحن کے اس طرف آ گئے جہاں ہینڈ پمپ لگا تھا اور ایک ہاتھ سے پمپ چلاتے بالٹی میں وضو کے لیے پانی جمع کرنے لگے۔

دوپہر میں ظہر کی نماز کے بعد درس سے فارغ ہو کر وہ گھر لوٹے تو گرمی سے برا حال تھا۔ حالانکہ سر پر پہنی ٹوپی کے اوپر انہوں نے صافہ بھی لپیٹ رکھا تھا، پھر بھی لگ رہا تھا جیسے دماغ کھول رہا ہو۔ گھر میں داخل ہوتے ہی انہوں نے آواز لگائی۔

"ہاجرا ایک گلاس پانی پلا دے۔" پانی لانے کا کہہ کر وہ رو کے نہیں اور صحن کے آخری کے بنے دو کمروں میں سے ایک میں گھس کر اندر چارپائی پر بیٹھ گئے۔ بجلی کا تو کوئی وجود ہی نہیں تھا، وہ تکیے پر رکھا پنکھا اٹھا کر ٹوپی اور صافا سائیڈ میں رکھتے ہاتھ سے پنکھا جھلنے لگے۔ چند لمحوں بعد ہی ملانی جی ہاتھ میں پانی کا گلاس لے کر آ گئی۔

انہوں نے ملانی جی کے ہاتھ سے گلاس لے لیا اور منہ تک بھی لے گئے لیکن

ہونٹوں سے نہ لگا سکے۔ کمرے کی ٹھنڈی نیم تاریک فضا میں بیٹھے انھیں اس کا خیال آگیا جو اس تپتی دوپہر میں کھلے آسمان کے نیچے بیٹھے خود کو جھلسہ رہا ہو گا۔

"کیا بات ہے مولوی صاحب! آپ پانی کیوں نہیں پیتے؟" انہیں سوچ میں گم دیکھ کر انہوں نے ٹوکا تو مولوی عبدالخالق بڑبڑانے لگے۔

"اسے بھی تو پیاس لگی ہو گی۔ اس کا بھی تو حلق سوکھتا ہو گا۔"

"کون مولوی صاحب۔۔۔؟ کس کی بات کر رہے ہیں؟" وہ نہ سمجھی سے پوچھنے لگیں۔ لیکن مولوی عبدالخالق جواب دیے بغیر باہر نکل آئے۔ مٹکے سے پانی جگ میں انڈیلا اور گلاس پکڑ کر دروازے سے نکل گئے۔ انہوں نے دور سے ہی اسے ٹنڈ منڈ درخت کے سائے میں بیٹھا دیکھ لیا تھا۔ اطمینان کا سانس لیتے انہوں نے اپنی رفتار بڑھا دی۔ وہ سر جھکا کر بیٹھا انگلی سے زمین پر لکیریں کھینچ رہا تھا۔ جگ اور گلاس کے سامنے رکھتے وہ زمین پر بیٹھے تو اس کی تپش کا احساس ہوا۔ فوراً پیروں پر ہوتے ہوئے انہوں نے اسے دیکھا جو اس جھلستی ہوئی زمین پر اتنے اطمینان سے بیٹھا تھا

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

جیسے ایئر کنڈیشنڈ روم میں مخملی نشست پر بیٹھا ہو۔اس نے سر اٹھانے کی زحمت نہیں کی۔بس پلکے اٹھا کر ایک سرسری سی نظر ان پر ڈالی اور پھر سے اپنے مشغلے میں مشغول ہو گیا۔

"صبح سے دوپہر ہو گئی، سورج سر پر چڑھ آیا۔اس گرمی سے تو زمین خشک ہو جائے۔تیرا حلق بھی سوکھ گیا ہو گا چل دو گھونٹ پانی پی لے۔"انہوں نے بہت پیار سے اسے بلایا تھا مگر اس نے توجہ نہیں دی۔

"ظلم ہر حال میں برا ہے۔مگر اپنی ذات پر بد ترین ہے۔کیوں کہ اپنی ذات پر رکھا جانے والا غم انسان کو بے حس بنا دیتا ہے۔اور جو بے حس ہو جائے وہ انسان نہیں رہتا، آدمی ہو جاتا ہے۔صرف آدمی ہونے سے جانور ہونا بہتر ہے۔اپنے مرتبے کو پہچان صرف آدمی ہونا قبول مت کر۔"دل جلے انداز میں سے سمجھاتے ہوئے انہوں نے پانی گلاس میں ڈالا اور گلاس ہاتھ میں لے کر اس کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔"لے پکڑ اور خود پر قہر نہ توڑ۔"

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

اس نے ایک نظر ان کے باریش چہرے کو دیکھا پھر انکے ہاتھ میں پکڑے گلاس کو اور گلاس ان کے ہاتھ سے لے لیا۔ مگر اس میں سے پانی پینے کے بجائے ہاتھ اونچا کر کے گلاس کو اتنا غور سے دیکھنے لگا جیسے وہ میٹل کا گلاس کانچ کا ہو جس کے شفاف پیندے سے وہ پانی کا معانہ کر رہا ہو کہ آیا پانی صاف بھی ہے یا نہیں۔۔۔۔ پھر اس نے بہت عجیب سی حرکت کی آہستگی سے گلاس الٹتے ہوئے اس نے سارا پانی زمین پر گرا دیا۔ اس کے بعد گلاس نیچے رکھا اور اسی ہاتھ سے جگ اٹھا کر پانی گلاس میں انڈیلنے لگا۔ اس کے بعد گلاس کو اونچا کر کے زمین پر پانی گرا دیا اور پھر وہی حرکت دہرانے لگا۔ پھر تیسری بار اس نے جگ کی طرف ہاتھ بڑھایا تو مولوی صاحب چپ نہ رہ سکے۔

"یہ تم کیا کر رہے ہو؟"

"آرزو کو خاک کر رہا ہوں۔" وہ ان کی طرف دیکھ کر بولا پھر دوسرے ہاتھ میں گلاس اٹھا کر ان کی آنکھوں کے سامنے کرتے ہوئے کہا۔ "یہ جستجو کا برتن ہے اور

انسان اس برتن کو آرزو سے بھر دیتا ہے۔" اس نے بولتے ہوئے گلاس پانی سے لبالب بھرا۔ "مگر آرزو کی قسمت میں تکمیل نہیں۔ آرزو کی تقدیر ہے کہ خاک ہو جاتی ہے اور جستجو کا برتن خالی رہ جاتا ہے۔" اس نے جگ رکھ کر گلاس سیدھے ہاتھ میں لیا پھر ہاتھ اونچا کرتے ہوئے دھیرے دھیرے پانی زمین پر گرا دیا اور خالی گلاس کو دیکھتا ہوا بولا۔

"جتنی بار اس برتن کو بھرو گے، یہ اتنی بار خالی ہو جائے گا۔ یہاں صدیوں سے یہی ہوتا چلا آرہا ہے جستجو باقی رہ جاتی ہے اور آرزو خاک ہو جاتی ہے۔" اس کے چہرے پر محفوظ سی مسکراہٹ تھی۔ مگر پھر بولتے بولتے اچانک ہی وہ افسردہ ہو گیا۔

"جستجو کا خالی برتن زیادہ وزن دار ہوتا ہے۔" وہ گلاس کو دیکھتے ہوئے تاسف بھری آواز میں بولا تھا پھر جیسے اس کا دل اس کھیل سے اچاٹ ہو گیا۔ گلاس زمین پر لڑھکا تا پر جلال آواز میں گرج کر بولا۔ "کیوں آتا ہے تو یہاں۔۔۔ مت آیا کر۔"

مولوی صاحب ذرا متاثر نہ ہوئے اور گہری نگاہوں سے اس کے بگڑے ہوئے

چہرے کو دیکھتے رہے پھر گمبھیر لہجے میں بولے۔" باہر کی آگ بس اسے نہیں جلاتی جس کے اندر آگ لگی ہو۔ تیرے اندر کون سی آگ ہے؟"اس کی آنکھوں میں قہر کی جگہ کرب نے لے لی اور وہ اپنے سینے کو مسلتے ہوئے بولا۔

"یہاں عشق کی بھٹی سلگ رہی ہے۔"اس کی آواز میں وہ آنچ تھی جیسے سچ مچ اس کا سینہ جل رہا ہو۔ پھر بے چارگی سے بولا۔"پر بجھنے پر اس کا دھواں نظر نہیں آئے گا۔ باہر آگ لگے تو شعلے بھڑکتے ہیں دھواں اٹھتا ہے اور بربادی آنکھوں سے نظر آتی ہے۔ پر اندر آگ لگ جائے تو چنگاری بھی نہیں سلگتی اور سب کچھ خاک ہو جاتا ہے۔ کچھ باقی نہیں بچتا اور کسی کو کانوں کان خبر تک نہیں ہو پاتی کہ کیا کچھ تھا جو تباہ ہو گیا اور تو اس آگ پر پانی ڈالنے آیا ہے۔" وہ طنز سے بول کر مذاق اڑاتے لہجے میں کہنے لگا۔

"مجھے جھلّا کہتا ہے۔ نادان تو تو خود ہے۔ اس آگ کو بجھانے آیا ہے جو جلتی ہی نہیں ہے، صرف جلاتی ہی نہیں ہے۔" تیز لہجے میں بولتا وہ اچانک کھو سا گیا ہلکی آواز میں

کہنے لگا۔

"وہ کہتی تھیں، عشق وہ آگ ہے جو جلائے تو راکھ نہیں کرتا، فنا کر دیتا ہے۔ جا چلا جا یہاں سے اور دوبارہ نہ آنا۔ یہاں فنا کا عمل جاری ہے۔" پھر انہیں نظر انداز کرتے وہ جنونی انداز میں انگلیوں کے ناخن سے زمین کھرچنے لگا۔ وہ پھر بھی بیٹھے اسے دیکھتے رہے کہ شاید وہ کچھ کہے مگر وہ چپ ہی رہا تو مولوی صاحب "اللہ اکبر" کہتے گھٹنوں پر ہاتھ رکھ کر اٹھ گئے.

******

نور الہدیٰ کے لئے دن رات کا فرق مٹ گیا تھا۔ انہوں نے خود کو بے تحاشا کام میں الجھا لیا۔ ایسے میں دو گھڑی کی فرصت میسر آجاتی تو خود بھی حیران ہونے لگتے۔ انہوں نے کب اس طرز پر زندگی گزارنا تھی۔ اس تیز رفتار سے گھبرا کر وہ لندن سے پاکستان آئے تھے اور اب لگتا تھا، وہ آنکھوں پر پٹی بندھے اندھا دھند دوڑتے چلے جا رہے ہیں۔ کدھر ہیں اور کدھر جا رہے ہیں؟ کچھ خبر نہیں۔ ابھی گارمنٹس

فیکٹری ڈھنگ سے اسٹیبلش بھی نہیں ہوئی تھی کہ وہ ٹیکسٹائل کے بزنس میں بھی آگئے اور اب وہ ایکسپورٹ لیے پر تول رہے تھے۔ کارپوریٹ سیکٹر میں لوگ کہنے لگے تھے، نورالہدیٰ فاروقی ایک ہی جست میں میدان پار کرلینا چاہتا ہے۔ کون جان پاتا کہ جو سودا انہیں چین نہیں لینے دیتا، وہ تو کچھ اور ہی ہے وہ تو خود کو ان یادوں سے بچانا چاہتے تھے جو ہر لمحہ ان کی گھات میں رہتی تھیں۔ گھر سے باہر تو فرار کے کئی راستے تھے لیکن گھر میں قدم رکھتے ہی اس کی یادیں انہیں نرغے میں لیکر بے بس کردیتی تھیں۔ گھر لوٹنے کا خیال انہیں خوفزدہ کردیتا تھا۔ وہ خود کو بے نام مصروفیتوں میں الجھائے رکھتے۔ مگر گھر تو لوٹنا ہی پڑتا ہے۔

انہوں نے انٹرنس کا دروازہ کھول کر اندر قدم رکھنا ہی تھا کہ نظر نا چاہتے ہوئے بھی لاؤنج کے صوفے پر گئی اور اسکی یادوں نے انکی آنکھوں پر ملیحہ کے عکس کا پردہ ڈال دیا۔ اب انہیں دھویں کی دھندلی دیوار کی ضرورت نہیں رہی تھی۔ انہوں نے انگلیوں میں دبا سگریٹ مسل کر بجھاتے ہوئے ایک جانب اچھال دیا۔

"ایک تم جو نہیں ہو تو لگتا ہے کچھ نہیں۔" اس عکس کو دیکھتے ہوئے انہوں نے ہر روز کی طرح یہ الفاظ دوہرائے پھر دروازے کے آگے بنے اسٹیپ پر بیٹھے اور دونوں ہاتھوں پر سر گرا دیا۔

"صاب!" بہت دیر گزر گئی تھی۔ بہادر کی آواز پر انہوں نے سر اٹھا کر دیکھا۔

"کھانا لگادوں؟" انہیں بیہوش دیکھ کر بہادر نے پوچھا۔ وہ کہنا چاہتے تھے کہ انہیں بھوک نہیں ہے، پھر خیال آیا کہ بھوک تو صبح بھی نہیں تھی۔ پر انہوں نے ناشتہ کیا تھا۔ کل رات کا کھانا بھی بھوک کے بغیر کھالیا تھا بلکہ ملیحہ کے انتقال کے بعد زبان کی بھوک پیاس مر ہی گئی تھی۔ اب وہ بھوک لگنے پر نہیں، گھڑی دیکھنے پر کھانا کھاتے تھے اور صرف ہی کیوں انکا تو ہر احساس مر گیا تھا بلکہ کبھی کبھی تو وہ محسوس کرنے لگتے کہ جیسے وہ خود ہی مر گئے ہیں۔ مگر وہ پھر بھی جیئے جا رہے تھے۔ کھانے کا وقت ہوتا تو کھانا کھا لیتے، رات ہو جاتی تو آنکھیں بند کر کے بستر پر لیٹ جاتے۔ نیند آئے نا آئے کیا فرق پڑتا ہے؟ زندگی کو خود پر فرض کیسے کرتے ہیں یہ تو

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

نورالھدی نے اب جانا تھا۔

"لگادو۔"کچھ توقف کے بعد انہوں نے یوں سوچ کر جواب دیا تھا جیسے بہادر نے کوئی مشکل سوال پوچھ لیا ہو۔ وہ اٹھ کر فریش ہونے اپنے کمرے میں چلے گئے۔

فریش ہو کر کپڑے تبدیل کرنے کے بعد وہ ڈائننگ روم میں چلے آئے۔ بہادر بڑی خاموشی سے کھانا لگا رہا تھا۔

"کیا بات ہے بہادر صاحب! آج کل کھانا کھا رہے ہیں؟"وہ پہلے جیسی بَشاشَت سے بولے۔ بہادر نے ہاتھ روک کر اچنبھے سے انہیں دیکھ کر کہا۔

"نہیں تو۔"

"پھر تمھاری آواز کیوں کم نکلتی ہے؟میں تو سمجھا تھا، توانائی کے اسراف سے پرہیز کر رہے ہو۔ ورنہ تمھارے بولنے کی رفتار سے تو ملیحہ جیسی کول مائنڈڈ لڑکی بھی غصے میں آجاتی تھی۔"ملیحہ کا ذکر کرتے ہوئے بھی انکا لہجہ سَرسری سا تھا لیکن بہادر، ملیحہ کا نام سن کر ہی اداس ہو گیا تھا۔

"اسی لیے تو بولتا تھا صاب! شرارت کرتا تھا ان سے اور بی بی صاب بھی جانتی تھیں پھر بھی کبھی مذاق کرنے سے نہیں روکا. بہت اچھی تھیں وہ. مجھے بہت یاد آتی ہیں. پھر خیال آتا ہے، ہم تو نوکر ذات ہیں.. کرنل صاب کی تو بیٹی تھیں، وہ انہیں کتنا یاد کرتے ہونگے. ہر وقت تو بی بی صاحب کی تصویر دیکھ کر روتے رہتے ہیں. ملک صاب! اتنا سمجھاتے ہیں، صبر کرنے کو کہتے ہیں پر صبر بھی تو اک دم سے نہیں آ جاتا. اک ہی تو اولاد تھی انکی، وہ بھی نہیں رہی. انکے دِل پر جو گزرتی ہو گی، وہ تو وہ ہی جانیں. اماں کہتی ہے اولاد کا دکھ قبر تک ساتھ جاتا ہے. اللہ ان کے حال پر رحم کرے." اس نے جھرجھری لی اور کانوں کو ہاتھ لگانے لگا اپنے آگے رکھے کھانے کو گھورتے نورالھدیٰ کے اندر کی بے چینی کو بہادر نے انجانے میں ہی ہوا دے دی تھی.

"بہادر!"

"جی صاب!" وہ برتن رکھ کر کچن میں جا رہا تھا، نورالھدیٰ نے اسکا نام پکارا تو پلٹ

آیا.

"باباجان نے کھانا کھایا تھا؟"

"نہیں صاب! وہ تو صبح سے دروازہ بند کر کے بیٹھے ہیں. دروازہ بجانے پر بھی نہیں کھولا، کھانا کیا کھائینگے."

انکی بے چینی پریشانی میں بدل گئی.

"تم نے مجھے پہلے کیوں نہیں بتایا؟" اسے سرزنش کرتے نورالہدی فوراً اٹھ گئے لیکن باباجان کے دروازے کے باہر کھڑے وہ دستک کے لیے ہاتھ نہیں اٹھ پائے. پیچھے ہٹتے ہوئے انہوں نے بہادر کو اشارہ کیا. اس نے آگے آکر دروازہ بجانے کے ساتھ ہی آواز لگائی۔

"دروازہ کھولیے کرنل صاب!" مگر دروازہ کھلا، نہ ہی اندر سے کوئی آواز سنائی دی۔ اس نے پھر دستک دی۔ "دروازہ کھولیے۔"

اس بار بھی جواب نہیں آیا۔ نورالہدی کی پیشانی پر سلوٹیں ابھر آئیں۔

"بہادر! جاؤاور کمرے کی چابی لے کر آؤ۔ فوراً۔"

وہ سر ہلا کر چابی لانے چلا گیا۔ نورالہدی نے پریشانی میں ہی دروازے کے آگے دو تین چکر کاٹے پھر مضطرب ہو کر دروازہ بجاڈالا۔

"باباجان! دروازہ کھولیں."ملیحہ کی ڈائری کو سینے سے لگائے، روکنگ چیئر پے نیم دراز باباجان سکتے کی سی حالت میں آتش دان کے اوپر لگی ملیحہ کی تصویر کو دیکھے جارہے تھے. بہادر کے دروازہ بجانے اور پھر دروازہ کھولنے کے لیے کہتی ہوئی اسکی آواز کو سن کر بھی ان کے جسم میں کوئی رد عمل نہیں ہوا. کچھ پل کے وقفے سے دوبارہ دستک ہوئی، ساتھ نورالہدی کی آواز بھی سنائی دی.

"نورالہدی."ان کے جسم میں کرنٹ دوڑ گیا. ملیحہ کی ڈائری کو سنبھل کر وہ تیزی سے اٹھے اور دروازہ کھول دیا. ملیحہ کی موت کے بعد آج نورالہدی دوسری بار ان کے دروازے تک آئے تھے. باباجان ایسے انکی طرف دیکھ رہے تھے جیسے بیٹا پردیس سے لوٹا ہو.

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

"آؤ بیٹا! اندر آ جاؤ۔" اندر آنے کا کہتے ہوئے وہ انہیں رستہ دیتے ہوئے سامنے سے ہٹ گئے۔ انہیں اپنی طرف بے تابی سے دیکھتا پا کر نور الہدی کا دِل بھی پگھلنے لگا۔ انہیں اسکے علاوہ کچھ یاد نہیں رہا کہ وہ تو باپ کے سائے سے محروم ہو گئے تھے، مگر بابا جان نے انکی اِس محرومی کو انکی زندگی میں ٹکنے نہیں دیا۔ انکا جی چاہا کہ بابا جان سے لپٹ جائیں کہ تبھی وہ نور الہدی کو رستہ دینے کے لیے ان کے سامنے سے ہٹے تھے اور ملیحہ کی تصویر نور الہدی کے سامنے آ گئی تھی۔ پل بھر میں ان کے چہرے کے تاثرات بَدَل گئے۔ انہوں نے کمرے میں قدم نہیں رکھا، دروازے میں کھڑے کھڑے ہی انہوں نے نظروں کا زاویہ بَدَل کر بابا جان کو دیکھا۔ انہیں موت سے چند لمحے پہلے ملیحہ کی نم پلکوں کی لرزش یاد آ گئی۔ بابا جان کی مترم آنکھوں پر انہیں رحم کیسے آتا؟

"اپنی اس حالت کے لیے یہ خود ہی ذمہ دار ہیں۔" بابا جان کے تھکے ہوئے پژمردہ وجود پر ایک نظر ڈال کر انہوں نے سوچا۔

"یہ کیا بچوں جیسی حرکت تھی؟" وہ بولے تو آواز میں وہ نرمی غائب تھی جو کبھی انکے لہجے کی پہچان ہوا کرتی تھی۔

"کیا تم جانتے ہو نورالہدی! کہ کسی مجرم کو سزا دینے سے پہلے اسکا منہ کالا کر کے چوراہے پر کیوں گھمایا جاتا ہے؟" انکی بات سن کر بابا جان عجیب سے لہجے میں بولے تھے۔ کچھ پل وہ نورالہدی کی طرف سے کسی استفسار کے منتظر رہے، پھر کہا۔ "کیونکہ اپنے ماتھے پر اپنے جرم کی سیاہی لے کر لوگوں کا سامنا کرنا سزا پانے سے بھی کٹھن ہے۔"

"آپکے پچھتاوے کسی چیز کا مداوا نہیں کر سکتے۔" انکی بات پر وہ تنفر سے بولے۔

"جانتا ہوں۔ اور یہی احساس تو پچھتاوے کو اور بھی گہرا کر دیتا ہے کہ میں چاہے جان دے ڈالوں، میری بیٹی کی جان واپس نہیں آئے گی۔" وہ تھکے ہوئے لہجے میں بولے پھر ملتجیانہ انداز میں کہا۔ "کیا تم مجھے معاف نہیں کر سکتے؟"

نورالہدی سرد لہجے میں بولے۔ "میری معافی، ملیحہ کی معافی سے مشروط ہے۔"

جائیے، جاکر اپنی بیٹی سے معافی مانگیں۔ اگر اس نے معاف کر دیا تو میں بھی معاف کر دوں گا۔"

سر جھکائے بابا جان، بے بسی کی انتہا پر پہنچ گئے تھے۔

"ایک بات اور۔۔۔" انگلی اٹھا کر نور الہدی کہنے لگے۔ "براہِ مہربانی آئندہ اس قسم کی حرکت کر کے مجھے پریشان مت کیجیئے گا۔"

پھر انکا ردعمل دیکھنے کے لیے وہ رکے نہیں۔ ان میں اتنی ہمت بھی نہیں تھی کہ بابا جان کے کھنڈر ہوئے وجود کو ایک سیکنڈ بھی اور دیکھ پاتے۔ اپنے کمرے میں آکر وہ چپل اتارے بغیر بیڈ پر گر گئے اور آنکھیں بند کر لیں۔ آنسو انکی آنکھوں کے کونوں سے نکل کر کنپٹیوں پر بہتے، چادر میں جذب ہوتے گئے۔

محبتوں کا حسن اسی صورت قائم رہتا ہے جب یہ ہاتھ میں ہاتھ ڈالے ایک ہی سفر پر گامزن ہوں۔ لیکن اگر محبتیں آپس میں نبرد آزما ہو جائیں تو بڑی تباہی لاتی ہیں۔

انہی معرکوں نے ملیحہ کی زندگی تباہ کی تھی اور اب نور الہدی کے درپے تھیں۔

محبت کا سحر ہو یا قہر، بچ پانا آسان نہیں۔

*****

مولوی عبدالخالق اسکے پاس سے اٹھ تو آئے مگر دوبارہ اسکے پاس جانے سے خود کو روک نا پائے۔ انہیں اس میں عجیب سی کشش محسوس ہوتی تھی۔ اسکے لیے انہیں اپنے سینے میں باپ جیسا گداز محسوس ہوتا تھا۔ حالانکہ اسکا اندازِ ہنوز وہی تھا۔ کبھی تو وہ مولوی صاحب کو اِس طرح نظر اندازِ کرتا جیسے انکی موجودگی سے یکسر لا علم ہو۔ کبھی جنون میں چلانے لگتا اور کبھی مغمور سا جانے کیا بڑبڑاتا رہتا۔ مولوی صاحب نے کبھی اسکی کسی کیفیت میں دخل نہیں دیا۔ وہ اک سامع کی حیثیت سے اسکے پاس آتے تھے اور اسکی بے ربط باتوں کو دھیان سے سنتے جیسے وہ کوئی اہم بیان دے رہا ہو اور اگر اسکا اک بھی پوائنٹ مس ہو گیا تو گڑبڑ ہو جائے گی۔ پھر تنہائی میں اسکی باتوں کو سوچتے ہوئے الجھنے لگتے۔ اسکے ذہن میں پڑی گرہ کو کھولنے کے لیے کوئی سرہ ہاتھ آتا دکھائی نہیں دے رہا تھا مگر وہ صبر کے ساتھ بڑے غیر محسوس اندازِ

میں اپنی تلاش جاری رکھے ہوئے تھے.

"توپھر آگیا؟"اس نے مولوی عبدالخالق کو دیکھا تو گھورا. لہجہ ایسا تھا، جیسے کہہ رہا ہو. 'بڑاڈھیٹ ہے. 'مولوی صاحب اسکے لہجے کو محسوس کر کے مسکرائے.

"کیا کریں.. دِل لگ گیا ہے تیرے ساتھ. جب تک دو گھڑی تیرے ساتھ نا بیٹھ جاؤں، چین ہی نہیں پڑتا." صاف لگ رہا تھا وہ اسکی شکل دیکھ کر محظوظ ہو رہے تھے. اس نے تپ کر رخ پھیر لیا تو مولوی صاحب مسکراتے ہوئے بولے.

"بلکہ مجھے تو لگتا ہے، تیرا بھی دِل لگ گیا ہے. کہاں تو تُو صحرانوردی کو نکلا تھا اور اب چار مہینے ہو گئے ہیں، پر یہاں سے ملنے کا نام ہی نہیں لیتا."

"میں دِل لگا کر نہیں.. تھک کر یہاں بیٹھا ہوں. "اسکے لہجے میں دَرد بولنے لگا تھا.

"سکون کی تلاش میں ذرہ ذرہ چھان مارا مگر وہ تو جیسے کائنات میں ناپید ہو گیا ہے.

پھر تلاش کا کیا فائدہ جب سکون ڈھونڈھنے سے بھی نہیں ملتا."

"جو چیز ڈھونڈھنے سے نا ملے، مانگ لینی چاہیے."اک مہراجوان کے ہاتھ آیا تھا تو

مولوی صاحب نے بساط بچھانے میں دیر نہیں کی.

"کس سے مانگوں؟"اس نے پوچھا۔ساتھ ہی ان کے متوقع جواب کو سوچ کر اسکی تیوریاں بھی چڑھ گئیں.

"اللہ سے."ان کے لہجے میں سکون تھا.اسکی آنکھیں آگ اگلے لگیں.

"جو مانگا وہ دیا نہیں.اب اور کیا مانگوں؟"اس نے بپھر کر کہا.پِھر کرب سے آنکھیں میچ کر سَر پیچھے درخت کے تانے سے ٹکا دیا."پر میں تو اس پر بھی راضی تھا.کوئی شکایت نہیں کی.ہاں مگر دونوں ہاتھ اٹھا کر سکون مانگا تھا.وہ بھی اپنے لیے نہیں،ان کے لیے.پر اس نے کیا کیا؟"اس نے تڑپ کر آنکھیں کھولتے ہوئے گردن سینے سے ٹکائی اور سَر کو دائیں بائیں جھٹکنے لگا."اب کبھی کچھ نہیں مانگوں گا."وہ بڑبڑایا پھر جھٹکے سے سَر اٹھا کر آسمان کو دیکھتا ہوا دھاڑنے لگا.تو سن رہا ہے؟....نہیں آؤنگا تیرے دَر پر. تجھ سے کچھ نہیں مانگو نگا.مجھے تجھ سے کچھ چاھیے بھی نہیں.میرا کوئی ناطہ نہیں تجھ سے."

مولوی صاحب کو اس پر ترس آنے لگا. "او جھلیا! حکیم سے تو دشمنی کر لی تو نے، اب تیرے زخم کیسے بھرینگے." مگر وہ انکی طرف سے غافل ہو چکا تھا. مولوی صاحب ٹھنڈی سانس لے کر رہ گئے.

"اب چلتا ہوں اور دیکھ یہ کھانا رکھا ہے. جی کرے تو کھا لینا. پر خبر دار جو تو نے اٹھا کر پھینکا. رزق کی بے اَدَبی ہوتی ہے." سائیڈ میں رکھی ٹرے کی طرف اشارہ کر کے وہ جس طرح سے بولے تھے، لگ رہا تھا سائی نے یہ کام بہت دفعہ کیا ہے. اک آخِری نظر اسکے سَر پر ڈال کر اٹھ گئے. پر دوسرے ہی قدم پر انہوں نے ٹرے کو اٹھا کر پٹخنے کی آواز سنی. انہوں نے پلٹ کر دیکھا. وہ چہرے پر سختی لیے کسی غیر مرئی نقطے کو گھور رہا تھا اور اسکے سامنے ٹرے کھانے سمیت الٹی پڑی تھی. انہوں نے بے بسی سے اسے دیکھا پھر ٹرے سیدھی کر کے وہ جتنا کھانا اٹھا سکتے تھے، اٹھا کر ٹرے میں ڈالا. اسکے بعد ادھر ادھر پڑے برتن سمیٹ کر ٹرے میں رکھے اور ناراضگی سے بولے.

"یہی کام کرنا ہے تو کل سے کھانا نہیں لاؤنگا. رہ بھوکا." وہ خفا خفا سے اٹھ کر چل پڑے. مگر اگلے دن وہ اپنے ساتھ کھانا لانا نا بھولے تھے.

~~~~~~~~~~~~~~~~~~~~

ملک کے ایک نامور اور باثر بزنس مین، اقبال یزدانی کی طرف سے پی سی کے لاونج میں زبردست ڈنر کا اہتمام کیا گیا جس میں شرکت کے لیے موصول ہونے والے دعوت ناموں کو شہر کے چوٹی بزنس مین اور پولیٹیشن اپنے لیے اعزاز سمجھ رہے تھے۔اور کون نہیں جانتا کہ ایلیٹ کلاس ڈنرز پارٹیز موقع کی مناسب سے نہیں بلکہ موقع کی تلاش میں دی جاتی ہیں۔

نورالہدی کو موقع کی تو نہیں مگر مصروفیت کی تلاش اب اکثر رہا کرتی تھی اور آج تو وجہ یہ بھی تھی۔وہ ہمیشہ کی طرح اہتمام سے تیار ہوئے وقت پر ہی پہنچ گئے۔ مگر وی ای پیز کی آمد تو تاخیر سے ہوا کرتی ہے۔اقبال یزدانی، نورالہدی کی ٹیبل پر بیٹھے حسب عادت پھلجھڑیاں چھوڑ رہے تھے۔نورالہدی واقعی انکی باتوں کو انجوائے
~~~~~~~~~~~~~~~~~~~~

کر رہے تھے کہ چیمبر آف کامرس کے صدر کی آمد کا شور اٹھا اور وہ انہیں ویلکم کرنے کے لیے اٹھ گئے۔

"ارے وہ نورالہدی فاروقی ہے نا؟ بھلا یہ یہاں کیا کر رہا ہے؟" نوید اختر کی نظر کریم کلر کے سوٹ میں ملبوس نورالہدی پر پڑی تو ساتھ بیٹھے اقبال یزدانی سے بولے۔ انہوں نے کہا۔

"کمال کرتے ہیں نوید صاحب۔۔۔ ہم نے بلایا ہے تو یہاں نظر آرہا ہے۔"

"کمال تو آپ نے کیا ہے یزدانی صاحب! یہ لڑکا جسے بزنس فیلڈ میں آئے جمعہ جمعہ اٹھ دن بھی نہیں ہوئے، آپ اسے پرسنلی انوائٹ کر رہے ہیں." ان کے لہجے میں نورالہدی کی تحقیر کے ساتھ ساتھ اقبال یزدانی کے لیے طنز بھی تھا جیسے محسوس کر کے بھی انھوں نے برا نہیں مانا بلکہ ہنس کر بولے۔

"یہی سوچیۓ نوید صاحب۔۔۔ اگر ہم نے بلایا ہے تو اس لڑکے میں کچھ خاص بھی ہو گا۔"

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

"کیا خاص ہو سکتا ہے اس کل کے بچے میں؟" وہ بدستور طنز کر رہے تھے۔

"خاصیت کی بات کی آپ نے تو کیا یہ خاصیت کم ہے کہ چیمبر آف کامرس کا صدر اسے اسکے نام سے جانتا ہے۔" وہ اپنی شگفتگی بھرے انداز میں ان کے طنز کا جواب دے کر بولے تھے اور اس برجستگی پر ایک زوردار قہقہ گونجا تھا۔ ساتھ والے ٹیبل پر بیٹھی لڑکیاں با آسانی اس گفتگو سے مستفید ہو رہی تھیں، وہ بھی انکے جملے پر مسکرانے لگیں۔

"اقبال انکل تو نورالہدی سے بڑے امپریسڈ لگ رہے ہیں۔" ایک نے مسکراہٹ روک کر تبصرہ کیا تو دوسری بولی۔

"صرف اقبال انکل ہی کیوں؟ اقبال انکل کی بیٹی بھی نورالہدی فاروقی سے کافی متاثر ہے۔ کیوں مریم؟"

شرارت سے کہتے ہوئے اس نے ساتھ بیٹھی لڑکی کو ٹہوکا دیا جس کی نظریں مستقل نورالہدی پر جمی تھیں۔ اپنی فرینڈز کی بات پر مسکراتے ہوئے اس نے کافی کا

www.novelsclubb.com

گھونٹ بھرا پھر کپ نیچے رکھ کر دوبارہ نور الہدیٰ کو دیکھنے لگی تو بلیو ایوننگ گاؤن میں ملبوس لڑکی مصنوعی فکر مندی سے بولی۔

"کنٹرول یور سیلف مریم!! تم کہاں اس زاہد خشک کے چکر میں پڑ رہی ہو جو کسی کو بھاؤ ہی نہیں دیتا۔ ویسے بھی سنا ہے، موصوف لینڈ لارڈ ہیں اور یہ زمیندار قسم کے لوگ ذرا ٹیڑھی کھیر ہوتے ہیں۔"

"میں بھی یہ سوچ رہی ہوں کہ یہ شخص مجھے اس طرح سے اپنی طرف اٹریکٹ کیوں کر رہا ہے۔ شاید پاس جاؤں تو کچھ پتا چلے۔" پُر سوچ انداز میں کہہ کر وہ اٹھ کھڑی ہوئی تو اسی لڑکی نے اسکا بازو پکڑ کر روکتے ہوئے کہا۔

"کہاں جا رہی ہو؟"

اس نے ایک ادا سے شانوں سے ذرا نیچے لٹکتے بے حد سیاہ بالوں کو جھٹک کر کہا۔

"نور الہدیٰ کے پاس۔"

پھر چنچل سی مسکراہٹ کے ساتھ اپنا بازو چھڑا کر اسی ہاتھ سے اسکا گال تھپکتی ہائی

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

ہیل سے 'کھٹ کھٹ' کا شور جگاتی نور الہدی کے ٹیبل کے پاس آکر کھڑی ہو گئی پھر بڑے دل آویز انداز میں نور الہدی سے مخاطب ہوئی۔

"گڈ ایوننگ مسٹر فاروقی!"

نور الہدی اپنے ساتھ بیٹھے لوگوں سے باتوں میں مصروف تھے، وہ چونک گئے۔ وہ سیاہ آنکھوں میں شوخی لیے زیرِ لب مسکراتی اپنا دایاں ہاتھ بڑھائے کھڑی تھی۔

نور الہدی نے بیٹھے بیٹھے ہی اُسے 'گڈ ایوننگ' کہا اور اسکا کومل سا ہاتھ پل بھر کو تھام کر چھوڑ دیا۔

"آئی ایم مریم یزدانی۔ ڈاٹر آف اقبال یزدانی." وہ خود ہی اپنا تعارف کروانے لگی تو نور الہدی نے ہلکی سی مسکراہٹ کے ساتھ کہا۔

"آپ سے مل کر خوشی ہوئی۔"

"مجھے بھی خوشی ہوئی نور الہدی!" وہ ایک دم ہی 'مسٹر فاروقی' سے 'نور الہدی' پر آگئی پھر بے تکلفی سے کہا۔ "کیا ہم کچھ دیر بات کر سکتے ہیں؟"

"میرا خیال ہے ہم اس وقت بھی بات ہی کر رہے ہیں۔"

انکی بات پر وہ بے ساختہ ہنس پڑی.

"مجھے حاضر جواب لوگ پسند ہیں."

نورالھدیٰ نے اسکے ڈومینیٹنگ اسٹائل کو محسوس تو کیا مگر وہ ان کے میزبان کی بیٹی تھی یعنی اِس لحاظ سے خود بھی میزبان تھی اور نورالھدیٰ اس وَقت اسکے مہمان.

انہیں منع کرنا اچھا نہیں لگا تو وہ اٹھ کر اس کے ساتھ ساتھ چلتے باہر کھلی فضا میں چلے آئے.

"ہاں تو اپنے بارے میں کچھ بتائیے." چلتے ہوئے وہ انکے سامنے آکر کھڑی ہوئی اور اِس طرح جیسے ان پر اپنی موجودگی کو جاتا رہی ہو جو اسکے ساتھ چلتے ہوئے بھی اس سے بے نیاز لگ رہے تھے. نورالھدیٰ اسے دیکھ کر مسکرائے.

"نام تو آپ جانتی ہی ہیں اور کیا بتاوں؟"

"نام سے زیادہ کچھ نہیں جانتی. اِس لیے جو دِل کرتا ہے، بتا دیجیے."

"نام سے زیادہ جان کر آپ کیا کرینگی؟" وہ گریزاں ہوئے.

"جان پہچان بڑھاونگی." مریم کی بات پر نور الہدی نے اسکی طرف دیکھا اور اندازہ لگانے لگے کہ اس نے بے ساختگی میں یہ بات کہی ہے یا وہ بے باکی کی حد تک صاف گو ہے اور وہ انکی سوچوں سے بے نیاز کہتی جارہی تھی۔ "اینی وے، آپ اپنے بارے میں نہیں بتانا چاہتے تو نا سہی. کم از کم میرے بارے میں کچھ پوچھ سکتے ہیں."

"بتایئے." اسکے اصرار پر نور الہدی نے کہا اور وہ بتانے لگی.

"تھوڑی سی ضدی ہوں، تھوڑی سی موڈی. اور ہاں، بزنس سے مجھے ذرا دلچسپی نہیں ہے. مگر پاپا کے کہنے پر میں نے بھی ہاورڈ یونیورسٹی سے ایم بی اے کیا ہے."

وہ بولے جارہی تھی اور نور الہدی کو اسکی بولڈ نیس اچھی تو لگی تھی مگر وہ اسکا مقصد سمجھ کر اندر سے ہوشیار ہو گئے تھے۔ لندن کی آزاد فضاؤں میں رہتے ہوئے انہیں اِس طرح کی تیزی طراری کا کئی بار سامنا ہو چکا تھا اور وہ اِس طرح کی بولڈ لڑکیوں

سے جان چھڑانے میں ماہر ہو چکے تھے. وہ کوئی فرشتہ صفت انسان نہیں تھے ہاں
مگر اتنا ضرور تھا کہ وہ اِس طرح کی فضولیات سے ہمیشہ بچتے ہی رہتے تھے. آج تک
کوئی ان کے دِل تک پہنچ نہیں پائی. اور جو پہنچی، اس نے محبت کو ان کے لیے اِس
طرح عبادت بنا دیا کہ نور الھدیٰ اسے پانے کی خواہش بھی نا کر سکے.

"آپ سے بات کر کے اچھا لگا. لیکن اب اِجازَت دیجئے. مجھے جانا ھو گا." نور الھدیٰ
نے اس سے جان چھڑانی چاہی. ادھر وہ سمجھ کر بھی حیران ہو کر بولی.

"ایکسیوزمی. آپکو یہاں ڈنر پر بلایا گیا ہے اور آپ ڈنر کیے بغیر جانا چاھتے ہیں."

"مجبوری ہے. مجھے اک بے حد ضروری کام سے جانا ہے." روانی سے جھوٹ
بولتے ہوئے انہیں وہ لڑکی یاد آ گئی جس کے لیے انہوں نے جھوٹ بولنا سکھا تھا اور
ان کے چہرے پر یاسیت ابھر آئی جسے محسوس کر کے مریم نے روکنے پر اصرار تو
نہیں کیا مگر اگلی ملاقات طے کرنے سے خود کو روک نا پائی.

"دس دن بعد نیو ایئر نائٹ ہے. تو ہم نیو ایئر نائٹ میں مل رہے ہیں. ڈن؟" کہہ کر

اس نے وعدہ لینے کے لیے ہاتھ انکی طرف بڑھایا. نورالھدی نے اسے دیکھا پھر اسکا ہاتھ تھام کر بولے.

"بائے!" پھر فوراً ہی اسکا ہاتھ چھوڑ کر پلٹے اور اندر جا کر کسی کو اپنے جانے کی طلاع دیئے بغیر وہ پارکنگ کی طرف بڑھتے چلے گئے. مریم حیرت سے آنکھیں پھاڑے انہیں جاتے ہوئے دیکھ رہی تھی. اسے یقین ہی نہیں آیا کہ وہ اتنے آرام سے اسکی انسلٹ کر کے جا چکے ہیں. پھر اک دم ہی اسے نورالھدی پر غصہ آیا اور پیر پٹخ کر اندر چلی گئی.

****

سرد اور تاریک رات اس ویرانے میں اتر چکی تھی۔ سیاہ رنگ آسمان پر نہ چاند چمک رہا تھا، نہ تارے ٹمٹما رہے تھے۔ پھر چاند تاروں کو دیکھنے کے لئے وہاں تھا بھی کون؟ خلقت سو چکی تھی اور جو جاگ رہا تھا، وہ بند آنکھوں کے پیچھے جہاں آباد کئے دنیا اور مافیا سے بے خبر بیٹھا تھا کہ جیپ کے انجن کی آواز اس سناٹے میں غراہٹ کی

طرح ابھری تھی۔ پھر لمحہ لمحہ قریب آتی آواز تیز ہوتی گئی۔ پھر یوں لگا جیسے پل بھر کو جیپ رکی ہو۔ مگر اسکا انجن اب بھی غرّا رہا تھا۔ دروازہ کھول کر کوئی اترا، پھر چند سیکنڈ بعد ہی دوڑتا ہوا واپس جیپ میں بیٹھ گیا۔ دروازہ بند ہونے کی آواز کے ساتھ جیپ ہوا کے ساتھ اڑتی دور نکل گئی۔ مگر سائیں کے استغراق میں کوئی فرق نہیں آیا۔ پھر ایک باریک سی آواز سنائی دی۔ اتنی باریک کہ اگر سناٹا اتنا دبیز نہ ہوتا تو شاید سنائی نہ دیتی۔ پل بھر کو وہ آواز معدوم ہوگئی، مگر کچھ سیکنڈ بعد دوبارہ سنائی دینے لگی اور پھر چپ ہوگئی۔ اسکے بعد دوبارہ ابھری اور مستقل آنے لگی۔

سائیں نے پٹ سے آنکھیں کھول کر دیکھا اور سر گھما کر اِدھر اُدھر دیکھنے لگا، لیکن اس اندھیرے میں بھلا کیا نظر آتا؟ آخر آواز کی سمت کا تعین کر کے وہ اٹھا اور ایک طرف کو چلنے لگا۔ اب آواز صاف اور واضح سنائی دے رہی تھی۔ وہ چلتا ہوا اس جگہ آپہنچا جہاں خودرو جھاڑیوں کا ایک جھنڈ سا تھا۔ اندھیرے میں آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھتے ہوئے اس نے جھاڑیوں کے گرد چکر کاٹا، مگر آواز کا ماخذ دکھائی نہیں دیا تو وہ

جھاڑیوں سے آگے کی طرف چلنے لگا۔ کچھ قدم آگے جا کر لگا کہ اب آواز پیچھے سے آ رہی ہے۔ وہ واپس جھاڑیوں کے پاس آ گیا اور پیروں پر بیٹھتے، ہاتھ سے ٹٹول کر 'آواز' کو تلاش کرنے لگا۔ زمین پر ہاتھ پھیر کر دیکھتے ہوئے اس نے یوں ہی جھاڑیوں کے اندر ہاتھ ڈالا تو ہاتھ میں کپڑا آ گیا۔ وہ حیران ہو کر کپڑے کو ٹٹولنے لگا۔ تبھی اسکا ہاتھ کسی نرم و ملائم چیز سے ٹکرایا تھا۔ وہ ٹھٹکا، پھر دوسرا ہاتھ بھی اندر جھاڑیوں میں ڈال کر مخنی سا شور مچاتی کپڑے میں لپٹی اس چیز کو احتیاط سے باہر نکال لیا۔ باہر نکال کر جو دیکھا تو اندھیرے میں نظر آتے اس کے خدوخال کو دیکھ کر وہ بری طرح چونک گیا۔ پھر جو گھبرا کر ٹٹولا تو اندازے کی تصدیق بھی ہو گئی۔ وہ ایک بچہ تھا۔۔ کسی کتے، بلی کا نہیں، انسان کا بچہ۔ انسان کو اشرف المخلوقات ہے اور تمام مخلوقات میں بس اسے ہی یہ شرف حاصل ہے کہ جگر کے ٹکڑے کو گوشت کے لوتھڑے کی طرح گدِھ اور چیل، کوؤں کی خوراک بننے کے لئے ویرانوں میں پھینک آتا ہے۔ وہ ہکا بکا اسے گود میں لیے بیٹھا تھا۔ صحیح الدماغ ماں۔۔

نو ماہ پیٹ میں رکھ کر جنم دینے کے بعد اسے مرنے کے لیے کانٹوں کے مقبرے میں لا پٹخا تھا۔ مگر اس پاگل میں اتنی ہمت نہیں تھی کہ اس کومل وجود کو کھردری زمین پر لٹا دے۔ اسے سینے سے چمٹائے وہ اپنے ٹھکانے لوٹ آیا۔ دماغ تو ایک مدت سے ماؤف ہو چکا تھا اور ہستی کھنڈر بن گئی تھی، لیکن چھاتی پر ہلچل مچاتے اسکے ننھے ہاتھوں اور پیروں کی حرکت نے اس کھنڈر کو بھی زیر و زبر کر دیا۔ اس نے سر کو جھکا کر اندھیرے کی نقاب اوڑھے اس معصوم چہرے کو دیکھا، جس کا رونا اب اسے بے چین کر رہا تھا۔

"یہ اتنا کیوں رو رہا ہے؟" ایک عرصے سے بند پڑی دماغ کی مشین کے کل پرزوں پر سے گرد جھاڑ کر اس نے انہیں کام پر لگا دیا۔ "کہیں اسے ٹھنڈ تو نہیں لگ رہی؟۔۔ سردی بھی تو کتنی زیادہ ہے۔" طویل مدت بے حسی میں جیتے ہوئے اچانک ہی اسکے احساسات بیدار ہو گئے اور وہ ہوا میں پھیلی خنکی کو محسوس کرنے لگا جس سے وہ کچھ دیر پہلے تک بے خبر تھا۔ اس نے اس ہلکے سے تولیے کو بچے کے

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

گرد اور بھی کسا، جس میں وہ لپٹا ہوا تھا۔ پر اسے وہ ناکافی محسوس ہوا تو اپنی شرٹ اتار کر اچھی طرح اسکے گرد پھیلانے لگا، جسکی حالت اتنی خستہ ہو چکی تھی کہ اتارنے کے لئے بٹن کھولنے کی ضرورت نہیں پڑی۔ پھر اسے بانہوں میں سمیٹ کر سینے میں چھپاتے ہوئے اس نے اپنے گھٹنوں کو موڑ کر اس طرح خود کو گھٹڑی بنالیا کہ محسوس بھی نہیں ہو رہا تھا کہ اسکی گود میں بچہ ہے۔ اس حالت میں اسے کوئی دیکھتا تو یہی سمجھتا کہ سردی کی شدت کو کم کرنے کے لیے خود میں سمٹ کر بیٹھا ہے۔

سردی بہت زیادہ سہی پر اسکا خیال تھا کہ اسکے جسم کی گرمی سے بچے جو راحت تو مل جائے گی کہ رونا بند کر دے گا۔ مگر وہ روتا ہی رہا۔

"ہو سکتا ہے اسے بھوک لگ رہی ہو۔" وہ دیکھ نہیں پا رہا تھا، مگر چند منٹ یا شاید گھنٹہ بھر پہلے پیدا ہونے والے بچے کے جسم پر چپچپاہٹ کو محسوس کر کے اندازہ لگا چکا تھا کہ پیدائش کے بعد اسے غسل نہیں دیا گیا تھا۔

"جس ماں نے ایک لوٹا پانی بہانے کی زحمت نہیں کی، اس نے کہاں بچے کے حلق

میں دودھ اتارا ہو گا۔"

اس نے سوچتے ہوئے اپنے خیال کی تائید کی۔"ہاں۔۔۔۔اسے بھوک ہی لگی ہے۔" وہ پریشان ہو گیا۔"لیکن اس کے لیے دودھ کہاں سے لاؤں؟" دماغ کی مشین تو اب چل ہی پڑی تھی، اسے ایک راستہ بھی سوجھ گیا۔

مولوی عبدالخالق موٹی سی رضائی اوڑھے آرام سے سو رہے تھے کہ کسی نے زور سے ان کے گھر کا دروازہ دھڑ دھڑایا۔ میٹھی نیند سے جاگنے میں کچھ وقت لگ گیا تھا۔

"اتنی رات کو کون آیا ہے؟" ملانی جی بھی جاگ گئیں۔ بستر پر آٹھ کر بیٹھتے ہوئے بولیں۔

"جا کر دیکھتا ہوں۔" چارپائی پر بیٹھے انہوں نے چپل پیر میں اڑستے ہوئے کہا، پھر لائٹین اٹھا کر کمرے کا دروازہ کھولتے صحن میں نکل آئے۔

"ہاں بھائی!! آ رہا ہوں۔" انہوں نے اونچی آواز میں بول کر تواتر سے دروازہ پیٹنے

والے کو اپنی آمد کی اطلاع کی، جسکا نوٹس نہیں لیا گیا اور دروازہ اس وقت تک بجتا رہا جب تک کہ انہوں نے کھول نہیں دیا۔

"او توں ایں؟" لائٹین کی روشنی میں آنے والے کا چہرہ دیکھ کر وہ حیرت سے بولے، پھر اسکا بازو پکڑ کر اسے اندر کرتے ہوئے بولے۔ "چل اندر آجا۔" وہ دروازے کے کنڈے میں زنجیر اٹکا کر پلٹے تو وہ انکے پیچھے کھڑا تھا۔ "او جھلّیا! ادھر کیوں کھڑا ہے؟ کمرے میں آجا۔ بڑی ٹھنڈ ہے۔"

پھر اسے ساتھ لیے کمرے میں چلے آئے۔ جسکا اوپری دھڑ برہنہ تھا اور ایک پوٹلی سی اس نے بازوؤں میں چھپا رکھی تھی۔ کمرے میں آکر اس نے اپنے بازو ڈھیلے کئے تو بچے کی جھلک دیکھ کر چارپائی کے سرہانے سے دوپٹہ اٹھا کر اوڑھتی ملانی جی کے ہاتھ رک گئے۔

"یہ کس کا بچہ اٹھا لایا ہے؟"

"انسان کا۔" اس نے متانت سے اطلاع دی۔

"پر تجھے کہاں سے مل گیا؟" مولوی صاحب کی حالت بھی ملانی جی سے مختلف نہیں تھی۔

"جھاڑیوں میں سے۔"

"سبحان اللہ۔" مولوی صاحب اسے لہجے میں بولے جیسے یقین نہ آیا ہو۔

"اسے بھوک لگی ہے۔" وہ انکی کیفیتوں کی پرواکئے بغیر بچے کی طرف اشارہ کرکے بولا جو بھوک سے اس قدر نڈھال ہو چکا تھا کہ اب وہ رو بھی نہیں پا رہا تھا۔ مولوی صاحب اب بھی پریشان تھے، مگر بچے کی بھوک کا احساس کرکے بولے۔

"ہاجرہ اٹھ! دودھ لے کر آ۔"

"پر مولوی صاحب! اس سے یہ تو پوچھ لیں کہ کسکا بچہ اٹھا لایا ہے؟"

"وہ بھی پتا چل جائے گا۔ تو دودھ تو لے آ۔"

پر وہ اٹھی نہیں۔ انکی نظر بچے پر جمی تھی، جسے گود میں لئے سائیں چارپائی پر بیٹھ گیا تھا۔

"اسکا تو ابھی غسل بھی نہیں ہوا۔" ملانی جی کی بات پر مولوی صاحب کا دھیان بچے کی حالت پر گیا اور مسئلے کی تہ تک پہنچ گئے۔ پھر جب وہ بولے تو انکے لہجے میں کچھ دیر پہلے والا ہیجان نہیں تھا۔

"پھر پہلے اسکے غسل کا انتظام کر، پھر اسکی بھوک کا بندوبست کرتے ہیں۔" اپنی بات کہہ کر وہ کمرے سے باہر نکل آئے اور باورچی خانے سے بھگونا اٹھا کر صحن میں لگے پمپ کے نیچے رکھا اور ہینڈ پمپ چلا کر دیگچہ پانی سے بھرنے کے بعد اٹھا کر باورچی خانے میں چلے آئے جہاں ملانی جی مٹی کے چولہے میں آگ جلا چکی تھیں۔ بھگونا چولہے پر رکھ کر وہ صحن میں آ گئے اور بالٹی میں ہینڈ پمپ سے پانی بھرنے لگے۔ بالٹی بھر گئی تو انہوں نے ہینڈ پمپ چلانا بند کر دیا اور باورچی خانے میں آ کر بیٹھ گئے۔ پھر چولہے پر رکھا پانی گرم ہو چکا تو کپڑے سے پکڑ کر بھگونا اٹھایا۔ وہ صحن میں آ گئے اور دیگچے کا گرم پانی بالٹی کے ٹھنڈے پانی سے ملا کر نیم گرم پانی تیار کرنے لگے۔ ادھر ملانی جی چولہا بجھا کر کمرے میں آ گئیں۔

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

"لا بچے کو نہلا دوں۔" وہ بچے کی طرف ہاتھ بڑھا کر بولیں۔ سائیں نے انہیں دیکھا، پھر بچہ انہیں دینے کے بجائے گود میں لئے باہر آگیا۔ ہینڈ پمپ کے پاس ہی کپڑے اور برتن دھونے کے لئے جگہ مخصوص تھی۔ وہاں رکھی چوکی پر آبیٹھا اور بچے کو ران پر لٹا کر رگڑ رگڑ کے ٹھنڈے پانی سے ہاتھ دھونے لگا۔ ملانی جی باہر آگئیں، وہ بچہ انہیں نہیں دے گا، اس لئے انہوں نے دوبارہ اس سے بچہ نہیں مانگا اور چوکی اٹھا کر اسکے پاس آبیٹھیں جواب بچے کے گرد لپٹے کپڑے ہٹا رہا تھا۔ پھر اس نے دونوں پاؤں جوڑ کر بچے کو پیروں پر لٹا لیا۔ ملانی جی بالٹی میں سے پانی کے مگ بھر بھر کر بچے پر انڈیلنے لگیں اور وہ ایک ہاتھ سے بچے کو سنبھالے دوسرے ہاتھ سے اسکے جسم کو نرمی سے صاف کرنے لگا۔ بچہ ٹھنڈ اور پانی سے پریشان ہو کر رونے لگا، وہ دونوں پورے اطمینان سے اسے غسل دیتے رہے۔ جب وہ پاک ہو چکا تو مولوی صاحب نے ایک تولیہ سائیں کے ہاتھ میں پکڑا دیا، جس میں بچے کو لپیٹ کر وہ کمرے میں آگیا۔ ملانی جی اور مولوی صاحب کمرے میں آئے تو وہ بچے کو

تولیے سمیت چارپائی پر لٹائے اسکے جسم کو خشک کر رہا تھا۔

"اب اسکے لئے کپڑے کہاں سے لاؤں؟" ملانی جی بولیں تو مولوی صاحب نے کہا۔

"سورج تو نکلنے دے، اسکا انتظام بھی ہو جائے گا۔"

"پھر ایسا کرتی ہوں، گرم چادر نکال لیتی ہوں۔ابھی اس میں لپیٹ لیتے ہیں۔"

بولتی ہوئی وہ صندوق سے گرم چادر نکالنے لگیں۔پھر جب بچے جو گرم چادر میں لپیٹ چکے تو مولوی صاحب، سائیں سے بولے۔

"لا، بچہ مجھے دے دے۔"

اس نے کچھ کہا تو نہیں، مگر بچے کو سینے میں بھینچ لیا۔مولوی صاحب متبسم لہجے میں بولے۔

"اسکے کان میں اذان دینی ہے۔یا پھر تو اذاں دے دے۔"

اس نے انکی بات سنی اور پھر بچہ انہیں دے دیا۔ملانی جی دودھ گرم کرنے چلی

www.novelsclubb.com
NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

گئیں اور مولوی صاحب بچے کے کان میں ذاتِ کبریائی بیان کرتے ہوئے اذان
کے الفاظ اسکی سماعتوں میں انڈیلنے لگے۔اذان کی ادائیگی کے بعد مولوی صاحب
نے بچہ اسکی گود میں ڈالا تو اسکی بے چینی کو محسوس کر کے مسکرانے لگے۔ملانی جی
دودھ گرم کرلائی تھیں،انہوں نے بچے کو دودھ پلانے کی پیشکش نہیں کی،بلکہ
چھوٹے ٹیبل پر دودھ کا پیالہ اسکے سامنے رکھ دیا۔اسے تو بچے کو چمچے سے دودھ پلانا
مشکل لگ رہا تھا،وہ اور بھی رونے لگا۔آخر کئی بار کہ ناکام کوششوں کے بعد بچے
کے حلق میں دودھ کے چند قطرے چلے ہی گئے۔پتہ نہیں پھر اسکا پیٹ بھرا کہ
نہیں،مگر زیادہ دودھ گرا کر اور تھوڑا سا پی کر وہ کچھ دیر بعد سو گیا تھا۔

وہ سوئے ہوئے بچے کو گود میں لے کر بیٹھا رہا۔پھر جب لگا کہ وہ گہری نیند میں چلا
گیا ہے تو بہت آہستگی سے اسے بستر پر لیٹا کر اٹھ گیا۔شرٹ وہ پہلے ہی پہن چکا
تھا،پھر کسی طرف دیکھے بغیر چلتا ہوا گھر سے چلا گیا۔مولوی صاحب دروازہ بند کر
کے اندر آئے تو ملانی جی بستر پر بچے کے پاس بیٹھی دھیرے دھیرے اسے تھپک رہی

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

تھیں۔ مولوی صاحب دوسری طرف سے چارپائی پر بیٹھ کر بچے کو دیکھنے لگے جو بڑے معصوم انداز میں میں سو رہا تھا۔

"میں تو پریشان ہو گئی ہوں، مولوی صاحب۔۔۔ پتا نہیں کس کا بچا ہے اور کہاں سے مل گیا۔"

"بتا تو رہا تھا کہ جھاڑیوں سے ملا ہے۔" وہ چپل اتار کر پاؤں اوپر اٹھا کر آرام سے بیٹھے اور رضائی اپنے اوپر پھیلاتے ہوئے لاپروئی سے بولے۔ ملانی جی کو ان کہ انداز ذرا نہ بھایا۔

"جاڑیوں سے ملا ہے؟" انہوں نے منہ بنایا۔ "بھلا بچے جاھڑیوں میں اگا کرتے ہیں؟ ایسا ہوتا نا تع مولوی صاحب۔۔۔۔۔۔ تو دنیا میں کوئی بھی بے اولاد نا رہتا۔ مین آپ جاھڑیوں سے دو چار بچے اٹھا لاتی۔ اس پاگل نے ایک بات کیا کہہ دی، اپ تو ایمان لے ائے۔"

"تم اب بھی اسے پاگل کہہ رہی ہو؟" انکا اشارہ کچھ دیر پہلے کے اسکے رویۓ کی

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

طرف تھا. ملانی جی بھی اک پل کو خاموش ہو گئیں، پھر بولیں. "میں تو وہی کہہ رہی ہوں جو نظر آتا ہے. پھر اسکی بات پے واقعی دِل نہیں ٹھہرتا. کوئی بھلا کیوں اپنا بچہ جھاڑیوں میں پھینکے گا؟ چلیں لڑکی ہوتی تب مان بھی لیتے کہ چودہ سو سال پہلے کی جہالت ابھی بھی ختم نہیں ہوئی. مگر یہ تو لڑکا ہے." "تو بہت بھولی ہے ہاجرہ! اور میں کوئی براقیاس کرنا نہیں چاہتا. پر اتنا سمجھ لے، جس عورت نے بچہ گود سے نکال پھینکا، وہ اِس پر دعوا نہیں کریں گی. کر سکتی ہی نہیں. اور جو دعوا کرتی ہو، وہ اپنا بچہ خود سے جدا نہیں کرے گی. اب اور کیا کہوں؟ تو یہ بات ذہن سے نکال دے کہ اسکی ماں دکھ میں ھو گی. اس نے کسی سکھ کے خاطر ہی اپنی اولاد خود سے دور کی ھو گی. اور بس اب اِس بارے میں کوئی بات نا کرنا کہ بات سچ ہوئی تو غیبت ہے. جھوٹ ہوئی تو بہتان اور گناہ دونوں صورتوں میں ہے. خود کو سمجھا لے کہ اس کا رزق اِس گھر میں لکھا تھا اور یہ اپنا حصہ لینے آیا ہے، اللہ کے کام حکمت سے خالی نہیں ہوتے. اسے یہاں بیجھا ہے تو اس میں بھی کوئی مصلحت پوشیدہ ھو گی. اسکے

کھیل وہی جانے۔"تہجد کا وقت ہو چکا تھا۔اپنی بات ختم کر کے مولوی صاحب وضو کے لیے اٹھ گئے۔ مسجد سے مولوی صاحب گھر کی طرف جا رہے تھے، ملانی جی کو جو دروازے میں کھڑا دیکھا تو ٹھٹک کر رک گئے۔انہیں یاد نہیں آیا کہ پچّیس سالا ازدواجی زندگی میں ملانی جی نے دروازے پے کھڑے ہو کر انکا انتظار کیا ہو۔ حیران ہوتے وہ ان کے پاس چل آئے اور ان کے الجھن بھرے چہرے پر نظر ڈال کر پوچھا۔"کیا بات ہے؟""وہ آیا ہوا ہے۔"ملانی جی پریشانی سے گویہ ہوئی۔

"کون؟"بولتے ہوئے مولوی صاحب نے ان کے اوپر سے اندر گھر میں نظر ڈالی، پھر انہیں سائیڈ میں کر کے گھر کے اندر چلے آئے۔ خالی سہن کو دیکھتے ہوئے بیٹھک میں آگئے۔ بچہ جاگ چکا تھا اور سائیں اسے گود میں لیے چارپائی پر بیٹھا تھا۔ حالانکہ وہ یک تک بچے کو دیکھ رہا تھا۔ لیکن اسکی آنکھیں دلچسپی سے خالی تھیں اور ناہی وہ بچے سے کھیل رہا تھا۔ مگر بچے کو اسکی موجودجی اچھی لگ رہی تھی۔ وہ کبھی اپنے چھوٹے چھوٹے نرم ہاتھ اسکے سینے پر مارتا اور کبھی اسکی داڑھی میں الجھا کر کھینچتا بہت مگن

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

لگ رہا تھا. پتہ نہیں سائیں نے مولوی صاحب کی موجودگی کو محسوس کیا یا نہیں، کیوں کہ ان کے آنے کے بعد بھی وہ انہماک سے بچے کو دیکھتا رہا تھا. اس پر سے نظر اٹھا کر مولوی صاحب ملانی جی کو دیکھتے ہوئے بولے. "دکان کھولنے کا وقت ہو گیا ہے. میں دکان کھولتا ہوں، تم ناشتہ بنا لو. لیکن آج ناشتہ تین لوگوں کا بنانا ہے." وہ یوں بول رہے تھے جیسے روٹین کی بات ہو اور پھر جا کر دکان کا دروازہ کھولنے لگے.

ملانی جی دو کے بَعد تیسرا پراٹھا بیل رہی تھیں کہ انہوں نے سائیں کو کمرے سے نکل کر باہر جاتے دیکھا اور وہ جھلاتے ہوئے پراٹھا لپیٹنے لگیں. جنگل میں لگی آگ کی طرح گاؤں میں یہ خبر پھیل گئی کہ سائیں کسی کا بچہ اٹھا کر لے آیا ہے، جو اب مولوی صاحب کے گھر میں پل رہا ہے. اسکے ساتھ ہی چہ میگوئیاں ہونے لگیں. مولوی صاحب کا بہت احترام تھا، مگر بات ہی ایسی تھی کہ اسی شام کی بیٹھک میں یہ ذکر چل نکلا. "اک بات سنی ہے مولوی صاحب! پتہ نہیں سچی ہے یا جھوٹی پر سارے پنڈ میں شور مچا ہے کہ سائیں کسی کا بچہ اٹھا لایا ہے."" "جھوٹ سنا ہے." جبار کی بات

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

پر مولوی صاحب نے کہا. "وہ کسی کا بچہ نہیں اٹھالایا بلکہ بچے کی والی وارث خود بچے کو اسکے پاس چھوڑ گئے تھے."""لیکن بچہ ہے کس کا؟"ایک اور نے کہا. "دیکھ نیاز محمد! ہمیں تو اسکی نگہبانی کا فرض سونپا گیا ہے، سو ہم کر رھے ہیں. باقی کی باتیں تو اللہ جانے. "انھوں نے جواب دیا. مگر ملانی جی زچ ہوئی جا رہی تھیں. "عقل کی بات کر زینب! جس نے رات کے اندھیرے میں بچہ ویرانی میں پھینک دیا، کوئی کہاں سے اسکا پتہ ڈھونڈھے؟"انکی بات پر زینب بولی. "یہ بھی ہے. پر کچھ دن انتظار کر کے دیکھ لیں. شاید کوئی اسے لینے آ جائے."""زینب! تو واقعی کم عقل ہے. "اک دوسری عورت بولی. "اگر لینے ہی انا تھا تو کوئی چھوڑ کر کیوں جاتا؟ لیکن ملانی جی! معاملہ تو مشکوک ہے. کوئی کیوں اپنا بچہ پھینکے گا؟ وہ بھی اتنے سوہنے منڈے کو. میرے مرد نے منڈے کے چکر میں تین بیاہ کر لیے، اب کہتا ہے چوتھا کرے گا. بھلا کوئی وارث کو بھی پھینک سکتا ہے؟"""اب کیا کہوں سعیدہ! بات تو میری عقل میں بھی نہیں آتی. پر مولوی صاحب کہتے ہیں، برا قیاس نا کرو. "انہوں

نے کہہ کر اس ٹاپک کو ختم کر دیا۔ صحن میں چارپائی بچھا کر بیٹھی عورتیں دھوپ سینکتے ہوئے اپنے اندازے لگاتی رہیں، جبکہ وہ جسکی ذات موضوع بنی ہوئی تھی، سائیں کی گود میں لیٹا مزے سے انگوٹھا چوس رہا تھا۔ دھوپ اتر گئی تھی اور مولوی صاحب کے گھر کا آنگن بچوں سے بھر گیا تھا۔ برابر برابر دو دریاں بچھی تھیں۔

ایک دری پر بیٹھے بچے ہاتھوں میں سپارے لئے لہک لہک کر قرآن پڑھ رہے تھے اور دوسری دری پر وہ بچے بیٹھے تھے جو قرآن کا سبق لے کر یاد کر چکے اور اب اپنے اسکول کی کتابیں کاپیاں لے کر بیٹھے ہوم ورک کر رہے تھے۔ سائیں نے آج پہلی بار دن میں مولوی صاحب کے گھر کا رخ کیا تھا۔ حالانکہ کچھ دنوں سے وہ برابر انکے گھر کے چکر لگا رہا تھا۔

وہ کچھ دیر بچے کے ساتھ گزارتا، پھر چلا جاتا۔ مگر جتنی دیر بھی وہاں رہتا، بچے کے سارے کام خود کرتا۔ بچہ بھی اس سے مانوس ہو گیا تھا۔ وہ اسے پہچاننے لگا تھا۔ اسے دیکھتے ہی وہ مسکرا کے یوں ہاتھ پاؤں ہلاتا جیسے اسے بلا رہا ہو۔ پھر جتنی دیر اسکے

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

ساتھ رہتا کھیلتا رہتا۔ روتا تو بالکل بھی نہیں تھا۔ سائیں دروازے پر آ کے رک گیا تو بچے تجسس سے اسے دیکھتے ہوئے آپس میں کھسر پھسر کرنے لگے۔ حساب کا سوال سمجھاتے ہوئے مولوی صاحب نے دروازے کی طرف بچوں کی دلچسپی محسوس کر کے سَر اٹھا کر دیکھا، پھِر سائیں پر نظر پڑتے ہی بَشاشَت سے بولے۔ "او جھالیا! باہر کیوں کھڑا ہے ؟ اب تو اِس چوکھٹ پے تیرے نام کے تعویز گڑے ہیں۔ سیدھا اندر چلا آ۔" وہ چلتا ہوا اندر آیا اور مولوی صاحب کے پاس آ کر بیٹھ گیا۔ اسے چُپ دیکھ کر مولوی صاحب نے کہا۔ "کاکے سے ملنے آیا ہے؟" اس نے دھیرے سے نفی میں سَر ہلایا، پھِر کہا۔ "مجھے بھوک لگی ہے۔" "سبحان اللہ۔" مولوی صاحب نے بے ساختہ کہا، پھِر آوازیں دینے لگے۔ "ہاجرہ!... او ہاجرہ!! کھانا لے آؤ بھئی۔ لیکن اک منٹ۔" انہیں کچھ خیال آیا تو بول کر معنی خیز نظروں سے اسے دیکھنے لگے۔ "کھانا تو ضرور ملے گا، پر پہلے اک کام کرنا ہو گا۔" اس نے سوالیا نظروں سے انہیں دیکھا۔ مولوی صاحب اسکے استفسار کو سمجھ گئے تھے، لیکن اسے کچھ بتانے

کے بجائے وہ اشارے سے اک بچے کو پاس بلانے لگے۔ "ادھر آ۔" بچہ پاس آگیا تو بولے۔ "جا کر جبار سے کہہ کہ اپنا تام جھام اٹھا کر چلا آئے۔" "جبار کون؟.... جیرا نائی؟" بچے نے معصومیت سے بولتے ہوئے تصدیق چاہی تو مولوی صاحب ماتھا پیٹ کر بولے۔ "تم لوگ نام بگاڑنے سے بعض نا آنا۔ ہاں بھئی، جا کر جیرے نائی سے کہو میں نے بلایا ہے۔" بچہ فوراً باہر بھاگ گیا۔ اسے بھیج کر مولوی صاحب سائیں کی موجودگی کو نظر اندازِ کر کے پڑھانے لگے۔ "سلام مولوی صاحب!" جبار نے دروازے پر سے ہی سلام جھاڑا۔ مولوی صاحب اسکے سلام کا جواب دیتے ہوئے اٹھ کھڑے ہوئے۔ "اپنا سامان ساتھ لائے ہو؟" "جی مولوی صاحب! سب اٹھا لایا... پر آپکے بال تو جمعے کو ہی تراشے تھے اور خط بھی بنایا تھا۔ پھر کیسے بلانا ہوا؟" اسکی بات پے مسکرا کر مولوی صاحب نے سائیں کی طرف اشارہ کیا۔ "تیری ضرورت مجھے نہیں۔ اسے ہے۔" پھر اسکے پاس آکر بولے۔ "چل اٹھ۔ بہت پھر لیا اِس طرح۔ اب تجھے انسان کا بچہ بناتے ہیں۔" اسکے بَعد اندر سے میز اور

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

کرسی منگوا کر اسے اس پر بیٹھا دیا. جبار جب تک اپنا سامان میز پے رکھ چکا تھا۔
سائیں کے جی میں پتہ نہیں کیا آیا کہ آئینہ اٹھا کر اپنا چہرہ دیکھنے لگا. وہ چہرہ جسے مدت
سے دھویا نہیں گیا تھا، بڑھے بال اور ناتراش داڑھی میں چھپا ہوا تھا. اسے جیسے خود
بھی اپنی پراگندہ حال پے یقین نہیں آیا. داڑھی کے بالوں پے ہاتھ پھیرتے ہوئے
اس نے اپنے اصل حال کو یاد کرنا چاہا. پر حیرت کی تھی کہ اسے اپنی صورت یاد
نہیں آئی اور آتی بھی کیسے؟ آئینے میں نظر آتا چہرہ اِس قدر اجنبی تھا کہ اس میں سے
پُرانے نقوش ڈھونڈھ پانا مشکل ہوتا. جبار نے اسکے کندھوں پر تولیہ ڈال کر سَر کے
بال تراشنا شروع کیے. اس نے مدت سے سَر نہیں دھویا تھا اور نا بالوں میں تیل لگایا
تھا۔ اب اسکی حالت جھاڑ جھنکار جیسی ہو رہی تھی، جسے کاٹنا آسان کام نہیں تھا. پر
جبار اپنے کام کا کاریگر تھا. دقت تو ہوئی پر اس نے بالوں کو تراش خراش کی حد تک
سہی حالت دیدی. پِھر اسکی داڑھی کے بالوں کو معقول حد تک چھوٹا کر دیا. جبار اپنی
طرف سے کام ختم کر کے سیدھا ہوا تو اس نے ہاتھ بڑھا کر آئینہ اٹھا لیا. چہرہ اب

بھی انجان لگ رہا تھا. بنا کچھ سوچے اس نے شیو نگ کے لیے جھاگ بنا کر ہاتھ سے چہرے پر پھیلایا، پھِر اُسترہ لے کر شیو کرنے لگا. اب اسکے چہرے کو بلیڈ کی عادت نہیں رہی تھی، اس نے اک ہاتھ مارا ہی تھا کہ چہرے پے کٹ پڑ گیا. مگر اس نے شیو نگ روک کر خون صاف کرنے کی زحمت نہیں کی. ایسا لگ رہا تھا جیسے وہ اپنی عادتوں کو یاد کر رہا ہو. وہ آرام سے شیو کرتا رہا، مگر اب اسکے اندازِ میں احتیاط تھی. داڑھی ہٹا کر اس نے تولیے سے جھاگ منہ پر سے صاف کرتے ہوئے آئینے میں دیکھا اور ماضی میں جھانکا۔ اب بھی اسکے چہرے میں کچھ اجنبی سا تھا۔ مونچھوں کو صاف کر کے اس نے پھر سے آئینہ دیکھا۔ اب اسے چہرے سے شناسائی کا احساس ہو رہا تھا۔ ''اب کچھ بات بنی ہے۔'' اپنی ٹھوڑی کو مسلتے ہوئے اس نے سوچا۔ "یہ کپڑے لے اور جا کر نہا لے۔ ویسے میرا ناپ تجھے چھوٹا ہو گا۔ مگر جو چیتھڑے تو نے پہن رکھے ہیں، اس سے بہر حال بہتر ہے۔ ابھی ان سے ہی کام چلا لے۔ کل تیرے دو جوڑوں کا کپڑا خرید کر درزی کو سلنے کیلیئے دے دونگا۔"

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

مولوی صاحب ہاتھ میں اپنا ایک شلوار قمیض لیے اس سے کہہ رہے تھے۔اس نے انکے ہاتھ سے کپڑے لیے، پھر رسی سے تولیہ اٹھا کر غسل خانے میں چلا گیا۔وہ اتنی دیر تک نہایا کہ مولوی صاحب مغرب کی نماز پڑھا کر آ گئے۔ مگر جب وہ گیلے بالوں کو تولیے سے رگڑتا غسل خانے سے برآمد ہوا تو دونوں میاں بیوی خوشگوار حیرت میں گھرے اسے دیکھتے رہ گئے۔اسکے بال جو مٹیالے رنگ کے لگا کرتے تھے،انکے سیاہ رنگت کئی بار صابن سے دھل کر نکھر آئی تھی۔ گہری سیاہ آنکھوں کی مقناطیسیت تو وہی تھی، مگر اب ان میں وحشت دیکھائی نہیں دے رہی تھی۔ہاں! مگر ویرانی جوں کی توں تھی۔آنکھوں کے نیچے حلقے واضح ہو رہے تھے۔رنگ شاید یوں بھی قدرے سانولا رہا ہو گا، مگر اب جھلس کر گہرا ہو گیا تھا۔گالوں کا ڈھیلا ماس بتا رہا تھا کہ یہ چہرہ کبھی پر گوشت تھا۔عنابی رنگت کے ہونٹ جو سختی سے بھنچے رہتے تھے،اس وقت نرمی سے بند تھے۔ جن سے چہرے کا تاثر ہی بدل گیا تھا۔ وحشت اور دیوانگی کی جگہ سنجیدگی اور متانت نظر آ رہی تھی۔اسکی دراز قامت تو

نظر آتی تھی، مگر شانوں کی چوڑائی اب زیادہ نمایاں ہو رہی تھی۔اندازہ لگایا جا سکتا تھا کہ وہ کبھی صحت مند جسم کا مالک رہا ہو گا، لیکن اب اسکا وزن کافی کم ہو گیا تھا۔ مولوی صاحب کے کپڑے اسکے لمبے قد پر کافی چھوٹے تھے۔شلوار ٹخنوں سے اوپر جا رہی تھی اور قمیض گھٹنوں سے اوپر۔اس پر مضحکہ یہ کہ کمزوری کی حد تک دبلا ہونے کے باوجود قمیض اسکے چوڑے چکلے سینے پر پھنسی ہوئی لگ رہی تھی۔ مگر جس نے اسے دیوانگی کے عالم میں دیکھا ہو، اسکے لیے اسکی بدلی ہوئی حالت خوشگوار تھی۔"سائیں کی تو حالت ہی بدل گئی ہے مولوی صاحب! ذرا دیکھیں، کیسا سوہنا روپ نکالا ہے۔" ملانی جی کی بات پر اسے دیکھتے ہوئے وہ مسکراتے لہجے میں بولے۔

"یہ سائیں نہیں ہے ہاجرہ! اللہ کا بندہ ہے۔عبداللہ ہے۔کیوں عبداللہ! میں نے ٹھیک کہا نا؟" وہ انہیں ہی دیکھ رہا تھا، پر انکے استفسار پر نظر چرا کر گیلا تولیہ رسی پر پھیلانے لگا۔مولوی صاحب کی معنی خیز مسکراہٹ اور بھی گہری ہو گئی۔"نہ مان۔

تیرا نہ ماننے سے اسکی بزرگی اور تیری بندگی میں فرق نہیں آئے گا۔" اور وہ انجان سا بنا انگلیوں کی مدد سے اپنے بال سلجھانے لگا۔ ملانی جی نے دیکھا تو بولیں۔" ادھر آ میرے پاس۔ میں بال بنا دیتی ہوں۔" وہ اٹھ کر دیوار گیر الماری سے کنگھا پکڑ کر واپس اپنی جگہ پر آ بیٹھیں۔ اس نے صحن میں پڑی پیڑھی اٹھا کر چار پائی کے پاس رکھی، جس پر ملانی جی بیٹھی تھیں اور اس پہ بیٹھ کے سر انکی طرف جھکا دیا۔ مولوی صاحب کی مسکراتی نظریں اس پہ ٹکی تھیں جو نگاہیں نیچی کیے کسی بھی طرف دیکھنے سے گریز کر رہا تھا۔ جبکہ ملانی جی اسکے بال بناتے ہوئے بولتی جا رہی تھیں۔

"دینے والے نے کتنی پیاری صورت دی ہے، پر تو ہے کہ خوامخواہ بگاڑ رکھی تھی. اب نا وہ حالت بنانا. مجھے نہیں پتہ تجھ پر کیا بیتی ہے. تیرے زخم اُدھڑ نا جائی، اِس لیے پوچھونگی بھی نہیں. لیکن اک بات کہونگی کہ اگر آج بیتے ہوئے کل کا ماتم منایا جائے تو اسکی نحوست کے سائے آنے والے کل پر بھی پڑھ جاتے ہیں. جو ہوا، اگر اسے بھول نہیں سکتا تو یاد کرنا بھی چھوڑ دے. لے، تیرے بال بھی بن گئے. "

اسکے بال بن چکے تو انہوں نے کہا. تبھی اندر سے بچے کے رونے کی آواز آئی. وہ اندر چارپائی پے سو رہا تھا اور جاگنے پے خود کو اکیلا پا کر رونے لگا تھا.

"کاکا جاگ گیا ہے.. میں ذرا اسے دیکھ لوں."خود کلامی کرتیں وہ اٹھنے لگیں تو اس نے انکے گھٹنے پر ہاتھ رکھ کر روکتے ہوئے کہا.

"آپ رہنے دیجیئے.. میں دیکھتا ہوں."حلیہ کیا سنورا،اس کا تو بات کرنے کا انداز بھی سنور گیا تھا. شائستگی سے بول کر وہ کمرے میں آگیا اور بچے کو شانے سے لگا کر چپ کرانے لگا. لیکن بچہ تو اس کی گود میں آتے ہی ایسے چپ ہو گیا جیسے ماں نے گود میں لے لیا ہو.اس کا رونا بند ہوا تو عبداللہ نے جیسے اس کا تاثر دیکھنے کے لیے اپنا چہرہ اس کی آنکھوں کے سامنے کیا.بچہ پریشان سا ہو گیا. لمس جانا پہچانا ہے،پر چہرہ اجنبی.اپنی بڑی بڑی کالی آنکھوں کو پٹپٹاتا وہ اپنے نرم ہاتھوں سے اجنبی چہرے کو چھونے لگا تو ایک مدت کے بعد عبداللہ کے چہرے پر ہلکی سی مسکراہٹ ابھر آئی.

اظہار تشکر کے طور پر اس نے ان نرم ہاتھوں کو چوم لیا.

"عبداللہ! آکر کھانا کھالو." کچھ دیر بعد ملانی جی نے دروازے پے آکر کہا، پھِر بچے کو اسکی گود میں دیکھ کر بولیں. "اسے بھی ساتھ لے آنا. اس کے فیڈر کا وقت ہو گیا ہے. پر کمبل میں ٹھیک سے لپیٹ لینا، کہیں سردی نا لگ جائے."

وہ چلی گئیں تو عبداللہ بھی اسے کمبل میں لپیٹ کر باہر باورچی کھانے میں آگیا.

مولوی صاحب کھانا کھا کر اٹھ گئے.

"اچھا ہاجرہ! میں مسجد جا رہا ہوں. عشاء کا وقت ہو گیا ہے اور تو سن عبداللہ! کھانا کھا کر ادھر ادھر نا نکل جانا، بہت ہو گئی آوارہ گردی. اب آرام سے گھر پے بیٹھ. اِس کے لیے بھی بستر بچھا دینا." وہ عبداللہ سے کہہ کر ملانی جی سے بولے.

جب مولوی صاحب مسجد سے لوٹے تو وہ بچے کو ساتھ لیے سو رہا تھا جبکہ بچہ سَر گھوما گھوما کر کمرے میں چاروں طرف دیکھتا اسکے بازو کے تکیے پر لیٹا جاگ رہا تھا. ان دونوں کو دیکھ کر مولوی صاحب نے ملانی جی کو دیکھا اور بولے.

"رب کی یہی بات تو سب سے سوہنی ہے کہ بندہ جو مانگتا ہے، اس سے دوگنا دیتا

ہے. اب دیکھ، اس سے اک پتر مانگا کرتی تھی.. اس نے دو دے دیئے ہیں. اب سنبھال انہیں اور اپنے چاؤ پورے کر. لیکن یاد رکھنا جس نے دیئے ہیں، وہ لے بھی لے گا."

"بے شک مولوی صاحب! پر ابھی تو میرا آنگن بھر گیا ہے. مجھے اِس پر خوش ہو لینے دیں."

"پر شکر کرنا مت بھولنا." انہوں نے تنبیہ کی.

"نہیں بھولونگی." ملانی جی نے یقین دلایا.

*****

بہادر نے جھانک کر اندر اسٹڈی میں دیکھا. نور الہدیٰ فائلوں میں سَر دیئے بیٹھے تھے.

"صاب!" اسکی آواز پر انہوں نے مصروف سے اندازِ میں کہا.

"ہاں بولو."

www.novelsclubb.com

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

"آپ سے ملنے کوئی بی بی آئی ہیں۔" انہوں نے حیرت سے بہادر کو دیکھا۔

"رات کے گیارہ بجے کونسی بی بی مجھ سے ملنے آگئی؟"

"میں کیا جانوں؟" وہ خوامخواہ شرما گیا تو نورالہدی جھلا گئے۔

"تم نے نام پوچھا تھا؟"

"مریم بتا رہی تھیں۔"

اک پل کو تو انہیں یاد ہی نہیں آیا کہ یہ نام کہا سنا ہے۔ پھر جب یاد آیا تو اچھل پڑے۔

"اوہ مائی گاڈ! مریم یزدانی۔ یہ لڑکی یہاں کیا کر رہی ہے؟" وہ خود کلامی کر رہے تھے۔

"جا کر اسے کہہ دو، میں اس سے ملنا نہیں چاہتا۔" وہ روڈ سے لہجے میں کہہ کر دوبارہ فائلوں میں الجھ گئے۔

بہادر 'جی صاحب' کہتا ڈرائنگ روم میں آگیا اور نورالہدی کا پیغام حرف با حرف مریم کے کانوں تک پہنچا دیا۔ اسکے تو تلووں پے لگی، سَر پے بجھی۔

"مجھے اپنے صاحب کے پاس لے چلو۔" وہ بگڑے لہجے میں بولی تو بہادر منمنایا۔

"صاب آپ سے ملنا نہیں چاھتے۔"

"شٹ اپ!!" وہ حلق کے بل چِلائی۔ "مجھے ابھی اور اسی وقت نورالھدیٰ کے پاس لے کر چلو۔ ورنہ میں تمھارا حشر کردونگی۔"

بہادر بے چارہ تو اسکی اونچی آواز سن کر ہی ڈر گیا.. اپنا حشر کیا کرواتا؟

"جی میم صاب۔" کہہ کر وہ اسے اپنے ساتھ لیے لاونج میں آیا، پِھر دور سے ہی بیسمنٹ میں بنی اسٹڈی کی طرف اشارہ کیا۔" صاب وہاں ہیں۔"

نورالھدیٰ سے ڈانٹ پکی تھی، اِس لیے جلدی سے کہہ کے غائب ہو گیا۔ وہ شعلہ بار اندازِ میں اسٹڈی میں داخل ہوئی تھی۔ نورالھدیٰ اسے دیکھ کر حیران رہ گئے مگر چہرے سے ظاہر نہیں ہونے دیا اور کمر کرسی کی پشت سے ٹکا کر اسے دیکھنے لگے جو چلتی ہوئی انکی ٹیبل کے پاس آکر رکی، پِھر نان اسٹاپ بولتی چلی گئ۔

"تمہیں کس چیز کا غرور ہے نورالھدیٰ؟.. چند مربعے زمینوں کا، جنہیں میں سو بار

خرید کر پھینک سکتی ہوں. تمھارے بزنس کا، جسکا سیٹ اپ کھڑے کیے تمہیں چار دن نہیں ہوئے یا تمہاری پرسنیلیٹی کا.. جسے خاص بنانے والی بھی میری نظر ہے.. تم ہو کیا اور تمہیں یہ سوچنے کی جرات بھی کیسے ہوئی کہ تم میری انسلٹ کر سکتے ہو؟ اس دن تو میں نے یہ سوچ کر نظر اندازِ کر دیا کہ شاید تم اپ سیٹ ہو. مگر آج جو تم نے کیا، اسکی تمھارے پاس کوئی وضاحت ہے؟ کیا لگا تمہیں مریم یزدانی تم پر مر مٹی ہے؟... مجھے تو ترس آیا تھا تم پر کہ اتنی ینگ ایج میں کام کے بوجھ تلے دب کر تم اکیلے اور ڈپریسڈ ہو گئے ہو. میں نے سوچا تھا، تمہیں اپنے دوستوں سے ملواونگی، ان کے ساتھ کچھ وقت گزار کر تم ریلکس فیل کرو گے تو تمہاری ڈل لائف میں کچھ ایزی آجائے گی اور تم...." تیز لہجے میں بولتے بولتے اچانک اسکی آنکھوں میں آنسو آگئے جو اپنی بے عزتی کے احساس سے زیادہ نورالہدی کی بے رخی کے لیے تھے.

"فور گیٹ اٹ." بس اک پل کو اسکی آواز بھرائی تھی پھر تنفر سے کہہ کر وہ مڑی

اور جتنی تیزی سے آئی تھی، اتنی ہی تیزی سے واپس چلی گئی.

"مجھے اسے رلانا نہیں چاہیے تھا." اسکی آنکھوں میں آنسو دیکھ کر اطمینان سے اسکی صلواتیں سنتے نورالہدی جھٹکے سے سیدھے ہوئے تھے. پھر وہ اتنی تیزی سے نکل گئی کہ نورالہدی کو اسے روکنے کا موقع بھی نہیں ملا اور اب وہ بیٹھے افسوس کر رہے تھے. لیکن وہ مریم سے ایکسیوز بھی کرنا چاہتے تھے. پھر بھی جھجک میں دو دن گزر گئے.

مریم ان سے کہہ تو آئی تھی کہ ان کے پاس ان کے خاطر گئی تھی مگر اسے خود بھی احساس تھا کہ یہ سچ نہیں ہے اور جو سچ تھا، وہ اسے سوچ کر خوف زدہ تھی. اِس لیے جب سے ان کے پاس سے آئی تھی، منہ سَر لپیٹے ہوئے تھی. ملازمہ کئی بار اسکے کمرے کے دروازے پر دستک دے چکی تھی مگر مریم کے کانوں میں جو تک نہیں رینگی. آخری حربے کے طور پر اسکی ممی دوسری چابی سے دروازہ کھول کر اندر آ گئیں اور بیڈ پر بیٹھ کر اسکا شانہ ہلاتے ہوئے آوازیں دینے لگیں.

"مریم! اٹھو.. تم سے کوئی ملنے آیا ہے."

"مگر آیا کون ہے؟" وہ بدستور چڑتے ہوئے بولی.

"نام تو بتایا تھا اس نے. بڑا الگ سا ہے. کیا نام تھا....؟" انکی بر براہٹ پر مریم کو مزید طیش آنے لگا مگر ضبط کیے بیٹھی رہی.. پِھر انہیں یاد بھی آگیا.

"ہاں، نورالھدی ہے اسکا نام."

"واٹ؟؟؟" وہ اچھل ہی تو گئی. "ماما!!! آئی ایم سو ہیپی." وہ ان سے لپٹ کر بولی، پِھر انکا گال چوم کر باہر بھاگ گئی.

ڈرائنگ روم کے دروازے پر اسے بریک لگ گئے تھے. نورالھدی کی روڈنیس کو یاد کرکے اسکی ساری خوشی کافور ہو گئی. مگر ان سے ملنا بھی چاہ رہی تھی. سنجیدہ سا چہرہ بنائے وہ ڈرائنگ روم میں داخل ہوئی تو نورالھدی اسے دیکھ کر اپنی جگہ سے کھڑے ہو گئے.

"تھینک گاڈ! ورنہ تو لگ رہا تھا، تم ملنے کے لیے منع کردو گی."

"میں تمھاری طرح بعد اخلاق نہیں ہوں۔" اسکے بے شکتہ منہ بنا کر کہنے پر

نورالہدی مسکرائے اور کہا۔

"ہاں! وہ واقعی بد اَخلاقی تھی اور اسی لیے میں تمہیں سوری کہنے آیا ہوں۔"

اسکی صورت اک دم سے روہانسی ہوگئی اور اس نے غصے سے منہ پھیر لیا۔ نورالہدی

اسے دیکھ کر بولے۔

"آئی ایم سوری۔"

اس نے توجہ نہیں دی۔

"اچھا بابا! یہ لو، ہاتھ جوڑ کر سوری کہہ رہا ہوں۔" اسے مانتا نہ دیکھ کر انہوں نے

اپنے ہاتھ جوڑے تو بالکل اچانک ہی انہیں وہ پل یاد آگئے، جب خفا سی ملیحہ انکے ہار

ماننے پر بھی نہیں مانی تھی اور انہوں نے ہار کر اسکے آگے ہاتھ جوڑ دیئے تھے۔

"تم جو روٹھ جاوگی تو میرے پاس کیا رہ جائیگا؟" اپنا کہا جملہ یاد کر کے ان کے اندر کا

خالی پن سوا ہو گیا تھا۔ ان کے ہاتھ بے دم ہو کر گر گئے۔ مریم نے انکی طرف دیکھا،

پِھر ان کے چہرے پر پہلے بنجر پن کو دیکھ کر پریشان ہو گئی.

"کیا ہوا تمھیں؟" نورالہدی نے خالی آنکھوں سے اسے دیکھا تو وہ مسکرا دی. "کم آن نورالہدی! میں مذاق کر رہی تھی."

وہ آہستہ سے اٹھ کر دروازے کی طرف بڑھ گئے مگر نکل جانے کے بجائے وہیں رک گئے.

انہیں معلوم تھا، اب آگے ان پر کیا بیتے گی. ان کے اندر طوفان اٹھیں گے اور وہ گلی کونچو میں سَر پٹختے پھیرینگے. پِھر جب ملیحہ کی یادوں کے شکنجے میں جکڑے قصر فاروقی لوٹیں گے تو ہمت جواب دے جائیگی. مگر پِھر بھی ان کے قدم انکی مرضی کے بغیر انہیں ملیحہ کے کمرے میں لے جائینگے. وہ کمرہ جو نورالہدی کے زندہ وجود کا مقبرا تھا اور پھر... پھر خود پر اختیار کیسے رہے گا... ہر پل کے ساتھ یادوں کے اندھے کنوئیں میں اترنا، ابھرنا اور پِھر اترنا آسان نہیں ہوتا. روح تک کو نڈھال کر دینے والا یہ عمل نورالہدی کی برداشت سے باہر تھا. مریم الجھن بھرے اندازِ میں

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

ان کو دیکھ رہی تھی کہ وہ ایڑی کے بل مڑ کر ریلیکس موڈ میں بولے.

"آئس کریم کھانے چلو گی؟"

"کیوں نہیں." وہ جھٹ سے بولی، پھر کہا. "لیکن میں ذرا چینج کرلوں؟"

نورالھدی، ملیحہ کی یادوں کو پل بھر کی مہلت نہیں دینا چاھتے تھے، فوراً بولے. "کیا ضرورت ہے؟ ٹھیک تو لگ رہی ہو."

"میں نے صبح سے کپڑے نہیں بدلے اور تمہیں ٹھیک لگ رہے ہیں؟ تم کار میں بیٹھو، میں پانچ منٹ میں آتی ہوں." رف سے ٹراوزر ٹی شرٹ میں مریم ان کے پل پل بدلتے موڈ پر زچ ہو کر بولی، مگر وہ مصر رہے.

"کہانا، ضرورت نہیں! اور مجھے تو اِس وقت تم بہت خوبصورت لگ رہی ہو."

"اوکے!" وہ جھگڑا ختم کرنے کو بولی. "لیکن شوز پہننے کی اِجازت تو ملے گی نا؟"

ایکچولی تمہارے آنے کا سن کر میں بیڈ روم سے ننگے پاؤں بھاگی چلی آئی." اپنی جلد بازی کا اعتراف اس نے اتنی معصومیت سے کیا کہ نورالھدی مسکرائے بغیر نارہ

www.novelsclubb.com

سکے۔

مریم کافی باتونی قسم کی لڑکی تھی مگر اسکی باتیں بھی بہت دلچسپ تھیں۔ نورالھدی اسکی کمپنی بہت انجوئے کر رھے تھے۔ آئس کریم کھا کر وہ ساحل سمندر پر نکل آئے اور دور تک گیلی ریت پر پیروں کے نشان بناتے چلتے چلے گئے۔ شام کے سائے ڈھلے تو انہیں وقت گزرنے کا احساس ہوا اور وہ پلٹ آئے۔ نورالھدی اسے ڈروپ کرنے آئے تو کار اسکے گھر کے باہر روک دی۔ مگر وہ بیٹھی رہی۔

"کیا سوچ رہی ہو؟" اسے بیٹھے دیکھ کر نورالھدی نے پوچھا تو وہ بولی۔

"سوچ رہی ہوں آج تم اگلی ملاقات کا وعدہ کروگے یا نہیں"۔

"نہیں۔" اِس اک لفظ پر اسکا چہرہ دھواں ہو گیا اور اس نے فوراً دروازہ کھول کر اترنا چاہا۔ پر نورالھدی نے دروازے کے لوک پر ہاتھ رکھ کر اسے روک دیا۔

"پوری بات تو سنتی جاؤ۔" وہ ڈپٹ کر بولے۔

پھر اسے دیکھ کر مسکرائے جو خفا خفا سی انہیں گھور رہی تھی اور کہا۔

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

"آج میں تم سے اگلی ملاقات کا وعدہ لینا چاہتا ہوں."

اور مریم اک دم سے ہنس پڑی اور ہنستی ہی چلی گئی.

~~~~~~~~~~~~~~~~~~~

باورچی خانے میں بیٹھ کر ناشتہ کرتے ہوئے مولوی صاحب، ملانی جی سے کہہ رہے تھے۔

"آج میں نے پیش امام کو کہہ دیا ہے کہ کل تڑکے ہی لاہور کے لیے جاؤنگا۔"

"مگر ابھی تو دکان میں دو ہفتے کا سامان موجود ہے۔ پھر لاہور کیا کرنے جائیں گے؟"

وہ اچھنبے سے بولیں تو مولوی صاحب مسکراتے ہوئے گویا ہوئے۔

"بھلی عورت! دکان کے سامان کی میں نے بات ہی کب کی؟ میں تو ننھے میاں کے لیے لاہور جارہا ہوں۔ خود ہی تو کہہ رہی تھی کہ اس کے لیے بستر لینا ہے، گرم کپڑے لینے ہیں اور بھی پتہ نہیں کیا کیا۔ خیر جو بھی منگوانا ہے، بتادینا۔ میں لکھ کر لے جاؤں گا۔"
~~~~~~~~~~~~~~~~~~~

عبداللہ خود فروشی کی کیفیت سے تو باہر آگیا تھا پر ابھی تک اسکا دماغ غنودگی کے عالم میں تھا۔ کہیں کوئی تحریک ہوتی تو دماغ کا وہ حصہ جھٹکا لے کر چل پڑتا مگر ان الگ الگ حصوں کا آپس میں کوئی ربط ضبط نہیں بن پایا تھا۔اسی لیے اس کے ذہن پر دھند سی چھائی رہتی۔ لیکن دماغ بہر حال فعال ہو چکا تھا۔

ابھی بھی ان دونوں کی باتوں کو سن کر اسکے ذہن میں تحریک ہوئی تھی۔بچے کا سامان خریدنے کے لیے پیسے کی ضرورت تھی اور پیسہ کام کرنے سے آتا ہے۔ عبداللہ بچے کو اپنی زمہ داری سمجھتا تھا بلکہ یوں کہنا چاہیے کہ سوچنے سمجھنے کی ضرورت ہی نہیں پڑی اور وہ اپنے آپ ہی عبداللہ کی زمہ داری بن گیا۔اب عبداللہ سوچ رہا تھا کہ اسے بچے کی ضروریات پوری کرنے کے لیے کام کرنا چاہیے۔ لیکن اس نے مولوی صاحب سے اس بات کا ذکر نہیں کیا بلکہ وہ تو کسی سے بھی کسی بات کا ذکر نہیں کرتا تھا۔ایک جامد چپ کی مہر اسکے ہونٹوں پر لگی تھی اور شاذ و نادر رہی اسکی زبان سے کوئی لفظ ادا ہوتا تھا۔حالانکہ دیوانگی کے عالم میں تو وہ بہت بڑبڑاتا تھا،

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

مگر فرزانگی نے اسکی آواز گھونٹ دی تھی۔

ناشتہ کر کے اس نے ہینڈ پمپ پر جا کر ہاتھ دھوئے اور خشک کئے بغیر باہر چلا گیا۔

"یہ دو دن تو آرام سے بیٹھا رہا، آج پھر نکل گیا ہے۔" ملانی جی اسے باہر جاتا دیکھ کر پریشان ہوتیں، مولوی صاحب سے بولیں تو وہ انہیں تسلی دیتے ہوئے بولے۔

"فکر کیوں کرتی ہے؟ وہ تجھے اور مجھے تو چھوڑ کر جا سکتا ہے، پر اسے چھوڑ کر نہیں جائے گا۔" بولتے ہوئے انہوں نے بچے کی طرف اشارہ کیا۔ پھر 'اللہ اکبر!' کہتے گھٹنوں پر ہاتھ رکھ کر کھڑے ہو گئے۔

عبداللہ سر جھکائے پیروں میں دیکھتا ہاتھ پشت پر باندھے چلتا چلا جا رہا تھا مگر اس کے دماغ کی سوئی ایک جگہ پر ہی اٹک گئی تھی۔ اس نے یہ تو سوچ لیا تھا کہ اب کام کرے گا لیکن سمجھ نہیں آ رہا تھا کہ کونسا کام کرے۔ وہ سوچتے سوچتے تھک گیا تو ایک مکان کے آگے بنی ڈیوڑھی پر بیٹھ گیا۔ گلی میں کچھ بچے کنچے کھیل رہے تھے۔ وہ انہیں دیکھنے لگا۔ وہ بظاہر انہیں دیکھ رہا تھا پر اسکا دماغ 'کیا کیا جائے؟' میں الجھا تھا۔

بچوں کو دیکھتے دیکھتے اسکی نظر ایک شخص کی طرف اٹھ گئی جو سامنے والی دکان کے باہر زمین پر بیٹھا تھا اور جب وہ لوہے کی دہکتی سلاخ کو سل پر رکھ کر ہولڈر سے پکڑے بھاری ہتھوڑے کے وار سے ضرب لگاتا تو چنگاریاں سی اڑنے لگتیں۔اسے وہ آتش بازی اتنی دلچسپ لگی کہ قریب سے دیکھنے کے لیے اٹھ کر لوہار کی دکان کی جانب چل پڑا۔لوہار نے ہاتھ روک کر عبداللہ کو دیکھا جو اسکے مقابل بیٹھ رہا تھا۔

"خیر ہو عبداللہ! اج توں فیر مٹر گشت شروع کر دتی ہے؟"اس نے دھیرے سے نفی میں سر ہلایا اور پھر وہ کہا جو اسکے دماغ میں چل رہا تھا۔

"اب کام کروں گا۔"

"اوئے کیہڑا کام؟"

"کوئی بھی۔"اس نے کندھے آچکا دیئے پھر بولا۔"تم جو کر رہے ہو، وہ سکھا دو۔"

عبداللہ کو سنجیدہ دیکھ کر لوہار بھی اب کچھ سنجیدہ ہوا۔"پہلاں کدی ایہہ کم کیتا اے؟"

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

وہ سوچ میں پڑ گیا، پھر کہا۔" یاد نہیں۔" اور اسکے ساتھ ہی عبداللہ کے چہرے پر ایسے تاثرات ابھرے جیسے دماغ پر زور ڈال کر کچھ یاد کرنے کی کوشش کر رہا ہو۔

اسے پریشان ہوتا دیکھ کر لوہار جلدی سے بولا۔

"کوئی گل نئیں۔میں سکھا دیاں گا۔" اسکے جملے پر وہ خود سے چونکا پھر پہلے کی طرح ہی پر سکون ہو گیا۔

پھر لوہار اسے کام کا طریقہ سمجھانے لگا۔پھر جب اچھی طرح سمجھا چکا تو عبداللہ کو آزمائشی طور پر ایک کمان کے جیسی مڑی سلاخ پگھلا کر سیدھی کرنے کو دی۔

عبداللہ نے اسے بھٹی میں ڈال کر انگارے کی مانند سرخ کر لیا، پھر اسے سل پر رکھ کر ہولڈر سے پکڑے ہوئے دوسرے ہاتھ میں وزن دار ہتھوڑا لے کر تولا. ہتھوڑا کافی بھاری تھا اور اسے اٹھا کر پورا ہاتھ اوپر کر کے لوہے پر چوٹ کرنے کے لیے کافی طاقت کی ضرورت تھی. کام واقعی مشکل تھا مگر عبداللہ نے جی نا چرایا. حالانکہ جب اس نے پوری طاقت سے لوہے پر پہلی ضرب ماری تو لوہے سے نکلتی سرخ

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

چنگاریوں کو دیکھ کر اسے لگا کہ وہ اسکے چہرے اور آنکھوں کو جلادینگی. بلکہ اس نے تو بے ساختہ ہی اپنا چہرہ بازوئوں میں چھپانے کی کوشش کی تھی. مگر دو تین ضربوں کے بعد اسے مزہ آنے لگا تھا. ایسا لگ رہا تھا، جیسے وہ آگ کا کھیل کھیل رہا ہو.

پورا دن گزار کر جب شام میں دکان بند کرنے کا وقت ہو گیا اور لوہار سامان اٹھا اٹھا کر دکان کے اندرونی حصے میں رکھنے لگا تو عبداللہ بیٹھا اپنی چھالوں بھری ہتھیلی کو دیکھ رہا تھا. اسے یاد آیا کہ اس نے کبھی اتنی طاقت والا کام نہیں کیا تھا۔ سامان اندر کر کے لوہار نے دکان کو تالا لگایا. پھر وہ عبداللہ کی طرف آیا اور جیب میں سے کچھ پیسے نکال کر گننے کے بعد عبداللہ کو پکڑواتے ہوئے کہا.

"ایہہ تیری آج فی دھاڑی." پھر کہا. "کل وی آئیں گا؟"

عبداللہ نے کہا. "صبح ہی آجاونگا." اور پیسے پکڑ کر گننے بغیر ہی جیب میں رکھ لیے.

مغرب کی جماعت ہوئے بہت دیر ہو گئی تھی اور اب تو مولوی صاحب بھی گھر آ گئے تھے جب عبداللہ گھر لوٹا.

"آؤ عبداللہ! آؤ. سنا ہے آج سارا دن حیدر لوہار کی دکان پے بیٹھے لوہا پگھلاتے رہے. دِل پر چڑھا لوہا بھی پگھلایا یا نہیں؟" اسے دیکھ کر مولوی صاحب نے ٹھنڈے لہجے میں معنی خیزی سے کہا. پر اس نے تو جیسے اب ان سے بحث نا کرنے کی قسم کھالی تھی. بولتا ہی نہیں تھا. پر جب سے وہ چُپ ہوا تھا، مولوی صاحب بہت بولنے لگے تھے. ملانی جی انکی معنی خیز مسکراہٹ پے دھیان دیئے بغیر تیزی سے اٹھ کر عبداللہ کے پاس آئیں. انکی اِس عجلت کی وجہ عبداللہ کے ھاتھوں کے چھالے تھے جن پر انکی نظر پڑ گئی تھی. پاس آکر اسکے دونوں ہاتھ پکڑے وہ پریشان ہو کر بولیں.

"ہائے میرے ربّا!.... عبداللہ! ایہہ کی اے؟ تجھے اور کوئی کام نہیں ملا؟"

مولوی صاحب پیچھے سے بولے. "اسے پتہ چلنے دے ہاجرہ! کہ اگر لوہے کو بھی سیدھا کرنا ہو تو پہلے اسے بھٹی میں پگھلانا پڑتا ہے. تب شاید اسکی عقل میں بات آجائے کہ لوہا ہو، سونا ہو یا آدمی... سنورنے کے لیے سختی سے گزارنا ضروری

ہے. کیوں کہ جو پگھلایا گیا ہو، وہی سانچے میں ڈھل سکتا ہے." وہ اب بھی ذو معنی انداز میں بات کر رھے تھے.

عبداللہ نے جیسے انکی بات سنی ہی نہیں اور ملانی جی سے ہاتھ چھڑاتا وہ بچے کے پاس آگیا. پھر جیب سے پیسے نکال کر بچے کی مٹھی میں پکڑوانے کے بعد کسی کو دیکھے بغیر وہ کمرے سے چلا گیا. اسکے جانے کے بعد ملانی جی، مولوی صاحب سے بولیں.

"آپ ہر وقت عبداللہ سے یہ کیا بولتے رہتے ہیں؟... مجال ہے جو آپکی اک بھی بات میرے پلے پڑھ جائے."

وہ ملانی جی کو دیکھ کر مسکرائے.

"لوہے کو اگر پگھلا کر یونہی چھوڑ دیا جائے تو ٹھنڈا ہونے پر مڑ تڑ جاتا ہے اور اسکی شکل پہلی حالت سے بھی بری ہو جاتی ہے. اِس لیے گرم لوہے پر چوٹ کرنی پڑتی ہے تاکہ اسکی نئ شکل پہلے سے بہتر ہو." وہ گہرے لہجے میں سمجھا رہے تھے.

"چوٹ بھی کر لیجئے گا، پر ابھی تو جا کر اسکے ھاتھوں پے مرہم لگا دیں."

www.novelsclubb.com

مولوی صاحب نے سنا تو شکایت کرنے لگے.

"میں تو مرہم لگانا چاہتا ہوں پر وہ لگوائے تب نا... زخم پر تو ہاتھ رکھنے نہیں دیتا."

وہ خفگی سے بول کر اٹھے اور الماری سے مرہم نکال کر ہاتھ میں پکڑے باہر آ گئے.

~~~~~~~~~~

"تجھے میرے ساتھ کھیل کھیلنے میں بہت مزا آتا ہے نا؟... بس ایک آرزو کی تھی اور تو نے میرے دل کو ویران کر دیا... لیکن اب جب میں اپنی آرزو ہی تیاگ چکا اور فنا کے راستے کو تلاش کر رہا تھا، تو نے ایک اور آرزو میرے دل میں ڈال دی۔ مگر اب میرے پاس کھونے کے لیے کچھ بھی نہیں ہے۔"

"عبداللہ!" وہ صحن میں بچھی ننگی چارپائی پر چت لیٹا تاریک آسمان کو گھورتا ہوا اپنے دل میں اللہ سے مخاطب تھا کہ ملانی جی نے اسے آواز دی۔ اس نے سر گھما کر ہینڈ پمپ پر برتن دھوتی ملانی جی کی طرف دیکھا۔ اسے اپنی طرف دیکھتا پا کر وہ بولیں۔

"تو کاکے کے پاس جا کر بیٹھ جا۔ مولوی صاحب تو کب کے نماز پڑھانے چلے گئے
~~~~~~~~~~

ہیں۔ وہ اندر اکیلا ہے، ڈر جائے گا۔"

انکی بات سن کر وہ اٹھا، چپل پہن کر اندر کی طرف بڑھ گیا۔ مگر دروازے پر پہنچ کر اس کے پیر جیسے زمین نے جکڑ لئے تھے۔ دروازے کے فریم میں اسٹیچو کی طرح ایستادہ اندر کے منظر کو دیکھ کر حسرتیں اسکی آنکھوں میں کروٹ لینے لگیں۔ چارپائی پر سوئے بچے کے قریب وہ کہنی کے بل نیم دراز اس پر جھکی بہت پیار سے سوئے ہوئے بچے کو دیکھ رہی تھی۔ اور بچے کے سینے پر رکھا اسکا نازک ہاتھ دھیرے دھیرے اسے تھپک رہا تھا۔ عبداللہ کی موجودگی کو محسوس کر کے اس نے سر گھما کر دروازے کی طرف دیکھا اور عبداللہ کو دیکھ کر اٹھ بیٹھی۔ اس نے مسکرا کر بچے کی طرف دیکھا، پھر عبداللہ کی طرف۔ جیسے کہہ رہی ہو

"آ گئے ہو تو اپنی امانت سنبھالو۔" اور ایک ادا سے زمین پر پیر رکھ کر بستر سے اٹھ گئی۔ پھر چھوٹے چھوٹے قدم اٹھاتی دروازے کی طرف بڑھی۔ اسے اپنی طرف آتے دیکھ کر عبداللہ کے چہرے پر ایسے تاثرات ابھرتے گئے جیسے اسکے ہر قدم کے

ساتھ عبداللہ کی جان نکلتی جا رہی ہو۔ عبداللہ نے اس سے نظر ہٹاتے ہوئے نگاہ کو جھکا لیا۔ وہ چلتی ہوئی عبداللہ کے سامنے جا کھڑی ہوئی۔ عبداللہ نے نگاہ نہیں اٹھائی مگر اسے معلوم تھا کہ اسکے چہرے پر عبداللہ کو دیکھتے ہوئے فدا ہو جانے والی مسکراہٹ ہے۔ عبداللہ دروازے کے بیچوں بیچ کھڑا تھا۔ مگر چوڑے دروازے میں اتنی جگہ تو تھی کہ اس جیسی دبلی پتلی لڑکی ترچھی ہو کر اسکے برابر سے نکل جاتی۔ وہ کچھ سیکنڈ عبداللہ کا چہرہ دیکھتی رہی، پھر سمٹ کر اسکے سائیڈ سے ہو کر نکل گئی۔

وہ اسکے اتنے پاس سے ہو کر گئی تھی کہ عبداللہ باآسانی اسکا ہاتھ تھام سکتا تھا۔ اسکے لباس کی سرسراہٹ نے عبداللہ کو مضطرب بھی کیا تھا مگر وہ جانتا تھا کہ اگر اس نے ہاتھ بڑھایا تو دونوں کے درمیان وہ چند انچ کی دوری کبھی ختم نا ہونے والے فاصلوں میں بدَل جائیگی. وہ چلی گئی تو بھی عبداللہ نے پلٹ کر نہیں دیکھا کیونکہ وہ جانتا تھا کہ جسے پلٹ کر دیکھنا ہے وہ اب واں نہیں تھی یہ کچھ پل عبداللہ

کے لیے ایسے ہی تھے کہ کوئی اسکے جبڑے کے راستے اک سلاخ اسکی کھوپڑی میں ڈال کر زور سے ہلائے کہ اسکا دماغ جھنجھنا اٹھے. اسکی آنکھوں سے بے آواز آنسو گرنے لگے.

****

بچوں کے سبق پڑھانے کی آوازوں کے بیچ عبداللہ چارپائی پر بیٹھا ایک بچے کو سائنس کا مضمون سمجھا رہا تھا. اب یہ اسکی روٹین بن چکی تھی پہلے وہ مغرب کے بعد دکان سے گھر آتا تھا. اب عصر کے بعد ہی آجاتا تھا اور اسکول کے بچوں کو فری آف کوسٹ ٹیوشن پڑھاتا. یہ ذمہ داری عبداللہ نے خود قبول نہیں کی تھی بلکہ مولوی صاحب نے غیر محسوس اندازِ میں اسے اِس روٹین میں شامل کر لیا تھا. اس دن دکان پر کام زیادہ نہیں تھا اس لیے عبداللہ بھی جلدی فارغ ہو گیا. گھر آیا تو مولوی صاحب بچوں کے درمیان بیٹھے انہیں پڑھا رہے تھے ساتھ میں دکان بھی کھول رکھی تھی جب کوئی گاہک آکر آواز لگاتا تو مولوی صاحب اٹھ کر دکان میں چلے

جاتے پھر گاہک کو فارغ کر کے واپس صحن میں آکر بچوں کو پڑھانے لگتے. عبداللہ آیا تو ہاتھ منہ دھو کر صحن میں ہی چارپائی بچھا کر لیٹ گیا. مولوی صاحب گاہے بگاہے اس پر بھی نظر ڈال لیتے تبھی اک گاہک نے دکان کے کاؤنٹر پر آکر آواز لگائی تھی مولوی صاحب کو بہانہ ہاتھ آگیا فوراً اسے آواز دے کر پاس بلایا.

"عبداللہ ادھر آ." وہ اٹھ کر پاس آیا تو بولے.

"تم تنویر کو حساب کا سوال سمجھادو میں گاہک کو دیکھ لوں."

"مگر مولوی صاحب میں..."اس نے کچھ کہنا چاہا تو وہ ڈپٹ کر بولے.

"شکل سے ایم اے، بی اے لگتا ہے دوسری کلاس کے بچے کو حساب کا سوال بھی نہیں بتا سکتا. جا تنویر عبداللہ تجھے حساب کا سوال سمجھادے گا. اسے ویسے بھی حساب کتاب کا بڑا شوق ہے. احمق نے اللہ کے ساتھ بھی کھاتا کھول رکھا ہے."وہ بچے سے کہہ کر آخر میں کلس کر بولے تھے. بچے نے فوراً اپنی کاپی مولوی صاحب کے قریب زمین پر بیٹھے عبداللہ کی ران پر رکھ دی مولوی صاحب اٹھ کر جا چکے

تھے اور بچہ منہ اٹھائے اسے منتظر نگاہوں سے دیکھ رہا تھا.

وہ گہرا سانس بھر کر کاپی پر لکھے سوال کو یوں دیکھنے لگا جیسے عجوبہ ہو. تقسیم کا وہ آسان سا سوال بھی عبداللہ کو لگا کہ وہ نہیں کر پائے گا اسکے ذہن میں نہیں آ رہا تھا کہ اس سوال کو حل کس طرح کرنا ہے مگر جب اس نے بچے کے ہاتھ سے پینسل لے کر سوال کرنا شروع کیا تو بنا ہاتھ روکے اس نے اک بار میں ہی سوال کر دیا. پھر تو بچہ پھیل ہی گیا اور باقی سوال حل کرنے کی فرمائش کر دی.

"یہ سوال بھی حل کر دیں ماسٹر جی نہیں تو کل اسکول میں مار پڑے گی."

"میں تمہیں طریقہ سمجھا دیتا ہوں سوال تم خود حل کرو." وہ کہہ کر بچے کو سمجھانے لگا پھر اسے فارغ کیا تو دوسرے بچے بھی اپنی کتابیں لیے اس سے سبق پوچھنے چلے آئے. اندر دکان میں مولوی صاحب گاہک کو دو کلو آٹا تول کر دے چکے تھے اور اس سے پیسے بھی لے چکے تھے مگر ٹائم پاس کے لیے بیٹھے اس سے باتیں کرنے لگے تھے انہوں نے جو باہر کا منظر دیکھا تو مسکرا کر دِل میں بولے.

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

"کل تک جو رسیاں تڑوا رہا تھا اب کیسے کام پر لگ گیا ہے. واہ ملک تیرے کام نرالے ہیں."بچوں کو مولوی صاحب کے پر شفقت اندازِ کے مقابلے عبداللہ کے نپے تلے اندازِ میں کشش محسوس ہوئی تھی وہ یوں بھی گاؤں والوں کے لیے مسٹری مین تھا اور یہی چیز اسکے متعلق تجسس کو ابھارتی تھی.

بچوں نے فرمائش کر دی کہ کل سے عبداللہ ہی اسکول کا کام کروائے اور عبداللہ انکار نہیں کر سکا اب تو وہ گاؤں میں ماسٹر عبداللہ کے نام سے جانا جانے لگا تھا. نماز کا وقت قریب آیا تو مولوی صاحب نے دکان بند کر دی اور صحن میں آکر وضو کرنے لگے. وہ دروازے سے نکلنے لگے تھے کہ اک خیال آیا تو مڑ کر عبداللہ کو دیکھنے لگے.

صحن میں موجود چھوٹے بچوں کو چھوڑ کر سارے بڑے بچے نماز کے لیے بستہ، سپارے بند کر کے وضو کرنے لگے تھے پر عبداللہ آرام سے بیٹھا تھا.

"عبداللہ!" وہ آواز دے کر بولے.

"چل اٹھ وضو کر.. ذرا دیر میں جا کر اذان دے دونگا تجھے نماز نہیں پڑھنی."

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

انکا خیال تھا کہ اگر وہ نماز پڑھنے نا بھی اٹھا تو بھی چُپ رہے گا. اسکی آنکھیں اچانک ہی بہت سرخ ہو گئیں اس نے مولوی صاحب کی طرف دیکھا پھر پتھریلے لہجے میں کہا.

"نہیں." یہ اک لفظ کہہ کر اس نے سَر جھکایا اور بچے کی کتاب میں سے سبق پڑھ کر اسے یاد کرانے لگا.

"بہت سخت ناراض ہے. لیکن کوئی بات نہیں ہم منا لینگے." اسے دیکھتے ہوئے انہوں نے دِل میں کہا اور مسجد کی طرف جانے کو دروازے سے نکل پڑے.

~~~~~~~~~~~~~~~~~~~~~~~~~~

"مولوی صاحب! آپ عبداللہ پر کچھ دم درود کیوں نہیں پھونکتے؟"

ملانی جی نے کہا تو وہ بولے. "کیسا دم درود؟"

"میں کیا جانوں.." انہوں نے کندھے اچکا دیئے پھر کہا.

"لیکن مجھے لگتا ہے مولوی صاحب عبداللہ پر جنات کا قبضہ ہے."

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM
~~~~~~~~~~~~~~~~~~~~~~~~~~

"اچھا..." وہ محظوظ اندازِ میں ہنس پڑے۔

وہ جون کی گرم رات تھی ہوا بھی نہیں چل رہی تھی جس سے حبس بڑھ گیا تھا۔

عبداللہ پیپل کے درخت کے نیچے پیڑھی پر ٹانگیں پھیلا کر بیٹھا تھا اور بچہ واکر میں اسکے آس پاس منڈلا رہا تھا وہ گھومتا پھرتا عبداللہ کے پاس آتا تو عبداللہ ہلکے سے دھکے کی مدد سے واکر پیچھے دھکیل دیتا لیکن وہ دوبارہ واکر چلاتا عبداللہ کے پاس آجاتا تو دونوں ہنسنے لگتے۔ مولوی صاحب صحن میں بچھی چارپائی پر سونے کے لیے لیٹے تھے ملانی جی ساتھ والے بستر پر بیٹھی تھیں جب وہ مولوی صاحب سے عبداللہ کے متعلق اپنے خدشات کا اظہار کرنے لگیں جنہیں مولوی صاحب نے ہنسی میں اڑا دیا مگر وہ برا منائے بغیر اسی سانجیدگی سے کہتی گئیں۔

"اب کیا کہوں مولوی صاحب کہ میں نے عبداللہ میں کیسی کیسی عجیب باتیں محسوس کی ہیں۔ اچھا بھلا بیٹھا باتیں کر رہا ہوتا ہے کہ اچانک ہی کسی طرف ٹکٹکی باندھ کر دیکھنا شروع کر دیتا ہے جیسے وہاں کوئی ہو پھر اسکی حالت عجیب ہو جاتی ہے

www.novelsclubb.com

چہرہ تن جاتا ہے اور آنکھیں دیکھ کر ایسا لگتا ہے جیسے خدانا خواستہ جان کنی کا عالم ہو اسکے بعد الگ تھلگ گوشے میں جا کر بیٹھ جاتا ہے میں نے کئی بار چُپ کر دیکھا ہے کہ یوں کونوں میں منہ چھپا کر بیٹھا وہ آنسوؤں سے روتا ہے سچ کہتی ہوں مولوی صاحب اتنے جوان مرد کو روتے دیکھ کر میرا دِل پسیج جاتا ہے پھر بات یہاں ختم نہیں ہوتی میں نے اکثر اسے تنہائی میں کسی سے باتیں کرتے دیکھا ہے پھر ابھی شام میں کیا ہوا۔ چلو نماز نہیں پڑھتا..روزے بھی نہیں رکھے پر بہت سے لوگ ہیں جو نماز روزہ کے معاملے میں غفلت کرتے ہیں لیکن کوئی اِس طرح تو نماز کے لیے منع نہیں کرتا جس طرح آج عبداللہ نے کیا۔ اسکا لہجہ سن کر تو ایسا لگ رہا تھا کہ آپ نے اسے کوئی بہت ہی مشکل کام کرنے کو کہہ دیا ہو۔ میں نے سنا ہے جس پر جنات قبضہ کر لیں اسے نماز روزہ سے روک دیتے ہیں کیوں کہ انکا وجود ناپاک ہوتا ہے اِس لیے جہاں اللہ کا نام لیا جاتا ہے یہ وہاں نہیں ٹھہر پاتے۔" انکی باتیں سنتے مولوی صاحب اُٹھ بیٹھے تھے اور گہری نظروں سے عبداللہ کو دیکھنے لگے پھر جب ملانی جی خاموش

ہوئیں تو سانس بھرتے گھمبیر لہجے میں بولے.

"قبضہ تو ہے اِس پر مگر جنات کا نہیں." وہ نا سمجھی سے جھنجھلا کر بولیں.

"چلیں جسکا بھی ہو پر دم درود کر کے اسکی جان چھڑوائیں."

"جس نے اپنی جان دیدی وہ بھلا اسکی جان کیوں چھوڑے." ہلکی سَرگوشی میں بول کر وہ ملانی جی سے کہنے لگے.

"تو نا سوچا کر ان باتوں کو وہ روئے یا باتیں کرے. تیرا کیا نقصان ہے." پھر پیپل کے درخت کی طرف منہ کر کے زور سے بولے.

"عبداللہ آکر سو جا بہت رات ہو گئی ہے." انکی بات سن کر وہ فوراً اُٹھ گیا اور بچے کو بھی واکر سے نکال کر گود میں لیتا ملانی جی کے پاس آیا اور بچہ انکی گود میں دے کر اپنی چارپائی پر جا کر لیٹ گیا۔

~~~~~~~~~~~~

نورالھدی نے کار پورچ میں لے جا کر روکی، پھر وہ مریم ساتھ ساتھ چلتے قصر فاروقی
~~~~~~~~~~~~

میں داخل ہو گئے. نورالہدی اسے ڈرائنگ روم میں بٹھانے کے بجائے لاونج میں لے آئے.

"تم بیٹھو.. میں باباجان کو بلا کر لاتا ہوں." اسے بیٹھا کر باباجان کو بلانے چلے گئے.

کچھ دیر بعد انکی واپسی ہوئی تو مریم ان کے ساتھ گرے بالوں والے سرخ و سفید رنگت کے بارعب شخص کو دیکھ کر احتراماً اٹھ کھڑی ہوئی جنہیں دیکھ کر ہی اندازہ ہو جاتا تھا کہ وہ یقیناً فوجی رہے ہوں گے. سفید شلوار کرتے میں ملبوس ان کے پیروں میں کالے رنگ کے سادا سے چپل تھے اور آنکھوں پر سنہری فریم والا نظر کا چشمہ لگا رکھا تھا. مریم اک ہی نظر میں ان سے متاثر ہو گئی تھی.

"اسلام علیکم انکل." وہ عام طور پر ہیلو سے کام چلاتی تھی پر انکی شخصیت کا رعب تھا کہ ادب سے سلام کر کے سَر کو تھوڑا سا جھکا دیا. باباجان نے اسکے سَر پر ہاتھ رکھ کر کہا.

"وعلیکم اسلام! بیٹھو." تینوں بیٹھ چکے تو مریم نے کہا.

"میں بتا نہیں سکتی انکل! کہ آپ سے مل کر کتنا اچھا لگ رہا ہے. پر ساتھ میں افسوس بھی ہو رہا ہے کہ میں آپ سے پہلے کیوں نہیں ملی. مگر غلطی میری نہیں ہے. میں نے نور الہدیٰ سے کئی بار کہا کہ آپ سے ملوا دے. پر یہ سنتا ہی نہیں اور آج بھی یہ تو ٹال مٹول ہی کر رہا تھا پر میں زبردستی اسے ساتھ لیے چلی آئی."

"بہت اچھا کیا." بابا جان دھیمی مسکراہٹ کے ساتھ بولے.

"اور میں تو آپکے گھر کو دیکھ کر بہت امپریسڈ ہوں. قصر فاروقی واقعی کسی محل کی طرح خوبصورت ہے۔" وہ اِدھر اُدھر دیکھتے ہوئے خوش دلی سے کہہ رہی تھی.

"محل تو خوبصورت ہوتے ہیں پر ویران سے لگتے ہیں." بابا جان کا لہجہ تھکن سے بھرا تھا. مریم جلدی سے بولی.

"لیکن مجھے قصر فاروقی تو ویران نہیں لگتا.... ہاں بس یہاں خاموشی بہت ہے. پر اسکی بھی وجہ ہے. گھر میں بس آپ اور نور الہدیٰ ہی تو ہوتے ہیں. بلکہ اصل میں تو آپ ہی ہوتے ہیں. نور الہدیٰ تو آدھی رات تک باہر ہوتا ہے. ایسے میں خاموشی تو

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

ہو گی ہی۔ "بہادر چائے لے آیا تھا، مریم نے اسے کہا۔

"چائے میں بناؤنگی، تم جاؤ۔ "اس نے باباجان کو دیکھا اور ان کے اشارے پر چلا گیا۔

مریم چائے بنانے لگی۔

"یہ لیجئے۔ اک کپ آپکا اور دوسرا میرا۔ اور نورالہدی تو چائے پیتا نہیں۔ "اس نے دو کپ چائے بنا کر اک کپ باباجان کو پکڑوایا اور دوسرا اپنے ہاتھ میں لے کر صوفے پر پیچھے ہو کر بیٹھتے ہوئے بولی۔

"نورالہدی سگریٹ سیگار نہیں پیتا تو سمجھ آتی ہے، یہ صحت کے لیے مضر ہے۔ پر چائے سے پرہیز سمجھ نہیں آتا۔"

"تم کیا کرتی ہو؟" باباجان اسکے تبصرے کو نظر اندازِ کر کے بولے اور وہ چنچل سی مسکراہٹ کے ساتھ نورالہدی کو دیکھ کر بولی۔

"پہلے کچھ نہیں کرتی تھی، پر اب نورالہدی کا سَر کھاتی ہوں۔"

نورالہدی نے صرف مسکرانے پر اتیفا قیا کیا تو اس نے تیز لہجے میں کہا۔

"تم کیوں چُپ ہو؟... کچھ بولتے کیوں نہیں؟"

"میں بول کر کیا کرونگا؟ تم باباجان سے ملنے آئی ہو. ان سے باتیں کر کے جان پہچان بڑھاؤ. میں تو انہیں بہت اچھی طرح سے جانتا ہوں." ان کے لہجے میں سانپ جیسی پھنکار کو محسوس کر کے مریم کو بہت عجیب لگا. اس نے آج تک نورالھدی کو اِس اندازِ میں بات کرتے نہیں دیکھا تھا تو اسے لگا، اسے وہم ہوا ہے. پر باباجان کا چہرہ دیکھ کر لگ رہا تھا کہ زہر کے اثر سے انکا تنفس رکنے لگا ہو. ہاتھ کی لرزش پر بامشکل قابو پا کر انہوں نے کپ رکھا اور اٹھ گئے.

"تم لوگ باتیں کرو میں اب اپنے کمرے میں چلونگا." انہوں نے سنبھل کر مریم سے کہا اور چلے گئے.

مریم کو یہ سب بہت عجیب لگا. مگر نورالھدی سے اِس بارے میں بات نہیں کر سکتی تھی. یہ انکا ذاتی معاملا تھا، مگر وہ الجھ گئی تھی. اس نے چائے کا کپ سائیڈ میں رکھا اور اپنی کیفیات کو نارمل کرنے کے لیے دیوار پر لگی تصویریں دیکھنے لگی.

نورالہدیٰ نے اسے تصویروں کی طرف متوجہ دیکھا تو اسکے پیچھے جا کر کھڑے ہو گئے. اک تصویر پر ہاتھ رکھ کر بتانے لگے.

"یہ میاں جی ہیں."

"تمھارے دادا؟" اس نے پوچھا.

"ہاں اور ان کے رائٹ سائیڈ پر بابا جان ہیں اور لیفٹ پر پاپا."

وہ چونک کر مڑی اور کہا. "یہ بابا، پاپا کا کیا چکر ہے؟"

"بابا جان میرے چچا ہیں. میرے پیرنٹس کا انتقال تو تبھی ایکسڈینٹ میں ہو گیا تھا، جب میں تین سال کا تھا." نورالہدیٰ نے بتایا تو وہ متاسف انداز میں بولی.

"آئی ایم سوری."

"اٹس اوکے." انہوں نے کہا. "امی اور بابا جان نے مجھے کبھی بھی ماں باپ کی کمی محسوس ہونے نہیں دی. ویسے بھی میں اِس وقت اتنا چھوٹا تھا کہ اپنے والدین کے چہرے بھی مجھے یاد نہیں. ماں باپ کے رستے میں میں نے ہمیشہ امی اور بابا جان کو

ہی دیکھا ہے."

انکی باتوں کو سن کر مسکراتی مریم کو یقین ہو گیا کہ جو کچھ دیر پہلے اس نے محسوس کیا تھا، وہ صرف اسکا وہم ہی ہو سکتا ہے. وہ اب اک دوسری تصویر کی طرف متوجہ ہو گئے تھے.

"یہ تصویر بہت انٹرسٹنگ ہے. اِس دن میں پہلی بار کھڑا ہوا تھا. لیکن بابا جان بتاتے ہیں جتنی دیر میں پاپا کیمرہ لے کر آئے میں گر چکا تھا."

مریم نے اس تصویر کو دیکھا، جس میں اک بچہ زمین پر گرا منہ بسور رہا تھا. وہ ہنسنے لگی.

www.novelsclubb.com

"یہ امی کی تصویر ہے. یہ میں نے اس دن کھینچی تھی، جب میں لندن جا رہا تھا اور جانتی ہو، میں نے کیا کیا؟" وہ مزے سے بولے.

"کیا کیا؟" وہ اشتیاق سے بولی.

"میں نے کیمرے سے ریل نکالی اور چھپا کر اپنے ساتھ لندن لے گیا. پھر دو سال

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

پہلے میرے پاکستان آنے کے بعد ہی یہ تصویر پاکستان پہنچ سکی."

مریم نے دلچسپی سے مسکراتے ہوئے اک تصویر پر ہاتھ رکھ کر پوچھا.

"یہ تم ہو نا؟"نورالہدی نے تصویر کو دیکھ کر اِثبات میں جواب دیا.

"دیکھا، کتنی آسانی سے تمہیں پہچان لیا."وہ ناز سے بول کر ہنسی، پھر دوبارہ سے تصویر کو دیکھنے لگی.

"یہ اتنی کیوٹ سی بے بی کون ہے؟"سات آٹھ سال کے نورالہدی کی گود میں پھولے پھولے گالوں والی بچی کی طرف اشارہ کر کے مریم نے پوچھا. نورالہدی بہت دلچسپ انداز میں اسے تصویریں دکھا رہے تھے. پر اِس تصویر کو دیکھ کر انکا لہجہ سست ہو گیا.

"یہ ملیحہ ہے... باباجان کی بیٹی."

"اچھا."وہ مگن سی بول کر اور تصویریں دیکھنے لگی."یہ ضرور ملیحہ ھو گی."اس نے اک نوجوان لڑکی کی تصویر پر انگلی رکھ کر کہا.

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

"ہاں۔" وہ اس تصویر کو دیکھتے ہوئے آہستگی سے بولے۔

"ویری پریٹی... اب تو اِس سے ملنا پڑے گا۔ جاؤ بلا کر لاؤ اسے.. اور تم نے اب تک اپنی کزن سے ملوایا کیوں نہیں؟" وہ پلٹ کر لڑنے کے سے اندازِ میں بولی تو نورالہدی نے آنکھ اٹھا کر اسے دیکھا پھر نظر چرا کر کہا۔

"ملیحہ کی ڈیتھ ہو چکی ہے۔"

اس نے حیرت سے انہیں دیکھا اور بولی۔

"واٹ؟.... کیا کہا تم نے؟"

نورالہدی نے اسے دیکھا مگر بولے کچھ نہیں۔ وہ ان کے دیکھنے سے سمجھ گئی کہ جو اس نے سنا، صحیح سنا۔ اس نے افسوس بھری نظر اس لڑکی کی تصویر پر ڈالی۔

"یقین نہیں آتا... چھوٹی عمر میں... کیا کوئی حادثہ ہوا تھا؟"

"مریم پلیز!!" انہوں نے ہاتھ اٹھا کر مریم کو خاموش ہونے کا اشارہ کیا۔ "اِس بارے میں کوئی سوال نہیں کرنا... اٹس پرسنل!!"

"آئی ایم سوری۔" اس نے جلدی سے کہا۔ مگر نورالہدی کی حالت نہیں سنبھلی۔ وہ پلٹ کر صوفے پر بیٹھ گئے۔ انہوں نے ظاہر نہیں کیا تھا، مگر مریم نے محسوس کر لیا تھا کہ بے چینی ان کے وجود میں پھیل گئی تھی۔ اک کزن کی موت پر اتنا صدمہ.... وہ بھی اسکے انتقال کے اتنے عرصے بعد... مریم کو یہ سب نارمل نہیں لگا۔ وہ اندیشوں میں الجھی ان کے برابر میں بیٹھ گئی۔ پھر اچانک ہی اس نے کہا۔

"میں کسی کی محبت میں مبتلا ہوں۔" نورالہدی نے سَر اٹھا کر اسے دیکھا جس کے چہرے پر یہ انکشاف کرتے ہوئے چمک نہیں بلکہ کشمکش تھی۔ پھر بولے۔

"مبارک ہو۔"

"تم مجھ سے اسکا نام نہیں پوچھو گے؟" وہ اب انہیں دیکھ رہی تھی۔ نورالہدی نے پل بھر کے توقف کے بعد کہا۔

"نہیں۔" جواب غیر متوقع تھا۔ وہ حیرت سے بولی۔

"کیوں؟" نورالہدی نے سَر جھکا کر کچھ دیر غور کیا، پھر برائے راست اسکی

www.novelsclubb.com

آنکھوں میں دیکھ کر بولے.

"کیوں کہ ھو سکتا ہے، میرے ساتھ زندگی گزارنا تمھارے لیے مشکل ہو جائے."

وہ دھنگ رہ گئی. اسے کبھی احساس نہیں ہوا تھا کہ نورالھدی اسکے دِل میں چھپے راز تک پہنچ گئے ہیں.

"تمہیں ایسا کیوں لگتا ہے؟"

وہ اس سے نظر چرا کر اٹھے اور ٹہلتے ہوئے ڈرائنگ روم کی کھڑکی کے سامنے کھڑے ہو گئے. یوں لگ رہا تھا انہیں بولنے کے لیے مہلت کی ضرورت ہے.

کھڑکی سے باہر لان میں بکھری دھوپ کو دیکھ کر وہ گویا ہوئے.

"میں ملیحہ سے محبت کرتا تھا... کرتا ہوں.... اور مرتے دم تک کرتا رہوں گا."

کچھ دیر پہلے مریم کے ذہن میں اسپارک تو ہوا تھا مگر نورالھدی کی زبان سے اعتراف شوکنگ تھا. وہ بولتے گئے.

"موت بھی ملیحہ کے لیے میرے احساسات کو بدَل نہیں سکی. تمہیں شاید عجیب

www.novelsclubb.com

لگے کہ کوئی کسی مرے ہوئے شخص سے محبت کیسے کر سکتا ہے؟ مگر زندگی اور محبت میں یہی تو فرق ہے کہ زندگی ختم ہو جاتی ہے لیکن محبت ختم نہیں ہوتی. ہمارا رشتہ بہت انوکھا تھا اور ہماری محبت بہت پاکیزہ اور خوبصورت. بالکل ملیحہ کی مسکراہٹ کی طرح بے ریا اور خالص. ہمارے درمیان پانے کا نہیں، دینے کا رشتہ تھا. اور ملیحہ کو دینے کے لیے میرے پاس سب سے قیمتی چیز میری محبت تھی. اور میں نے اپنی محبت کو اس پر بے دریغ لٹا دیا. میں چاہتا تھا کہ دنیا بھر کی خوشیاں اسکے قدموں میں ڈال دوں. اگر میری زندگی اسکی اک مسکان کی قیمت ہوتی تو میں کھڑے کھڑے جان دے دیتا. دنیا میں سب سے زیادہ مجھے اسکی پرواہ تھی. میں بس اسکا خیال رکھنا چاہتا تھا. دِل چاہتا کہ اسے یوں ہاتھوں میں سنبھالوں جیسے وہ چھوٹی سی بچی ہو. "انہوں نے بولتے ہوئے اپنے دونوں ہاتھ اِس طرح باہم ملائے جیسے ان میں کوئی قیمتی مگر نازک شہ چھپا رکھی ہو. پھر وہ اپنے ھاتھوں کو الگ کر کے دیکھنے لگے. "مگر میں اسے سنبھال نہیں سکا مریم!"

شکست خوردگی سے کہہ کر انہوں نے اپنے ہاتھ پینٹ کی جیب میں ڈال لیے، پھر دور لان میں دیکھتے ہوئے آزردگی سے کہا.

"دُنیا میں ایسی کوئی چیز نہیں جو اِس اذیت کا مداوا کر سکے."

وہ اب خاموش ہو چکے تھے پھر بھی رخ موڑے کھڑے تھے. وہ اس نمی کو چھپانا چاھتے تھے جو انکی آنکھوں میں تیرنی لگی تھی. مریم پتھرائی آنکھوں سے انہیں دیکھ رہی تھی جن کا عکس اسکی آنکھوں کی تیرگی میں دھندلا گیا تھا. چاھے جانے والے شخص کی زبان سے کسی اور کے لیے چاہت کا اعتراف سننا ننگے پاؤں انگاروں پر چلنے سے زیادہ کٹھن ہے.

"مجھے ہمیشہ لگتا تھا کہ تم نے اپنے دِل کے گرد اونچی اونچی فاصیلیں تان رکھی ہیں. میں چاروں طرف چکر کاٹتی رہتی، پر اندر جانے کا راستہ ہی نہیں ملتا. اب سمجھ میں آ رہا ہے، تمھارے دِل کے دروازے بھلا مجھ پر کیسے کھل سکتے تھے؟ وہاں تو ملیحہ پہلے سے ہی موجود تھی."

www.novelsclubb.com

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

"وہاں اب تم بھی آچکی ہو۔" نورالھدی نے پلٹ کر اسے دیکھتے ہوئے کہا، جسکی آنکھوں سے ٹپ ٹپ آنسو گر رہے تھے، جسے انہیں پونچھنے کا خیال تک نہیں آیا۔ نورالھدی کے اِس انکشاف پر خوش ہونے کے بجائے اس نے ایسے انہیں دیکھا جیسے تکلیف کئی گنا بڑھ گئی ہو۔ وہ چلتے ہوئے اسکے قریب قالین پر بیٹھے اور اسکے سرد ہاتھوں کو اپنے ہاتھوں میں لے کر کہنے لگے۔

"میرے دِل کے سب دَر و دیوار تمھارے ہیں۔ بس اک کونا ملیحہ کے نام پر مخصوص ہے اور ہمیشہ رہیگا۔ میں نے ملیحہ سے بھی کچھ پانا نہیں چاہا مگر تم سے دُنیا کا ہر سکھ پانا چاہتا ہوں۔ تمہارے ساتھ میں دِل کا سکون پانا چاہتا ہوں۔ بہت گہرا زخم لگا ہے دِل پر لیکن تم ہاتھ رکھو گی تو شاید کبھی یہ زخم بھر جائے۔ محبت کرتا ہوں تم سے لیکن مجھے اِس پر اختیار نہیں کہ ملیحہ سے محبت نا کروں اور میں جانتا ہوں کہ یہ شراکت داری تم سے جھیلی نہیں جائیگی۔" دِل گرفتگی سے کہہ کر انہوں نے مریم کے ہاتھ چھوڑنا چاھے پر مریم نے انہیں اپنے ہاتھ چھوڑنے نہیں دیئے اور ان

کے ھاتھوں پر اپنی انگلیوں کی گرفت مضبوط کرتی وہ سہمی ہوئے لہجے میں بولی.

"کھونے کی بات نا کرنا نورالہدی!! میں شراکت داری برداشت کرلونگی پر تمہارا دور جانا مجھ سے برداشت نہیں ھوگا. اور پھر ملیحہ زندہ تو نہیں ہے، مر چکی ہے. کیا فرق پڑے گا اگر تمہارے دِل کہ کونے میں پُرانے سِکوں کے مانند کچھ یادیں پڑی بھی رہیں تو. تمہارے دِل کے باقی گلی کونچے تو میرے لیے ہیں." وہ کہہ رہی تھی کہ اسے فرق نہیں پڑے گا. پر ان کے ھاتھوں پر سَر رکھ کر پھوٹ پھوٹ کر رُو بھی رہی تھی.

نورالہدی نے نرمی سے ہاتھ چھڑا کر اسکے سارے آنسو اپنی ہتھیلیوں میں جزب کر لیے. پھر اسکی آنکھوں میں جھانکتے ہوئے سوال کیا.

"مجھ سے شادی کرو گی؟"

اور اقرار میں سَر ہلاتی مریم ان کے ھاتھوں میں چہرہ چھپا کر اک بار پھر رُو پڑی.

"دیکھ لیجئے گا، میرے جانے کے بعد آپکی بیگم آکر مجھے ریپلیس کردینگی." ملیحہ کی

آواز نورالہدیٰ کے ارد گرد گونج رہی تھی.

اک ماہ بعد مریم یزدانی نے مسز نورالہدیٰ فاروقی بن کر قصرِ فاروقی میں قدم رکھ دیئے تھے. لان کے نیم تاریک گوشے میں تنہا کھڑے نورالہدیٰ روشنیوں سے سجے قصرِ فاروقی کو بڑی یاسیت سے دیکھ رہے تھے. انکی آنکھوں میں دو سال پہلے کی اک ایسی ہی رات کا منظر کسی فلم کی طرح گھوم رہا تھا اور اس رات کی قیامتیں انہیں اک اک کر کے یاد آتی گئیں.

"کوئی شخص تمہارا نعم البدل نہیں ھو سکتا. دکھ جب اک بار وجود میں گھر کر لے تو پھر کوئی خوشی، خوشی نہیں دیتی." وہ اپنے دکھ کی دوا لینے مریم کے پاس چلے آئے. وہ غیر روایتی سی لڑکی ان کے انتظار میں روایتی اندازِ میں دلہن بنے چہرے پر گھونگھٹ ڈال کر بیٹھی تھی. نورالہدیٰ اسکے قریب بیٹھ گئے تو اپنی بولڈنیس کے باوجود وہ خود میں سمٹ گئی. نورالہدیٰ اسکی شرم کو دیکھ کر مسکرانے لگے. پھر انہوں نے دھیرے سے اسکے گھونگھٹ کو اُلٹ دیا.

سرخ کامدانی دوپٹے کے ہالے میں اسکا سجا سنورا روپ دوآتشہ تھا۔شرم سے نگاہیں جھکی جا رہی تھیں. چہرے پر گھبراہٹ لیے ہونٹوں میں مدھم سی مسکراہٹ تھی.

اسے دیکھتے دیکھتے نورالہدی کھو سے گئے.

انہیں دلہن بنی ملیحہ کا چہرہ یاد آگیا. اسکی پلکیں نم تھی اور آنکھوں کے پپوٹے ہولے ہولے لرز رہے تھے. نیم وا ہونٹوں میں کپکپاہٹ تھی اور چہرے سے پسینہ جھلک رہا تھا. وہ انکی بانہوں میں عالم نزع سے گزر رہی تھی. لب کاٹتے ہوئے نورالہدی نے اپنے بائیں پہلو پر اس جگہ ہاتھ رکھا جہاں اپنے سینے پر انہوں نے ملیحہ کی آخری دھڑکنوں کو محسوس کیا تھا اور پھر سینے کے اندر ان کے اپنے دِل کی دھڑکنیں ان بے ترتیب دھڑکنوں کی تال میں ہمیشہ کے لیے کھو گئیں.

"رشتے جب بنائے جاتے ہیں نورالہدی! تو انہیں نبھایا کرتے ہیں." اک آواز نے ان کے ذہن میں ابھر کر ان کو سرزنش کی تھی. وہ دفعتاً سنبھالے پھر کوٹ کی جیب سے مخملیں ڈبیہ نکالی اور اسے کھول کر اس میں سے انگوٹھی نکالنے کے بعد ڈبیہ

www.novelsclubb.com

سائیڈ ٹیبل پر رکھ کر مریم کا ہاتھ تھام لیا.

"میں اِس رشتے کو آخری سانس تک نبھاونگا." مریم کی مخروطی انگلی میں انگوٹھی پہنا کر انہوں نے اسکی ہاتھ کی پشت کو چوما. پھر پلکیں اٹھا کر اسے دیکھتے ہوئے بلند آواز میں انہوں نے ملیحہ سے وعدہ کیا تھا.

***_*

عبداللہ گہری نیند میں تھا جب اسکے احساسات اچانک بیدار ہو گئے. اسے یوں لگا کہ کوئی اسکے بستر پر اسکے قریب آکر بیٹھ گیا ہے. پھر کسی نے جھک کر اسکی پیشانی پر آئے سیاہ بالوں کو پھونک مار کر ہٹایا تھا. عبداللہ نے سونے جاگنے کی کیفیت میں اپنے چہرے پر کسی کی گرم مہکتی سانس کو محسوس کر کے جھٹکے سے آنکھیں کھول دی. وہ چہرہ اسکے اتنے پاس تھا کہ عبداللہ چاہتا تو اسکی سنہری پلکوں کی گھنی جھالر کو گن سکتا تھا. وہ فوراً اٹھ بیٹھا۔ وہ سرہانے کی طرف بیٹھی اک ادا سے اسے دیکھ رہی تھی. پھر اس نے اپنا ہاتھ دھیرے دھیرے بستر پر کھسکانا شروع کیا اور عبداللہ کے

بالکل پاس لے جاکر روک دیا. پھر پلکیں اٹھا کر اسکی طرف یوں دیکھا جیسے چاہ رہی ہو، باقی کا فاصلہ خود ختم کر دے. عبداللہ کا سانس سینے میں رکا جارہا تھا. اس نے اپنے ہاتھ کے پاس رکھے اسکے ہاتھ کو دیکھا. پھر جیسے ہی عبداللہ نے اپنے ہاتھ کو حرکت دی، اس نے اپنا ہاتھ پیچھے کھینچ لیا. عبداللہ نے تلخ مسکراہٹ کے ساتھ اسکا چہرہ دیکھا اور کہا.

"جب قریب نہیں آنا تو پاس بھی کیوں آتی ہیں؟ جھلک دیکھا کر چُھپ جانا... بس آپکو یہی ہنر تو آتا ہے. سکو چین قرار ملے. بس کبھی میرے ہی دِل پر ہاتھ نہیں رکھا. مجھے تڑپا کر بہت سکون ملتا ہوگا.... ہے نا؟"

سوئے ہوئے مولوی صاحب کے کاندھے پر کسی نے ہاتھ مارا تھا. وہ ہڑبڑا کر اٹھ گئے، پھر ملانی جی کو اپنے پاس بیٹھا دیکھ کر پوچھا.

"کیا بات ہے؟"

"اُدھر دیکھیں مولوی صاحب!! عبداللہ کو پھر دورہ پڑا ہے."

ان کے اشارے پر انہوں نے پیپل کے درخت کے نیچے الگ تھلگ بچھی چار پائی کی طرف دیکھا. وہ بستر پر بیٹھا سرہانے کی طرف یوں دیکھ کر آہستہ آواز میں بات کر رہا تھا جیسے وہاں کوئی موجود ہو.

"آج تو اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا مولوی صاحب! اب تو میری بات کا یقین کرینگے؟"

"تو سو جا آرام سے. میں جا کر دیکھتا ہوں." انہوں نے کہا. پھر بستر سے نکل کر چپل پہنتے ہوئے عبداللہ کی طرف آ گئے. ملانی جی بھی اٹھ کر اپنے بستر پر جا لیٹیں.

ابھی سردیاں پوری طرح سے نہیں آئی تھیں پر رات میں ہلکی خنکی کی وجہ سے صحن میں سوتے ہوئے گرم کھیس لینے پڑتے تھے. ملانی جی نے بستر پر لیٹ کر کھیس اچھی طرح بچے پر پھیلایا اور آنکھیں بند کر کے لیٹ گئیں.

"کیوں خود کو ہلکان کرتا ہے عبداللہ." مولوی صاحب پیچھے سے اسکے کندھے پر ہاتھ رکھ کر بولے. عبداللہ نے یوں انکا ہاتھ زور سے پکڑ لیا جیسے ڈوبتے ہوئے

شخص کو سہارا نظر آ گیا ہو. سامنے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے اس نے مولوی صاحب سے کہا.

"ان سے کہیں مولوی صاحب! یہ یہاں سے چلی جائیں. میں مان چکا، یہ میرے نصیب میں نہیں. پھر کیوں مجھے سیراب دکھاتی ہیں؟" وہ دَردمندی سے مولوی صاحب کا چہرہ دیکھ رہا تھا کہ سَرسراہٹ محسوس کر کے اس نے پلٹ کر دیکھا. وہ اٹھ کر جانے کے لیے مڑ گئی تھی عبداللہ بے تابی سے اسکو آواز دینے کو اٹھا اور اسے روکنے کے لیے ہاتھ بھی بڑھایا پھر جانے کیا ہوا کہ ہاتھ پہلو میں گرا کر اس نے ازردگی سے آنکھیں بند کر کے چہرہ موڑ لیا جیسے کسی تکلیف دہ منظر سے آنکھیں بچانا چاہتا ہو. مولوی صاحب نے اسے ترحم نگاہوں سے دیکھا اور بولے.

"جسکی آنکھوں میں حقیقت چبھتی ہو وہ سراب کا پردہ بصارت پر گرا لیتا ہے... جو سراب سے عاجز آ جائے وہ حقیقت کی طرف لوٹ جاتا ہے پر تو تو دونوں سے بھاگ رہا ہے۔ تیرا کیا بنے گا عبداللہ"

انکی بات پر اسکا احساسِ شکست اور بڑھ گیا تھا۔وہ تھک کر چار پائی پر جا بیٹھا۔

"کوئی ایسا امرت لا دیں مولوی صاحب جسکے چھینٹوں سے سینے میں ٹھنڈ پڑ جائے، سکون مل جائے مجھے۔"مولوی صاحب نے اسے دیکھا جو سختی سے چار پائی کے کناروں کر پکڑ کر آگے کو جھکا زمین کو ساکت نظروں سے دیکھ رہا تھا۔

"سکون ڈھونڈنے سے نہیں، مانگنے سے ملتا ہے۔"مولوی صاحب نے کہا۔

"اس سے سکون مانگ عبداللہ جسکے نام سے دلوں کو راحت ملتی ہے۔"

"وہ مانگنے سے کب دیتا ہے مرضی سے دیتا ہے ورنہ میرے مانگنے میں تو کوئی کسر نہیں رہ گئی تھی۔پر اپنے درد سے زیادہ انکی تکلیف ستاتی ہے۔اس نے بے قصور انہیں آزمائشوں میں لپیٹا تھا اور وہ آخری سانس تک اسکی مدد کے آسرے پر رہیں پر اس نے مدد نہیں کی۔"اس نے طنز سے کہا تو مولوی صاحب کو جلال ہی آگیا طیش میں آکر بولے۔

"تو شکوے کر کر کے تھکا نہیں عبداللہ۔ہاں نہیں دیا اس نے تجھے وہ جو تو نے مانگا تھا

پر یہ بھی تو دیکھ تو نے مانگا کیا تھا۔" عبداللہ کی سوالیہ نظروں پر وہ کہنے لگے۔

"بندے تو سبھی ہوتے ہیں عبداللہ! پر بندگی کا سلیقہ کسی کسی میں ہوتا ہے۔ سر تو بہت سے جھکتے ہیں پر جب آزمائش کی دودھاری تلوار گردن کو کاٹتی ہے تو کتنے ہی سر اپنے آپ اٹھ جاتے ہیں پر معبود کا حق تو تب ادا ہو کہ سر نہ اٹھے چاہے گردن کٹ کر گر جائے۔"

انہوں نے توقف کیا پھر گھمبیر آواز میں بولے۔

"بندگی کا سلیقہ تھا اس میں، جتنی آزمائش بڑھی اس نے اتنا صبر بڑھایا پھر گردن کٹ کر گری تو گری پر اس کا سر نہیں اٹھا اور تو... تو جس نے ایک چوٹ کیا کھائی معبود سے منہ موڑ لیا۔ او جھلّیا دیکھ تو سہی تیرا سوال تیری حیثیت سے بڑا تھا پھر تیری طلب تیرے دامن میں کیسے سماتی پر بات تیری عقل میں نہیں آئے گی کیونکہ عقل کے دروازے تو تو نے بند کر رکھے ہیں۔"

وہ یک ٹک مولوی صاحب کو دیکھتا دم سادھے بیٹھا تھا کچھ پلوں کی خاموشی کے بعد

وہ پھر گویا ہوئے۔

"بندے کی نظر کمزور ہوتی ہے وہ صرف ناک کی سیدھ میں دیکھ سکتا ہے۔دائیں بائیں اور پیچھے کی طرف نظر جاتی ہی نہیں اگر جا پاتی تو تجھے بھی نظر آجاتا کہ جو تجھے آزمائش کی انتہا لگ رہی ہے وہ اسکے لیے نجات کا راستہ تھا یہی چاہا تھا اس نے کہ اسکا وعدہ وفا ہو جائے آنکھیں کھول کر دیکھ جھلّیا اسکے سارے وعدے پورے ہو گئے سوہنڑے رب نے اس طرح اسے آزمائش سے نکالا کہ اسکے ذمے کسی کا گلہ نہیں رہا پر بندہ ناپ تول کا شوقین ہے لیکن بندے کا تول خالص نہیں ہوتا غرض کے کھوٹے باٹوں سے کبھی سچا تول نہیں آتا۔۔اللہ کا تول سب سے کھرا ہے دیکھ تو عبداللہ اللہ نے اسکے ہر ناپ میں برابر کے باٹ رکھے ہیں کیا تو اب بھی گلہ کرے گا۔"انہوں نے رک کر اسے دیکھا جسکے چہرے پر زلزلے کے آثار نمودار ہونے لگے تھے۔

"صحیح کہا تھا اس نے عشق کی آگ جلائے تو راکھ نہیں کرتی فنا کر دیتی ہے پر شاید

اسے یہ بتانا یاد نہیں رہا کہ جو فنا نہ ہو سکے وہ امر نہیں ہوتا۔ تم دونوں ہی عشق کی بھٹی میں ڈالے گئے پر وہ تپ کر کندن بن گئی اور تو راکھ بھی نہ ہو سکا۔ عشق تم دونوں نے ہی کیا پر اسکے عشق نے اسکا نام صابروں میں لکھ دیا اور تیرے عشق نے تجھے راندہ درگاہ بنا دیا۔" احساسِ ندامت سے عبداللہ کی آنکھیں جھک گئیں اور آنکھوں سے پانی بہہ بہہ کر چہرے کو بھگونے لگا۔ مولوی صاحب تاسف سے بولے۔

"صرف تو ہی نہیں ہے عبداللہ اس عشق کے ہاتھوں بہت لوگ برباد ہو گئے۔ اس خرابے میں ہر کوئی بے زار ہے خلقت گمراہ ہو رہی ہے پر عشق کے ہنگامے سرد نہیں پڑتے کون ہے جو عشق نہیں کرتا کوئی ظاہر کا دیوانہ، کوئی باطن کا، کوئی حق پہ مرتا ہے، کوئی ناحق مر جاتا، کسی کو تن کی پیاس ہے تو کسی کو من کی، کوئی زمین کے لیے روتا ہے، کوئی آسمان کے لیے۔ کوئی مایا چاہے، کوئی چھایا مانگے۔ ہر کوئی اپنے اپنے حصے کا جہنم دہکا کر بیٹھا ہے پور پور جل رہا ہے پر الاؤ سرد نہیں ہوتا اور ہو گا بھی

نہیں بندہ جب تک اپنے اصل سے رجوع نہ کرلے جہنم سے رہائی ممکن نہیں۔"

پھر وہ اٹھے اور وارث شاہ کی نظم گنگناتے چلے گئے۔

رات دا جاگن او کھا ہونداا ے

اک جاگدا چوکیدار راتیں

اک جاگدا عشق دی مرض والا

اک جاگدا یار دا یار راتیں

اک جاگدا راتیں چور راتے

اک جاگدا پہرے دار راتیں

وارث شاہ سبھے گلاں کوڑیاں نیں

اک جاگدا پروردگار راتیں

~~~~~~~~~

یہ آج کیسا انکشاف ہوا تھا مولوی صاحب کی دور جاتی آواز عبداللہ کے وجود کو جھنجوڑ

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM
~~~~~~~~~

رہی تھی اسے لگا اسکے تنفس کا عمل رک گیا اور روح جسم میں پھڑ پھڑا رہی ہے نا جانے کسطرح وہ اپنی جگہ سے اٹھا پھر وہ چلتا ہوا دروازے سے باہر نکل گیا. اسکے پاؤں من من بھر کے ہو گئے تھے لیکن وہ رکا نہیں اور اپنے وجود کی ساری طاقت لگا کر خود کو گھسیٹتا ہوا ننگے پاؤں گلیوں میں چلتا وہ مسجد کے پاس پہنچ گیا. ہر سیڑھی پر چڑھتے ہوئے اسے اپنا آپ پاتال میں اترتا ہوا محسوس ہو رہا تھا. آخری سیڑھی پر پہنچ کر اس نے دونوں ہاتھوں سے گیٹ کی جالیوں کو پکڑ لیا یوں جیسے پیروں پہ کھڑے رہنا مشکل ہو گیا ہو. وہ جالیوں کو یوں ہاتھوں سے ٹٹول رہا تھا جیسے اندھا کسی چیز کو انگلی سے محسوس کرتا ہے پھر وہ گیٹ کو پکڑے پکڑے سیڑھی پر گر گیا.

اسکے آنسوؤں کی روانی میں تیزی آگئی تھی پھر اسکی پست سی آواز ابھری.

"منکر حق پر حق سب سے زیادہ آشکار ہوتا ہے کیوں کہ اسکا کفر ہی اسے حق کی شناخت کر دیتا ہے.

میں نے تیرے دائرہ اختیار سے نکل جانا چاہا تھا۔ میں نے زمین کی گہرائیوں سے

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

کائنات کی وسعتوں تک وہ راستہ تلاش کیا ہے جو مجھے تیری خدائی سے باہر نکال دے۔ کہاں کہاں نہیں بھٹکا.... بستی میں، ویرانے میں، جنگل میں، صحراؤں میں... خود اپنی ہستی کی گہرائی تک کو کھوج آیا۔ پر ایسا کوئی ذرہ نہیں ملا جو تیرے قادرِ مطلق ہونے پر گواہی نہ دے۔ ایسا کوئی راستہ نہیں جو تیرے حصار سے باہر لے جائے۔ اور اب میرے پاؤں تھک چکے ہیں۔ میرے بدن میں سکت نہیں... میں نے مان لیا کہ تیرا اختیار سب سے بڑا ہے۔ میری تلاش لاحاصل تھی اور تجھ سے فرار کی کوئی راہ نہیں۔ اور جو تیری بادشاہت سے نہ نکل سکے، اسے تیرے فیصلوں پر سوال کرنے کا کوئی حق نہیں۔ میں اپنی عاجزی کو تسلیم کرتے ہوئے تیری بڑائی کا اقرار کرتا ہوں۔ میرے اعتراف کو قبول کر کے۔'' گیٹ سے ماتھا ٹکائے وہ ندامت کی پستیوں میں گر رہا تھا۔

''اللہ!!!''

اس نے سر اٹھا کر آسمان کو دیکھتے ہوئے درد سے کراہ کر فریاد کی۔ "بہت درد ہے

اللہ!....مجھے دوادے دے۔میری آتی جاتی سانسیں برچھی کی طرح میرے اندر کو چھید رہی ہیں...میرا سینہ الاؤ بنا ہوا ہے۔مجھ پر رحم کر کہ میری ہستی میں بپا حشر تھم جائے...میری برداشت میرے دکھ سے ہار گئی ہے۔میرے زخموں سے خون رسنا بند نہیں ہوتا۔میرا روم روم اذیت میں جکڑا ہے۔"وہ کرب سے چلا اٹھا۔

"اللہ میرا گناہ بہت بڑا ہے، پر مجھے میری سرکشی کی سزا نہ دے، میری ذات کے عذاب مجھ سے سہے نہیں جاتے تیرے غیض و غضب کا سامنا کس طرح کر پاؤں گا....میری توانائی کو دیکھ....مجھے عذاب نہ دینا...رحم کرنا مجھ پر، میری روح تک جھلس گئی ہے۔مجھے اور کسی جہنم کے حوالے نہ کرنا اس آبلہ پائی کے سفر نے میرے روح تک میں چھالے ڈال دیے ہیں..میں بکھر چکا ہوں درد کی اندھی سے کہہ کہ اب تھم جائے...اللہ میرے تنکا تنکا وجود کو سمیٹ دے۔"وہ روتے روتے سجدے میں گر پڑا اور بلکنے لگا۔

کبھی بادل وار برس سائیں

میرا سینہ گیا ترس سائیں

میں توبہ تائب دیوانہ

آباد کروں کیا ویرانہ

مری بس سائیں مری بس سائیں

کبھی بادل وار برس سائیں

اس عشق نے عجب اسیر کیا

خود دل سینے میں تیر کیا

کیا چلے پیش و پس سائیں

کبھی بادل وار برس سائیں

ہم بھی کچھ کھل کر سانسیں لیں

اشکوں سے دھل کر سانسیں لیں

کبھی گھول فضا میں رس سائیں

www.novelsclubb.com

کبھی بادل وار برس سائیں

اسے مسجد کی سیڑھیوں پر سجدے کی سی حالت میں سمٹے دیکھ کر مولوی صاحب رک گئے۔ وہ یوں بے حس و حرکت تھا کہ انہیں شبہ ہوا کہ وہ بے ہوش ہے۔ تیزی سے اسکے قریب آکر بیٹھتے ہوئے انہوں نے اسے سیدھا کرنے کے لیے اسکے کندھوں پر ہاتھ رکھا تو قمیض کے اوپر سے ہی انہیں اسکا جسم آگ اگلتا ہوا محسوس ہوا۔ پر وہ انکے ہاتھ رکھنے پر اٹھتا چلا گیا تو مولوی صاحب نے بے ساختہ شکر ادا کیا کہ وہ بے ہوش نہیں ہے۔ پھر اسکے چہرے کو دیکھ کر بولے۔

"جب یہاں تک آ ہی گیا تھا تو اندر بھی چلا جاتا۔"

وہ خوفِ خدا سے بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔ "کیسے جاتا مولوی صاحب؟ اسکے در سے کسی کو دھکے مار کے بھی نکالو تو نہیں نکلتا اور میں کتنی نخوت سے اس سے لاتعلقی کا اعلان کرتا، آپ اٹھ آیا تھا۔"

"اپنے نامہ اعمال سے نظر ہٹا کر دیکھ اسکی رحمت بہت وسیع ہے۔"

"پر میں اسکے سامنے کس منہ سے جاؤنگا۔" وہ بے چارگی سے گویا ہوا۔

"تیرے منہ کو کوئی نیا چہرہ نہیں مل سکتا عبداللہ اپنے اسی منہ کو توبہ کی چادر سے ڈھک کر چلا آ۔"

"لیکن اگر اس نے مجھے قبول نا کیا تو؟" وہ خوف زدہ ہو گیا تو مولوی صاحب اپنے مخصوص لہجے میں بولے.

"او جھلیا!! واپسی کی توفیق قسمت والوں کو ہوتی ہے. اپنی قسمت کھوٹی مت کر. جس نے بھی اِس خوف سے ڈر کر اِس چوکھٹ پر قدم روکے ہیں پھر وہ اندر نہیں جا پایا... یہ بے نیاز کا دَر ہے، یہاں کسی کے نام کی منادی نہیں کی جاتی... خبردار، بلاوے کا انتظار مت کرنا." یہ کہہ کر اٹھے پھر اسکے آنے کا انتظار کیے بغیر مسجد میں چلے گئے اور کونے میں بنے اسٹور روم سے جھاڑو اٹھا کر معمول کے مطابق دریاں سمیٹ کر جھاڑو لگانے لگے. عبداللہ ابھی تک وہیں بیٹھا تھا. وہ ہمت کر کے اٹھا، پر مسجد کے اندر پہلا قدم رکھتے ہی لڑکھڑا گیا۔ مگر فوری ہی دیوار کا سہارا لے کر

سنبھل گیا. پھر آہستہ آہستہ چلتا وضو خانے کی طرف آیا.

وضو کرتے ہوئے اس نے جو ہی چلو میں ٹھنڈا پانی لے کر چہرے پر مارا تھا، اسے یوں راحت کا احساس ہوا جیسے تپتے لوہے کو کسی نے ٹھنڈے پانی کی برتن میں ڈال دیا ہو. وضو کے پانی نے اسکی ساری بے چینی کو دھو دیا. وہ نماز پڑھنے برآمدے کی طرف آیا تو آنکھوں کے ساتھ سَر بھی جھکا رکھا تھا. اس نے دو رَکعت نفل کی نیت باندھ کر ہاتھ کانوں تک اٹھا کر "اللہ اکبر" کہا تو اسکے دِل نے سچے دِل کے ساتھ گواہی دی تھی. وہ جیسے جیسے نماز پڑھتا گیا، اسے اپنی رگوں میں سکون اترتا محسوس ہوا. اک مدت کی بے سکونی کے بعد اس نے اِس لذت کا مزاح چکھا تھا۔ سلام پھیر کر اس نے دعا کے لیے ہاتھ اٹھائے تو آنکھیں اسکی رحمت کو محسوس کر کے بھر آئیں.

"یاد نہیں کب سے، پر اک مدت ہوئی میں بے سکونی میں جیئے چلا جا رہا تھا. اب کہیں جا کر تیرا نام لیا تو دِل کو قرار آیا ہے. اللہ! اپنی رحمت کے سائے مجھ پر مستقل

کر دے۔ میرے صبر کی چادر کو اتنا بڑھا کہ میرا غم ڈھک جائے.... مجھے اتنی طاقت دے کہ ان کے بغیر جی جاؤں۔ میرے غم نہیں بھرتے پروردگار! میں تیری مسیحائی کا سوال کرتا ہوں۔ میرا گناہ بہت بڑا ہے پر تیری رحمت سے امید ہے کہ میری توبہ قبول کر لی گئی۔ اللہ! مجھے اتنا حق تو دینا کہ تیری مغفرت طلب کر سکوں۔"

وہ بڑے گُداز دِل کے ساتھ بند آنکھوں سے دعا کر رہا تھا کہ کہیں پاس ہی چوڑیاں کھنک گئیں اور بے اختیار اس نے آنکھیں کھول دی۔ وہ کچھ دور بیٹھی اپنی چوڑیوں سے کھیل رہی تھی عبداللہ کی نظریں محسوس کر کے اس نے پلکیں اٹھا کر اسے دیکھا پھر کسی شرارت کے خیال سے اسکی آنکھیں چمکنے لگیں۔ نچلے ہونٹ کا کونا دانتوں میں دبا کر مسکراتے ہوئے اس نے کلائی کی سب چوڑیاں ہاتھ میں پھنسا کر اوپر کیں پھر اچانک چھوڑ دیں، کئی سر تال اک ساتھ بج اٹھے تھے۔ عبداللہ کی بصارتیں اس دِل فریب شور سے جھنجھنا اٹھیں تو اس نے تڑپ کر آنکھیں بند کر لیں۔

"یہ سیراب عذاب ہے یارب! میرے سارے زخم ادھڑنے لگتے ہیں. یہ خواب بہت حسین سہی، پر جب ٹوٹتا ہے تو روح فنا ہو جاتی ہے... مجھے اِس سے نجات دے دے." مولوی صاحب جھاڑ و لگا کر داریاں بچھا چکے تھے، پھر بھی فجر میں کچھ دیر باقی تھی تو فارغ ہو کر عبداللہ کے پاس آ بیٹھے.

عبداللہ نے دعا ختم کی اور منہ پر ہاتھ پھیر کر آنکھیں کھولتے ہوئے اُس طرف دیکھا جہاں کچھ دیر پہلے خوشبو میں بسا ایک وجود جلوہ افروز تھا... لیکن اب جلوہ بند ہو چکا تھا...اُس نے سَر گھوما کر اِدھر اُدھر اسے تلاش کرنا چاہا پر لا حاصل.. مولوی صاحب بہت غور سے اسکی حرکات کو نوٹ کر رہے تھے ٹوک کر بولے.

"جب تو اسکے جانے پر اتنا تڑپتا ہے تو بتا وہ آنا کیوں چھوڑے۔" اس نے مولوی صاحب کو دیکھا پھر ہولے سے بولا۔

"مجھے اپنے دل پر اختیار نہیں۔"

"یہ معاملہ ہی بے اختیاری کا ہے عبداللہ" وہ سانس بھر کر بولے تو عبداللہ نے

کہا۔

"پر بے اختیاری تکلیف دیتی ہے۔"

"تو اس تکلیف کو سہنے کی عادت ڈال لے عبداللہ کیونکہ عشق تیری ہی نہیں اسکی بھی مجبوری ہے۔" انہوں نے کہا پھر۔

"اذان کا وقت ہو گیا ہے۔" کہتے ہوئے وہ اٹھ گئے۔

****

پیاس سے مریم کی انکھ کھلی تھی۔اوپر کو کھسک کر اس نے ٹیبل لیمپ آن کیا تو اسکی نظر بیڈ کے دوسرے کونے پر پڑی جو خالی تھا۔

"شاید وہ واش روم میں ہو۔" اس نے نورالہدیٰ کی غیر موجودگی پر سوچا پھر سائیڈ ٹیبل سے جگ اٹھا کر گلاس میں پانی ڈال کر پینے لگی۔کچھ دیر گزر گئی اور نورالہدیٰ نہیں آئے تو کچھ پریشان ہو کر وہ بیڈ سے اٹھی اور اٹیچ باتھ روم کا دروازہ بجا دیا۔ کوئی جواب نہ پا کر اس نے دروازہ کھول کر اندر جھانکا... وہاں کوئی نہیں تھا۔

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

"نورالہدیٰ اتنی رات کو کہاں چلا گیا۔" اس نے پریشانی سے سوچا اور انکو ڈھونڈنے کمرے سے نکل آئی۔ نیچے آئی تو لاؤنج خالی پڑا تھا اس نے اسٹڈی روم میں دیکھا پھر سٹنگ روم کے ساتھ ساتھ ڈائننگ روم اور کچن کو بھی چیک کر لیا مگر نورالہدیٰ کہیں نہیں تھے۔ کچھ سوچ کر وہ لان میں آ گئی۔ لان میں جلتی لائٹوں سے رات کے اس پہر بھی کافی روشنی تھی۔ مریم نے ایک نظر میں دیکھ لیا کہ وہاں کوئی نہیں تھا۔ اس نے اشارے سے واچ مین کو پاس بلایا۔ وہ دیکھ چکی تھی کہ تینوں گاڑیاں پورچ میں کھڑی ہیں۔ پھر رات کے اس پہر نورالہدیٰ کہاں جا سکتا تھا؟ واچ مین پاس آیا تو پوچھنے لگی۔

"نورالہدیٰ کہیں گیا ہے؟"

"نہیں میڈم۔" اس نے کہا پھر اسکی پریشان شکل دیکھ کر پوچھا۔ "کیا صاحب اندر نہیں ہیں؟"

وہ سنبھل کر بولی۔ "آف کورس!! اندر ہی ہیں۔ میں اٹھی تو وہ کمرے میں نہیں

www.novelsclubb.com

تھے۔شاید باباجان کے پاس ہوں۔میں دیکھتی ہوں۔"

"ہاں میڈم! اندر ہی دیکھیں۔صاحب باہر نہیں گئے۔پھر رات کے تین بجے وہ جائیں گے بھی کہاں؟"اسے تسلی دے کر وہ واپس ڈیوٹی دینے چلا گیا۔

مریم نے کہہ تو دیا تھا کہ شاید وہ باباجان کے کمرے میں ہوں پر اسے معلوم تھا کہ اتنی رات کو نورالھدیٰ بھلا انکے پاس کیوں جاتے؟ پلٹ کر اندر جانے کے بجائے وہ چلتی ہوئی پچھلی طرف لان میں نکل آئی۔نورالھدیٰ وہاں بھی نہیں تھے۔اس نے پہلی بار اس خوف کو محسوس کیا کہ بڑے گھر میں لوگ کھو سکتے ہیں۔باباجان کو جگانے کا سوچ کر ہال کے کھلے دروازے سے اندر آگئی۔

دفعتاً اسکی نظر ملیحہ کے کمرے پر گئی. اسے یوں بھی اِس طرف آنے کی ضرورت نہیں پڑتی تھی اور جب سے اسے پتہ چلا تھا کہ سیڑھیوں کے اوپر والا کمرہ ملیحہ کا ہے وہ ادھر بھٹکتی بھی نہیں تھی اور اسکا خیال تھا کہ گھر کے باقی لوگ بھی اِس طرف کم ہی آتے ہونگے. آج پہلی بار اس نے ملیحہ کے کمرے پر پڑا تالا کھلا دیکھا تھا اسکی تو

شاید نظر بھی ناپڑتی پر دروازے کے نیم واپٹوں میں جھری سی بنی تھی اور اس نے مریم کو چونکایا تھا وہ ریلنگ تھام کر سیڑھیاں چڑھتی اوپر آگئی. اس نے زینے سے دروازے تک کا فاصلہ دو قدموں میں ہی طے کر لیا پھر دروازہ کھول کر کمرے میں جانے کے بجائے اس نے دروازے کی درمیانی جھری سے جھانک کر دیکھا.

کمرے کی دیواروں سے ہوتی اسکی نظر ملیحہ کے بیڈ پر جا رکی کمرے میں اندھیرا تھا پر باہر کی روشنی سے کمرے میں نیم تاریکی کا ماحول بن گیا تھا. اسی نیم تاریکی میں مریم نے نورالھدی کو اک بازو آنکھوں پر رکھ کر بیڈ پر لیٹے دیکھا تھا. اسکے اندر آندھیاں سی چلنے لگیں. آج صحیح معنوں میں اسے ملیحہ اپنی شراکت دَار لگی تھی پر اسے خود کو سنبھالنا تھا وہ اِس معاملے میں نورالھدی سے سوال نہیں کر سکتی تھی. وہ پہلے ہی مریم سے ملیحہ سے محبت کرتے رہنے کی اِجازَت لے چکے تھے. خود پر ضبط کرتی وہ پلٹ گئی. مگر اندھیرا کیے بستر پر لیٹی وہ پلک نہیں جھپک سکی اور نورالھدی کے انتظار میں جاگتی رہی. دروازہ کھلنے کی آواز پر مریم نے فوراً آنکھیں بند کر لیں. نورالھدی بنا

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

کوئی آواز کیے دوسری طرف جا کر بیڈ پر مریم کی طرف سے کروٹ لے کر لیٹ گئے۔ مریم نے آنکھیں کھول کر اندھیرے میں انکی پشت کو دیکھا۔ پھر وال کلاک کو، پانچ بج چکے تھے۔ مریم نے کلاک سے نظر ہٹا کر نورالہدی کی طرف سے کروٹ لے لی۔

"رات میں تین بجے کے قریب میری آنکھ کھلی تو تم کمرے میں نہیں تھے۔" گود میں تکیہ رکھ کر بیڈ پر بیٹھی مریم گہری نظروں سے آفس کے لیے تیار ہوتے نورالہدی کا جائزہ لے رہی تھی۔ انکا ہر اندازِ اتنا نارمل تھا کہ اگر رات میں مریم خود انہیں ملیحہ کے کمرے میں نا دیکھ چکی ہوتی تو اِس وقت انہیں دیکھ کر قیاس بھی نا کر پاتی کہ انکی گذشتہ رات کس طرح گزری ہے۔ انکا نارمل اندازِ اسے اکسا رہا تھا حالانکہ وہ خود بھی ملیحہ کے ذکر سے بچنا چاہ رہی تھی۔ بلکہ اسکی تو ہمیشہ یہی کوشش ہوتی کہ کوئی ایسی بات نا ہو کہ نورالہدی کی زبان پر ملیحہ کا نام بھی آجائے اور نورالہدی نے بھی بس اک بار کے بعد دوبارہ ملیحہ کا ذکر اس سے نہیں کیا تھا وجہ

صرف اتنی تھی کہ وہ مریم کو ڈسٹرب نہیں کرنا چاہتے تھے مگر انہیں اندازہ نہیں تھا اِس سلسلے میں انکی ساری کوششیں بے کار جا رہی ہیں.

مریم نے ملیحہ کو اپنے اعصاب پر سوار کر لیا تھا. کہیں جو وہ انہیں خاموش بیٹھا دیکھتی تو اسے یہ خیال ستانے لگتا کہ نورالہدی، ملیحہ کو یاد کر رہے ہیں. وہ جھٹ سے انکے پاس پہنچ جاتی. پھر چاہے وہ کسی بزنس پرابلم کا حل سوچ رہے ہوتے یا یوں ہی انکے سر میں درد ہو رہا ہوتا اور وہ سکون کی خاطر آنکھیں بند کیے نیم دراز ہوتے مریم زبردستی انہیں اپنی طرف متوجہ کر لیتی. کبھی تو بس باتیں کیے جاتی اور کبھی وقت کا خیال کیے بغیر آوٹنگ کا پروگرام بنا لیتی. نورالہدی کی وارڈروب میں پہلے سے موجود کپڑے اس ڈیڑھ مہینے میں دھیرے دھیرے وارڈروب سے باہر جا چکے تھے. اگر کسی دن نورالہدی آفس سے آ کر بلیو شرٹ اتار کر بلیو ٹی شرٹ پہن لیتے تو مریم کو وہم ہو جاتا کہ یقیناً ملیحہ کو ان پر یہ رنگ اچھا لگتا ہو گا. اس نے وارڈروب سے بلیو کلر کی ساری شرٹس، ٹی شرٹس، ٹراوزرز یہاں تک کہ ٹائیاں بھی نکال کر

نوکروں میں تقسیم کردیں.

نورالہدی نے اگر کوئی سوٹ زیادہ استعمال کرلیا تو اسکی نظر میں وہ سوٹ ملیحہ کا فیورٹ ہوجاتا... پھر بھلا اسکی وارڈروب میں کیا جگہ تھی؟ بے چارہ بہادر تک اسکے عتاب کا نشانہ بن گیا. اس نے ہفتے میں دوسری مرتبہ پلاو کیا پکالیا، مریم کو لگا ملیحہ کے حکم پر پلاو زیادہ پکتا ہوگا. آخر مالکن تو وہی تھی تو مینیو بھی وہی سیٹ کرتی رہی ہوگی. اس نے غصے میں بہادر کو خوب جھاڑ دیا کہ وہ سر پر چڑھتا جارہا ہے، جو دل کرتا ہے پکالیتا ہے. پھر مریم نے اسے مینیو کی لسٹ بناکردی جس پر سختی سے عمل کرنا بہادر پر فرض تھا. مگر نورالہدی کو واقعی مریم سے محبت تھی. انہوں نے کبھی اسکی کسی بات کر اعتراض نہیں کیا مگر مسئلہ تو یہ تھا کہ وہ باباجان کو چپ نہیں کرا سکتی تھی جو کھلے عام ملیحہ کا ذکر کرتے تھے. حالانکہ یہ ذکر نورالہدی کے سامنے نہیں ہوتا تھا. احساس ندامت سے وہ انکے سامنے ملیحہ کا نام نہیں لے پاتے تھے.

پہلے تو وہ صرف ملک ناصر سے نلیحہ کی باتیں کیا کرتے پر انکے انتقال کے بعد بہادر

انکا سامع بن گیا تھا. پھر مریم رخصت ہو کر آئی تو اسے بھی ملیحہ کا ذکر گاہے بگاہے سننا پڑتا. حالانکہ زیادہ تر وہ اٹھ کر ہی چلی جاتی تھی. پر باباجان اسکی ناگواری کو سمجھ نا سکے. انہیں معلوم نہیں تھا کہ نورالھدی اسے ملیحہ کے بارے میں اپنے جذبات سے آگاہ کر چکے ہیں.

خود اپنے طور پر تو انہوں نے یہ احتیاط برتی تھی کہ کبھی ملیحہ کے ذکر میں نورالھدی کا نام کچھ اسطرح نہ آئے کہ مریم کی دل شکنی ہو. انہوں نے بہادر اور دوسرے نوکروں کو بھی منع کر دیا تھا کہ ملیحہ اور نورالھدی کی منگنی یا شادی طے ہونے کا ذکر مریم سے نہ کریں. پھر کونسا ملیحہ کی شادی ان سے ہو گئی تھی کہ بتانا ضروری ہوتا.

مگر مریم، باباجان کو کسطرح کہہ سکتی تھی کہ اپنی بیٹی کا نام نہ لیا کریں. مجھے اسکے ذکر سے نفرت ہے اور ایک ہی رات میں یہ نفرت کئی گنا بڑھ گئی تھی. پھر بھی اندر کی بے چینی نے اسے نورالھدی سے بات کرنے پر مجبور کر دیا تھا.

"ہاں، کچھ گھبراہٹ سی ہو رہی تھی. اس لئے باہر چلا گیا." انکا لہجہ سرسری سا تھا.

مریم نے ڈریسنگ کے آئینے میں انکے عکس کو گھورا جو اب ٹائی پہن رہے تھے اور سپاٹ لہجے میں بولی.

"ہابر کہاں، لان میں؟"

ٹائی کی ناٹ لگاتے نورالہدی کے ہاتھ تھم گئے. مریم آئینے میں انکے ردعمل کو دیکھ رہی تھی. اسے توقع تھی کہ اب تھوڑا سا گھبراتے ہوئے نورالہدی اس سے جھوٹ بولیں گے مگر انہوں نے توقف کے بعد کسی خاص تاثر کے بغیر کہا.

"نہیں، ملیحہ کے روم میں."

مریم کے تن بدن میں آگ لگ گئی. وہ کتنے آرام سے اعتراف کر رہے تھے کہ کل وہ پوری رات ملیحہ کو یاد کرتے رہے تھے. اس نے سختی سے لب بھینچ لئے مگر نورالہدی کو دیکھ کر لگ رہا تھا کہ کچھ ہوا ہی نہیں. ٹائی کی ناٹ لگا کر انہوں نے کوٹ پہنا پھر بریفکیس اٹھا کر بشاشت سے بولے.

"کیا بات ہے؟ مسز آج گاڑی تک سی آف کرنے کے موڈ میں نہیں لگ رہیں. کیا

بندے کو اکیلے ہی جانا ہو گا؟"

"میری طبیعت ٹھیک نہیں ہے۔" انکی فرمائش کے جواب میں اس نے بے دلی سے کہا تو وہ پریشان ہوتے اسکے پاس جا بیٹھے۔

"کیوں، کیا ہوا؟.... کہیں بخار تو نہیں ہے؟" فکرمندی سے کہہ کر انہوں نے اسکی پیشانی پر ہاتھ رکھ کر ٹمپریچر چیک کرنا چاہا تو مریم نے بظاہر نرمی سے مگر بے زاری سے انکا ہاتھ ہٹا دیا۔

"بس یوں ہی سر میں ہلکا سا درد ہے۔"

"طبیعت زیادہ خراب ہے تو میں آفس نہیں جاتا۔"

"تو کیا گھر پر رہ کر میرا سر دباؤ گے؟" چڑ کر کہتی نورالہدیٰ کو وہ اجنبی سی لگی۔ وہ پھر بھی درگزر کرتے ہوئے پیار سے بولے۔

"کوئی حرج بھی نہیں ہے۔"

"نورالہدیٰ!! یو آر ڈسٹربنگ می۔" انکا لہجہ ناقابل برداشت ہو گیا۔

www.novelsclubb.com

نورالھدی کی جگہ کوئی اور ھوتا تو اس بد تمیزی پر ہتھے سے اکھڑ جاتا پر وہ برا منائے بغیر ہاتھ اٹھا کر صلح جو انداز میں بولے۔

"اوکے یار! آئی ایم گوئنگ۔ تم آرام کرو اور میڈیسن ضرور لے لینا۔" وہ اٹھتے اٹھتے بھی بولے بغیر نہ رہ سکے۔ انکی بات سن کر مریم نے جھٹکے سے تکیہ بیڈ پر پٹخا اور کمبل سر تک تان کر لیٹ گئی۔ نورالھدی کی پیشانی پر سلوٹیں ابھر آئی تھیں۔

'کہیں مریم کو میر املیحہ کے روم میں جانا تو برا نہیں لگا؟" دروازہ کھولنے کے ساتھ انہیں کلک ہوا تھا۔ پر سوچ نظروں سے انہوں نے کمبل اوڑھ کر لیتی مریم کو دیکھا پھر آہستگی سے اپنے پیچھے دروازہ بند کرتے باہر نکل گئے۔ دروازہ بند ہونے کی آواز پر وہ کمبل پھینک کر اٹھی۔ اسکا سانس دھونکنی کی طرح چل رہا تھا۔ پھر وہ تنفر سے غرائی۔

"ملیحہ فاروقی!! میں کبھی برداشت نہیں کرونگی کہ میرا شوہر رات کے آخری پہر میرے پہلو سے گھبرا کر اٹھے اور سکون کے لیے تمہاری پناہ میں چلا جائے۔"

اس دن کے بعد اس نے نور الہدی کی چوکیداری شروع کر دی تھی. رات میں جب تک نور الہدی نہ سو جاتے، وہ جاگتی رہتی. اس پر بھی سوتے سے اٹھ اٹھ کر دیکھتی کہ وہ اپنی جگہ پر ہیں یا نہیں. لیکن نور الہدی بھی محتاط ہو چکے تھے. اپنی ازدواجی زندگی کو تلخیوں سے بچانے کے لیے انہوں نے راتوں کو اٹھ کر ملیحہ کے کمرے میں جانا چھوڑ دیا تھا... اب وہ دن میں ایسے وقت ملیحہ کے کمرے میں جاتے جب مریم گھر پر نہ ہوتی.

~~~~~~~~~~~~~~~

ایک پریشان حال عورت، حیدر لوہار کی دکان پر آئی اور عجلت بھرے انداز میں بولی.

"پا حیدر! ماسٹر عبداللہ کتھے اے؟"

"کیا ہوا؟" اپنا نام سن کر عبداللہ دکان کے اندر سے آتے ہوئے بولا. وہ عورت بولی.

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM
~~~~~~~~~~~~~~~

"چھیتی چل عبداللہ! کوٹھے توں ڈگ کے تیرے منڈے دا سر پاٹ گیا اے."

"تیرے منڈے" پر ٹھٹک کر عبداللہ نے اسے دیکھا پر کچھ کہنے سننے کا وقت نہیں تھا. وو فورا دکان سے نکل گیا. گھر پہنچا تو صحن میں آس پاس کی عورتوں کا جمگھٹا لگا تھا. انکے درمیان ملانی جی چارپائی پر دو ڈھائی سال کے بچے کو گود میں لئے بیٹھی تھیں. بچے کے سر پر رنگین کپڑے کی پٹی بندھی تھی اور وہ بری طرح سے رو رہا تھا.

"ہن کیوں رو رہیا ایں؟ دیکھ تیرا ابا وی آ گیا اے." ایک عورت نے سہمے ہوئے بچے کو چپ کراتے ہوئے دلاسا دیا تھا. بچہ غالبا بہت دیر سے ابا کے آنے کی نوید سن رہا تھا، جبھی عبداللہ کو دیکھ کر مچلتے ہوئے اس نے اپنے ننھے ننھے بازو اسکی طرف اٹھا کر روتے ہوئے "ابا!" پکارا.

عبداللہ اسکے پاس آ گیا اور چارپائی پر بیٹھ کر اسے اپنی گود میں بٹھا لیا. حیرت انگیز طور پر بچہ اسکے پاس آتے ہی چپ ہو گیا تھا. بچہ پر سکون ہو گیا تو عورتوں کا ہجوم بھی

چھٹنے لگا. بچے کو تحفظ کا احساس دلانے کے لیے عبداللہ اسے اپنے ساتھ لگائے ہلکے ہاتھ ست تھپکتا رہا یہاں تک کہ بچہ اسکی گود میں سو گیا.

عشاء کی نماز کے بعد عبداللہ، مولوی صاحب کے ساتھ گھر واپس آیا تو وہ ایسے ہنس کھیل رہا تھا جیسے کچھ ہوا ہی نہیں اور عبداللہ کو دیکھ کر روز کی طرح دوڑتا ہوا آکر اسکی ٹانگوں سے لپٹ گیا. پھر دونوں بازو اٹھا کر بولا.

"ابا اٹھاو. "اس معصوم فرمائش پر نہال ہو کر عبداللہ نے جھک کر اسے بازوؤں میں بھر لیا، پھر اسکے گال پر پیار کرتے ہوئے پوچھا.

"درد ہو رہا ہے؟"

"نئیں. "بچے نے زور سے سر کو دائیں بائیں جھلا کر کہا. عبداللہ اسے اٹھائے باورچی خانے میں آیا تو مولوی صاحب ہنس رہے تھے.

"ہم تو بیٹا سمجھتے تھے، یہ تو پوتا نکلا. کیسے لہک لہک کر عبداللہ کو ابا کہہ رہا ہے."

"گاؤں کی عورتوں نے تو یوں ہی عبداللہ کو اس کا ابا کہہ دیا تھا اسے یہ لفظ اتنا پسند

آیا ہے کہ دوپہر سے عبداللہ کو ابا، ابا کہتا اس کے آگے پیچھے گھوم رہا ہے." ملانی جی کو بھی اس معصومیت لطف دے رہی تھی.

" صحیح تو ہے." مولوی صاحب اب کچھ سنجیدگی سے بولے." اس نے جو پہلی شفقت محسوس کی، وہ عبداللہ کی تھی. دودھ کا پہلا گھونٹ اسکے حلق میں عبداللہ نے اتارا. وہ پہلا گہوارہ جس میں اس پر نیند مہربان ہوئی، عبداللہ کی آغوش تھی. یہ جب بھی بیمار پڑا، عبداللہ راتوں کو جاگا، اسے انگلی پکڑ کر عبداللہ نے چلنا سکھایا. اور یاد ہے، اس نے ہم دونوں سے پہلے عبداللہ کو پہچاننا شروع کیا تھا. ماں تو کہہ نہیں سکتا، باپ ہی کہے گا." پھر وہ سر جھکا کر بیٹھے عبداللہ کو دیکھ کر بولے." اسے پیدا کرنے والوں نے آپ ہی اس پر سے اپنا حق اٹھا لیا. پر عبداللہ! تو نے وہ حق اپنے نام کرا لیا ہے."

عبداللہ نے کوئی جواب نہیں دیا. ملانی جی نے کھانا سامنے رکھ دیا. وہ چپ کر کے کھانے لگا. ساتھ ہی لقمے بنا کر گود میں بیٹھے بچے کے منہ میں رکھ دیتا. کھانے سے

فارغ ہو کر ملانی جی نے اپنے ہاتھ پھیلا کر عبداللہ نے کہا.

"لا، اسے مجھے دے دے. سلا دیتی ہوں."

پر وہ عبداللہ کے بازو سے چمٹ کر منہ بسورتا بولا. "ابا کے ساتھ سووں گا."

مولوی صاحب پھر ہنسنے لگے. "ہاجرہ! باپ بیٹے کا بستر ساتھ بچھا دے."

وہ ایک ہاتھ سر کے نیچے رکھ کر لیٹا تھا جبکہ دوسرا ہاتھ ساتھ لیٹے بچے کے بالوں میں گردش کر رہا تھا اور آنکھیں دور آسمان پہ جمی تھیں.

" صحیح کہتے ہے مولوی صاحب! اللہ کو بندے کا سجدہ کافی نہیں. وہ کھرے کھوٹے کی پہچان آزمائش سے کرتا ہے. سکے کی طرح اسکی آزمائش کے بھی دو رُخ ہوتے ہے. وہ کبھی لے کر آزماتا ہے اور کبھی دے کر. مجھے لے کر آزما چکا... اب شاید دے کر آزمانا چاہتا ہے."

بچہ کسمسایا تھا. عبداللہ نے اسکی طرف دیکھا، اسکے چہرے پر پھیلی معصومیت کو دیکھ کر عبداللہ کو بے ساختہ اس پر پیار آ گیا. انگلی سے اسکی روئی کے گولے جیسے گال کو

چھو کر وہ سوچنے لگا.

"شاید اس کی ماں نے اسے اس خوف سے خود سے الگ کر دیا کہ دنیا اس سے بچے کے باپ کا نام پوچھے گی. پر کیا اس نے کبھی سوچا بھی تھا کہ ایک دن خود اس کے ساتھ باپ کا نام منسوب کر دے گی. اس نے تو آزمائش سے جان چھڑا لی، پر میں اس آزمائش کو مرتے دم تک خود سے الگ نہیں ہونے دوں گا." عبداللہ نے اس کے پٹی میں جکڑے ماتھے پر سے بال سمیٹ کر نرمی سے اپنے ہونٹ رکھ دیئے.

"تم میرے بیٹے ہو اور اللہ سے کہنا کہ قیامت کے دن تمہیں تمہاری ماں کے نام سے نہیں بلکہ میرے نام سے پکارے." وہ مسکراتا ہوا اس کے کان میں سرگوشیاں کر رہا تھا.

~~~~~~~~

مریم کو لگ رہا تھا، آج اسکی فتح کا دن تھا. آج اس نے ملیحہ کو شکست دے دی تھی. نورالہدی کے بچے کو جنم دینے کا اعزاز ملیحہ کے نہیں بلکہ مریم کے حصے میں آیا تھا

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM
~~~~~~~~

اور وہ اس اعزاز کو پا کر بہت خوش تھی. صبح اس نے ایک صحت مند بچی کو جنم دیا تھا.

وہ شام کو ہی ہاسپٹل سے گھر آئی تھی اور خوشی سے بے حال وہ دیر تک نور الہدی سے اپنی بیٹی کے بارے میں باتیں کرتی رہی. نور الہدی آنکھیں بند کیے بیڈ کراون سے سر ٹکائے نیم دراز تھے. اپنے خیالات کی رو سے چونکے تو احساس ہوا بہت دیر سے مریم کی آواز نہیں آ رہی. انہوں نے سر جھکا کر اپنے سینے پر سر رکھ کر لیٹی مریم کی طرف دیکھا. پتہ نہیں وہ کب سو گئی تھی. انہوں نے اسے بہت آرام سے تکیے پر لٹا دیا. پھر گھوم کر بیڈ کے دوسری طرف رکھے بے بی کاٹ کے پاس آ کر کھڑے ہو گئے.

وہ اپنی بیٹی کی طرف سہمی ہوئی نظروں سے دیکھ رہی تھے. انہیں ملیحہ کی تشنگی بھری زندگی پر افسوس ہوتا تھا، تکلیف ہوتی تھی.. لیکن آج انہیں خوف آ رہا تھا. بابا جان کی طرح وہ بھی ایک بیٹی کے باپ بن گئے تھے اور انہیں اس خیال سے ڈر لگ رہا تھا کہ کہیں انجانے میں ان سے بھی اپنی بیٹی کے ساتھ وہ زیادتیاں نہ سرزد ہو جائے جو

www.novelsclubb.com

باباجان سے ملیحہ کے ساتھ ہو گئیں تھیں. ان کا دل کانپ رہا تھا پر وہ کیسے اپنے خوف کے بارے میں بتاتے. انہوں نے سنبھال کر بچی کو بازو میں لے کر یوں خود میں بھینچ لیا جیسے کوئی غیبی طاقت ان کی بیٹی کو ان سے چھین لے گی. پھر وہ اسے سینے میں چھپائے کمرے سے نکل گئے.

مریم کی آنکھ کھلی تو نور الہدیٰ کمرے میں نہیں تھے اور لائٹ بھی جل رہی تھی. پر وہ دھیان دیئے بغیر زرا سا اوپر ہو کر کاٹ میں دیکھنے لگی. خالی کاٹ کو دیکھ کر اس کا دل دھک سے رہ گیا پھر خیال آیا نور الہدیٰ بچی کو ساتھ لے گئے ہونگے. اس خیال کے ساتھ ہی وہ اٹھی اور بچی کو دیکھنے نیچے آ گئی. لاؤنج میں کوئی نہیں تھا مگر باباجان کے کمرے کے دروازے کے نیچے روشنی کی لکیر کو دیکھتے ہوئے اسے خیال آیا کہ باباجان جاگ رہے ہیں تو نور الہدیٰ بھی وہی ہونگے. ویسے بھی ابھی دس بجے تھے.

اس نے آگے بڑھ کر باباجان کے دروازے پر دستک دے دی.

"آجاو!" کی آواز پر دروازہ کھول کر اندر آ گئی. باباجان بیڈ پر نیم دراز کوئی کتاب پڑھ

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

رہے تھے. اسے دیکھ کر اٹھ بیٹھے.

"آرے یہ کیا بیٹا! ڈاکٹر نے بیڈ ریسٹ کے لئے کہا ہے نا. پھر نیچے کیوں آئیں؟"

"میں نے سوچا، تانیہ کو چیک کر لوں. کہی اس کی فیڈ کا ٹائم نہ ہو گیا ہو... نورالہدیٰ یہاں نہیں ہے؟" کمرے میں نورالہدیٰ کو نہ پا کر اس نے پوچھا. بابا جان نے تھکے تھکے انداز میں سانس بھر کر کہا.

"وہ یہاں کیوں آئے گا؟"

"مگر نورالہدی اور تانیہ دونوں کمرے میں نہیں ہیں تو میں نے سوچا..." پریشانی سے بولتی وہ ایک دم چپ ہو گئی. اسے یہ سوچنے میں بس ایک سیکنڈ لگا تھا کہ نورالہدی کہاں ہونگے اور اس متوقع جگہ کو سوچ کر اسکی تیوریاں چڑھ گئیں. وہ بندوق سے نکلی گولی کی طرح ملیحہ کے کمرے کی طرف چل پڑی.

"کیا ہوا مریم؟" بابا جان اسکے بدلتے تیور دیکھ کر پریشانی سے بولے پر وہ ان سنی کرتی کمرے سے نکل گئی تو بابا جان بھی پریشان سے اسکے پیچھے آ گئے.

کمزوری کے باوجود کسی طرح اس نے تیز قدموں سے سیڑھیاں چڑھ کر زینے پر قدم رکھے تو آگے بے قفل دروازہ اس کا منہ چڑا رہا تھا. غصّے میں کھولتے ہوئے اس نے دھماکے سے دروازہ کھول دیا. نورالھدیٰ کارپیٹ پر ٹانگیں پھیلائے صوفے کے ساتھ ٹیک لگا کر نیم دراز تھے اور بچی ان کے بازوؤں میں تھی. یہ بھی اچھا تھا کہ مریم فوراً ہی دروازہ کھول دیا ورنہ اگر وہ کھلے دروازے سے سننے کی کوشش کرتی تو اسے پتہ چل جاتا کہ پچھلے آدھے گھنٹے سے نورالھدیٰ، بچی کے ساتھ ملیحہ کی باتیں کر رہے تھے.

وہ خونخوار نگاہوں سے انہیں گھور رہی تھی. پھر وہ آگے بڑھی اور بچی کو ان کی گود سے جھپٹ لیا. وہ جس تیزی سے پلٹی تھی، نورالھدیٰ کو ڈر ہوا، وہ سیڑھیوں پر گر نہ پڑے اور فوراً اُٹھ کر بھاگے. ان کا خدشہ صحیح نکلا. وہ باہر آئے تو بچی کو ایک بازو میں سنبھالے وہ ریلنگ تھام کر جھکی جا رہی تھی. اسے بہت زور سے چکر آئے تھے. مگر باباجان نے اسے سنبھال لیا تھا.

www.novelsclubb.com

"مریم! کام ڈاون۔" نورالہدیٰ پاس آکر اس کے شانوں پر ہاتھ رکھتے رسان سے بولے تھے۔ مریم نے انکا ہاتھ جھٹک گیا۔ ساتھ ہی بابا جان سے بازو چھڑاتی سیڑھیوں کی طرف بڑھی مگر نورالہدیٰ نے اسکا بازو جکڑ کر روک دیا۔

"فار گاڈ سیک مریم! اپنی کنڈیشن کا تو خیال کرو۔ ابھی تمہاری ڈیلیوری کو چوبیس گھنٹے بھی پورے نہیں ہوئے۔"

"تمہیں میری فکر کرنے کی ضرورت نہیں۔" اس نے بھڑک کر کہا تو نورالہدیٰ ٹھنڈے لہجے میں بولے۔

"ٹھیک ہے۔ مگر اپنی بیٹی کی فکر تو کرنی ہوگی۔ اس سے پہلے کہ تم اسے بھی اپنے ساتھ سیڑھیوں پر گرالو، اسے مجھے دے دو۔"

وہ جانتی تھی کہ نورالہدیٰ، بچی لئے بغیر اس کا بازو نہیں چھوڑیں گے اس لئے اس نے بچی ان کی طرف بڑھادی۔ نورالہدیٰ نے بچی کو پکڑاتے ہی اسکا بازو چھوڑ دیا اور وہ ان کی طرف دیکھے بغیر سیڑھیاں اترنے لگی تو اس کی حالت کے پیش نظر بابا جان

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

نے آگے بڑھ کر اسے تھام لیا. مریم ان کے سہارے ایک ایک کر کے سیڑھیاں اترتی لاؤنج میں آگئی. باباجان نے آرام سے اسے صوفے پر بیٹھا کر نورالہدیٰ کو دیکھا جو بچی کو صوفے پر لٹا رہے تھے. باباجان ابھی تک صورت حال کو سمجھ نہیں پائے تھے. وہ حیران پریشان دونوں میاں بیوی کی شکلیں دیکھنے لگے. بچی کو لٹا کر نورالہدیٰ، مریم کی طرف آئے جو دونوں ہاتھوں میں چہرہ چھپائے بیٹھی تھی.

"دیکھو مریم!" نورالہدیٰ نے اس کی کلائیاں تھام کر کچھ کہنا چاہا پر وہ ان کے ہاتھ جھٹک کر اپنی جگہ سے اٹھتی دور جا کھڑی ہوئی.

"اب اور کیا دکھاؤ گے نورالہدیٰ! جو دیکھا کیا وہ کافی نہیں تھا؟"

"تم اوورری ایکٹ کر رہی ہو." وہ انگلی اٹھا کر بولے. مریم غرّائی.

"میرا شوہر غیر لڑکی کے کمرے میں راتیں گزارتا ہے اور تمہیں لگتا ہے، میں اوورری ایکٹ کر رہی ہوں؟"

اسکے انداز پر نورالہدیٰ دنگ رہ گئے پھر تیز لہجے میں بولے.

"ہاں. مگر اس کمرے میں کوئی لڑکی نہیں ہوتی."

وہ پھٹ پڑی. "یہی تو مسئلہ ہے. وہ لڑکی کمرے میں نہیں، تمہارے دل و دماغ میں رہتی ہے. اگر کمرے میں ہوتی تو ہاتھ پکڑ کر نکال دیتی. مگر اسے تمہارے دل سے کس طرح نکالوں؟ صرف اس کی وجہ سے میرا ہر پل عذاب میں گزرتا ہے. وہ تمہاری محبت میں میری حصّے دار ہے. تمہاری سوچوں میں میری حصّے دار ہے. اور تو اور میری راتوں میں بھی اس کا حصّہ بنتا ہے.... نورالہدیٰ! تم کہیں تو مجھے پورے ملے ہوتے. "آخر اس کی آواز دکھ میں ڈوب گئی تھی جسے محسوس کر کے نورالہدیٰ نرم پڑ گئے.

www.novelsclubb.com

"میں نے تمہیں دھوکہ تو نہیں دیا ہے. تم جانتی تھی میں بٹا ہوا انسان ہوں. اب چاہے عذاب ہی سہی پر اس عذاب کو تم نے اپنی مرضی سے قبول کیا تھا. پھر اب شکایت کیوں؟"

ان کی بات کاٹ کر مریم کاٹ دار لہجے میں بولی.

"اس وقت میں نے سوچا تھا کہ تم کب تک یادوں کی قبر کے مجاور بنے رہو گے۔ مجھے پا کر آخر ایک دن اسے بھول ہی جاؤ گے۔ مگر نہیں، میرے ساتھ ہو کر بھی تمہیں اسکی کمی ستاتی ہے۔ تمہیں کیا لگتا ہے، میں محسوس نہیں کر سکتی..؟ ان ڈیڑھ سالوں میں ایک پل کے لئے بھی تم مجھے میرے ہو کر نہیں ملے۔ تمہارا جسم میرے ساتھ ہوتا ہے پر روح اس کے آس پاس منڈلاتی رہتی ہے۔ تمہاری آنکھیں مجھے دیکھتی ہے پر نظر کو اس کی تلاش رہتی ہے۔ میری آواز صرف تمہارے کانوں تک پہنچتی ہے مگر سماعت میں اس کی آواز گونجتی ہے۔ سب بتایا تھا تم نے، پر یہ کب کہا کہ مجھے سوتن برداشت کرنی ہو گی؟"

بابا جان اتنا تو سمجھ چکے تھے کہ وہ دونوں ملیحہ کے نام پر جھگڑ رہے ہے پر جس طرح سے مریم بول رہی تھی، انہیں بہت برا لگ رہا تھا لیکن سمجھ نہیں آ رہا تھا کہ کس طرح میاں بیوی کے درمیان دخل اندازی کر کے مریم کو چپ ہو جانے کے لئے کہہ دیں۔

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

نورالہدیٰ کو بھی اس کا انداز ناگوار گزر رہا تھا. انہیں شدید غصّہ آیا.

"شٹ اپ مریم! کم از کم اتنا تو خیال کر لو، یہ سب ایک مری ہوئی لڑکی کے بارے میں کہہ رہی ہو."

"مری ہوئی لڑکی." وہ کہہ کر استہزائیہ انداز میں ہنسی.

"تمہارے دل پر اس کا قبضہ ہے، تمہارے دماغ پر، تمہاری روح پر، تمہارے احساس پر اس کی حکومت ہے اور تم اسے مری ہوئی لڑکی کہتے ہو. کیا فائدہ ایسے مرنے کا اگر وہ تمہاری زندگی سے نہیں ٹلتی؟ اینی وے تم شوق سے اسکی یاد میں آنسو بہاؤ لیکن اگر تم نے دوبارہ میری بیٹی کو اس کے مقبرے میں لے جانے کی جرات کی تو یاد رکھنا میں بہت برا کروں گی." زہر بھرے لہجے میں بول کر اس نے بچی کو اٹھایا اور سیڑھیاں چڑھتی اپنے روم میں چلی گئی. مریم کے الفاظ پر نورالہدیٰ کو بہت تکلیف ہوئی تھی مگر باباجان کو دیکھ کر وہ شرمندہ ہو گئے. انکے چہرے پر ایسے تاثرات تھے جیسے کسی نے انہیں بہت اذیت دی ہو. وہ آہستہ سے گویا ہوئے.

www.novelsclubb.com

"آئی ایم سوری باباجان!" تین سالوں میں پہلی بار نورالہدیٰ کے لہجے میں باباجان کے لیے اتنا گداز آیا تھا. مگر باباجان کی حالت ایسی نہیں تھی کہ کچھ محسوس کر پاتے. انہوں نے نورالہدیٰ کے شرمندہ چہرے کو دیکھ کر دھیرے سے کہا.

"تمہاری کیا غلطی ہے؟" پھر سست قدموں سے چل کر اپنے کمرے میں آ گئے اور نورالہدیٰ لاؤنج میں تنہا کھڑے رہ گئے. مگران کا کمرے میں جانے کا کوئی ارادہ نہیں تھا. انہوں نے وہیں صوفے پر لیٹ کر بازو آنکھوں پر رکھ لیا.

صبح آفس کے لئے تیار ہونے وہ کمرے میں گئے تو بھی مریم کی طرف دیکھا تک نہیں جو رات بھر ان کی منتظر رہی تھی اور منہ پھیر کر تیار ہوتے رہے. پھر جاتے جاتے وہ بیڈ کے پاس آئے اور جھک کر اپنی بیٹی کو پیار کیا اور باہر نکل گئے. اپنا یوں نظرانداز ہونا مریم کو بری طرح کھلا تھا. ان کی گاڑی گیٹ سے باہر جاتے ہی وہ اٹھ کر نیچے آ گئی.

"بہادر!" اسکی بلند آواز پر بہادر سارے کام چھوڑ کر لاؤنج میں بھاگا آیا.

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

"جی بیگم صاب!"

"ملیحہ کے کمرے کی چابی دو."

بہادر گڑبڑاہٹ میں کچھ دیر چپ سارہ گیا. کل رات کا جھگڑا تو اسکے علم میں نہیں تھا مگر وہ جانتا تھا کہ مریم، ملیحہ کو ناپسند کرتی ہے. پھر اسکے تیور بھی ایسے تھے کہ وہ مشکوک ہو گیا.

"میرے پاس تو نہیں ہے. صاب کے پاس ہوتی ہے. آپ ان سے مانگ لیں." وہ سوچ کر بول رہا تھا.

"افوہ!! کوئی ڈپلیکیٹ چابی تو ہو گی."

"ضرور ہو گی بیگم صاب! پر ہمیں نہیں معلوم." اس بار وہ پر اعتماد تھا. مریم کو یقین کرنا پڑا. اس نے سوچا تھا، ملیحہ کے کمرے کو تہس نہس کر دے گی. مگر چابیاں نہ پا کر اس پر جھنجلاہٹ سوار ہو گئی. سامنے دیوار پر لگی تصویروں پر نظر پڑی تو وہ جنونی انداز میں آگے بڑھی، پھر ہر اس فریم کو اتار کر پھینکنے لگی، جس میں ملیحہ نظر آ رہی

تھی.

"یہ آپ کیا کر رہی ہیں بیگم صاب؟" بہادر گھبرا کر بولا. پل بھر کو ہاتھ روک کر اس نے پلٹ کر دیکھا، پھر غراہٹ بھری آواز میں بولی.

"ملیحہ کا نام اس گھر کی دیواروں سے کھرچ کر مٹا رہی ہوں." اور ہاتھ میں پکڑا فریم سامنے دیوار پر دے مارا. گھر کے سب نوکر جمع ہو گئے تھے پر کسی میں ہمت نہیں تھی مریم کو روکنے کی. وہ سب سٹپٹائے ہوئے تھے اور بہادر کی آنکھوں میں بھی آنسو تیرنے لگے تھے. توڑ پھوڑ کی آوازوں پر باباجان کمرے سے نکل آئے تھے پھر مریم کو تصویریں اتار کر پھینکتے دیکھ کر وہ الجھن بھرے انداز میں بولے.

"یہ تم کیا کر رہی ہو مریم؟" انکا پیر کسی چیز پر پڑا تھا. قدم پیچھے کر کے انہوں نے نیچے دیکھا، وہ ملیحہ کے بچپن کی تصویر تھی جس کا شیشہ اب ٹوٹ چکا تھا. جھک کر تصویر اٹھاتے انہوں نے پیار سے اس پر ہاتھ پھیرا، پھر باقی تصویروں پر نظر ڈالی.

باباجان کی رگیں تن گئیں. انہوں نے سرد نظروں سے مریم کو دیکھا جو خوفزدہ

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

نگاہوں سے انہیں دیکھ رہی تھی. پھر پتھریلے لہجے میں بولے." یہ گھر تمہارے شوہر کا نہیں، میرا ہے. اور اگر تم نے دوبارہ میری بیٹی کی تحقیر کی جرآت کی تو وہ تمہارا قصرِ فاروقی میں آخری دن ہو گا."

بہادر کو اس پل ان میں پرانے اظہر فاروقی کی جھلک نظر آئی تھی. مریم کے ہاتھ پہلے ہی انہیں دیکھ کر رک چکے تھے اور اب انکی وارننگ سن کر اس نے وہاں سے چلے جانا ہی بہتر سمجھا. اسکے جانے کے بعد وہ بہادر سے بولے.

"ان تصویروں کو لے جا کر انکی حالت ٹھیک کرواؤ پھر انہیں ملیحہ کے کمرے میں رکھ دینا. بلکہ میرے علاوہ جہاں جہاں بھی ملیحہ کی تصویریں لگی ہیں، انہیں اتار کر ملیحہ کے کمرے میں رکھ دو."

"جی کرنل صاب!" اس نے انکے ہاتھ سے ٹوٹا ہوا فریم پکڑ کر کہا تھا.

نورالھدیٰ ہر روز کے مقابلے میں آج جلدی آ گئے تھے حالانکہ آج تو انکا آفس جانے کا ارادہ ہی نہیں تھا. سوچا تھا، پورا دن مریم اور تانیہ نے ساتھ گزاریں گے پر

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

رات ہنگامے کے بعد انکا مریم سے بات کرنے کو بھی دل نہیں چاہ رہا تھا اس لئے انہیں یہ بہتر لگا کہ آفس چلے جائیں.

لاؤنج میں قدم رکھتے ہی انہیں کسی تبدیلی کا احساس ہوا پر انہوں نے دھیان نہیں دیا اور کمرے میں چلے آئے. مریم چادر لئے بیڈ پر لیٹی تھی، انہیں دیکھ کر بھی نہیں اٹھی. نورالہدیٰ نے بھی اسے نظرانداز کر دیا اور تانیہ کو پیار کرنے کے بعد فریش ہوئے اور لاؤنج میں آبیٹھے جہاں باباجان پہلے سے موجود اخبار پڑھ رہے تھے.

انہوں نے آواز دے کر بہادر کو پانی لانے کو کہا. پانی کا گلاس انہیں پکڑا کر جانے کے بجائے وہ وہیں کھڑا رہا اور بولا.

"آج اس گھر میں اتنا ہنگامہ ہوا جتنا کبھی نہیں ہوا."

"بہادر! تم جاؤ." باباجان اخبار چھوڑ کر بولے.

"ایک منٹ." نورالہدیٰ کی چھٹی حس نے اشارہ دیا کہ ہنگامے کا تعلق مریم سے ہے. "ہاں بولو، کیا ہوا تھا؟"

اور بہادر شروع ہو گیا.

"آپ کے جانے کے بعد بیگم صاب نے بی بی صاب کی تصویریں لاؤنج کی دیواروں سے اتار اتار کر پھینک دیں اور انکے بارے میں عجیب عجیب باتیں بھی کیں. پھر کرنل صاب نے آ کر انہیں روکا پر تب تک بہت ساری تصویریں پھینک چکی تھیں. کئی کے تو فریم بھی ٹوٹ گئے."

اب نورالہدیٰ نے نوٹ کیا کہ دیوار پر سے کئی تصویریں غائب تھیں اور انکی یادداشت کے مطابق ان سب تصویروں میں ملیحہ تھی.

"وہ تصویریں کہاں ہیں جنکے فریم ٹوٹ گئے؟"

"وہ تو صاب! نئے لگوا لئے اور بی بی صاب کے کمرے میں رکھ دیئے."

"اسکے کمرے میں کیوں رکھے؟ واپس دیوار پر کیوں نہیں لگائے؟" نورالہدیٰ ناگواری سے بولے.

"کرنل صاب نے کہا تھا، بی بی صاب کی تصویریں سارے گھر سے اتار کر انکے

کمرے میں رکھ دو."

"کیوں؟" وہ بہادر کی بات سن کر حیرت سے بابا جان سے بولے.

"کیونکہ میں مریم کو دوبارہ اس بات کا موقع نہیں دینا چاہتا. اس جھگڑے کو یہیں ختم ہو جانا چاہیے." قطعیت سے بولتے ہوئے انہوں نے بہادر کو وہاں سے جانے کا اشارہ کیا اور وہ سر ہلا کر چلا گیا.

"میں ملازموں سے بھی کہہ دوں گا اور خود بھی خیال رکھوں گا. تم بھی ذرا احتیاط کرنا کہ ملیحہ کا نام نہ لو. کیونکہ اگر مریم نے سنا تو مشتعل ہو سکتی ہے اور میں اپنے ہی گھر میں اپنے سامنے اپنی بیٹی کے لیے مغالطات نہیں بن سکتا". نور الہدیٰ ان کی آواز میں غصہ محسوس کر رہے تھے مگر انہیں یہ سب بلکل پسند نہیں آیا اور ناراضی سے بولے.

"وہ مر تو چکی ہے، اب اس کی یاد بھی مٹانا چاہتے ہیں. بھلا یہ جھگڑا ختم کرنے کا کون سا طریقہ ہے؟"

www.novelsclubb.com

ان کی بات پر باباجان نے سر جھکالیا، پھر خود کو کمپوز کر کے بولے. "ملیحہ کا نام زندہ رکھنے کے لیے ہمیں اسے یاد کرنے کی ضرورت نہیں. تم جانتے ہو کہ ہم دونوں سو بار بھلا کر بھی اسے نہیں بھول سکتے...... یادیں دل میں ہوتی ہیں، دیوار پر نہیں. چاہے دیوار پر ملیحہ کی تصویر لگی رہے یا نہ رہے، مجھے یا تمہیں کوئی فرق نہیں پڑے گا. مگر مریم کو فرق پڑے گا. ذرا سوچو! کل جو کچھ ہوا، اس وقت تو تانیہ بھی موجود تھی.

آج وہ نا سمجھ ہے، کل سمجھدار ہو جائے گی. کیا تم اپنی بیٹی کے سامنے اس نوعیت کا جھگڑا افورڈ کر سکتے ہو؟ میں یہ سب مریم کے لیے نہیں، تانیہ کے لیے کر رہا ہوں. میں نہیں چاہتا کہ اسکا ذہن خراب ہو. اسے دیکھ کر ایسا لگتا ہے کہ میری ملیحہ لوٹ آئی ہے.... میں دوسری بار اپنی بیٹی کو تکلیف نہیں دے سکتا." انہوں نے نم لہجے میں کہا تھا. نورالہدیٰ خاموش رہے مگر انکی خاموشی میں متفق ہونے کا اشارہ تھا اور اس طرح اپنے انتقال کے صرف تین سال بعد ملیحہ کا ذکر قصرِ فاروقی میں شجرِ ممنوعہ

بن کر رہ گیا.

*****

وقت اپنی دھیمی رفتار سے آگے بڑھتا رہا، یہ دیکھے بغیر کہ پیچھے کیا کچھ رہ گیا. ان گزرتے سالوں میں عبداللہ گاؤں والوں کے لیے ہر دلعزیز ہو گیا تھا. حالانکہ گاؤں والوں کو اب بھی اسکا مجذوب کی سی حالت میں گاؤں آنا یاد تھا مگر اس یاد میں بھی تعظیم تھی. اب مولوی صاحب تہجد کے لیے خود نہیں اٹھتے بلکہ عبداللہ نہیں جگاتا تھا. پھر انکے ساتھ ہی تہجد کی نماز ادا کرتا. اسکے بعد مولوی صاحب جائے نماز پر بیٹھے ذکر کرتے رہتے اور جب فجر کی اذان دینے مسجد پہنچتے، عبداللہ جھاڑو لگا کر دریاں بچھا چکا ہوتا. نماز کے بعد تلاوت عبداللہ کا معمول تھی. وہ خوش الحانی سے تلاوت کرتا. مولوی صاحب پاس بیٹھے جذب کے عالم میں سنتے جاتے. اسکی آواز میں بہت سوز تھا. جس کے کانوں میں بھی اسکی آواز جاتی، وہ رک جاتا. پھر جب تک وہ تلاوت ختم نہ کر لیتا، اپنی جگہ سے ہل نہیں پاتا. پھر وہ دونوں اپنی دنیاوی ذمہ

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

داریوں کی طرف لوٹ جاتے مگر ان میں الجھ کر نماز سے غافل نہ ہوتے.

عصر کی نماز کے بعد عبداللہ حیدر لوہار کی دکان پر جانے کے بجائے گھر آ جاتا. کیونکہ گاؤں کے بچوں کو دینی اور دنیاوی تعلیم دینا اب مکمل طور پر اسکی ذمہ داری تھی. انہی بچوں کے درمیان وہ بچہ بھی بیٹھا فیض پایا کرتا، جسے اب عبداللہ اپنا بیٹا کہتا تھا. وہ اپنے بیٹے کی تربیت کے لیے بہت فکر مند رہا کرتا. بہت پیار اور بہت توجہ کے ساتھ ایک بہترین انسان کے ہاتھوں اسکی پرورش ہو رہی تھی. عشاء کی نماز کے بعد عبداللہ گاؤں والوں کی روزانہ بیٹھک میں بھی شامل ہوتا. مگر وہ اتنا کم سخن ہو گیا تھا کہ اسکی آواز اس بیٹھک میں کم کم ہی سنی گئی تھی. پانچوں وقت کی نماز میں اسکا بیٹا بہت شوق سے اسکے ساتھ جماعت میں شامل ہوتا. مگر یہ بیٹھک اسے بور کر دیتی تھی اور آج اکثر بیٹھک کے دوران عبداللہ کی گود میں لیٹ کر سو جاتا... لیکن ایک مخصوص ڈھب پر چل پڑی تھی. خوشی کا احساس تو ہمیشہ کے لیے مٹ چکا تھا مگر زندگی میں اب سکون تھا. اب دیوانگی کا سودا، عبداللہ کو نڈھال نہیں کرتا تھا.

درد تو اب بھی ساتھ ساتھ تھا پر اس درد کے ساتھ جینا آگیا تھا. مگر کبھی کبھی یہ درد ضبط کو توڑنے لگتا جب وہ اچانک ہی سامنے آجاتی. مگر اسکے بعد وہ پھر سے پر سکون ہو جاتا. وقت کے سیدھے راستے پر زندگی کی ہموار رفتار کو دیکھ کر عبداللہ کو یقین ہونے لگا تھا کہ اب کوئی موڑ نہیں آئے گا. لیکن جب ہمیں لگتا ہے کہ زندگی میں کوئی موڑ نہیں آئے گا تو اگلے قدم پر ہی ایک موڑ ہمارا انتظار کر رہا ہوتا ہے.

عبداللہ معمول کے مطابق دکان پر آیا تو وہاں آج کافی ہلچل تھی. دو لڑکے مل کر لوہے کے بڑے سے گیٹ کو سوزوکی کے پچھلے حصے میں دلا رہے تھے. دکان کے اندر حیدر لوہار اسکا منتظر تھا جس کے بازوؤں کی طاقت عمر بڑھنے کے ساتھ گھٹ گئی تھی.

"آجا پتر! تیرا ہی انتظار ہے." وہ عبداللہ کو دیکھ کر بولے. "چودھری نواز نے گیٹ اٹھانے کے لیے بندے بھیجے ہیں. تو انکے ساتھ جا اور گیٹ اپنے ہاتھوں سے لگا کر آنا. منور کے ہاتھ میں ہتھوڑی نہ دینا. وہ دیوار ہی توڑ دے گا."

عبداللہ مسکرا کر سر ہلاتا باہر آ گیا. گیٹ لادا جا چکا تھا. وہ سوزوکی کے پچھلے حصے میں چڑھ کر بیٹھ گیا. سوزوکی چل پڑی تو منور خوشامدی لہجے میں بولا.

"ماسٹر جی! آج تو ابا ساتھ نہیں. گیٹ میں لگا لوں؟"

"نہیں."

عبداللہ کی بات پر وہ خفگی سے بولا. "یہ کیا ماسٹر جی!! کام کروں گا نہیں تو سیکھوں گا کیسے؟"

عبداللہ نے مسکرا کر اسکا چہرہ دیکھا جو نوعمر لڑکے سے جوان مرد بن چکا تھا مگر اسکا لاابالی پن اب بھی وہی تھا. "تمہارے ابا نے کہا ہے کہ منور علی کے ہاتھ میں ہتھوڑی نہ دی جائے. اب اس میں، میں کیا کر سکتا ہوں؟" منور علی حسرت بھرا سانس کھینچ کر دوسری طرف دیکھنے لگا.

گیٹ چودھری نواز کی حویلی کے ساتھ خالی پلاٹ کی چار دیواری میں لگانا تھا جس پر کافی عرصے سے تنازع چل رہا تھا. سوزوکی پلاٹ کی حدود کے باہر جا رکی تو

چودھری نواز کی جیپ کے ساتھ گن مین بھی باہر موجود تھے. اسکا مطلب چودھری نواز پلاٹ پر موجود تھا. عبداللہ کے ساتھ منور نے گیٹ سوزوکی سے اتروایا، پھر دونوں اسے اٹھائے اس جگہ پر لے آئے، جہاں گیٹ لگنا تھا اور کچھ دیر کے بعد اپنا کام شروع کر دیا.

"میرا بیٹا شروع سے ہی شہر کے ہاسٹل میں رہا ہے. میرے کہنے پر وہ گاؤں آنے کو راضی ہو گیا مگر حویلی میں رہنے کے لیے تیار نہیں. کہتا ہے، اسے یہاں کا ماحول پسند نہیں، اپنے لیے شہری طرز کا بنگلہ بنوانا چاہتا ہے. یہ زمین اسی کے لیے خریدی تھی. پر وہ حرام خور نمبردار، نقد رقم وہ بھی یکمشت لے کر مکر گیا کہ پیسہ تو دیکھا تک نہیں."

"چھوڑیئے چودھری صاحب! اب تو عدالت نے آپکے حق میں فیصلہ سنا دیا ہے اور یہ زمین بھی قانونی طور پر آپکی ہوئی. مگر اگلی بار لین دین کرتے وقت کاغذی کاروائی کا خیال رکھیئے گا. یہ آپکے قانونی تحفظ کے لیے ضروری ہے."

"صحیح کہہ رہے ہیں وکیل صاحب! پکے کاغذ کے بغیر لین دین کرنا ہی نہیں چاہیے. حلق میں پھنس جاتا ہے. خیر ابھی تو میں نے پلاٹ کے گرد دیوار اٹھا کر پلاٹ بند کر دیا ہے. شہریار پڑھائی پوری کر کے آئیگا تو اپنی مرضی سے بنگلہ بنوالے گا."

عبداللہ ہتھوڑی کی مدد سے گیٹ دیوار میں فٹ کر رہا تھا اور وہ لوگ باتیں کرتے اس کے پاس سے گزر گئے مگر ایک شخص سر جھکائے آہنی فریم کو دیوار میں ٹھونکتے عبداللہ کے چہرے کی ذرا سی جھلک پا کر ہی ساکت ہو گیا تھا وہ حیرت سے آنکھیں پھیلائے عبداللہ کو گھور رہا تھا۔ اس کے چہرے پر بے یقینی کی کیفیت تھی. پھر اس نے سر سراتی آواز میں ایک نام پکارا.

"وجدان!"

عبداللہ کا ہتھوڑی والا ہاتھ اٹھا کا اٹھا رہ گیا. اسے یہ نام جانا پہچانا سا لگا تھا. سوچتے ہوئے اس نے ہاتھ نیچے کیا اور سر اٹھا کر پکارنے والے کی طرف دیکھا. عبداللہ کا چہرا اس کے سامنے تھا. بے یقینی، یقین میں بدلی تو آنکھوں میں نمی آ گئی. برے

www.novelsclubb.com

جذباتی انداز میں اس نے بڑھ کر عبداللہ کا بازو تھامتے ہوئے اپنے مقابل کھڑا کیا اور اس سے لپٹ گیا. عبداللہ بت کی طرح اسکے حلقے میں کھڑا تھا نہ اس نے اس شخص کو خود سے الگ کرنے کی کوشش کی نہ اس کے گرد اپنے بازو پھیلائے.

"کہاں کہاں تمہیں نہیں ڈھونڈا اور تم یہاں چھپے بیٹھے ہو." وہ عبداللہ کے گلے لگا کہہ رہا تھا. پھر الگ ہو کر اسکا چہرہ دیکھنے لگا. "پتہ ہے کتنا پریشان کیا تم نے....اور تم یہاں آرام سے بیٹھے ہو."

عبداللہ ٹکٹکی باندھے اسے دیکھ رہا تھا جو اسکا چہرہ ہاتھوں میں لئے شکایت کر رہا تھا.

اب اسے بھی عبداللہ کی بے گانگی کا احساس ہوا. اسکے چہرے پر سے ہاتھ ہٹاتے اس نے گہری نظروں سے عبداللہ کی طرف دیکھا. پاس کھڑا منور علی حیرت سے باری باری ان دو لوگوں کو دیکھ رہا تھا، جو آنکھوں میں آنکھیں ڈالے آمنے سامنے کھڑے ایک دوسرے کو بہت غور سے دیکھ رہے تھے. پھر وہ شخص ایک دم سے حیران نظر آنے لگا.

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

"وجدان! تم نے مجھے پہچانا نہیں؟ میں آفاق ہوں. تمہارا دوست."

منور علی کو دوست سے دوست کا اپنا تعارف کرانا عجیب لگا تھا.

"آفاق...."عبداللہ نے اس طرح یہ نام لیا جیسے کوئی بھولی بات یاد آئی ہو پھر

اسطرح سے پوچھا.

"کیسے ہو؟"جیسے کل کے بعد آج مل رہا ہو۔ایک قدم پیچھے لے کر اسے سر سے پیر

تک دیکھتے ہوئے آفاق کی آنکھوں میں الجھن تیرنے لگی پھر وہ ٹھہرے ہوئے لہجے

میں بولا۔

"اس سوال کا جواب دینے کے لیے بہت کچھ کہنا ہے اور بہت کچھ سننا ہے اس لیے

فی الحال اس سوال کو رہنے دو، میں تمہیں پاپا سے ملاتا ہوں."پھر اس نے کچھ دور

چودھری نواز کے ساتھ کھڑے باتیں کرتے منیر حسن کو آواز دی."پاپا!!"

انہوں نے آفاق کی طرف دیکھا. وہ عبداللہ کی پشت پر تھے، اس لیے وہ اسے دیکھ نہ

پائے مگر انکے پوچھنے سے پہلے ہی اس نے دھیرے سے عبداللہ کے شانوں پر ہاتھ

رکھ کر اسے انکی طرف گھمادیا. انہیں وجدان کو پہچاننے میں بس ایک پل لگا تھا اور اگلے ہی پل وہ شاکڈ رہ گئے. وہ تیزی سے آگے آئے اور وجدان کو گلے لگالیا مگر فوراً ہی الگ ہو کر اس طرح اسے دیکھنے لگے جیسے یقین نہ آیا ہو کہ انہوں نے وجدان کو گلے لگایا ہے.

"آپ ماسٹر عبداللہ کو جانتے ہیں؟" چودھری نواز نے انہیں جذباتی انداز میں عبداللہ کے چہرے کو ہاتھ سے چھوتے دیکھ کر پوچھا. انکی آواز میں استفسار کے بجائے حیرت تھی. منیر حسن بولے.

"نہیں. مگر میں وجدان مصطفیٰ کو جانتا ہوں اور یہ ہے وجدان." انہوں نے وجدان کے شانے پر بازو پھیلاتے ہوئے چودھری نواز سے کہا جو منور علی کی طرح اپنی حیرت کو چھپا نہ پائے تھے.

"آپکو غلط فہمی ہوئی ہے۔ یہ ماسٹر عبداللہ ہے۔ مولوی عبدالخالق کا۔۔۔ ہوں۔۔۔" یوں پر سوچ انداز میں بات ادھوری چھوڑ کر چپ ہو گئے جیسے کچھ

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

سوچ رہے ہوں، مولوی الخالق سے عبداللہ کا کیا رشتہ بتائیں۔ آفاق نے کہا۔

"ہمیں غلط فہمی نہیں ہوئی چودھری صاحب! مگر لگتا ہے. آپ طویل مدت سے کسی غلط فہمی کا شکار ہیں. جسے آپ ماسٹر عبداللہ کہہ رہے ہیں، وہ میرا. دوست وجدان مصطفیٰ ہے. ہم دونوں لاء کالج میں ساتھ پڑھتے تھے. کافی سال پہلے یہ لاپتہ ہوگیا تھا۔ سب نے اسے بہت تلاش کیا مگر یہ ملا ہی نہیں۔ یہاں تک کہ اس کی تلاش روک دی گئی۔"

منیر حسن مزید بولے۔ "میں آپ کا بہت شکر گزار ہوں چودھری صاحب۔۔۔ جو آپ نے خاص طور پر مجھے کراچی سے بلوایا۔ ورنہ ہمیں کیسے پتہ چلتا کہ جسے دس سال سے ڈھونڈ رہے ہیں، وہ آپ کے گاؤں میں ہے." وہ لوگ وجدان کے بارے میں بات کر رہے تھے مگر وجدان ایسے کھڑا تھا جیسے اس معاملے سے تعلق ہی نہ ہو۔ وہ تو کسی کی طرف دیکھ بھی نہیں رہا تھا۔ لیکن جب منیر حسن نے دس سال کا ذکر کیا تو وہ چونک گیا۔

"دس سال۔۔۔۔۔"اس نے آہستہ سے دہرایا پھر افسوس بھرے لہجے میں کہا۔

"ابھی صرف دس سال گزریں ہیں؟"

منیر حسن اسے دیکھ کر بولے۔"صرف دس سال نہیں کہو وجدان۔۔۔۔۔

دس۔۔۔۔۔۔۔۔سال۔۔۔۔۔۔۔۔۔کہو۔"وہ دس سال پر زور دے کر بولے۔

آفاق باتیں کرنے کو بے تاب ہو رہا تھا، فوراً منیر حسن سے بولا.

"پاپا! باقی باتیں وجدان کے گھر چل کر کریں گے. چلو وجدان!"آخر میں وہ وجدان سے بولا.

"پہلے گیٹ لگا لوں، پھر چلتے ہیں."اپنا نام سن کر وجدان نے نارمل انداز میں کہا تھا۔اس کا"نارمل"ہونا ہی تو آفاق کو چونکا رہا تھا پھر بھی اس نے شکر ادا کیا کہ کم از کم وہ اپنے نام کو تو قبول کر رہا ہے.اب منیر حسن بھی اس کی نپے تلے انداز کو نوٹ کر رہے تھے.

"معذرت چاہتا ہوں چودھری صاحب۔۔۔مگر اب وجدان کے پاس سے اٹھنے کو

دل نہیں چاہے گا۔ بہرحال آپ کا بہت شکریہ۔ آخر ہمیں بلایا تو آپ ہی نے تھا۔"

"کیوں شرمندہ کرتے ہیں وکیل صاحب۔۔۔۔ ہم نے تو آپ کو اپنے کام سے بلایا تھا۔۔۔۔۔آپ کا بندھا مل گیا، اچھی بات ہے۔ مگر اس میں ہمارا کوئی کمال نہیں۔" وہ انکساری سے بولے، پھر کہا۔ "ڈرائیور آپ کو مولوی صاحب کے گھر چھوڑ دے گا۔ لیکن کوشش کیجئے گا، جانے سے پہلے ملاقات ہو جائے۔"

"ضرور۔۔۔" ان سے کہہ کر وہ وجدان کی طرف مڑے۔ "چلو وجدان۔ تمہارے گھر چلتے ہیں۔"

اس سے پہلے کہ وہ پھر پہلے کیٹ لگانے کی بات کرتا، منور علی جلدی سے بولا۔

"آپ جائیں ماسٹر جی۔۔۔ کام ہو جائے گا۔"

"تم اکیلے کیسے کرو گے ز۔" عبداللہ بولا۔

"میں فٹافٹ جا کر دکان سے کسی کو لے آتا ہوں۔ آپ بے فکر ہو کہ مہمانوں کے ساتھ جائیں۔" اس نے چٹکی بجا کر کہا اور فوراً نکل گیا۔

آگے راستہ تنگ تھا۔ وجدان نے جیپ گلی سے پہلے ہی رکوالی۔ چودھری کی جیپ سے ماسٹر عبداللہ کو اترتے دیکھ کر گاؤں کے لوگ حیران رہ گئے۔ مزید حیرت تب ہوئی جب اس کے ساتھ اپنی وضع قطع سے شہری نظر آنے والے مہمان، مولوی صاحب کے گھر میں داخل ہوئے۔

ملآنی جی صحن میں چارپائی پر بیٹھیں دوپہر کے کھانے کے لیے سبزی کاٹ رہی تھیں۔ وجدان کو گھر میں آتے دیکھ کر حیرت سے بولیں۔

"بڑی چھیتی آگیا عبداللہ! طبیعت تو ٹھیک؟"

"جی۔" اس نے مختصراً جواب دیا مگر تب تک ملآنی جی کی نظر اس کے پیچھے اندر داخل ہوتے سوٹڈ بوٹڈ مردوں پر پڑ چکی تھی۔ انہیں فوراً اندازہ ہو گیا کہ یہی دونوں عبداللہ سے جلدی گھر آنے کی وجہ ہیں۔ عبداللہ ان کا تعارف کرائے بغیر ہینڈ پمپ پر جا کر منہ ہاتھ دھونے لگا۔ ملانی جی نے اس سے پوچھنے کا قصد کیا مگر فوراً ہی ارادہ بدل لیا۔ اس کے "ہوں ہاں" میں بات کرنے کی عادت کی وجہ سے جتنی دیر میں اس کی

زبان سے پوری بات نکلتی، آگے والا سوال کر کے تنگ آجاتا. اس لیے براہ راست ان دونوں سے بولیں.

"آپ لوگ کون ہیں؟"

منیر جس نے جواب دینے کے بجائے سوال کیا. "مولوی عبدالخالق سے ملاقات ہو سکتی ہے؟"

انہوں نے اثبات میں سر ہلایا پھر چارپائی سے اٹھتی ان سے بولیں.

"آپ لوگ بیٹھیں، میں مولوی صاحب کو بلا کر لاتی ہوں." پھر چلتی ہوئی دروازہ کھول کر دکان میں چلی گئیں.

چارپائی پر بیٹھے آفاق نے وجدان کو دیکھا. تولیے سے ہاتھ خشک کرتا وہ بظاہر پر سکون لگ رہا تھا مگر آفاق اس کے اندر کے اضطراب کو محسوس کر رہا تھا.

"السلام علیکم۔۔" مولوی صاحب کے سلام کرنے کی آواز کو سن کر آفاق ان کی طرف متوجہ ہوا، پھر منیر حسن کے ساتھ فوراً ہی اس بزرگ شخص کے احترام میں

کھڑا ہو گیا۔ ان دونوں سے ہاتھ ملایا۔ مولوی صاحب نے انہیں بیٹھنے کو کہا اور خود بھی ان کے ساتھ ہی بیٹھ گئے۔

"آپ حضرات اپنا تعارف کروا دیجیئے۔"

وہ دونوں سوچ ہی رہے تھے کہ یہاں سے بات شروع کریں کہ مولوی صاحب نے ان کی مشکل آسان کر دی. آفاق نے منیر حسن کی طرف دیکھا پھر مولوی صاحب کو دیکھ کر بولا.

"یہ میرے والد ہیں، ایڈووکیٹ منیر حسن. اور میرا نام آفاق ہے. میں وجدان کا پرانا دوست ہوں." پھر انکے اجنبھے میں پڑتا دیکھ کر فورا بولا. "میرا مطلب ہے، عبداللہ کا." وہ رکا، پھر گویا ہوا. "اصل میں مولوی صاحب! بات یہ ہے کہ جسے آپ عبداللہ کہتے ہیں، وہ دراصل وجدان مصطفٰی ہے."

مولوی صاحب نے کبھی سوچا نہیں تھا کہ ایک دن کوئی عبداللہ سے شناسائی کا دعٰوی کرتا انکے گھر چلا آئے گا. وہ حیران ہوئے، پھر خوش. اسکے بعد انکا دل بیٹھنے لگا.

انہوں نے دس سال تک عبداللہ کو اپنا بنا کر اپنے ساتھ رکھا تھا. مگر ایک پل میں ہی وہ عبداللہ سے وجدان ہو کر پرایا ہو گیا تھا.... وہ پرائے کو اپنا کیسے کہہ سکتے تھے؟

رات گہری ہو چکی تھی. چنگ والی کی گلیوں میں اندھیرا اور خاموشی اپنا راج پاٹ سنبھالے ہوئے تھی. گہری نیند نے گاؤں کے سب لوگوں کو دبوچ رکھا تھا، ہاں مگر مولوی صاحب کے گھر کی چوکھٹ پر رت جگا پہرہ دے رہا تھا. مولوی صاحب، ملانی جی، منیر حسن اور آفاق اندر کمرے میں زمین پر دری بچھائے بیٹھے تھے.

درمیان میں لالٹین جل رہی تھی، جسکی زرد روشنی میں انکے سائے دیوار پر تھرکتے ہوئے محسوس ہو رہے تھے. چاروں خانوش تھے مگر اس خاموشی سے پہلے محفل میں قصہ گوئی چل رہی تھی.

وجدان کی داستان سنائی گئی، پھر عبداللہ کی کہانی بیان ہوئی.... کہانی ختم ہوئی تو الفاظ بھی ختم ہو گئے.

وجدان کی زندگی کے دس سالوں کا زیاں آفاق کو تھکا رہا تھا. آفاق نے ہلکے سے

گردن کو موڑ کر دروازے سے باہر صحن میں پھیلے گھپ اندھیرے کو دیکھا اور گویا ہوا۔

"کہتے ہیں کبھی کبھی انسان کی زندگی میں ایک ایسا موڑ آتا ہے جو اسے بدل کر رکھ دیتا ہے۔ مگر وجدان کی زندگی میں ایسا ایک نہیں بلکہ کئی موڑ آئے ہیں اور ہر بار کی تبدیلیوں نے اسے اتنا بدل دیا ہے کہ ڈھونڈنے سے بھی مجھے اس میں وہ وجدان نہیں ملتا جو کالج میں میرے برابر والی سیٹ پر بیٹھتا تھا۔ میرا وہ کھویا ہوا دوست مجھے بہت یاد آتا ہے۔" آفاق کی آواز بوجھل ہو گئی۔ مولوی صاحب نے اسے دیکھا، پھر یوں لگا جیسے کچھ کہنا چاہتے ہوں لیکن انہوں نے خاموشی سے نظریں پھیر لیں۔

"مولوی صاحب! آپ کا یہ احسان، تعریف کے لائق ہے کہ آپ نے اتنے برسوں تک وجدان کو سہارا دیا۔ لیکن پھر بھی آپ سے ایک شکایت ہے۔"

"کیسی شکایت منیر حسن؟" وہ ان کی طرف دیکھ کر بولے۔

"آپکو وجدان کے ماں باپ کی حالت کا اندازہ تو ہو گا ہی۔ آپ کے پاس دس سال کا

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

وقت تھا، آپ نے کیوں وجدان سے اسکے گھر بار کے بارے میں سوال نہیں کیا؟ اسکی دہنی حالت تو اِس قابل ہی نہیں تھی کے کے گھر لوٹ جاتا. لیکن آپ تو اسکے کے گھر والوں سے رابطہ کر سکتے تھے."

"یہ کوتاہی تو ہوئی ہے ہم سے." وہ سرد آہ کھینچ کر بولے.

"لیکن اسکی بھی وجہ تھی. وجدان جب یہاں آیا تو اسکی ذہنی حالت آپکے اندازے سع کئی گنا بدتر تھی۔ وہ حقیقتاً پاگل ہو چکا تھا۔ بھلا ایک پاگل شخص اپنے بارے میں کیا بتاتا؟ اکثر وہ زور زور سع چلاّنے لگتا اور نہ جانے کیا کیا بولتا چلا جاتا۔۔۔ میں بہت غور سے سنتا کہ شاید کچھ اخذ کر سکوں۔ مفر اسکی بے ربط باتوں میں ملیحہ کے سوا ماضی کی کوئی یاد نہیں ملی۔" پھر کچھ دیر ٹھہرنے کے بعد وہ پھر سے بولے۔

"آج سے پہلے مجھے ملیحہ کا نام نہیں معلوم تھا مگر بے خودی کے عالم میں وہ اکثر ملیحہ کا ذکر کرتا جاتا۔۔۔ دھیرے دھیرے میں اسکی باتوں سے بہت کچھ سمجھ گیا۔ یہ بھی کہ اسے ملیحہ کے سوا کچھ یاد نہیں۔ یہاں تک کہ وہ خود کو بھی بھول چکا ہے۔ اسی

لئے دانستہ میں نے اس سے کبھی اسکے بارے میں نہیں پوچھا۔۔۔اپنے وجود کا

بوجھ اٹھانے کے لئے اسکی طاقت تم پڑ گئے تھی، اسکے ذہن پر نیا بوجھ کیا ڈالتا؟۔۔۔

ڈر لگتا تھا کہ ساز کے تار کی طرح اسکے اعصاب آخری حد تک تنے یوئے ی ءں۔

کہیں ہاتھ لگانے سے ٹوٹ نا جائیں۔ بھرے گلاس کو ٹھیس پہنچانا عقلمندی نہیں۔

پھر اب تو وہ خود میں سمٹ گیا ہے۔پہلے ملیحہ کے لئے بڑت جھگڑے کرتا تھا، اب تو

کئی سال ہو گئے، کبھی دورے کی حالت میں بھی اسکا ذکر نہیں کیا۔"

"وجدان کو دورے پڑتے ہیں؟"آفاق کے کان کھڑے ہو گئے. مولوی صاحب

نے تذبذب سے اس کیطرف دیکھا جیسے سوچ رہے ہوں، بتائیں یا نہ بتائیں۔ پھر کچھ

سوچ کر بتانے لگے.

"وہ کہتا ہے، اسے ملیحہ نظر آتی ہے۔"

آفاقی اور منیر حسن کو سانپ سونگھ گیا۔انہوں نے بے اختیار ایک دوسرے کی

طرف دیکھا.

"اس کا مطلب تمہارا شک صحیح ہے. وہ اب تک تباہ حال ہے."

آفاق کی زبان گنگ ہو گئی تھی. وہ اٹھا اور باہر نکل گیا. اندھیرے میں سفید شلوار قمیض کی جھلک دیکھ کر آفاق، پیپل کے درخت کے پاس آ گیا.

فاصلہ کم ہوا تو چاند کی ہلکی سی روشنی میں وجدان کے چہرے کے نقوش بھی دیکھنے لگا. لیکن آفاق کو بس اسکا چہرہ ہی وجدان کے جیسا لگا، باقی تو وہ اجنبی تھا. اسے دیکھتے ہوئے آفاق کو شدت سے ۲۵ سال کا وجدان یاد آنے لگا جو بے فکر سا نوجوان ہوا کرتا تھا. وہ سنجیدہ مگر خوش مزاج تھا. ہمہ وقت خود میں مگن رہنے والا. اسکی طبعیت کی سادگی سے لوگ بلاوجہ ہی اسکی طرف اٹریکٹ ہو جاتے، مگر اسکی ذات میں بہت گہرائی تھی. اسکے جذبات اندر ہی کہیں چھپے رہتے اور سطح پر کوئی ہلچل نا ہوتی. وہ ہر وقت مطمئن سے اندازِ میں مسکراتا رہتا. لیکن اس وقت آفاق کے سامنے ۳۵ سال کا ایسا مرد کھڑا تھا، جو خود سے تعلق توڑ چکا تھا، اسکے اندر اِضطِراب کی لہریں اٹھا کرتی تھیں لیکن اس نے چہرے پر سکون اوڑھ رکھا تھا. ایسا سکون، جس میں جامد چُپ

تھی۔ اسے دیکھ کر ہر بار لگتا کہ وہ گہری سوچ میں ہے لیکن آفاق کو پتہ تھا، اب اسکے دماغ کو سوچنے کی عادت نہیں رہی۔ وہ دس سال سے زندگی کو اس طرح سے جی رہا تھا جیسے آخری پل بچے ہوں۔

آفاق اسکے بالکل سامنے کھڑا تھا مگر اسے اندازہ نہیں ہو پا رہا تھا کہ وجدان کو اسکی موجودگی کا علم ہے بھی یا نہیں۔ وہ پلکیں جھپکائے بغیر زمین کو دیکھ رہا تھا۔

"تمہیں پتہ ہے، تمھارے جانے کے بعد کیا ہوا تھا؟"

وجدان کے وجود میں کوئی حرکت نہیں ہوئی، وہ یونہی خاموش رہا۔

"جس طرح تمہیں ڈھونڈنا ہے، اگر دریا میں سے سوئی تلاش کرتے تو شاید وہ بھی مل جاتی۔ لیکن تم نہیں ملے۔ ایک بار اک مبہم سی خبر آئی تھی کہ تمہیں شہر سے باہر جانے والے رستے پر دیکھا گیا ہے مگر میں نے وہ خبر تمہارے گھر والوں سے چھپا لی۔ کیونکہ اس خبر میں تمھارے پاگل پن کی تصدیق تھی۔ لیکن میں نے اور ساجد نے تمہیں سندھ میں ہر جگہ تلاش کر لیا۔ پولیس کی مدد لی... اخباروں میں اشتہار

چھپوائے، یہاں تک کے مزمل بھائی نے تو اپنی نوکری تک چھوڑ دی. تین سال وہ تمھاری تلاش میں دَر دَر بھٹکے ہیں. وہ تو افغانستان کے باڈر تک ہو آئے. پھر جیسے جیسے تمھارے ملنے کی امید کم ہوتی گئی، انکی ہمت بھی جواب دے گئی. انکل تو پہلے ہی ان کے آسرے پر تھے، بالکل ہی ڈھے گئے. آنٹی کو ہمیشہ یہ گلٹ پریشان کرتا رہا کہ تم ان سے ناراض ہو کر چلے گئے. میں کبھی انہیں ملیحہ کے انتقال کے بارے میں بتانے کی ہمت نہیں کر سکا. ڈرتا تھا، کہیں وہ سچ مچ نا مر جائیں." پھر لمبی خاموشی کے بعد پوچھنے لگا. "کیا ہم تمہیں کبھی یاد نہیں آئے؟"

وجدان نے آہستہ سے سَر دائیں بائیں گھوما کر انکار میں جواب دے دیا.

"کمال ہے." آفاق کو غصہ آگیا. "ہم نے وہاں اپنی زندگیاں حرام کر لیں اور تم یہاں عبداللہ بنے آرام سے جی رہے ہو."

"میں آرام سے نہیں ہوں آفاق!" آفاق کو اسکے چہرے کے تاثرات کا تو اندھیرے کی وجہ سے ٹھیک سے اندازہ نہیں ہوا مگر یہ کہتے ہوئے اسکی آواز کا

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

ٹھراو، آفاق کو سوئی کی طرح چبھا تھا. بے اختیار اسے گلے لگا کر تھپکتے ہوئے آفاق کہنے لگا.

"سب ٹھیک ہو جائے گا وجدان! تم فکر مت کرو." آفاق کی آنکھیں پر نم تھیں.

~~~~~~~~~~~~~~~

تہجد کا وقت ہو چلا تھا. چار پائی پر کھلی آنکھوں سے چت لیٹا وجدان اٹھ بیٹھا. اس نے اک نظر سوئے ہوئے منیر حسن اور آفاق پر ڈالی، پھر اٹھ کر مولوی صاحب کی چار پائی کے پاس آگیا اور انہیں جگانے کے لیے ان کے بازو پر ہاتھ رکھ کر ہلایا. وہ بھی جاگ رہے تھے. اسکے ہاتھ رکھتے ہی آنکھوں پر سے بازو ہٹا کر اسے دیکھنے لگے. انہیں جاگتا دیکھ کر وجدان پلٹنے لگا تو مولوی صاحب نے ہاتھ پکڑ کر اسے روکا، پھر اپنے ساتھ بٹھالیا.

"بیٹھ جا عبداللہ! تجھ سے دو باتیں کر لوں. پھر تو تُو نے چلے جانا ہے."

"میں کہاں چلا جاؤنگا؟" اس نے حیرت سے پوچھا تو مولوی صاحب جھلا گئے.

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM
~~~~~~~~~~~~~~~

"تیرا دھیان بھی پتہ نہیں کہاں رہتا ہے. کھانے پر منیر حسن بتا تو رہا تھا ہے کل کراچی کے لیے روانہ ہو جائے گا. ویسے یہاں اسکا کام ابھی ختم نہیں ہوا. پر کہہ رہا تھا، بعد میں آکر نپٹا لو نگا. ابھی تو اسے تجھے تیرے ماں باپ سے ملانے کی جلدی ہے."

"میں کیسے جا سکتا ہوں مولوی صاحب؟" اسکی آواز میں تذبذب تھا. وہ اسکی طرف دیکھ کر بولے.

"کیوں، تیرا اماں باپ سے ملنے کو دِل نہیں کر رہا؟"

"ہاں لیکن...." بات ادھوری چھوڑ کر وہ کمرے کے بند دروازے کو دیکھنے لگا جسکے پار ملانی جی، بچے کو ساتھ لیے ہوئے کمرے میں تھیں. پتہ نہیں وہ بھی سوئی تھیں یا ان دونوں کی طرح جاگ رہی تھیں. مولوی صاحب نے اسکی نظروں کے تعاقب میں دیکھا پھر جیسے الجھن کو پا گئے.

"تو ہاجرہ کی پرواہ مت کر. تیری سگی ماں نے تیرے بغیر دس سال کاٹے ہیں، یہ

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

بھی گزارا کر لے گی."

"پر مولوی صاحب...."

"چل رہنے دے عبداللہ! مجھے پتہ ہے، تو نفلوں کا بھوکا ہے. پہلے فرض پورے کر لے، نفلوں کی باری تو بعد میں آئیگی." وہ اسکی بات کاٹ کر بولے تو وجدان نے دھیرے سے کہا.

"میرا نام وجدان مصطفیٰ ہے مولوی صاحب!"

"اور میں عبدالخالق ہوں." وہ اسکی طرف دیکھ کر مسکرائے. پھر کہنے لگے. "خیر ہو وا کیل صاحب! دس سال بعد تعارف کا خیال آیا ہے." پھر یکدم سنجیدہ ہو گئے.

"چلو آیا تو سہی. کرم ہے ملک کا. جس نے آج تک تیرے لیے رستہ بنایا ہے، وہ آگے بھی راہیں کھولے گا. تو بس دیکھتا جا." پھر آسمان پر نظر ڈالی. "چل اٹھ وجدان مصطفیٰ! تہجد کا وقت نکلا جا رہا ہے."

فجر کی نماز کے بعد منیر حسن اور آفاق بھی مسجد میں بیٹھے وجدان کی تلاوت سن

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

رہے تھے. تلاوت ختم ہوئی تو مولوی صاحب مسجد میں موجود لوگوں سے منیر حسن اور آفاق کا تعارف کرانے لگے. اسکے بعد جب انہوں نے وجدان کا تعارف کرایا تو سب کے سب حیرت میں پڑ گئے. انہوں نے تو عبداللہ کو اپنا حصہ مان لیا تھا پر آج اسکی اپنوں میں واپسی تھی. خوشی اور غم کی ملی جھلی سی کیفیت تھی.

ان کے مسجد میں بیٹھے بیٹھے ہی یہ خبر گاؤں میں پھیل گئی. لوگ تصدیق کے لیے مسجد میں آنے لگے. وہ لوگ وہاں سے اٹھ کر گھر آئے تو یہاں کی عورتیں جمع تھیں. عبداللہ تو جانا پہچانا تھا پر وجدان اجنبی تھا۔ عورتیں اس اجنبی کے بارے میں سوال کر رہی تھیں. مولوی صاحب کی ہدایت پر ملیحہ کا نام لیے بغیر ملانی جی نپے تلے جواب دیتی جا رہی تھیں اور پاس کھڑا نو سال کا بچہ ان معلومات کو تیزی سے دماغ میں فیڈ کرتا جا رہا تھا. ان معلومات میں سب سے جان لیوا خبر تھی.

"آج عبداللہ اپنے گھر چلا جائیگا."

اِس خبر نے بچے کو سہما دیا. وجدان کو اندر آتے دیکھ کر وہ بھاگتا ہوا اس سے لپٹ گیا،

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

پھر معصومیت سے سَر اٹھا کر اسکی طرف دیکھنے لگا. وجدان کو اسکی یہ ادا بہت پسند تھی. اس نے مسکراتے ہوئے شفقت سے اسکے سَر پر ہاتھ رکھا تو بچہ سہمی ہوئی آواز میں بولا.

"ابو! ملانی جمی کہہ رہی ہیں، آپ چلے جائیں گے." اسکے بالوں میں گردش کرتی وجدان کی انگلیاں ساکت ہو گئیں۔ اسے چپ دیکھ کر بچے نے پھر سوال کیا. "

بتائیں نا! ابو آپ مجھے چھوڑ کر چلے جائیں گے؟"

وجدان گھٹنا زمین پر ٹکا کر اس کے مقابل بیٹھا، پھر اپنے ساتھ لگا کر اس کے گال چومتے ہوئے بولا۔

"میں کبھی تمہیں خود سے الگ نہیں کروں گا"

اس ایک جملے نے بچے کو پرسکون کر دیا اور اس نے اپنی بانہیں وجدان کے گلے میں ڈال دیں۔ وجدان کو شرارت سوجھی، اس نے ایک دم سے بچے کو گدگدایا تو وہ کھلکھلا کر ہنسنے لگا۔ مولوی صاحب ہنس کر بولے۔

www.novelsclubb.com

"دیکھ رہے ہیں منیر حسن! باپ کون سا کم ہے پر بیٹا تو باپ سے بھی چار ہاتھ آگے ہے۔" پر ان دونوں کی طرف آئے اور بچے کا ہاتھ پکڑ کر

وجدان کے حلقے سے نکال کر اپنے سامنے کیا اور بولے۔

"بھلا یہ کوئی پوچھنے کی بات تھی جو تم نے پوچھی ہے؟ بچے تو ماں باپ کے ساتھ ہی رہتے ہیں۔ اب جہاں تمہارے ابو جائیں گے، تم وہیں جاؤ گے۔"

"کیا کہہ رہے ہیں مولوی صاحب؟" ملانی جی تڑپ اٹھیں۔ "عبداللہ کے تو وارث آئے ہیں، ان کو کیسے انکار کریں؟ حق بنتا ہے۔ پر اسے کیوں مجھ سے دور کر رہے ہیں؟"

www.novelsclubb.com

مولوی صاحب نے بیٹھے بیٹھے گردن موڑ کر انہیں دیکھا، پھر وجدان کی طرف سے اشارہ کر کے بولے۔ "اس کا وارث یہ بیٹھا ہے۔ حق بنتا ہے اس کا۔ اگر انکار کر سکتی ہے تو کر دے۔"

اور ملانی جی نے بے ساختہ روتے ہوئے چادر کا پلو منہ پر رکھ کر چہرہ چھپا لیا۔

آفاق نے اپنے باپ کی طرف دیکھا پھر دونوں وجدان کو دیکھنے لگے جو سر جھکا کر کھڑا بے چینی سے پہلو بدل رہا تھا۔ مولوی صاحب ایک نظر اس کے بے چین چہرے پر ڈال کر بولے۔

"تجھے پتہ ہے، عبداللہ تیرے گھر میں کیوں ہے؟" ملانی جی سے پوچھ کر وہ خود ہی کہنے لگے۔ "کیونکہ تیرے آنگن میں اسکے نام کا تعویذ گڑا ہے۔ اور یہ ہے اسکا تعویذ۔" انہوں نے بچے کے شانوں پر ہاتھ رکھا۔ "یہ نہیں گیا تو عبداللہ نہیں جائیگا۔ اسکا جانا ضروری ہے ہاجرہ! اسکے جانے میں رکاوٹ نہ ڈال۔ اس باپ کی آنکھیں ترس گئی ہونگی۔ دس سال کم نہیں ہوتے۔"

"میرا آنگن خالی ہو جائے گا مولوی صاحب!" وہ ستی ہوئی آواز میں بولیں۔

"تجھے پتہ تو تھا، جس نے دیئے ہیں، وہ لینے پر بھی قادر ہے۔ پھر کیوں دل لگایا ہاجرہ؟" انکی آزردگی بتارہی تھی کہ دل تو وہ بھی لگا چکے تھے۔ وہ اٹھ کر وجدان کت پاس آئے۔

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

"پہلے لگتا تھا، اسے اسکی ماں اپنے لئے پیدا کر کے چھوڑ گئی۔ پر اب یقین ہو چلا ہے، اسکی ماں نے اسے پیدا ہی تیرے لئے کیا تھا۔ سوہنے رب کا یہی کھیل ہے۔ بندہ، بندے سے جڑا رہے اس لئے تقدیریں توڑ دیتا ہے۔ اب اگر اسکی تقدیر ہی تیرے کھاتے میں لکھی ہے تو کوئی کیا روکے؟۔۔۔ جا اسے بھی اپنے ساتھ لے جا۔"

"شکریہ مولوی صاحب!" کل سے جو بے چینی اس میں پھیلی تھی، وہ ایک دم سے ختم ہو گئی۔ اب وہ پر سکون نظر آ رہا تھا۔ پھر اس نے جا کر ملانی جی کے کندھوں پر ہاتھ رکھ دیئے۔

"دل چھوٹا کیوں کرتی ہیں ملانی جی! میں کوئی ہمیشہ کے لئے جا رہا ہوں؟ میں آپ سے ملنے آیا کروں گا۔" ملانی جی نے اسکی طرف آنسو بھری آنکھوں سے دیکھا اور گلوگیر آواز میں کہا۔ "جلدی جلدی آنا عبداللہ! تیرے بغیر جی اداس رہے گا۔"

"اب یہ سب چھوڑ اور جلدی جا کر ہانڈی روٹی کا کر۔ دوپہر کے کھانے کے بعد چودھری صاحب کی گاڑی آ جائے گی انہیں لاہور لے جانے۔ وہاں سے کل صبح

انہیں کراچی کی فلائٹ پکڑنی ہے۔" وہ انکا دھیان بٹانے کے لیے تیز تیز بولنے لگے۔

کمرے میں آکر اس نے بیگ الماری پر سے اتار کر بستر پر رکھا، پھر الماری میں سے اپنے اور اپنے بیٹے کے کپڑے نکال کر پیک کرنے لگا۔ منیر حسن اور آفاق دوپہر کے کھانے پر چودھری صاحب کی حویلی میں مدعو تھے۔ کھانے کے بعد وہ دونوں رخصت لے کر چل پڑے۔

آفاق نے کل والی جگہ پر ہی جیپ رکوالی اور باقی کا راستہ پیدل طے کر کے باپ بیٹے مولوی صاحب کے گھر پہنچے تو وہاں میلا لگا ہوا تھا۔ سب گھر والے وجدان کو اللہ حافظ کہنے دروازے پر جمع تھے۔ سب سے فرداً فرداً ملتے وجدان نے ان دونوں کو آتے دیکھا تو باقی سب کو چھوڑ کر مولوی صاحب کے گلے لگ گیا۔ پھر الگ ہو کر کہنے لگا۔

"میں ان لوگوں میں سے تھا جن کا ایمان مشروط ہوتا ہے۔ جب تک دعائیں قبول

ہوتی رہتی ہیں، اللہ کی حمد و ثناء کرتے رہتے ہیں۔ پر جہاں اپنی مرضی میں انیس بیس کا فرق آیا۔ اللہ پر سے یقین ہی اٹھ گیا۔ مانتے ہیں وہ وقار مطلق ہے، پر اس کی قدرت کو اپنی خواہشات کے تابع بھی کرنا چاہتے ہیں۔ چاہتے ہیں کہ وہ، وہی کرے جو ہماری مرضی ہے اور اگر ایسا نہ ہو تو جھگڑنے لگتے ہیں جیسے نعوذ باللہ وہ ہماری مرضی کا پابندہ ہے اور ہماری منشا سے ہٹ کر اس نے کوتاہی کی ہے۔ اللہ پر اعتراض اٹھانا کفر کی نشانی ہے اور وہ بدنصیب لوگ کفر کی پستیوں میں اترتے چلے جاتے ہیں مگر بے خبری ایسی کہ سر اٹھا کر فخر سے کہتے ہیں، ہم صاحب ایمان ہیں۔ میں کفر کے گڑھے میں گردن تک دھنس چکا تھا اور قریب تھا کہ وہ میرے دل پر کفر کی مہر لگا دے، لیکن آپ نے ہاتھ پکڑ کر مجھے ان پستیوں سے نکال لیا۔"

مولوی صاحب یوں مسکرائے جیسے کسی بچے نے نادانی کی بات کہہ دی ہو۔

"او جھلّیا! کسی دل میں ایمان کی روشنی کسی کے ڈالے سے نہیں ڈلتی۔ یہ معجزہ اللہ کے حکم سے ہوتا ہے۔ جب اس نے ہی تیری آخرت سنوارنے کا بیڑا اٹھا لیا تو پھر تو

کون ہوتا ہے اپنی عاقبت خراب کرنے والا؟ کبھی کبھی دل کرتا ہے، تجھ سے حسد کروں.... ایسا کیا ہے تجھ میں جو اس نے تیرے دل میں اپنی لو کو بجھنے نہیں دیا۔"

"میں بس اسکا بندہ ہوں مولوی صاحب! اور اپنے بندوں پر احسان کرنا اسکی عام سادت ہے۔ اسکے احسان تو کوئی نہیں چکا سکتا، پر آپکے احسان بھی مجھ پر کم نہیں ہیں۔ آپکے پاس خالی ہاتھ آیا تھا مگر جاتے ہوئے میرا دامن بھرا ہوا ہے..... پختہ ایمان، کامل یقین اور صبر سے استقامت سے... یہ سب میں نے آپ سے سیکھا ہے۔ آپکا احسان کیسے چکاؤں گا مولوی صاحب؟"

"جو کچھ بھی یہاں سیکھا ہے، اسے عمر بھر یاد رکھنا اور عمل بھی کرنا، احسان اتر جائے گا۔" مولوی صاحب بڑی متانت سے احسان اتارنے کا طریقہ بتا رہے تھے۔

پھر اسکا شانہ تھپتھپا کر بولے۔

"اللہ حافظ!"

اور وہ اللہ حافظ کہتا دوبارہ انکے گلے سے لگ گیا۔ پھر ان سے مل کر ملانی جی کے پاس

آیا جو بچے جو ساتھ لگائے کھڑی تھیں۔

"اللہ حافظ ملانی جی!" ملانی جی کو بازو میں لے کر اس نے کہا پھر اپنا سر انکے آگے جھکا دیا۔وہ وجدان کے سر پر ہاتھ پھیر کر بوسہ دے کر بولیں۔

"اللہ کے سپرد۔"

"چلو وجدان! دیر ہو رہی ہے۔" آفاق اسکے پاس آکر بولا۔

"میں بس بیگ لے کر آتا ہوں۔" وہ سر ہلا کر کہتا دروازے سے اندر صحن میں آگیا۔اس نے کندھے سے لگانے کے لیے بیگ کا اسٹریپ میں پکڑا ہی تھا کہ کسی نے بیگ پر ہاتھ کا دباؤ ڈال کر اسے روک دیا۔اس نے پلٹ کر اس نازک ہاتھ کو دیکھا پھر سر اٹھا کر سامنے دیکھتے ہی اسکے اندر ہلچل مچ گئی۔

ملیحہ دونوں پاؤں اوپر رکھے چارپائی پر بیٹھی تھی اور اس نے اپنا دایاں ہاتھ بڑھا کر بیگ پر رکھا ہوا تھا۔اس کی آنکھوں کی گہری جھلیوں میں طغیانی تھی۔اسکے چہرے پر ایک خوف سا تھا اور گداز ہونٹوں کی کپکپاہٹ خاموشی کی زبان سے وجدان کو

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

رک جانے کے لیے کہہ رہی تھی۔ وہ یقیناً بے بسی کی انتہا ہوتی ہو گی جہاں ایک مرد کی آنکھیں ڈبڈبا جائیں۔ وجدان اسٹریپ والا ہاتھ نیچے گراتا چارپائی پر بیٹھ گیا۔

"میں کیا آپ کو بھول جاتا ہوں جو بار بار یاد دلانے چلی آتی ہیں؟..... کیسے یقین دلاؤں کہ آپ یہاں ہیں؟... چاہوں تو بھی مرتے دم تک آپ کو بھلا نہیں سکتا۔" کہتے کہتے اس نے اپنے دل پر ہاتھ رکھ دیا تھا۔ پھر سرگوشیوں میں کہا۔

"کون جانے زندگی کا موت سے کتنا فاصلہ ہے۔ پر آپکا یوں آنا جانا مجھے مرنے سے پہلے ہزار بار مار دے گا۔ اللہ کے لیے مجھ پر رحم کریں۔ جب تک سانسیں ہیں، تب تک تو جی لینے دیں۔" یہ التجا گراں گزری تھی۔ ملیحہ کی آنکھوں سے ٹپ ٹپ آنسو بہنے لگے۔ وجدان میں اس منظر کو دیکھنے کی تاب نہیں تھی، دھیرے سے بولا۔

"مجھے اجازت دیجیئے۔"

ملیحہ نے سختی سے پلکوں کو بند کیا اور سارے آنسو ایک ساتھ گرا دیئے۔ پھر دھیرے سے اپنا ہاتھ سمیٹ کر اٹھا لیا۔

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

آج شاید ملیحہ کو سچ مچ وجدان پہ رحم آگیا تھا۔ وجدان نے بے یقینی سے اسے دیکھا جو چہرے کو ذرا سا موڑے یوں دوسری طرف دیکھ رہی تھی، جیسے اسکا جانا دیکھا نہ جائے گا۔ وجدان کا اسکے پاس سے اٹھنے کو دل نہیں چاہ رہا تھا، جانتا تھا اسکا جانا ملیحہ سے سہا نہیں جائے گا. لمحہ لمحہ کسی کو خود سے دور ہوتے دیکھنا آسان نہیں. اور یہ مشکل کام ہمیشہ وجدان نے کیا تھا. ملیحہ کو بس ایک بار اسے خود سے دور جاتے دیکھنا پڑا تھا اور اس دن وجدان کے جانے سے ملیحہ کی جان چلی گئی تھی..... مگر جانا مجبوری تھی. وجدان نے نظر چرا کے اسٹریپ کندھے پر رکھا اور آہستگی سے اٹھ گیا. دروازے کے پاس پہنچ کر اس نے بے اختیار پلٹ کر دیکھا، وہ جا چکی تھی.

وجدان کو شکایت سی ہونے لگی.

"خود سے میرا جانا دیکھا نہیں جاتا اور مجھے بار بار اس امتحان میں ڈالتی ہیں." پھر وہ مڑا اور دروازے سے نکل گیا. آفاق کو مولوی صاحب کی بات پر یقین نہیں آیا تھا پر جو اپنی آنکھوں سے دیکھا، اسے کیسے جھٹکاتا؟ وہ دم بخود سا وجدان کی تقلید میں گھر

سے باہر نکل گیا.

*****

زندگی کا یہ نیا موڑ یوٹرن ثابت ہوا تھا. وجدان عجیب نظروں سے اپنے گھر کے گیٹ کو دیکھ رہا تھا، جہاں سے دس سال پہلے ایک قیامت کی رات کو اس نے ایک دل دہلا دینے والا سفر کا آغاز کیا تھا.....آج وہ سفر ختم ہوا. آفاق نے ٹیکسی کی ڈگی میں سے بیگ نکال کر پیسے دے کر ڈرائیور کو فارغ کیا، پھر گیٹ کے پاس آ کر گھنٹی بجا دی. گیارہ بارہ سال کے بچے نے چھوٹا گیٹ کھول کر باہر گردن نکالی، پھر پورا باہر آ گیا.

www.novelsclubb.com

"آفاق انکل! آپ آ گئے. اور لاہور سے میرے لیے چاکلیٹس لے کر آئے ہیں نا؟"

"اونو!!" آفاق نے اپنا ماتھا پیٹا. "سوری زوار بیٹا! تمہیں چاکلیٹس ابھی نہیں مل سکتیں. وہ میرے سامان میں ہیں اور سامان میں نے ایئرپورٹ سے ہی پاپا کے ساتھ

گھر بھیج دیا. چلو خیر، شام میں لے آوں گا." بچے کو اداس ہوتا دیکھ کر آفاق جلدی سے بولا.

"پرامس؟"اس نے انگلی دیکھا کر مشکوک انداز میں کہا.

"پکاپرامس."

"توٹھیک ہے.. مگر مناہل کو پتا نہیں چلنا چاہیے. نہیں تو وہ موٹی، ساری چاکلیٹس کھا جائے گی."اس نے فوراراز داری کا وعدہ لیا.

"ٹھیک ہے، نہیں بتاؤں گا."

"یہ کون ہیں؟"اب اسکی نظر سر اٹھا کر اپنے گھر کو دیکھتے وجدان پر پڑی تھی. آفاق کے ہونٹ، مسکرانے لگے. پھر وہ بچے کے پاس آکر سرگوشی میں بولا.

"جا کر دادی سے کہو، وجدان چاچو آئے ہیں."

"یہ وجدان چاچو ہیں؟"وہ اتنی زور سے بولا کہ آفاق کانوں پر ہاتھ رکھ کر پیچھے کو ہٹ گیا. وجدان بھی اس طرف دیکھنے لگا.

"یہ سرپرائز میرے لئے نہیں ہے. اندر جا کر دادی کو بتاو. اور ہاں، آواز اس سے دوگنی ہونی چاہیے."

وہ کان مسلتے ہوئے کہہ رہا تھا. "ارے جانا یار!" آفاق نے آنکھیں پھاڑ کر وجدان کو دیکھتے بچے کو زبردستی اندر کی طرف دھکیلا. وہ بھی جیسے ہوش میں آگیا اور چلاتا ہوا اندر بھاگا.

"دادی.....دادی! وجدان چاچو آگئے."

اسے بھیج کر آفاق نے بیگ اٹھا کر کندھے پر رکھا، پھر بچے کی انگلی پکڑ کر وجدان سے بولا.

"جناب! آپکو آپکے گھر میں آنے کا دعوت نامہ میں تو دونگا نہیں. اس لئے خود ہی اندر آجائیں."

اور وہ بچے کو لئے اندر چلا گیا. زوار کے لاوڈ اسپیکر نے کام دکھا دیا تھا. عائشہ مصطفیٰ اور انیقہ آگے پیچھے تمتمائے چہروں کے ساتھ برآمد ہوئی تھیں مگر آفاق کو دیکھ کر

انکی آنکھوں کی جوت بجھ گئی. تبھی وجدان سر جھکائے چھوٹے گیٹ سے اندر آیا تھا.

وہ سیدھا ہوا اور اسکے چہرے پر نظر پڑتے ہی عائشہ مصطفیٰ دیوانی ہو گئیں. وہ تیزی

سے اسکی طرف آئیں اور اسے اپنے ساتھ لپٹا لیا. ساون بھادوں کی طرح انکی

آنکھیں برس رہی تھیں. پھر اسکا چہرہ اپنے ہاتھوں میں لئے، پلکیں جھپک جھپک کر

اسے دیکھنے لگیں.

"کیسے ہو بیٹا؟"

"تھک چکا ہوں." اس نے دھیرے سے کہا اور عائشہ مصطفیٰ کی ممتا امڈ آئی.

"ماں واری." کہہ کر اسکا سر اپنے سینے سے لگا لیا. وہ بے تحاشا اسکے سر اور شانوں کو

چوم رہی تھیں. پتہ نہیں، اسے ماں کا چہرہ یاد آیا تھا یا نہیں مگر ممتا نے اپنی پہچان

کرادی تھی.

بچپن میں جب کھیلتے کھیلتے تھک جاتا تو ماں کی گود میں آکر سو جاتا. آج تو اسکے ساتھ

برسوں کی تھکن تھی اس نے اپنے بازو انکے گرد پھیلا لئے اور آنکھیں سکون سے

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

بند کر لیں.

"عائشہ! یہ زوار کیا کہہ رہا ہے؟" مصطفیٰ عظیم کی کانپتی آواز پر وہ انکی طرف مڑیں اور وجدان انکی نگاہوں کے سامنے آگیا.

"وجدان....!!" انہوں نے سرگوشی میں اسکا نام لیا پھر وہ دھیرے دھیرے اسکی طرف چلے آئے.

انکے قدموں میں لڑکھڑاہٹ تھی اور انکا چہرہ جذبات سے سرخ ہو رہا تھا. وہ بے یقینی سے اسے دیکھتے رہے، پھر کھینچ کر اسے گلے لگا لیا. کتنی ہی دیر وہ اسے سینے سے لگائے کھڑے رہے. آخر آفاق آگے آیا.

"آپکی طبیعت خراب ہو جائے گی انکل! آئیں اندر چل کر بیٹھتے ہیں. چلیں بھابی! سب کو اندر لے جائیں." اس نے گم صم کھڑی انیقہ سے کہا جو رو بھی رہی تھی اور ہنز بھی رہی تھی.

"ہوں." وہ چونکی، پھر جلدی جلدی کہنے لگی. "ہاں ہاں، اندر چلو. آئیں امی!....."

ابو! آپ بھی چلیں."

پھر وجدان کے بازو پر ہی ہاتھ رکھ کر اسکا چہرہ غور سے دیکھتے ہوئے بولی."بہت انتظار کیا ہے تمہارا. اب آئے تو دروازے پر نہ کھڑے رہو."سب کو بٹھا کر لاؤنج کے پنکھے چلاتی وہ خود بھی بیٹھ گئی مگر فوراً ہی اٹھ گئی.

"ارے، مزمل کو بتانے کا خیال ہی نہیں. میں انہیں فون کر کے آتی ہوں."

وہ فون کر کے لوٹی تو ہر کوئی خاموش تھا. بڑے صوفے پر مصطفیٰ عظیم، وجدان کو پہلو میں لئے بیٹھے تھے جو ساکت نظروں سے ٹیبل کو گھور رہا تھا. دوسری طرف اسکا ہاتھ پکڑ کر بیٹھی عائشہ تھوڑی تھوڑی دیر بعد اپنے آنسو پونچھتی جا رہی تھیں. آفاق الگ وجدان کے بیٹے کو ساتھ لئے گم سم بیٹھا تھا اور خود انیقہ کے دونوں بچے کونے میں چھپے آنے والوں کا جائزہ لے رہے تھے. انیقہ اس خاموشی پر حیران ہوئی.

"یہ کیا بھئی. اتنے سالوں بعد وجدان لوٹا ہے، پھر بھی گم سم بیٹھے ہیں. کچھ بولیں امی!.....اور ابو آپ بھی.... ذرا صاحبزادے کے کان تو کھینچیں آخر اس نے ہمیں

اتنا پریشان کیوں کیا؟"

"سوال تو بہت سے کرنا چاہتا ہوں، پر سمجھ نہیں آرہا، کہاں سے شروع کروں. مجھے تو آج بھی یقین نہیں آرہا کہ وجدان مجھے چھوڑ کے جا سکتا ہے. یہ میرے بغیر دس دن نہیں رہ سکتا تھا، آج دس سال گزار کر آیا ہے."

"میں نے دس سال نہیں گزارے ابو! دس سالوں نے مجھے گزار دیا." انکی بات پر وجدان عجیب سے لہجے میں بولا.

"کیسی باتیں کر رہے ہو؟" عائشہ مصطفیٰ کو اس کا لہجہ خوف زدہ کر رہا تھا. "کچھ تو ماں باپ کا خیال کرو وجدان! تم نے پہلے ہی بہت دکھ دیئے ہیں." یہ کہہ کر وہ رونے لگیں تو انیقہ اٹھ کر انہیں چپ کرانے لگی. گیٹ پر کسی نے بیل بجائی.

"کیا بات ہے..... مزمل تو بھائی کے آنے کا سن کر اڑ کے آگئے." مزمل کی آمد کا اندازہ لگا کر انیقہ ہنستی ہوئی اٹھ گئی. کچھ سیکنڈ پر مزمل دوڑتا ہوا لاؤنج میں آیا تھا.

"مزمل! دیکھو ذرا کون آیا ہے؟" مصطفیٰ عظیم اب سنبھل چکے تھے، مسکرا کر

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

بولے.

"آپ نے اس سے پوچھا، یہ اب یہاں کیوں آیا ہے؟" اسکا چہرہ تمتمارہا تھا. وجدان کو دیکھ کر جوشی سے اسکی آنکھیں چمکنے لگی تھیں مگر لہجہ اجنبیت لئے ہوئے تھا. پھر چٹکی بجا کر وجدان کو اٹھنے کا اشارہ کرتے ہوئے سخت آواز میں بولا. "اٹھو اور ابھی، اسی وقت یہاں سے چلے جاو. کسی کو تمہاری ضرورت نہیں."

"کیا کہہ رہے ہو مزمل! اتنے سالوں بعد تو وہ آیا ہے اور تم اسے جانے کو کہہ رہے ہو؟" عائشہ بے چارگی سے بولیں. باقی بھی ہر کوئی اس صورتحال پر گھبرا گیا تھا.

مزمل دھاڑا. "یہ یہاں نہیں رہ سکتا."

مصطفیٰ عظیم بھڑک گئے. "بس کرو مزمل! تمہیں یہ فیصلہ کرنے کا حق نہیں ہے."

"اس نے جانے کا فیصلہ کیا آپ سے پوچھ کر کیا تھا؟" سکون سے بیٹھے وجدان کو اپنی طرف دیکھتا پا کر وہ غصے سے بولا تو انیقہ پریشان ہوا ٹھی.

"چھوڑیئے مزمل! اب تو وہ لوٹ آیا ہے۔"

مزمل نے اسکا ہاتھ جھٹکتے ہوئے کہا۔ "ارے اس کا کیا بھروسہ، کل پھر اٹھ کر نکل پڑے۔ مجھے کیا اسے ڈھونڈنے کے سوا اور کوئی کام نہیں؟ جب دل چاہا چلے گئے، جب دل چاہا آ گئے۔۔۔۔ کوئی مذاق ہے؟ دل اسکا، محبت اسکی، جذبات اسکے۔ باقی ہم سب تو بے حس ہیں۔" بولتے بولتے وہ ایک دم آنکھوں پر ہاتھ رکھ کر پلٹ گیا۔ پھر ایک دم مڑا اور وجدان کو بازو سے پکڑ کر اٹھاتے ہوئے اپنے بازووں میں جکڑ لیا۔

آفاق نے دیکھا اسکی پلکیں نم ہو رہی تھیں۔ پھر وہ وارننگ دینے کے انداز میں بولا۔

"اب اگر تم بتائے بغیر کہیں گئے تو میں تمہاری ٹانگیں توڑ دوں گا۔" وہ اسے گلے لگائے کہہ رہا تھا۔

"آئندہ پہ کیوں چھوڑتے ہیں مزمل بھائی! ابھی توڑ دیں۔ نہ ٹانگیں ہوں گی نہ کہیں جا سکے گا۔ اسکا بھروسہ تو واقعی نہیں کرنا چاہیے۔ اب تو یہ ہسٹری شیٹر ہو گیا ہے۔"

آفاق ہنس کر بولا۔

"وجدان تمہیں کہاں ملا؟" کچھ دیر بعد سب نارمل ہو کر بیٹھ چکے اور انیقہ سب کو اسکوائش سرو کرنے لگی تو مزمل نے باتوں کے دوران آفاق سے پوچھا۔ آفاق، گلاس ٹیبل پر رکھ کر صوفے پر آگے ہوتے ہوئے بتانے لگا۔

"آپ کو پتہ تو ہے، میں لاہور گیا ہوا تھا۔ وہاں ہائی کورٹ میں پاپا کسی چودھری نواز کے حق میں کیس لڑ رہے تھے، جنکا بارڈر کے پاس واقع گاؤں چنگ والی میں اپنے ہی گاؤں کے بارسوخ شخص کے ساتھ زمین کے مسئلے پر تنازع چل رہا تھا۔ پاپا کی طبیعت پچھلے دنوں کافی خراب رہی تھی، اس لئے جب فیصلے کی تاریخ آئی تو میں پاپا کے ساتھ چلا گیا۔ فیصلہ چودھری نواز کے حق میں ہوا اور انہوں نے خوش ہو کر پاپا کو گاؤں آنے کی دعوت دے دی۔ میں نے سوچا، اچھا ہے گاؤں کی کھلی فضا میں انکی صحت پر اچھا اثر پڑے گا اور دو تین دن کے لئے پاپا کو لے کر گاؤں چلا گیا۔ وہیں مجھے وجدان ملا۔ پچھلے دس سال سے یہ گاؤں کے مولوی صاحب کے ساتھ رہ رہا تھا۔"

مولوی صاحب کا ذکر کرتے ہوئے آفاق خو وجدان کے متعلق انکی باتیں یاد آئیں

اور وہ ایک ہاتھ سے پیشانی مسلتے سوچ میں ڈوب گیا.

وجدان کا بیٹا اب تک تو چپ کر کے بیٹھا آنکھیں گھما گھما کر ایک ایک کو دیکھ رہا تھا مگر مولوی صاحب کا نام سن کر وہ مچل گیا اور اپنی جگہ سے اٹھ کر دوڑتا ہوا وجدان کے بازو سے آ لگا.

"ابو! گھر چلیں."

"بیٹا! اب ہم یہیں رہیں گے." وجدان نے پیار سے سمجھایا. پر وہ مانا ہی نہیں اور کہتا رہا.

"نہیں ابو! یہ گھر اچھا نہیں ہے. مولوی صاحب کے پاس چلیں."

ابھی تک کسی نے بچے کی موجودگی کو اہمیت نہیں دی تھی اور اب وہ منہ بسورتا بچہ، وجدان کو "ابو" کہہ رہا تھا. آفاق کو چھوڑ کر ہر کوئی اس طرف متوجہ ہو گیا جو ابھی تک اپنی سوچ کے تانے بانے بن رہا تھا.

"یہ تمہارا بیٹا ہے؟" مصطفیٰ عظیم حیرت کے ساتھ وجدان سے گویا ہوئے.

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

وجدان نے انکی طرف دیکھ کر کہا.

"ہاں." اور سب کے چہروں پر مسکراہٹ دوڑ گئی.

"ادھر آؤ میرے پاس." مصطفیٰ عظیم نے ہاتھ پکڑ کر بچے کو خود سے قریب کر لیا.

"ہم تمہارے دادا ہیں. ہمیں بتاؤ، ابو سے کیا کہہ رہے تھے؟"

"مولوی صاحب کے گھر جانا ہے." اسکی فرمائش پر وہ بولے.

"تمہیں یہ گھر پسند نہیں؟" بچے نے منہ بناتے ہوئے انکار میں سر ہلا دیا. مصطفیٰ عظیم مسکرا کر بولے.

"لیکن آپکو یہ گھر تو اچھا لگنا چاہیے. یہ آپکے دادا کا گھر ہے، آپکے ابو کا گھر ہے."

"میرا نہیں ہے؟" بچہ کافی ہوشیار تھا. لسٹ میں اپنا نام نہ پا کر پوچھنے لگا. معصومیت سے پوچھے گئے اس سوال کی چالاکی پر سب ہنس پڑے تو وہ پزل سا ہو گیا. مصطفیٰ عظیم اسے پیار کرتے ہوئے بولے.

"سب سے زیادہ تو یہ گھر آپکا ہی ہے. بلکہ صرف آپکا ہے. اگر میں اور ابو تمہارا

ٹھیک سے خیال نہ رکھیں تو ہمیں گھر سے باہر نکال دینا."

"ٹھیک ہے."اسکی سعادت مندی سے کہنے پر ایک بار سب ہنس پڑے.

"مجھے تو اپنے پوتے سے مل لینے دیں."عائشہ بے تاب ہوئی جارہی تھیں، جلدی سے بول کر بچے کو اپنے پاس بلا کر گود میں بٹھالیا. مزمل بھی اٹھ کر انکے پاس آبیٹھا اور بچے کو پیار کرنے لگا.

"میں تمہاری دادی ہوں اور یہ تمہارے تایاابو ہیں."انہوں نے اپنا اور مزمل کا تعارف کرواتے ہوئے کہا."اگر تم ہمارے پاس رہو گے تو تایاابو روز تمہیں سیر پر لے کر جائیں گے."

"روز........؟"وہ روز کو لمبا کھینچ کر بولا.

"ہاں روز. زوار اور مناہل کو بھی میں روز سیر پر لے کہ جاتا ہوں، تمہیں بھی لے کر جاؤں گا."پھر وہ اپنے بچوں کو بولا."زوار!.....مناہل ادھر آؤ بیٹا! دیکھو وجدان چاچو کا بیٹا آیا ہے."

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

بچے کونے سے نکل کر بہار آ گئے. مزمل اور انیقہ ان کا آپس میں تعارف کرانے لگے

تو عائشہ، وجدان کی طرف متوجہ ہوئیں.

"بیٹے کو تو لے آئے وجدان! پر بیٹے کی ماں کہاں ہے؟" ان کی شوخی کے جواب

میں وجدان پل بھر کو چپ سا ہو گیا، پھر آہستہ سے کہا.

"وہ تو اسے پیدا کر کے چھوڑ گئی." وجدان کی جھکی ہوئی آنکھیں، رکا ہوا

لہجہ......ان سب کو جیسے سانپ سونگ گیا. ہنستے مسکراتے چہرے پل بھر میں بجھ

گئے تھے. ماحول کے بوجھل پن کو کم کرنے کے لیے مصطفیٰ عظیم مصنوعی بشاشت

کا سہارا لے کر بولے.

"انیقہ بیٹے! بچہ لمبے سفر سے آیا ہے. ذرا اسے نہلا دھلا کر کپڑے بدلواؤ تا کہ ہمارا

پوتا شہزادہ لگنے لگے."

وہ فوراً اٹھ گئی. "چلو، تائی امی نہلا کر پالا پالا سا بچہ بنا دیں گی."

"آپ رہنے دیں. میں نہلا دیتا ہوں." وجدان فوراً بولتا ہوا اٹھ گیا. انیقہ ہنس دی.

"یہ کام عورتوں کے کرنے کے ہیں."

وجدان نے متانت سے جواب دیا. "آپ ٹھیک کہہ رہی ہیں. مگر اسکے پاس ماں ہی نہیں جو اسکے کام کرتی. اس لئے یہ سب مجھے ہی کرنا پڑتا ہے."

"اچھا چلو، مجھے اسکے کپڑے تو نکال دو. میں پریس کر دیتی ہوں."

وجدان نے آفاق کے پیروں کے پاس رکھا بیگ اٹھایا اور انیقہ کی تقلید میں چل پڑا.

ان کے جانے کے بعد مزمل نے سوچ میں ڈوبے آفاق کو دیکھا، پھر اٹھ کر اسکے ساتھ والے صوفے پر بیٹھ گیا اور اچانک اسکی آنکھوں کے سامنے زور سے چٹکی بجائی تو آفاق ہڑبڑا گیا.

"کیوں بھائی! یہ تم دونوں دوستوں کو گم ہونے کی بیماری ہے؟ وہ چلتے چلتے گم ہو جاتا ہے، تم بیٹھے بیٹھے گم ہو جاتے ہو."

"مزمل بھائی! مجھے آپ سے وجدان کے بارے میں ایک اہم بات کرنی ہے."

اسکے مذاق کے جواب میں آفاق سنجیدگی سے بولا.

"کیا بات ہے؟"مزمل بھی سنجیدہ ہو گیا.

"دیکھیں بات کچھ اِس قسم کی ہے کہ آپکو حوصلے سے سننی ہو گی."

"ایسا کیا ہو گیا آفاق؟"عائشہ نے تو بات سننے سے پہلے ہی ہاتھ پاؤں چھوڑ دیئے.

آفاق جلدی سے بولا.

"اتنا پریشان ہونے کی ضرورت نہیں آنٹی! اِس میں کوئی شک نہیں، بات پریشانی کی ہے مگر ایسا نہیں کہ اِس پریشانی کو حل نا کیا جا سکے."

"تم بات بتاؤ آفاق!"مصطفی عظیم کو اسکی پہیلیاں بجھوانے سے الجھن ہو رہی تھی، دو ٹوک انداز میں کہہ کر وہ خود کو کسی بری خبر کے لیے تیار کرنے لگے. آفاق نے کہنا شروع کیا.

"دراصل بات یہ ہے کہ ملیحہ کا انتقال ہو چکا ہے."اتنا بول کر وہ کسی ردعمل کے انتظار میں رکا مگر وہاں تاثرات بے جان ہی رہے بلکہ اسے رکتا دیکھ کر مزمل سپاٹ لہجے میں بولا.

"ہاں پھر....؟"آفاق نے افسوس سے اسے دیکھا. اتنے سال بعد بھی ان کے دلوں میں ملیحہ کے لیے کوئی جگہ نہیں تھی. وہ اپنے افسوس کو جھٹک کر کہنے لگا.

"پھر یہ کہ وجدان اِس صدمے کو سہہ نہیں سکا اور اسکا ذہنی توازن بگڑ گیا یا عام لفظوں میں آپ یوں سمجھ لیں کہ وہ پاگل ہو گیا تھا."

اب آفاق نے ان کے چہروں پر جان کنی کے تاثرات دیکھے تھے. آفاق کا دِل خراب ہونے لگا.

'اپنے بیٹے کو صحیح سلامت دیکھ کر بھی اسکے گزرے ہوئے حال کو سن کر اتنی پریشانی.....اور میری بہن کی موت سے بھی فرق نہیں پڑتا.' معاملا اگر اسکے عزیز دوست کا نا ہوتا تو شاید وہ اٹھ ہی جاتا. پر کڑوا گھونٹ بھر کر کہتا گیا.

"وجدان، مولوی صاحب کے پاس اسی پاگل پن کی حالت میں پہنچا تھا مگر پھر انکی کوششوں اور کچھ بچے کے خاطر آہستہ آہستہ اس نے خود کو سنبھال لیا اور نارمل انسان کی لائف گزرنے لگا. مگر اصل مسئلہ یہی ہے کہ وہ بظاہر نارمل نظر آتا ہے،

مگر ابھی تک اسکی ذہنی حالت ٹھیک نہیں ہوئی اور اس کا ثبوت یہ ہے کہ اسے دس سال پہلے کی اپنی زندگی یاد نہیں رہی."

مصطفی عظیم جلدی سے بولے."یہ تم کیسے کہہ سکتے ہو جبکہ تم نے خود دیکھا ہے، وہ ہم سے نارمل اندازِ میں بات کر رہا ہے."

"آپکو اس کا اندازِ نارمل لگ رہا ہے تو اس کا مطلب ہے کہ آپ نے اسکے رویے کو محسوس نہیں کیا. انکل! آپ محسوس کرنے کی کوشش کریں تو پتہ چلے گا کہ اسکے رویے اور آنکھوں میں کتنی غیریت ہے."

عائشہ بولیں."وہ غیریت نہیں، ناراضگی ہے. ناراض تو وہ پہلے سے تھا، ملیحہ کے بعد ناراضگی اور بڑھ گئی ہو گی. اِس لیے وہ ٹھیک طرح سے بات نہیں کر رہا."

"آپ سمجھ نہیں رہیں. جب میں گاؤں میں وجدان سے ملا تو وہ مجھے پہچان نہیں پایا. مجھے اسے اپنا تعارف کروانا پڑا تھا."

"لیکن اگر وہ تمہیں نہیں پہچانا تو تمہارے ساتھ یہاں کیوں چلا آیا؟"مزمل نے

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

نکتہ اٹھایا.

"میں اس بارے میں زیادہ کچھ نہیں کہہ سکتا لیکن اتنا جانتا ہوں کہ وہ روزمرہ کی زندگی کے واقعات ہمارے شعور میں جمع ہوتے رہتے ہیں. جب ہم کوئی بات بھول جاتے ہیں تو دراصل وہ ہمارے شعور سے نکل کر لاشعور میں چلی جاتی ہے. ہو سکتا ہے، وجدان کے لاشعور میں میری پہچان ہو لیکن اس کا شعور مجھے پہچان نہیں پا رہا. اور اسی کنفیوژن میں نہ تو وہ مجھے ریجیکٹ کر پا رہا ہے اور نہ ایکسیپٹ کر رہا ہے. اسکے محتاط رویے سے تو ایسا ہی لگتا ہے. بہرحال یہ بات تو کوئی ذہنی امراض کا ماہر ہی صحیح طور پر بتا سکتا ہے کہ ایسا کیوں ہے."

"تمہارے کہنے کا مطلب ہے کہ ہم ایک مفروضے کی بنیاد پر وجدان کو پاگل قرار دے کر سائیکاٹرسٹ کے پاس لے جائیں؟" مصطفیٰ عظیم کے لہجے میں ناگواری تھی. آفاق برامنہ بنائے بغیر رسان سے بولا.

"بات صرف ایک مفروضے کی نہیں انکل! وجدان کو الوژن بھی ہوتے ہیں."

"کیسے الوژن؟"مزمل نے پوچھا.

"اسے ملیحہ نظر آتی ہے."آفاق نے جواب دیا. وہ تینوں کچھ بولنے کے قابل نہیں رہے مگر آفاق کہتا گیا.

"پہلے مجھے بھی مولوی صاحب کی بات پر یقین نہیں آیا تھا پر میں نے اپنی آنکھوں سے وجدان کو اکیلے بیٹھ کر باتیں کرتے دیکھا ہے. وہ بولتے ہوئے اس طرح سامنے کی طرف دیکھ رہا تھا، جیسے وہاں پر کوئی موجود ہو."پھر وہ توقف کے بعد ہمدردی سے بولا.

"میں آپ لوگوں کی فیلنگز کو سمجھ سکتا ہوں. مجھے بھی اسطرح سوچ کر بہت تکلیف ہو رہی ہے. لیکن اگر وجدان کو کوئی ذہنی مرض لاحق ہے تو فوراً علاج ضروری ہے. پہلے ہی دس سال کی تاخیر ہو چکی ہے."پھر تسلی دینے کے لیے کہنے لگا.

"لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ ذہنی مریض کبھی ٹھیک نہیں ہوتے. مگر یہ سوچ غلط ہے.

ذہنی امراض بھی نزلہ زکام کی طرح ہوتے ہیں، علاج کرانے سے ختم ہو جاتے

ہیں. لیکن علاج نہ کرانے سے مرض کوئی بھی ہو، بگڑ سکتا ہے. میرا خیال تو یہی ہے کہ اگرایک بار وجدان کو سائیکاٹرسٹ سے ملوالیا جائے تو بہتر ہو گا." وہ آہستگی سے کہہ کر چپ ہو گیا پھر کچھ دیر بعد جانے کے لئے کھڑا ہو گیا.

"میں چلتاہوں." وہ جانے کے لئے مڑا، پھر پلٹ بولا. "آپ چاہے میری باتوں پر یقین نہ کریں لیکن اتنی احتیاط ضرور کیجیے گا کہ وجدان سے اسکے ماضی کے بارے میں ایسی کوئی بات نہ پوچھیں جو اسے ڈسٹرب کر سکتی ہو. خاص طور پر ملیحہ کے بارے میں." پھر وہ اللہ حافظ کہہ کر چلا گیااور وہ تینوں اسکی باتوں سے اتنا الجھ گئے تھے کہ اسے کھانے پر روکنے کا خیال ہی نہیں آیا.

"کیا بات ہے، جتنی بار آتی ہوں آپ لوگ کھوئے ہوئے ملتے ہیں." انیقہ لاؤنج میں آئی تو انکے چہروں پر سوچ کی پر چھائیاں دیکھ کر بولی.

"وجدان کہاں ہے؟" مزمل نے پوچھا.

"بچوں کے ساتھ باتھ روم میں اپنے بیٹے کو نہلا رہا ہے. صاحبزادے نے اودھم مچا

رکھی ہے۔" وہ ہلکے پھلکے انداز میں بول کر مسکرانے لگی تو مزمل نے اسے دیکھ کر کہا۔

"ادھر آکر بیٹھو۔" اپنے شوہر کے لہجے کی سنگینی کو محسوس کر کے اس نے غور سے ساس سسر کا جائزہ لیا۔ انکے چہرے بھی ستے ہوئے تھے۔

"کیا بات ہے؟" اس نے بیٹھ کر پوچھا۔ پھر مزمل نے آفاق کہ کہی ساری باتیں اسکے سامنے رکھ دیں۔ وہ سن کر خاموش ہو گئی، پھر کہا۔

"اگر وجدان، ملیحہ کے لئے گھر چھوڑ سکتا ہے تو مجھے حیرت نہیں ہو گی اگر وہ ملیحہ کی موت کے صدمے سے پاگل ہو جائے۔"

"تم یقین کرتی ہو؟" مزمل بولا۔

"یقین نہ کرنے کی کوئی وجہ بھی تو نہیں۔ ملیحہ کے لئے اسکی فیلنگز کسی سے چھپی ہیں؟"

"اور یادداشت والی بات؟" مزمل نے اب کے ذرا ٹیڑھا سوال کیا۔ وہ سوچتے

www.novelsclubb.com

ہوئے بولی.

"کہنا مشکل ہے لیکن میں نے وجدان میں غائب دماغی کی کیفیت محسوس کی ہے.

مگر اسکا یہ مطلب نہیں کہ وہ یادداشت کھو چکا ہے." وہ چپ ہوئی تو مزمل بولا.

"تم سے یہ ساری باتیں کہنے کا مقصد ہے کہ تم اس بات کا خیال رکھو کہ گھر میں

ایسی کوئی بات نہ ہونے پائے جو اسے ڈسٹرب کر دے. پتہ نہیں، آفاق کا اندازہ صحیح

ہے یا غلط. لیکن احتیاط کرنا بہتر ہے."

"میں خیال رکھوں گی." پھر مزید کہا.

"آپ امی ابو کو لے کر آجائیں، میں کھانا لگواتی ہوں."

وجدان اپنے بیٹے کے ساتھ کھانے کی ٹیبل پر آیا. وجدان نے پہلے بچے کو کرسی پر

بٹھایا، پھر اپنے لیے کرسی کھینچ کر بیٹھ گیا. اسکے بعد وہ بیٹے کی پلیٹ میں کھانا نکالنے

لگا تو انیقہ نے اسکے ہاتھ سے سالن کا چمچہ لے کر کہا.

"تم آرام سے اپنا کھانا کھاؤ. اسے میں کھلا دونگی." اور بچے کے لیے کھانا نکالنے لگی.

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

وجدان نے اِس بار کوئی تعرض نہیں کیا اور اپنی پلیٹ میں کھانا نکال کر کھانے لگا.

انیقہ نے بس کھانا نکل کر دیا، اسکے بعد وہ خود ہی نوالے بنا بنا کر صفائی سے کھانے لگا.

انیقہ اسکے برابر والی چیئر پر بیٹھ گئی اور سالن کا ڈوں گا اپنی طرف کرتے ہوئے اس سے بولی.

"باتھ روم میں تم نے اودھم مچار کھا تھا، پر اب کیسے شرافت سے کھانا کھا رہے ہو."

"ابو کہتے ہیں، کھانے کے وقت شرارتیں نہیں کرتے." چھوٹے بچے کی سنجیدگی بڑی پر لطف لگی. وہ مسکرا کر بولی.

"باتیں بڑی بڑی کرتے ہو. پر تم نے ابھی تک اپنا نام تو بتایا ہی نہیں."

"آپ نے پوچھا کب؟"

مصطفی عظیم کو پانی پیتے ہوئے اچھو لگ گیا. "سنبھل کر انیقہ! آخر وکیل کا بیٹا ہے."

پھر اسے بولے. "چلو اب پوچھ رہا ہوں. کیا نام ہے تمہارا؟"

www.novelsclubb.com

"کاکا."

انہوں نے اسکی معصومیت بھرا چہرہ غور سے دیکھا. انہیں اندازہ ہو چکا تھا کہ یہ بچہ بہت ہوشیار ہے. انہیں شک ہوا، وہ مذاق کر رہا ھوگا.

"کاکا تو ابو کہتے ہونگے، اصل نام کیا ہے؟"

"نام تو یہی ہے." ہچکچا کر بولتے وہ وجدان کو دیکھنے لگا تو مصطفی عظیم اس سے بولے.

"وجدان! اپنے بچے کا نام تو بتادو."

وہ سوچ میں پڑ گیا. "نام تو کوئی نہیں ہے۔"

"کیا...؟" عائشہ حیران رہ گئیں. "حد ہو گئی وجدان! بچہ اتنا بڑا ہو گیا اور تم نے ابھی تک اسکا کوئی نام نہیں رکھا."

" کبھی خیال ہی نہیں آیا." وہ جز بز ہونے لگا تو مزمل جلدی سے بولا.

"اٹس اوکے یار! نہیں رکھا تو اب رکھ لیتے ہیں. بلکہ ابو! میرے بچوں کے نام بھی

www.novelsclubb.com

آپ نے رکھیں ہیں تو وجدان کے بیٹے کا نام بھی آپ ہی رکھ دیں۔"

مصطفی عظیم کھانا چھوڑ کر نام سوچنے لگے۔ پھر بولے۔"شایان مصطفی کیسا رہے گا؟"

عائشہ بولیں۔"اک دم میرے پوتے کے شایانِ شان۔ کیوں وجدان! نام پسند آیا؟"

"ہاں شایان اچھا نام ہے۔"اسے بھی دلچسپی ہوئی۔

"اِس کا مطلب شایان مصطفی فائنل ہے۔"مزمل نے پوچھا۔

"بالکل۔"انیقہ نے کہا تو مزمل بچے کی طرف دیکھ کر بولا۔

"اب بتاؤ بھتیجے! تمہارا نام کیا ہے؟"

اس نے اک پل سوچا، پھر مسکرا کر بولا۔"میرا نام شایان مصطفی ہے۔"

وجدان کو کھانے میں ذرا بھی رغبت نہیں تھی۔ بس شایان کے انتظار میں بڑی دیر کے بعد نوالہ منہ میں رکھتا اور آرام آرام سے چبانے لگتا۔ شایان کھا چکا تو اس نے

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

بھی کھانے سے ہاتھ کھینچ لیا.

"ارے یہ کیا وجدان! تم نے تو کچھ لیا ہی نہیں." عائشہ ٹوک کر بولیں.

"بس امی! اور دِل نہیں چاہ رہا. ویسے بھی کچھ دیر آرام کرنا چاہتا ہوں."

"ٹھیک ہے. تم اپنے کمرے میں جا کر سو جاؤ. پھر شام میں باتیں کرینگے." انہوں نے خوش دلی سے اِجازَت دیتے ہوئے کہا مگر وجدان کرسی سے اٹھا ہی نہیں. اسے سَر جھکا کر سوچ میں ڈوبے دیکھ کر مصطفی بولے.

"کیا سوچ رہے ہو؟"

انہیں لگا جیسے وہ جھجک رہا ہے. پھر دھیرے سے بولا. "میرا کمرا کہاں ہے؟"

سب نے دم سادھ لیے. دس کیوں، بیس سال بھی گزر جائیں تب بھی کوئی اپنا کمرے کا رستہ نہیں بھولے گا.

"تم چلو، میں بتاتی ہوں۔" انیقہ نے سچویشن کو سنبھال لیا۔ وجدان نے شایان کا ہاتھ پکڑا اور انیقہ کے پیچھے پیچھے ڈائننگ روم سے نکل گیا۔ مزمل ہاتھ میں پکڑا نوالہ

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

پلیٹ میں رکھ کر اٹھ گیا۔

"کہاں جارہے ہو مزمل! پہلے کھانا تو ختم کر لو۔: متفکر سے مصطفی عظیم اسے کھانے کے بیچ میں اٹھتا دیکھ کر بولے۔مزمل نے پلٹ کر دھیرے سے کہا۔

"ایک دوست کو فون کرنے جارہا ہوں۔اسکے تایا بہت اچھے سائیکاٹرسٹ ہیں۔"اسکا مطلب سمجھ کر مصطفی اور عائشہ چپ کے چپ رہ گئے۔پھر مصطفی عظیم پست آواز میں بولے۔

"کوشش کرنا کل کی ہی اپائنٹمنٹ مل جائے۔"

مزمل نے انکی طرف دیکھا اور فون کی طرف بڑھ گیا۔ڈاکٹر سے اپائنٹمنٹ مل گیا تھا۔مزمل نے اسکی خبر آفاق کو بھی دے دی۔ایک وہی تو تھا وجدان کے روزو شب کا ساتھی۔اسے وجدان کے بارے میں سب علم تھا۔

"آفاق! تم آٹھ بجے تک کلینک پہنچ جانا۔"مزمل نے یاددہانی کروائی۔

"ضرور مزمل بھائی!۔۔۔۔۔۔وجدان کے لیے میں بھی بہت پریشان ہوں۔"

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

مزمل نے اللہ حافظ کہہ کر فون رکھ دیا اور نظریں ایک نقطے پر مرکوز کر لیں جیسے گہری سوچ میں ہو۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

آفاق آٹھ بجے کلینک پہنچا تو اسے انتظار نہیں کرنا پڑا. وہ اور ڈاکٹر رحمت ساتھ ساتھ ہی کلینک میں داخل ہوئے تھے. آفاق نے جب اپنا تعارف کروایا تو وہ بہت تپاک سے ملے.

"اوہ، تو آپ ہیں وجدان کے دوست. مزمل سے فون پر آپکے بارے میں بات ہوئی تھی." وہ بھاری ڈیل ڈول کے درمیانی قامت والے شخص تھے، جنکی عمر ساٹھ کے پیٹے میں تھی. بچوں جیسے معصوم چہرے پر سفید داڑھی تھی. سر کے بال بھی سفید تھے جو اتنے ہلکے ہو چکے تھے کہ تقریباً گنجے نظر آتے تھے. موٹے عدسوں کی عینک پہنے انکی آنکھیں چمکتی محسوس ہو رہی تھیں. وہ آفاق کو ساتھ لیے اپنے روم میں آ گئے. اپنی چیئر پر بیٹھ کر انہوں نے سامنے کرسی پر بیٹھے آفاق کو مسکرا کر دیکھا تو

یوں لگا جیسے کوئی بچہ شرارت پر آمادہ ہو، پھر دلچسپی سے بولے.

"تو بتائیں آفاق! مجھے سنانے کے لیے آپکے پاس کیا ہے؟"

"سنانے کے لیے اتنا کچھ ہے ڈاکٹر صاحب! کہ مجھے لگا کہ اِس داستان کی طوالت میں الجھ کر کہیں کوئی اہم بات بتانے سے نارہ جائے. اِس لیے میں اپنی ان یاداشتوں کو لکھ لایا ہوں جو وجدان سے متعلق ہیں." آفاق نے فائل ٹیبل پر رکھ کر انکی طرف کھسکا دی.

"ارے یہ تو آپ نے کمال کا کام کیا ہے. واقعی طویل گفتگو کے دوران بہت سی باتیں ذہن سے محو ہو جاتی ہیں." بچوں کی طرح خوش ہو کر اچھلتے ہوئے انہوں نے فائل پکڑ لی، پھر اسکے اندر صفحوں کو ہاتھ میں لے کر تیزی سے گراتے دیکھا. پھر فائل بند کر کے کہا. "بس پھر آپ جائیں تاکہ میں ان صفحوں کو پڑھ سکوں."

"جی بالکل." ان کے جملے کے ساتھ ہی آفاق کھڑا ہو گیا.

"جاتے جاتے اپنا نمبر ضرور دیتے جائیے گا. تاکہ اگر میرے ذہن میں کوئی سوال

آجائے تو براہ راست آپ سے کونٹیکٹ کر سکوں."

"شیور."آفاق نے اپنا کارڈ نکل کر انکی طرف بڑھا دیا.

☆☆☆☆☆☆☆

سب رات کا کھانا کھا رہے تھے جب فون بجنے لگا. مزمل "میں دیکھتا ہوں" کہہ کر نوالہ پلیٹ میں رکھ کر اٹھا اور فون کا ریسیور کان سے لگا کر ہیلو کہا. دوسری طرف ڈاکٹر رحمت اپنے مخصوص انداز میں بولے.

"برخوردار! ہائے ہیلو سے کام نہیں چلے گا. بھائی کو لے کر کلینک آجاو. اب اس سے ملنا ضروری ہو گیا ہے."

www.novelsclubb.com

"آپ وقت بتادیں، میں اسے لے کر آجاوں گا."

"دیکھو میاں! ویسے تو ہمارے پاس دو ہفتے تک ٹائم نہیں تھا مگر وجدان کا کیس پڑھنے کے بعد مجھے لگتا ہے، دیر نہیں کرنی چاہیے. اب اگر تم صبح نو بجے آسکتے ہو تو میں اپنی کل صبح کی اپائنمنٹس کینسل کر دیتا ہوں."

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

انکی بات سن کر مزمل جلدی سے بولا۔"ہاں ہاں کیوں نہیں۔میں اسے لے کر صبح نو بجے پہنچ جاؤں گا۔"

"پھر ایسا ہے کہ وجدان کو کلینک لانے سے پہلے ایک خاص چیز تمہیں مجھ تک پہنچانی ہو گی۔"مزمل نے دھیان سے انکی بات سنی اور چونکہ کھانے کی ٹیبل پر وجدان موجود تھا اور فون ڈائننگ ٹیبل سے بہت دور نہیں تھا،اس لیے محتاط انداز میں کہا۔

"آپ فکر مت کریں انکل!آپکی مطلوبہ چیز ابو کے پاس ہے اور میں ان سے وہ لے کر آدھے گھنٹے میں آپکے گھر پہنچ رہا ہوں۔"

فون رکھ کر وہ مصطفیٰ عظیم سے بولا۔"ابو!آپ ذرا اپنے کمرے میں آئیں گے؟"

انہیں مزمل کے لہجے میں غیر معمولی پن کا احساس ہوا تھا۔وہ فوراً اٹھ گئے۔"چلو!"

انکے ساتھ بیٹھا شایان جوان تھوڑے سے دنوں میں ہی ان سے ہل گیا تھا،انہیں جاتے دیکھ کر وہ بھی کھانا چھوڑ کر اٹھ گیا۔

www.novelsclubb.com

"شایان! کھانا کھا کر جاؤ۔" انیقہ نے اسے اٹھتے دیکھ کر ٹوکا بھی مگر وہ "کھالیا تائی امی!" کہہ کر مصطفیٰ عظیم کے کمرے کی طرف بھاگتا چلا گیا۔ جب وہ اچھلتا کودتا انکے کمرے میں پہنچا تو وہ اسٹڈی ٹیبل کا دراز کھول کر کھڑے تھے۔ پھر انہوں نے دراز میں سے ایک لفافہ نکال کر مزمل کو دیا۔ مزمل نے لفافہ لے کر اس میں سے تصویریں نکالیں اور دیکھنے لگا۔ پھر ایک تصویر الگ کر کے بولا۔

"ہاں یہی تصویر چاہیے۔" پھر باقی تصویریں اور لفافہ اپنے ابو کو تھما کر چلا گیا۔ مصطفیٰ عظیم ان تصویروں کو دوبارہ لفافے میں ڈال رہے تھے کہ شایان اپنی پر تجسس فطرت کے ہاتھوں مجبور ہو کر تیزی سے انکے پاس آگیا اور اچک کر تصویروں کو دیکھنے کی کوشش کرتا ہوا بولا۔

"یہ کیا ہے؟" پھر ان تصویروں کو دیکھ کر پوچھا۔ "یہ کون ہے؟"

"تمہیں نہیں پتا کون ہیں؟" وہ اسکی لاعلمی کو شرارت سمجھ کر مسکراتے ہوئے بولے تو شایان اپنی بڑی بڑی آنکھوں کو جھپک کر سر دائیں بائیں ہلانے لگا۔

"نہیں۔"

"یہ تو بہت اچھی بات ہے۔" وہ ہنس کر بولے اور تصویریں لفافے میں ڈالنے لگے

تو شایان انکا بازو دبوچ کر بولا۔ "بتائیں نا دادا ابو! یہ کون ہیں؟"

اب وہ اسکی بچکانہ سی الجھن کو محسوس کر کے چونکے۔

"کیا تمہیں ابو نے کبھی انکے بارے میں نہیں بتایا؟"

اس نے نفی میں سر ہلا دیا۔

"کیا تم نے کبھی انکی کوئی تصویر بھی نہیں دیکھی؟"

شایان نے ایک نظر غور سے تصویر میں نظر آتے چہرے کو دیکھا اور پھر نفی میں سر ہلانے لگا۔ مصطفٰی عظیم کی پیشانی پر لکیریں ابھر آئیں۔

"وجدان کو ایسا نہیں کرنا چاہیے۔" وہ بڑبڑائے پھر ہاتھ مار کر دراز بند کرتے ہوئے شایان سے بولے۔

"ابو نے نہیں بتایا تو کیا ہوا؟ میں تمہیں بتاتا ہوں یہ کون ہیں۔ آؤ میرے ساتھ۔"

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

پھر وہ اسکا ہاتھ پکڑ کر اسے ساتھ لئے صوفے پر جا بیٹھے۔ پھر وہ ساری تصویریں اسے ایک ایک کر کے دکھاتے ہوئے دھیرے دھیرے اسے کچھ بتانے لگے۔

"میں یہ تصویریں اپنے پاس رکھ لوں؟" انکی بات ختم ہوئی تو شایان بولا۔

"ہاں۔ لیکن ابو سے ذکر مت کرنا۔ انہیں انکے بارے میں بات کرنا اچھا نہیں لگتا۔ ٹھیک ہے؟" انہوں نے رسان سے سمجھایا تو اس نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

****

اگلے دن نو بجے سے کچھ منٹ پہلے ہی مزمل اپنے ساتھ وجدان اور مصطفیٰ عظیم کو لئے ڈاکٹر رحمت کے کلینک گیا تھا. ڈاکٹر رحمت اسے کل بتا چکے تھے کہ آج وہ وجدان کے ساتھ سٹینگ رکھیں گے.

وہ لوگ روم میں داخل ہوئے تو ڈاکٹر رحمت انکے استقبال کے لئے اپنی سیٹ سے اٹھ گئے. یہ گرمجوشی غالباً انکے مزاج کا حصہ تھی. ان تینوں کو کرسیاں پیش کر کے وہ خود بھی جا کر اپنی چیئر پر بیٹھ گئے.

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

"ہاں تو بتائیے، کیا لیں گے؟ چائے یا ٹھنڈا؟" مصطفیٰ عظیم کو لگا، وہ کلینک نہیں آئے بلکہ کسی عزیز سے ملنے اسکے گھر جا پہنچے. انکی بے تکلفی پر عجیب سا محسوس کرتے ہوئے انہوں نے جلدی سے کہا.

"اسکی کیا ضرورت ہے ڈاکٹر صاحب!" مگر انہوں نے جیسے سنا ہی نہیں، سر ہلا کر اپنے آپ سے بولے.

"چائے ہی منگوالیتا ہوں." اور انٹر کام اٹھا کر چائے لانے کو کہا. جب چائے آئی تو انہوں نے ایک اور عجیب حرکت کی. انہوں نے چائے لانے والے لڑکے کو اشارہ کیا اور خود اپنی جگہ سے اٹھ کر چائے بنانے لگے.

"کتنی چینی لیتے ہیں مصطفیٰ صاحب!" وہ چہرے پر عجیب سے تاثرات کے ساتھ بولے.

"ڈیڑھ چمچ."

پھر انہوں نے مزمل سے بھی یہی سوال کیا. مصطفیٰ عظیم کے برعکس اسکے چہرے

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

پر اچنبھے کا کوئی تاثر نہیں تھا.اسے معلوم تھا،ڈاکٹر رحمت اپنے مریضوں سے اسی طرح پیش آتے ہیں.

"دو چمچ."اس نے کہا.

ڈاکٹر رحمت نے چینی ملا کر ان کے کپ ان کے سامنے رکھے پھر تیسری کپ میں چائے ڈال کر شوگر پوٹ ہاتھ میں لیا اور وجدان سے پوچھا.

"کتنے چمچ؟"پھر فوراً ہی بولے."لیکن میں تم سے کیوں پوچھ رہا ہوں جبکہ مجھے معلوم ہے تم میٹھی چائے پیتے ہو.تین چمچ کافی ہونگے."انکی خود کلامی سن کر بے ساختہ وجدان کی زبان سے نکلا.

"میں چائے بنا شکر کے پیتا ہوں."

ڈاکٹر رحمت نے ہاتھ میں پکڑا چینی کا چمچہ شوگر پوٹ میں اُلٹ کر وجدان کی طرف مسکرا کر دیکھا اور بغیر چینی کے چائے کا کپ اسے پکڑا دیا.

مصطفی عظیم کو اچانک ہی ان کے اب تک کے رویئے کی وجہ سمجھ آگئی.وجدان کی

یہ عادت خود انہیں بھول چکی تھی بلکہ شاید کسی کو بھی اسکی یہ عادت یاد نہیں رہی تھی کیوں کہ جب سے وہ واپس آیا تھا، اسے چینی والی چائے ہی مل رہی تھی. اور وجدان بھی آرام سے پی لیتا. ورنہ دس سال پہلے وہ چینی والی چائے کو ہاتھ بھی نہیں لگاتا تھا. ڈاکٹر رحمت کو یقیناً یہ بات آفاق نے بتائی ہو گی اور اب انہوں نے غیر محسوس اندازِ میں وجدان کو اسکی اک بھولی ہوئی عادت یاد کرا دی تھی. مصطفی عظیم اچانک ان سے بہت متاثر نظر آنے لگے. انہوں نے مزمل کو دیکھا جوان کے تاثرات کی تبدیلی کو محسوس کر کے مسکرا رہا تھا. پھر جتنی دیر چائے پی گئی، انہوں نے وجدان سے کوئی بات نہیں کی. چائے ختم ہونے کے بعد ڈاکٹر رحمت اسکے دائیں بائیں بیٹھے، اسکے والد اور بھائی سے بولے.

"آپ دونوں کے ساتھ کافی باتیں کر لیں. اب میرا جی چاہ رہا ہے کہ وجدان سے بھی کچھ گپ شپ ہو جائے. مزمل! والد صاحب کو لاؤنج میں لے جاؤ." اور مزمل فوراً اٹھ کر مصطفی عظیم کی طرف آ گیا.

"چلیں ابو! باہر چل کر بیٹھتے ہیں." پھر انہیں ساتھ لیے کمرے سے باہر آ گیا.

"وجدان ٹھیک تو ہو جائے گا مزمل؟" وہ آس بھرے لہجے میں بولے.

"ان شاءاللہ! آپ اچھی امید رکھیں. اللہ سب بہتر کرے گا. پھر ڈاکٹر صاحب بھی تو وجدان کو پرسنل اٹینشن دے رہے ہیں. مجھے پورا یقین ہے کہ وجدان ٹھیک ہو جائے گا. آپ یہاں آرام سے بیٹھیں اور بالکل پریشان نہ ہوں." انہیں تسلی دیتے ہوئے مزمل نے انہیں اپنے ساتھ ہی صوفے پر بٹھا لیا.

ان دونوں کے کمرے سے نکلتے ہی ڈاکٹر رحمت، وجدان متوجہ ہوئے.

"ہاں تو برخوردار! اپنے بارے میں کچھ بتاؤ..... کچھ بھی..... جیسے کے تمھیں کھانے میں کیا پسند ہے؟ کونسا موسم اچھا لگتا ہے؟.... یا اسپورٹس کے بارے میں ہی کوئی بات کر لو. آفاق نے مجھے بتایا تھا، تم کالج میں فٹبال ٹیم کے کپتان تھے. تمہارا فیورٹ فٹبال پلیئر کون ہے؟" وہ سوال پہ سوال کیے جا رہے تھے اور کہیں بھی جواب لینے کے لیے رکے نہیں. چوکور پیپر ویٹ کو ہاتھ میں لے کر گھماتے

وجدان کو دیکھتے ہوئے انہیں جواب ملنے کی امید بھی نہیں تھی حالانکہ وہ اس وقت سوچ میں ڈوبا لگ رہا تھا پر اسکی آنکھوں کی الجھن بتا رہی تھی کے وہ اپنی سوچ کو مرتکز نہیں کر پا رہا تھا. ڈاکٹر رحمت نے چُپ ہو کر اسے دیکھا، پھر بولے.

"بلیو کلر تمہارا فیوریٹ ہے." وجدان نے انکی طرف دیکھا تو وہ اپنے اندازے کی وضاحت میں بولے. "دراصل میں سوچ رہا تھا کہ ٹیبل پر وائٹ اور براؤن کلر کے پیپر ویٹ بھی رکھے ہیں مگر تم اپنے سامنے رکھے ان پیپر ویٹس کو چھوڑ کر دور رکھے بلیو پیپر ویٹ کو اٹھا کر اس سے کھیل رہے ہو."

"یہ پیپر ویٹ بلیک کلر کا ہے." وجدان نے پیپر ویٹ کی طرف دیکھے بغیر کہا.

"ارے ہاں، یہ تو بلیک ہی ہے." وہ چونک کر بولے جیسے پہلے کبھی اسکے کلر پر دھیان نہ دیا ہو. وجدان کو سمجھنے میں دقت نہیں ہوئی کہ وہ ایکٹنگ کر رہے ہیں.

اس نے پیپر ویٹ نیچے رکھا اور دونوں بازو سینے پر باندھتے ہوئے کرسی پر پیچھے ٹیک لگا کر بیٹھ گیا. ڈاکٹر رحمت پھر سے شروع ہو گئے.

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

"اچھا تمہاری ہابیز کیا کیا ہیں؟..... بک ریڈنگ؟" انہوں نے ٹیبل کی طرف دیکھتے وجدان کو دیکھ کر قیاس کیا، پھر خود ہی کہنے لگے۔ "آف کورس، بک ریڈنگ ہی ہو گی۔ تمہاری عمر تک پہنچتے پہنچتے عام طور پر لوگ اپنے میچور ہو جاتے ہیں کہ فارغ وقت کو بھی گنوانا پسند نہیں کرتے اور ایسی ہی کوئی ہیلدی ایکٹیوٹی ڈھونڈ لیتے ہیں۔ ویسے مجھے بھی بک ریڈنگ کا شوق ہے۔ کبھی کبھار کچھ وقت نکال کر لائبریری بھی چلا جاتا ہوں۔ اس معاملے میں میری عادت بالکل ملیحہ جیسی ہے۔"

انہوں نے اتنے اچانک ملیحہ کا نام لیا تھا کہ وجدان نے کرنٹ کھا کر انہیں دیکھا۔

"مشتاق یوسفی میرے فیورٹ رائٹر ہیں اور ان کی یہ کتاب تو مجھے خاص طور پر پسند ہے۔ چلو میں تمہیں انکی کچھ لائنز سناتا ہوں۔" بولتے بولتے وہ اٹھے اور وجدان کے سامنے رکھی کتاب اٹھالی۔ انہوں نے اپنے ہاتھوں کی حرکت اتنی نمایاں رکھی کہ وجدان ضرور متوجہ ہوتا۔ پھر جیسے ہی وہ کتاب اُٹھاتے، اسکی نظر، کتاب کے نیچے رکھی ملیحہ کی تصویر پر بھی پڑتی جو انہوں نے مزمل سے خاص طور پر منگوائی تھی اور

ہدایت کی تھی کہ تصویر ایسی ہو، جس میں ملیحہ کا چہرہ واضح نظر آرہا ہو۔ انکے ہاتھ کی حرکت پر وجدان بے ساختہ متوجہ ہوا تھا اور پھر اسکی نظر بندھ گئی۔ ڈاکٹر رحمت سرسری سی نظر اس پر ڈال کر کتاب کھولتے ہوئے اس میں سے کچھ لائنز پڑھ کر سنانے لگے۔ گاہے بگاہے وہ اسے بھی دیکھ لیتے، جسکے چہرے پر تناو کی کیفیت نظر آرہی تھی اور ذرا سی دیر میں اسکی آنکھیں سرخ ہو گئی تھیں۔ جب انہیں یقین ہو گیا کہ وجدان انکی آواز نہیں سن رہا تو کتاب بند کر کے ٹیبل پر رکھتے وہ اسکے ساتھ والی چیئر پر آبیٹھے۔ اسکے بعد انہوں نے ہاتھ بڑھا کر ملیحہ کی تصویر اسکے سامنے سے اٹھالی۔ وجدان ہڑبڑا کر چونکا، پھر اپنا چہرہ دوسری کر لیا۔ ڈاکٹر رحمت نے اسکے بازو پر ہاتھ رکھ کر تصویر اسکے سامنے لہرائی۔

"دل چاہ رہا ہے تو کچھ دیر اور دیکھ لو۔"

وجدان نے گردن موڑے بغیر ہی انکار میں سر ہلا دیا تو وہ قصداً مسکراتے ہوئے بولے۔ "ہاں بھئی، تمہیں تصویر کی کیا ضرورت جب بالمشافہ ملاقات ہو جاتی ہے۔

ویسے باتیں تو خوب ہوتی ہونگی. کیا باتیں ہوتی ہیں؟" انکے پوچھنے کے انداز میں

اتنی شوخی تھی، جیسے کالج بوائے اپنے دوست سے 'ڈیٹ' کا احوال معلوم کر رہا ہو.

وجدان نے سر جھکاتے ہوئے آہستہ سے کہا.

"میں انکی آواز سننے کو ترس گیا ہوں."

اب وہ ایک دم سے سنجیدہ نظر آنے لگے. "تم اس سے کیا سننا چاہتے ہو؟"

وجدان نے آنکھیں بند کر لیں. "میں بس اتنا چاہتا تھا کہ ایک دن وہ خود میرے

پاس چلی آئیں اور کہیں، لو میں تمہاری ہوئی." اس نے آنکھیں کھول دیں. "ایک

بار انہوں نے بھی چاہا تھا کہ میں انکے پاس آجاؤں اور وہ مجھ سے سب کہہ دیں جو

انہوں نے کبھی نہیں کہا.... پھر میں انکے پاس گیا بھی، مگر انہوں نے منہ پھیر

لیا..... خود بلا کر منہ پھیر لیا." وجدان ہونٹ کاٹنے لگا.

"بہت تکلیف ہوئی تھی. اب بھی ہوتی ہے. لیکن مجھے کیا پتا تھا کہ جس سے محبت

کی، اسے رحم کی عادت نہیں. جیتے جی بھی سراب دکھائے اور مر کر بھی سراب

دکھاتی ہیں."

اب ڈاکٹر رحمت کو کچھ پوچھنے یا کہنے کی ضرورت نہیں تھی. وہ بنا رکے بولتا ہی چلا گیا.

دو گھنٹے بعد جب وہ ڈاکٹر کے کمرے کا دروازہ کھول کر باہر آیا تو اسکے چہرے سے پتہ چل رہا تھا کہ وہ جذباتی معرکوں سے گزر کر آرہا ہے. مصطفیٰ عظیم اسے دیکھتے ہی کھڑے ہو گئے پھر تیزی سے اسکے پاس چلے آئے.

"تم ٹھیک ہو بیٹا؟"

"جی ابو."اس نے کھوکھلی آواز میں کہا.

"ڈاکٹر نے کیا کہا؟"

"آپ دونوں کو اندر بلوایا ہے."اس نے مزمل کی بات کا جواب دیتے ہوئے کہا تو مزمل بولا.

"ٹھیک ہے. تم بیٹھو، ہم تھوڑی دیر میں آتے ہیں."پھر وجدان کو چھوڑ کر وہ

www.novelsclubb.com

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

دونوں،ڈاکٹر کے کمرے میں چلے آئے.

"مجھے انکی بیماری کا پتہ چل گیا ہے. یہ شیزوفینیا میں مبتلا ہیں." وہ دونوں بیٹھ چکے تو ڈاکٹر رحمت نے کسی سوال سے پہلے ہی کہہ دیا. اپنے پچھلے رویے کے برخلاف وہ اس وقت پروفیشنل انداز میں بات کر رہے تھے. مصطفیٰ عظیم نے انکی بات سنی، پھر قدرے حیرانی سے پوچھا.

"یہ کیا ہوتا ہے؟"

وہ سمجھانے لگے. "شیزوفینیا ایسی نفسیاتی بیماری ہے جس میں مریض اپنی سوچوں اور خواہشات کی الجھی دنیا میں جیتا ہے اور حقیقی دنیا اور اسکے لوگ یہاں تک کہ مریض کی اپنی شخصیت تک پس منظر میں چلی جاتی ہے. اگر آپ کسی ایسے مریض سے بات کریں گے، اسکے جواب آپکے سوالوں سے میل نہیں کھاتے. اسکی حرکات وسکنات بھی عجیب ہوتی ہیں، ساتھ ہی اس میں جذباتی بے حسی بھی محسوس ہوتی ہے. یعنی وہ چیزیں جن پر دوسرے لوگ خوش یا اداس ہوتے ہیں، یہ

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

اس پر کسی رد عمل کا اظہار نہیں کرتا. آپکی رائے میں یقیناً وہ شخص پاگل ہو گا. لیکن ٹیکنیکلی شیزوفینیا کے مریض پاگل نہیں ہوتے. کیونکہ پاگل اسے کہا جاتا ہے جو سوجھ بوجھ نہ رکھتا ہو. لیکن شیزوفینیا کے مریض سوجھ بوجھ رکھتے ہیں. وہ باتوں کو سنتے بھی ہیں اور ٹھیک سے سمجھتے بھی ہیں. بس اس رد عمل کا اظہار نہیں کرتے.

دراصل وہ بیرونی دنیا کے مقابلے میں اپنے اندر کی دنیا کی طرف زیادہ متوجہ ہوتے ہیں. اور اگر آپ ان کی اس پرائیویٹ ورلڈ تک رسائی پا سکیں تو پتہ چلے گا کہ انکی باتیں اور حرکات سو فیصد معنوی ہیں. اس حالت کو عام الفاظ میں self absorption کہہ سکتے ہیں. یہ اس حد تک بڑھ سکتی ہے کہ مریض کے لیے وقت کا احساس مٹ جاتا ہے. وہ یہ بھی نہیں بتا سکتا کہ وہ کس جگہ موجود ہے اور بعض اوقات تو مریضوں کی بھوک پیاس تک ختم ہو جاتی ہے. وہ لگاتار کئی دنوں تک بنا کھائے پیئے زندہ رہ سکتے ہیں. بلکہ اگر آپ کھلانا بھی چاہیں تو وہ نہیں کھائیں گے. بعض acute cases میں تو مریض پرسنل ہائی جین اور حاجت تک سے

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

بے نیاز ہو جاتے ہیں. آپ نے اکثر ایسے لوگوں کو دیکھا ہو گا جو گرد آلود چہروں اور خستہ لباس میں سڑک کے کنارے بیٹھے رہتے ہیں. کبھی یوں ہی خلا میں گھورنے لگتے ہیں، کبھی سر جھکا کر کچھ بڑبڑانے لگتے ہیں اور کبھی اچانک ہی ان پر جنون طاری ہو جاتا ہے تو وہ چیخنے چلانے لگتے ہیں. ان میں اکثر لوگوں کو شیزوفینیا کا مرض لاحق ہوتا ہے. ہم میں سے زیادہ تر انہیں پاگل سمجھ کر حقارت کی نظر سے دیکھتے ہیں اور بعض تو پتھر پھینکنے سے بھی نہیں چوکتے. شیزوفینیا کی ابتدائی اسٹیج سے گزرتے ہوئے وجدان کو بھی ان حالات کا سامنا کرنا پڑا تھا جب لوگوں نے اس پر آوازیں کسیں اور اس پر پتھر پھینکے."

اپنے لاڈلے بیٹے کے لیے ان الفاظ پر مصطفیٰ عظیم کا چہرہ متغیر ہو گیا تھا. مزمل نے فوراً انکے ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر تھپکتے ہوئے انہیں ریلیکس کرنا چاہا مگر اپنے بیٹے کے اس گزرے ہوئے دور کو بھی برداشت کرنا ان کے بس سے باہر تھا. ڈاکٹر رحمت اسی سنجیدگی سے کہتے رہے.

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

"ویسے آپکے بیٹے کی پرسنل ٹریجڈی سے ہٹ کر بھی یہ کیس بہت انوکھا ہے۔ عام طور پر شیزوفینیا کا کسی جذباتی صدمے سے کوئی تعلق نہیں ہوتا مگر وجدان کے مرض کا براہِ راست تعلق ملیحہ کی موت سے ہے۔ ملیحہ کی اچانک موت نے اسے ہلا کر رکھ دیا۔ وہ آج تک اس صدمے سے اُبھر نہیں سکا۔ بہر حال میرے تجربے کے مطابق تو وجدان میں شیزوفینیا کی تمام علامات پائی جاتی ہیں۔ اسکی کیس ہسٹری بتاتی ہے کہ ملیحہ کی موت کے فوراً بعد وجدان self absorption کے فیز سے گزرا ہے۔ حالانکہ وہ جلد ہی کسی پراپر علاج کے بغیر اس فیز سے باہر بھی آگیا تھا، جس کے لیے آپ کو شایان کا شکر گزار ہونا چاہیے۔ اس بچے کے ساتھ جذباتی وابستگی نے ہی اسے حقیقی دنیا کی طرف لوٹنے پر مجبور کیا ورنہ شیزوفینیا کے مریضوں میں وِل پاور کے استعمال کی مثالیں بہت کم ہیں۔ لیکن اسکا مطلب یہ نہیں کہ وہ ٹھیک ہو گیا ہے۔ اس میں کسی دوسرے مریض کی طرح ہی ذہنی انتشار اور ارتکاز کی کمی پائی جاتی ہے۔ گو کہ یہ علامات شدید نہیں اور وہ کئی سالوں سے ان

علامات کے ساتھ بڑی حد تک نارمل لائف گزار رہا ہے. لیکن اسکے ذہن میں خیالات کی رو پر وقت بہتی رہتی ہے اور flat affect کی علامت تو آپ نے بھی نوٹ کی ہو گی. دس سال بعد لوٹنے پر اسکے انداز میں نہ تو گرم جوشی ہے اور نہ ہی وہ کسی ناراضی کا اظہار کرتا ہے."

"لیکن وہ یہ کیوں کہتا ہے کہ اسے ملیحہ نظر آتی ہے؟" وہ چپ ہوئے تو مزمل جلدی سے بولا.

"That's hallucination....

اور یہ شیزوفینیا میں بہت کامن ہے. حالانکہ زیادہ تر تو Auditory experience کی رپورٹ کرتے ہیں لیکن بہت سے مریض ایسی چیزوں کو بھی دیکھتے ہیں جو دوسروں کو نظر نہیں آتیں. وجدان کو ملیحہ نظر آتی ہے کیونکہ وہ اسے دیکھنا چاہتا ہے اور اسی خواہش کے پیشِ نظر اسکے ذہن نے ملیحہ کی شبیہہ تراش لی ہے."

"اور اسکی یادداشت..... کیا وہ واقعی یادداشت کھو چکا ہے؟" ایک اور سوال ہوا.

ڈاکٹر رحمت نے ترحم آمیز نظروں سے مصطفیٰ عظیم کو دیکھا.

بد قسمتی سے شیز وفینیا کے اکثر مریضوں کو یادداشت کھونی پڑتی ہے. کبھی جزوی اور کبھی مکمل طور پر. دراصل ان مریضوں کے دماغ میں کسی شعوری کوشش کے بغیر خیالات کا ریلا بہتا چلا جاتا ہے. یہ کسی مچھلی بازار کی طرح ہی ہے، جہاں ہر آواز آپ کو اپنی طرف متوجہ کرتی ہے. نتیجتاً آپ کسی جو بھی توجہ نہیں دے پاتے. اسکو ذہنی ارتکاز کی کمی کہتے ہیں. یہ کمی صرف سوچوں پر ارتکاز کی نہیں ہوتی بلکہ وہ یادوں پر بھی ارتکاز نہیں کر پاتے اور اتنا تو سبھی جانتے ہیں کہ جب ہم کسی چیز کو یاد نہیں رکھ پاتے تو اسے بھول جاتے ہیں."

پھر وہ سوچ کر بولے.

"لیکن ہماری یادداشت اور ہمارے جذبات کے بیچ گہرا تعلق ہوتا ہے اس لئے یہ بھی ممکن ہے وجدان کی یادداشت شیز وفینیا سے نہیں بلکہ جذباتی صدمے سے

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

متاثر ہوئی ہو.اس سچویشن کو fugue state کی صورت میں بیان کیا جاسکتا ہے.amnesia کی اس قسم میں خاص طور پر جذباتی دھچکا یادداشت کے کھونے کا سبب بنتا ہے. لیکن کبھی کبھی کچھ یادیں محفوظ رہ جاتی ہیں حالانکہ ضروری نہیں کہ ان یادوں میں کوئی ربط ہو. لیکن وجدان کے ذہن میں وہی یادیں تازہ رہیں جو ملیحہ سے متعلق تھیں اور fugue state میں کبھی کبھار مریض اپنی اصلی شخصیت کو کھو کر نئی شخصیت بنالیتے ہیں جیسے وجدان نے خود کو عبداللہ کی شخصیت میں ڈھال لیا تھا."

"وہ ٹھیک تو ہو جائے گا نا؟"مصطفیٰ عظیم کی آواز میں اسکے ساتھ ساتھ اندیشے بھی بول رہے تھے.

ڈاکٹر رحمت سنجیدگی کو ترک کر کے مسکرائے.

"کیوں نہیں؟ میں نے آپ کو بتایا نا کہ ایسے مریضوں کا علاج مشکل نہیں ہوتا.

اصل مسئلہ انکا اعتماد حاصل کرنا ہے کیونکہ اکثر مریض کبھی نہیں مانتے کہ جو وہ

دیکھ رہے ہیں، وہ موجود ہی نہیں. لیکن وجدان کے ساتھ ایسی کوئی دقت نہیں. وہ قبول کرتا ہے کہ ملیحہ کی ڈیتھ ہو چکی ہے اور hallucinations کو بھی سراب کہتا ہے. اس صورت میں علاج کرنا بہت آسان ہو جاتا ہے."

"اور اسکی یادداشت ؟" انکے تسلی دینے پر مزمل کی فکرمندی کم تو ہوئی تھی، ختم نہیں ہوئی. انکی مسکراہٹ اور بھی گہری ہو گئی.

"وہ توری اسٹور ہونا شروع بھی ہو چکی بلکہ حقیقتاً تو وجدان کی یادداشت گئی ہی نہیں.... بات صرف اتنی ہے کہ دس سال تک وہ ہر پل ملیحہ کو سوچتا رہا ہے. کسی اور یاد کو اسکے ذہن میں جگہ نہیں ملی تو وہ فرنٹ سائیڈ سے ہٹ کر بیک سائیڈ پر چلی گئی. یہ بالکل ایسا ہی ہے کہ ہم کسی چیز کو کہیں رکھ کر بھول جائیں مگر یاد کرنے پر یاد جاتا ہے کہ فلاں چیز کہاں رکھی تھی. وجدان کچھ بھی بھولا نہیں ہے. بس اسے یاد نہیں رہا. جبکہ یادداشت کا گم ہونا تو اسے کہتے ہیں، جب کوشش کے باوجود کسی کو کچھ یاد نہ آئے. لیکن وجدان جیسے جیسے اپنی پچھلی زندگی کی طرف لوٹے گا، اسے

دھیرے دھیرے سب یاد آجائے گا.

لیکن اس دوران آپ لوگوں کو وجدان کا بہت خیال رکھنا ہے کیونکہ یادداشت کی بحالی کے عمل کے دوران اکثر لوگ ڈپریشن کا شکار ہو جاتے ہیں."

کچھ دیر تک وہ انہیں وجدان کے متعلق ہدایات دیتے رہے، پھر مزمل ان سے دواؤں کا پرچہ لے کر اگلی سیٹنگ کی اپائنٹمنٹ سیٹ کرتے ہوئے اپنے ابو کے ساتھ جانے کے لیے کھڑا ہوا اور ان سے ہاتھ ملا کر دونوں کمرے سے باہر چلے گئے.

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

'ایک اور بے خواب رات.' بیڈ پر دونوں ہاتھوں کا تکیہ بنا کر لیٹے وجدان نے سوچا.

www.novelsclubb.com

وہ بہت دیر سے سونے کی کوشش کر رہا تھا مگر اسکا ذہن یادوں کی آماجگاہ بنا تھا. اسکے ذہن کی سطح پر تیرتی بھولی بسری یادوں کا کوئی نقش اچانک ہی واضح ہو جاتا، پھر اگلے ہی پل یادوں کے نقوش دھندلا سے جاتے اور اسکا ذہن انہیں کریدنے لگتا. کبھی یہ جدوجہد لا حاصل ہو جاتی اور کبھی کوئی سرا اسکے ہاتھ لگ جاتا تو کئی منظر ایک ساتھ

اسکی نگاہوں میں گم جاتے۔ اسکے بعد پھر یادوں کی اسکرین سیاہ ہو جاتی اور اسکا ذہن پھر سے کسی گوہر نایاب کی تلاش میں یادوں کے سمندر میں غوطے لگانے لگتا..... اس مشقت نے اسے تھکا دیا تھا۔ سوچتے سوچتے اسکی آنکھیں جلنے لگیں۔ پھر بھی پلکیں جھپکنے کو تیار نہیں تھیں۔ اس نے ایک نظر ساتھ سوئے بیٹے پر ڈالی، پھر اٹھ بیٹھا۔ اپنے کمرے سے نکل کر چلتا ہوا وہ کوریڈور کے اینڈ والے دروازے کے سامنے جا کھڑا ہوا۔ اس کمرے کے مکین بھی رت جگا منا رہے تھے، جبھی پہلی دستک پر دروازہ کھل گیا۔

"تم سوئے نہیں ابھی؟" عائشہ اسے دیکھ کر اچنبھے سے بولیں پھر اسے چپ دیکھ کر اندر آنے کے لئے راستہ دیتے ہوئے کہا۔ "اندر آجاو۔"

وہ اندر آیا تو کمرے میں روشنی ہو رہی تھی اور مصطفیٰ عظیم سر تک چادر اوڑھے، کمر کے پیچھے تکیہ ٹکائے بیڈ پر بیٹھے تھے۔ وجدان کو کمرے میں آتا دیکھ کر انہوں نے فوراً ٹول کر سائیڈ ٹیبل پر سے عینک اٹھائی اور اسے لگا کر وجدان کو دیکھنے لگے جو

کمرے کے وسط میں کھڑا چپ چاپ انہیں دیکھ رہا تھا. عائشہ دروازہ بند کرتی خود بھی بیڈ کے کونے پر جا ٹکیں. مصطفیٰ عظیم کو اسکی خاموشی سے بے چینی ہونے لگی تھی. نہ جانے کیسا خوف تھا جو انہیں ہر وقت وجدان کی طرف سے دھڑکا لگا رہتا تھا. چادر ہٹا کر دونوں پاؤں لٹکا کر بیٹھتے ہوئے وہ خود کو سنبھال کر بولے.

"کیا بات ہے بیٹا؟"

"میں آپ سے اور امی سے معافی مانگنے آیا ہوں." وہ دھیمے لہجے میں نظر جھکا کر بولا.

"کیسی معافی؟"

www.novelsclubb.com

وجدان نے انکی طرف دیکھا پھر ندامت سے بولا. "آپ مجھے معاف کر دیں کہ میں آپکی اجازت لئے بغیر گھر چھوڑ کر چلا گیا. آپکو بتایا تک نہیں. ایک بار آپ لوگوں کے بارے میں سوچنے کی زحمت بھی نہیں کی..... آپ مجھے معاف کر دیں کہ میں نے ایک طویل عرصے تک آپ کو اذیت میں رکھا. آپ مجھے اسکے لیے بھی معاف

کردیں کہ میں نے دس سال میں ایک بار بھی آپ دونوں کو یاد کرنے کی کوشش نہیں کی..... کبھی لوٹ آنے کا خیال بھی میرے دل میں نہیں آیا."

عائشہ مصطفٰی کے لیے اپنے بیٹے کا ٹوٹا بکھرتا لہجہ ناقابل برداشت ہو گیا تھا. وہ تڑپ کر اٹھیں اور پیار سے اسکے چہرے پر ہاتھ پھیر کر دلاسا دینے لگیں.

"ایسی باتیں نہ کرو بیٹے! میرا بیٹا بیٹھنے لگتا ہے. جو ہوا، سو ہوا.....اب اسے بھول جاو. ہمیں تم سے کوئی شکایت نہیں. اور کریں بھی کیسے؟ تمہاری دی ہوئی چوٹ گہری ہی سہی، پھر اس زخم کے ساتھ ہم یہاں عیش و آرام کی زندگی گزار رہے تھے. کبھی دل میں خیال تک نہ گزرا کہ میرے جگر کا ٹکڑا لوگوں کی ٹھوکریں کھا رہا ہے."وہ رونے لگیں. وجدان انکے آنسو پونچھنے لگا.

"آپ روتی کیوں ہیں امی؟ دیکھیں تو، آپ کو سراب کی خواہش میں دکھ دینے والا، سراب کے پیچھے بھاگتے اپنی روح تک زخمی کر چکا ہے."

"ایسی باتیں مت کرو وجدان!" وہ دہل گئیں پھر پلٹ کر شوہر سے بولیں."سن

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

رہے ہیں، آپکا بیٹا کیا کہہ رہا ہے؟.....اسے ٹوکتے کیوں نہیں؟" وہ بڑی مشکل سے خود پر ضبط کئے بیٹھے تھے، آہستگی سے اٹھ کر اس کے پاس آ گئے۔

"خود کو سنبھالو وجدان! جوان اولاد کی شکستگی بوڑھے ماں باپ کو اور بھی بوڑھا کر دیتی ہے۔ اور اب ہمارے گھاو کا ذکر نہ کرو۔ ہمارا بیٹا لوٹ آیا تو ہمارے زخم بھی بھر گئے۔"

"لوٹ آیا ہے تو اسے میرا پتہ کیوں نہیں دیتے؟ خود کو دیکھے مدت بیت گئی۔ اب تو یاد کرنے پر بھی اپنے چہرے کے نقش ٹھیک سے یاد نہیں آتے۔" وجدان دکھ سے بولا۔ وہ اسکی کیفیت کو سمجھ رہے تھے۔ اسکا چہرہ دونوں ہاتھوں میں لے کر بولے۔

"تم اپنے باپ کے چہرے کو تو پہچانتے ہو نا؟"

وہ بولا۔ "آپ کے گلے لگتے ہی آپ کو پہچان گیا تھا۔"

"تو بس اتنا ہی کافی ہے۔" وہ مضبوط آواز میں بولے۔ "تمہارے دکھ درد سمیٹنے کے لیے ماں باپ ہیں، تمہارا بڑا بھائی ہے جو ہر مقام پر تمہارا ساتھ دے گا۔ پھر بھلا

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

تمہیں پریشان ہونے یا الجھنے کی کیا ضرورت ہے؟ بعض چیزیں وقت کے ساتھ ساتھ اپنے آپ سدھر جاتی ہیں اور بیٹے! اب تم ملیحہ پر بھی صبر کرلو. جس خوشی کی عمر تھوڑی ہو، اس پر براد کھ نہیں کرتے."

"صبر آچکا ہے ابو!..... چین نہیں آتا." اس نے ہلکے سے کہا پھر اپنی امی سے بولا.

"میں مدت سے سو نہیں پایا امی! آج سونے کو دل کر رہا ہے. آپکے پاس سو جاؤں؟" اس نے بچوں کی سی معصومیت سے فرمائش کی تھی. عائشہ مصطفیٰ نم آنکھوں سے مسکرا اٹھیں پھر اسے ساتھ لئے بیڈ پر آگئیں اور اسکا سر اپنی گود میں رکھ دیا. وجدان بھی چپل اتار کر آرام سے بیڈ پر لیٹ گیا تھا اور انکی گود میں سر رکھے اس نے آنکھیں بند کرلیں. عائشہ مصطفیٰ کبھی اسکے گھنے بال سہلاتیں، کبھی جھک کر اسکے چہرے پر پیار کرنے لگتیں. کچھ ہی دیر بعد وہ پینتیس سال کا مرد، ماں کی آغوش میں گہری نیند سو گیا تھا. ایک عرصے بعد وجدان کو اتنے سکون کی نیند آئی تھی. پھر بھی تہجد کے وقت اپنے آپ اسکی آنکھ کھل گئ.

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

عائشہ ابھی تک اسکا سر گود میں لئے جاگ رہی تھیں. سامنے صوفے پر بیٹھے مصطفیٰ عظیم بھی رات بھر نہ سوئے تھے. وجدان بالوں میں ہاتھ پھیرتا اٹھ بیٹھا تو وہ بولیں.

"کہاں جارہے ہو؟"

"تہجد کی نماز کا وقت ہو گیا ہے." اس نے وال کلاک کی طرف دیکھ کر خمار آلود آواز میں کہا، پھر اٹھ کر اپنے کمرے میں آگیا. کمرے کے ہی اٹیچڈ باتھ روم میں وضو کر کے اس نے قبلہ رو جائے نماز بچھائی اور اس پر کھڑے ہو کر نیت باندھتے ہوئے تکبیر کے لئے اپنے ہاتھ کانوں تک اٹھا دیئے.

فجر کی اذانیں ہونے لگی تھیں جب مصطفیٰ عظیم ٹوپی ہاتھ میں پکڑے اسکے کمرے میں آئے. وہ جائے نماز پر بیٹھا قرآن پاک کی تلاوت کر رہا تھا. مصطفیٰ عظیم مبہوت ہو گئے. ان کا دل چاہا کہ وہ وجدان کو تلاوت کرتا ہوا سنتے رہیں. لیکن اذان کی آواز پر وجدان نے قرآن پاک بند کیا اور جزدان میں لپیٹ کر الماری کے ریک پر

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

رکھ کر پلٹتے ہوئے ان سے بولا.

"خیریت؟"

"ہاں بھئی، خیریت ہی ہے. بس آج دل چاہ رہا ہے، فجر کی جماعت میں شامل ہوں. کافی عرصے سے فجر اور عشاء کی باجماعت نماز چھوڑ رکھی ہے. اس عمر میں نظر اس قابل نہیں رہی کہ اندھیرے میں مسجد تک جا سکوں. پر اب تو تم آ گئے ہو، ہاتھ پکڑ کر لے جایا کرو گے. مزمل تو فجر کی نماز کے لئے اٹھتا ہی نہیں، نالائق."

وجدان نے مسکرا کر کہا.

"ہاں چلتے ہیں." اور شایان کو جگانے لگا. وہ نیند میں تھا لیکن زبردستی اٹھائے جانے پر اس نے منہ نہ بسورا اور بند آنکھوں کے ساتھ ہی وضو کرنے باتھ روم میں گھس گیا. نماز کے بعد تینوں قریبی پارک میں چہل قدمی کے بعد لوٹے تو زوار اور مناہل اسکول یونیفارم پہنے ناشتہ کر رہے تھے. پاس ہی مزمل ہاتھ میں گاڑی کی چابی لئے انہیں اسکول چھوڑنے جانے کے لئے تیار کھڑا تھا. وجدان کو ایک خیال آیا تو اس

سے کہنے لگا.

"مزمل بھائی! شایان کی پڑھائی کا کافی حرج ہو رہا ہے. اسے اسکول میں داخل کرا دینا چاہیے."

"ہاں یہ بات تو ہے. اسے یہاں آئے کافی دن ہو گئے. اب تک تو اسکا ایڈمیشن ہو جانا چاہیے تھا. تم ایسا کرو، میں بچوں کو چھوڑ کر آتا ہوں تب تک تم دونوں تیار ہو جاو. پھر زوار کے اسکول چلیں گے اور اسکی پرنسپل سے شایان کے ایڈمیشن کی بات کریں گے." وہ اثبات میں سر ہلا کر ناشتے کے لیے کرسی گھسیٹ کر بیٹھ گیا.

"یہ لو، تمہاری بنا شکر کی چائے،" انیقہ بچوں کو چھوڑ کر واپس آئی تو چائے کا کپ وجدان کے سامنے رکھتے ہوئے بولی. وجدان نے مسکرا کر کہا.

"چینی ڈال کر دیں گی تو بھی پی لوں گا."

وہ ہنس پڑی. "ہاں ہاں، پتہ ہے سدھر گئے ہو. ورنہ یاد ہے امی! غلطی سے بھی اگر چائے میں چینی ڈل جاتی تو یہ ہنگامہ کرتا تھا." اس نے اپنی ساس سے کہا تو وہ

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

مسکرانے لگیں.

"یاد ہے. لیکن دیکھو ذرا، ماں ہو کر بھی مجھے اسکی عادت بھول گئی. مجھے بھی ڈاکٹر رحمت سے علاج کرا لینا چاہیے."

"اسکی ضرورت نہیں امی! آپ کے بیٹے کی عادت ہی اتنی عجیب ہے کہ کسی کے بھی ذہن سے محو ہو سکتی ہے. اب دیکھیں تو ویسے یہ میٹھے کا شوقین ہے بس چائے میٹھی نہیں ہونی چاہیے." سر جھٹک کر وہ شایان کی طرف مڑی. "تم ناشتے میں کیا لو گے؟"

"آلو کا پڑاٹھا." اس نے زور و شور کے ساتھ جواب دیا. انیقہ اسکے لئے آلو کا پراٹھا بنانے لگی.

ناشتہ ختم کر کے دونوں مزمل کے ساتھ زوار کے اسکول پہنچے.

"آپکا بچہ بہت ذہین ہے." دبلی پتلی سی ادھیڑ عمر خاتون نے شایان سے سوال جواب پوچھنے کے بعد مسکراتے ہوئے وجدان سے کہا تھا. اسکے چہرے پر کسی باپ کی

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

طرح ہی تفاخر کی چمک آئی تھی لیکن پھر پرنسپل صاحبہ نے معذرت کرتے لہجے میں بولیں۔ "لیکن ہم اسے ایڈمیشن نہیں دے سکتے۔"

"کیوں؟" مزمل نے بے ساختہ پوچھا۔

"کیونکہ چند مہینوں میں اینول اگزام شروع ہو جائیں گے۔ اور اگزامز کے اتنے نزدیک ہم ایڈمیشن نہیں لیتے۔ یہ ہمارا رول ہے۔"

مزمل بولا۔ "آپ خود دیکھ چکی ہیں کہ شایان کتنا ذہین بچہ ہے۔ دو تین مہینے میں تو وہ بہت آرام سے کورس کور کر لے گا۔"

"مجھے اس پر کوئی شک نہیں۔" انہوں نے مزمل کی طرف دیکھا اور کہا۔ "لیکن اسکے باوجود میں مجبور ہوں۔"

وجدان پریشانی سے گویا ہوا۔ "اس طرح تو اسکا سال ضائع ہو جائے گا اور اگلے سال بھی اسے فورتھ کلاس دوبارہ ریپیٹ کرنی پڑے گی۔ آپ کو نہیں لگتا، یہ ذہین بچے کے ساتھ زیادتی ہے؟"

"سوری وجدان صاحب! لیکن اصول تو اصول ہوتے ہیں۔" انہوں نے کہا۔ "لیکن میں یہ بھی چاہتی ہوں کہ شایان ہمارا اسٹوڈنٹ بنے اور آپ اپنے بیٹے کو ایڈمیشن اوپن ہونے کے بعد دوبارہ ہمارے پاس لے کر آئیں۔ اس کے لئے میں آپ کو ایک گولڈن آفر دینا چاہتی ہوں۔"

وہ دونوں ہمہ تن گوش ہوئے۔

"آپ شایان کو فورتھ کلاس کے لئے نہیں بلکہ ففتھ اسٹینڈرڈ کے کورس کے لیے تیار کریں۔ پھر میں اسی کورس میں سے اسکا ٹیسٹ لوں گی اور اگر یہ کلئیر ہو گیا تو ہم اسے سکس اسٹینڈرڈ میں ایڈمیشن دیں گے۔ اسطرح شایان کے ساتھ کوئی زیادتی نہیں ہو گی بلکہ اسے ایک سال کا بونس ملے گا جو کہ وہ اپنی ذہانت کے مطابق deserve کرتا ہے۔ کہئیے، آپکو یہ آفر قبول ہے؟"

وہ دونوں سوچنے لگے۔ پھر مزمل نے شایان کی طرف دیکھا جو ان دونوں کے درمیان صوفے پر دبکا بیٹھا تھا اور سر اٹھا کر کبھی ایک تو کبھی دوسرے کا چہرہ دیکھ رہا

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

تھا.

"کیا کہتے ہو بھتیجے! ففتھ اسٹینڈررڈ کا ٹیسٹ پاس کر لو گے؟"

"ہنڈرڈ آوٹ آف ہنڈرڈ مارکس لوں گا تایا ابو!" وہ جوش سے بولا تو مزمل مسکرا اسکے بال سہلاتے ہوئے وجدان کو دیکھنے لگا.

"ٹھیک ہے. ہمارے بیٹے کو آپکی آفر پسند ہے، اس لئے انکار نہیں کر سکتے."

"تو پھر آپ آج سے اسے ففتھ کلاس کے کورس کی تیاری شروع کروا دیں اور ایگزامز ختم ہونے کے بعد اسے لے کر آیئے گا."

"شکریہ!" وجدان اور مزمل، شایان کو ساتھ لیے کھڑے ہو گئے. پرنسپل کے روم سے نکل کر وہ لوگ اسکول کی بک شاپ میں آ گئے. شایان اپنے لئے اتنی ڈھیر ساری نئی رنگ برنگی کتابیں، کاپیاں دیکھ کر پھولے نہیں سما رہا تھا. واپسی میں وہ پچھلی سیٹ پر سارا وقت اپنے اسکول بیگ کو بازووں میں دبوچے بیٹھا تھا. جیسے ہی وہ لوگ گھر پہنچے، شایان فوراً گاڑی کا دروازہ کھول کر اترا، ساتھ ہی اپنا بیگ بھی گھسیٹ

کر نکال لایا اور اسے لئے اندر بھاگ گیا.

مصطفیٰ عظیم لاؤنج میں بیٹھے اخبار پڑھ رہے تھے. وہ سیدھا انکے پاس آیا اور بیگ انکے گھٹنوں پر رکھ کر ساتھ ہی صوفے پر چڑھ کر بیٹھ گیا.

"دیکھیں دادا ابو! میری نئی کتابیں کتنی اچھی ہیں اور ابو میرے لئے کلر پنسل بھی لے کر آئے ہیں." وہ بیگ کھول کر انہیں اپنی کتابیں اور کلر پنسل دیکھانے لگا.

وجدان اور مزمل ساتھ ساتھ چلتے اندر آئے تھے.

"پاپا! کیا شایان میرے ساتھ اسکول جائے گا؟" زوار نے پوچھا.

"ہاں." مزمل کی بات پر وہ خوشی سے اچھلنے لگا.

"کتنا مزہ آئے گا شایان! ہم دونوں ساتھ اسکول جائیں گے اور اسکول میں کرکٹ بھی کھیلیں گے. پتہ ہے وہاں سب بڑے بڑے لڑکے بیٹنگ نہیں دیتے، بس باولنگ کرواتے رہتے ہیں. تم آجاوگے تو ہم دونوں مل کر کھیلیں گے."

"ٹھیک ہے. پہلے تم بیٹنگ کرنا میں باولنگ کراوں گا. پھر تم باولنگ کرنا، میں بیٹنگ

کروں گا۔" وہاں تو بیٹنگ آرڈر تک سیٹ ہو گیا تھا۔ زوار نے منظوری دی۔

*****

منیر حسن اپنے آفس میں بیٹھے تھے کہ انکے آفس کے دروازے پر دستک ہوئی۔ کم ان کی آواز کے ساتھ ہی بلیک پینٹ کوٹ کے ساتھ وائٹ شرٹ پر بلیک ٹائی پہنے وجدان دروازہ کھول کر اندر آیا تھا۔ منیر حسن بے اختیار اسے دیکھنے لگے۔ اسے دیکھتے ہوئے ہر بار انکا دل پگھلنے لگتا تھا۔ وہ اپنے اس احساس کو کوئی نام نہ دے پاتے۔

"کیا میں بیٹھ سکتا ہوں؟" وہ انکے سامنے کھڑا پوچھ رہا تھا۔

"بیٹھو۔" انہوں نے کہا اور وہ ہاتھ میں پکڑی فائل ٹیبل پر رکھ کر کرسی پر بیٹھ گیا۔

"میرا نام وجدان مصطفیٰ ہے۔ بات بہت پرانی ہے، لیکن شاید آپکو یاد ہو کہ دس سال پہلے میں آپکی لیگل فرم میں وکیل کی حیثیت سے جاب کرتا تھا۔ ثبوت کے طور پر یہ اپائنٹمنٹ لیٹر ہے جو آپ کے آفس کی طرف سے مجھے دیا گیا تھا۔" اس نے فائل میں سے ایک لیٹر نکال کر انکے سامنے ٹیبل پر رکھا مگر منیر حسن نے اسے ہاتھ

بھی نہیں لگایااور اسے دیکھتے رہے جو کہہ رہا تھا.

"دس سال تک کچھ نامساعد حالات کی وجہ سے میں آفس میں حاضری نہیں دے سکا. لیکن اب میں اپنی جاب کوری جوائن کرنا چاہتا ہوں. حالانکہ میں اپنی جاب پر واپس آنے کا قانونا حق رکھتا ہوں کیونکہ دس سال میں نہ تو میں نے جاب سے ریزائن کیا اور نہ آپ نے مجھے نوکری سے برطرف کرنے کے لیے لیٹر جاری کیا. لیکن پھر بھی میں اپنی سیٹ پر واپس آنے کے لئے آپ سے اجازت لینا چاہتا ہوں."

وہ چپ ہو کر انکی طرف منتظر نگاہوں سے دیکھنے لگا تو وہ بولے.

"تمھیں اپنا تعارف دینے کی ضرورت نہیں. تم جیسا لاپرواہ اور غیر ذمہ دار وکیل میری لیگل فرم میں کوئی اپائنٹ نہیں کیا گیا اور اپنی اس اکلوتی غلطی کو میں کیسے بھول سکتا ہوں؟ تم انتہا درجے کے نان پروفیشنل شخص ہو. ایک لڑکی کی خاطر تم مہینوں آفس کو نظر انداز کرتے رہے اور پھر کوئی اطلاع دیئے بغیر دس سال کی

چھٹی پر چلے گئے. تم نے اتنا بھی نہیں سوچا کہ اس وقت تمہارے کیسز عدالت میں چل رہے تھے، جنہیں تم بیچ میں ہی چھوڑ کر چلے گئے تھے. تم نے اپنے کیریئر کے ساتھ جو کیا سو کیا، مگر میری اور میری فرم کی ریپوٹیشن کو جو نقصان پہنچا، وہ کیا؟.....لوگ کہتے ہیں، جو ہو جائے، ایڈووکیٹ منیر حسن کے پاس کیس لے کر مت جانا. اسکے وکیل تو کلائنٹ کو عدالت کے کمرے میں چھوڑ کر بھاگ جاتے ہیں. تم کس بیس پر اپنی جاب واپس لینے کی بات کرتے ہو جبکہ تمہاری لاپرواہی اب بھی وہی کی وہی ہے. تمہیں واپس آئے تین مہینے سے زیادہ ہو چکے ہیں اور تم اب ری جوائننگ کی اپلی کیشن دینے آئے ہو.....اس بات کی کیا گارنٹی ہے کہ جاب واپس ملتے ہی تم پہلے جیسی غیر ذمہ دارانہ حرکتیں نہیں کرو گے؟" وہ کسی باس کی طرح ہی ڈپٹ کر بولے. وجدان نے آہستہ سے کہا.

"اب آپ کو کبھی مجھ سے غیر ذمہ داری کی شکایت نہیں ہو گی سر! کیونکہ آپکی بھانجی جیسی اور کوئی نہیں جس کے لئے میں اس حد تک چلا جاوں."

منیر حسن نے افسردگی سے اپنی نظر جھکالی. پھر دراز میں سے ایک فائل نکال کر اسکے سامنے ٹیبل پر رکھتے ہوئے کہا.

"اس کیس کو اچھی طرح اسٹڈی کر کے اسکے پوائنٹس بناو. ہم لنچ کے بعد اس پر بات کریں گے."

"رائٹ سر!" وہ فائل لے کر اٹھ گیا تو منیر حسن دھیرے سے بولے.

"کیا ہو جاتا وجدان! جو تم بتا دیتے."

وجدان اپنا پاوں نہیں اٹھا سکا، گردن موڑ کر ان سے بولا. "کیا ہو جاتا جو میں بتا دیتا...."

منیر حسن بے بسی سے ہونٹ کاٹتے ہوئے بولے. "شام کو گھر آ جانا. افتخار بھائی تمہیں یاد کر رہے تھے. اور ہاں، شایان کو بھی ساتھ لے کر آنا. بہت پیارا بچہ ہے."

"جی انکل!" وہ کہہ کر آفس سے نکل گیا.

شام کو وہ آفاق کے گھر پہنچا تو گاڑی خود ہی ڈرائیور کر رہا تھا. بیرونی گیٹ جو اکثر کھلا

www.novelsclubb.com

رہتا تھا،اس وقت بھی کھلا تھا. شایان گاڑی رکتے ہی دروازہ کھول کر اترتا اندر بھاگ گیا. وجدان نے کار لاک کی اور اطلاعی گھنٹی بجاتا کھلے گیٹ سے اندر داخل ہو گیا.

اندر قدم رکھتے ہی اسکی نظر دالان میں بچھے تخت پر اٹھ گئی تھی. ایک یاد نے چپکے سے آکر وجدان کا دامن تھام لیا. وجدان کو ایک شام یاد آگئی اور شام کا سحر. مگر اصل سحر تو ان آنکھوں کا تھا جن پر جھکی سنہری پلکیں بے خبری میں ہی اٹھ گئی تھیں. پھر ان آنکھوں میں وہ حیرت کا امڈ نا.....اس پل کو یاد کر کے ہی وجدان کا دل تھم گیا.

دل میں اسی خواہش کا ورد کرتا وجدان بے اختیار اسکے پاس چلا آیا تھا اور دالان میں بچھے تخت پر بیٹھی ملیحہ اسے اپنے سامنے زمین پر گھٹنا ٹکا کر بیٹھتے دیکھ کر پلکیں جھکاتے ہوئے اپنے آپ میں سمٹ گئی تھی. اسے سمٹتے دیکھ کر وجدان پر بے خودی سی طاری ہو گئی تھی. اور اسی بے خودی میں اسکے لبوں نے سر گوشی کی.

مجھے یقین تو نہیں مگر یہی سچ ہے

میں تیرے واسطے عمریں گزار سکتا ہوں

یہی نہیں کہ مجھے جیتنے کی خواہش ہے

میں تیرے واسطے خود کو بھی ہار سکتا ہوں

"میں عمریں گزار آیا ہوں ملیحہ !......میں خود کو ہار آیا ہوں." وجدان نے خالی تخت کو دیکھتے ہوئے سوچا.

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

وہ رات بہت بھاری تھی. نیند آنا تو دور، وجدان کی پلک بھی نہ جھپکی. وہ بے قرار سا لان میں ٹہلتا رہا پھر تھک کر لان سے چھت تک جاتی سیڑھیوں پر جا بیٹھا اور دور خلا میں دیکھتے ہوئے کہنے لگا.

"اپنی مرضی تھی تو دس سال میرا صبر آزمایا... آج میں چاہ رہا ہوں کہ آ جائیں تو آ کیوں نہیں جاتیں؟ پھر دل کی جو حالت ہو گی، دیکھا جائے گا. کم از کم آنکھوں کو سکون مل جائے.....بس ایک بار ملیحہ !...بس ایک بار." آج پھر ٹوٹنے کی رات

www.novelsclubb.com

تھی.

کیا جھگڑا سود خسارے کا

یہ کام نہیں بنجارے کا

سب سونا روپیہ لے جائے

سب دنیا، دنیا لے جائے

تم ایک مجھے بہتیری ہو

اِک بار کہو تم میری ہو

اور وہ ٹوٹتا چلا گیا.

"یہ خواہش بھی آپ کی موت کے ساتھ نہیں مر سکی.... لگتا ہے میری موت کے ساتھ ہی ختم ہو گی."

دونوں ہاتھوں سے چہرے کو ڈھکتے ہوئے وہ ہاتھوں کو بالوں میں سے گزار کر سر کے پیچھے لے گیا پھر انگلیوں کو آپس میں پھنسا کر سیڑھیوں پر لیٹ گیا.

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

آفاق اور سمیرا اپنے دونوں بچوں کے ساتھ وجدان کے گھر کے لاؤنج میں آئے بیٹھے تھے. وجدان اور اس کے امی ابو، اسکے بھائی، بھابھی کے ساتھ ہی لاؤنج میں موجود تھے. سبھی بچے وہیں آس پاس ہی قالین پر دائرہ بنائے بیٹھے اپنا گروپ الگ کیے ہوئے تھے اور جب وجدان کو پتہ چلا، وہ اِرم کی شادی کا دعوت نامہ لے کر آئے ہیں تو حیرت سے بولا.

"اِرم! تو اتنی بڑی ہو گئی؟"

سمیرا مسکرا دی. "ہاں ہو گئی ہے. تبھی تو اسکی شادی کر رہے ہیں."

www.novelsclubb.com

"مجھے تو نہیں لگتی. ہاں قد کچھ لمبا ہو گیا ہے اور بال بھی بڑھا لئے ہیں. مگر پھر بھی بچی سی لگتی ہے اور حرکتیں تو ذرا نہیں بدلیں. بات بات پر چڑتی ہے."

"تم جو چڑانا نہیں چھوڑتے." آفاق نے مسکراتے ہوئے کہا.

آفاق نے ٹیبل پر کپ رکھتے ہوئے وجدان کو اشارہ کیا اور دونوں اٹھ کر باہر آ گئے.

"تم ٹھیک ہو؟" پودے کے پتے کو نوچتے ہوئے آفاق نے بظاہر سرسری سا پوچھا تھا. وجدان اسکی بات پر ذرا سا مسکرایا اور بولا.

"تمہیں میرے ٹھیک ہونے پر شک کیوں رہتا ہے؟ پورے پانچ مہینے کا کورس کر چکا ہوں اور اب تو میرے پاس مینٹل ہیلتھ کا سرٹیفیکیٹ بھی ہے."

"چلو یہ تو اچھی بات ہے کہ اب تم ٹھیک ہو. ہم سبھی چاہتے تھے کہ تم بالکل ٹھیک ہو جاؤ." آفاق نے کہا پھر اسکی طرف دیکھنے لگا.

"لیکن وجدان! میں اکثر سوچتا ہوں کہ کاش تم ملیحہ کی اس ایک جھلک کو بھول جاتے تو شاید وہ سب نہ ہوتا جو ہوا. نہ ملیحہ مرتی نہ تمہارے حصے میں اتنی بربادیاں آتیں. مجھے بتاؤ وجدان! آخر تم نے محبت کر کے کیا پایا؟" وجدان خاموش ہی رہا.

"کچھ بھی نہیں. لیکن اگر تم محبت نہ کرتے تو آج عمر کے اس حصے میں جب تمہارے ساتھ کے لوگ اپنے کیریئر کی اونچائی پر پہنچ چکے ہیں، تمہیں صفر سے شروعات نہ کرنی پڑتی. تم ان دس سالوں میں بہت کچھ پا سکتے تھے. عزت،

شہرت، دولت اور ان گنت کامیابیاں۔" وہ چپ ہوا تو وجدان نے بولنا شروع کیا۔

"ملیحہ کی اس ایک جھلک کو بھول جاتا تو اپنی تنہائیوں میں کس چہرے کو یاد کرتا؟..... محبت میں صرف پانا اور کھونا ہی نہیں ہے۔ یہ انسان کو اپنی رمز بھی سکھاتی ہے۔ جسے سیکھنے کی دو شرطیں ہیں۔ ایک محبت کو پانے سے مشروط نہ کرنا... دو، کھونے پر محبت کو ترک نہ کرو۔ اور اگر کوئی سمجھے تو یہی دو شرطیں محبت کی رمز ہیں۔ اور جو اس رمز کو سمجھ گیا، اسکی محبت خالص ہو گئی۔ اور خالص محبت، سچے ایمان کی طرح ہے۔ کیونکہ اسکی بھی یہ خاصیت ہے کہ پانے اور کھونے سے مشروط نہیں ہوتا۔ اب جس کے دل میں سچا ایمان ہو، محبت اسکی عادت بن جائے گی۔ اور جس کے دل میں خالص محبت ہو، ایمان اسکے دل میں گھر کر لے گا۔" وجدان نے خاموش ہو کر چند لمحے آفاق کا چہرہ دیکھا، پھر مسکرا دیا۔

"آج میرے دل میں محبت بھی ہے اور ایمان بھی.... اب ذرا سوچ کر بتاؤ، کیا واقعی میں نے محبت میں کچھ نہیں پایا؟"

لیکن آفاق نے جواب نہیں دیا. ایسا لگ رہا تھا، اسکے پاس کوئی جواب ہے ہی نہیں.

وجدان ذرا سا ہنسا. سر جو جھٹکا اور کہا.

"جانے دو. تم جواب نہیں دے پاؤ گے. کیونکہ زیادہ تر لوگوں کی طرح تمہارے لئے بھی اسی چیز کو پانا کہتے ہیں جس میں دنیاوی اور مادی فائدہ حاصل ہو سکے.

تمہاری نظر بس عزت، دولت، شہرت اور کامیابیوں تک ہی جاتی ہے. تمہارے نزدیک میں جو نہیں پاسکا، ایک دن اسے پالونگا. مگر میں جو کھو چکا ہوں، اسکے افسوس کرنے کے لیے دس سال بہت کم ہیں. لیکن مجھے تمہارے خلوص پر بھی کوئی شک نہیں. اس لئے تسلی رکھو! میں اب کیریئر کو پوری توجہ دے رہا ہوں.

شایان میری ذمے داری ہے اور میں جانتا ہوں کہ اسکے محفوظ مستقبل کے لئے میری کامیابیاں ضروری ہیں."

"یعنی یہ کریڈٹ بھی شایان کو جاتا ہے." وہ ہلکے پھلکے انداز میں بول کر مسکرایا، پھر سنجیدہ ہو گیا. "لیکن وجدان! تمہیں نہیں لگتا، تم نے اس بچے کو اپنی کمزوری بنالیا

ہے؟"

"پتہ نہیں آفاق! اس بچے میں کیا ہے جو میرا دل اسکی طرف کھنچا چلا جاتا ہے. اپنے آپ ہی میں اس کے لیے باپ کی طرح سوچنے لگا ہوں. میرا دل چاہتا ہے، میں اسے دنیا کی ہر وہ خوشی دوں جو میرے اختیار میں ہے. اور میں ایسا ہی کروں گا. اور اگر ضرورت پڑی تو اسکی خوشی کی خاطر اپنے اختیار کی آخری حد سے بھی گزر جاؤں گا." اسکا لہجہ مضبوط تھا. "چلو چھوڑو، یہ بتاؤ باباجان کیسے ہیں؟"

"کون باباجان؟" آفاق فوری طور پر سمجھا نہیں تو اسکی شکل دیکھنے لگا.

"ملیحہ کے باباجان." وجدان نے کہا.

"اچھاوہ." آفاق نے لفظوں کو لمبا کھینچا. "تمہیں انکا خیال کیسے آ گیا؟"

"وہ ملیحہ کے باباجان ہیں تو میرے لیے بھی باپ کی جگہ ہوئے. پھر کیا مجھے انکا خیال نہیں آنا چاہیے؟ بلکہ میں تو جب بھی ملیحہ کو سوچتا ہوں، ساتھ ہی باباجان اور ہادی بھائی کا خیال آ جاتا ہے. پتہ نہیں، ملیحہ کے بعد کس طرح جی پائے ہونگے. خاص طور

www.novelsclubb.com

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

پر ہادی بھائی..... وہ تو شروع سے ہی لاعلم تھے. اور آخری وقت تک لاعلم رہے.

پتہ نہیں، سب جان کر انکی کیا حالت ہوئی ہو گی. میرے بعد وہ دنیا کے دوسرے شخص ہیں جنکے بارے میں مجھے یقین تھا کہ انہیں خود سے زیادہ ملیحہ کی پرواہ ہے."

"ان دونوں کا کیا پوچھتے ہو؟" آفاق سانس بھر کر بولا. "ملیحہ کے سوئم پر انہوں نے خود تایا جان اور پاپا کے سامنے تمہارے اور ملیحہ کے تعلق کے بارے میں انکشاف کیا تھا. اور اعتراف کیا تھا کہ ملیحہ کی شادی زبردستی کروائی جا رہی تھی. ہم نے ہمیشہ انہیں سخت گیر انسان کے طور پر دیکھا ہے. مگر اس وقت تم انکی حالت دیکھتے، ملیحہ کی موت نے انکی کمر توڑ دی تھی. اوپر سے یہ پچھتاوا کہ ملیحہ کی موت کے ذمہ دار وہ خود ہیں..... انکے پچھتاوے کا یہ عالم تھا، خود کو ملیحہ کا قاتل کہہ رہے تھے.

پھر ہاتھ جوڑ کر تایا جان اور پاپا سے معافی بھی مانگی. مگر جب ملیحہ ہی نہ رہی تو بھلا کیسی معافی؟.... نورالھدیٰ بھی کچھ کم برہم نہیں تھا. مگر اسکی مجبوری یہ ہے کہ اسے پھوپھا جان سے بہت محبت ہے. وہ کچھ بھی کر لے، ان سے تعلق نہیں توڑ

سکتا. پھر بھی یہی وہاں سے اطلاع ملتی رہتی ہے کہ اس کے رویے میں پھوپھا جان کے لیے سرد مہری آگئی ہے. اور ملک انکل کی ڈیتھ کے بعد تو وہ بالکل گوشہ نشین ہو چکے ہیں. انکی حالت کا سن کر تو ہاتھ اپنے آپ کانوں کو چھونے لگتے ہیں." آفاق نے محسوس کیا کہ باباجان کی حالت کا سن کر وجدان مضطرب ہو گیا تھا.

"تو کیا تمہارا ان سے بالکل بھی تعلق نہیں رہا؟"

"نہیں. ہماری ان سے آخری ملاقات ملیحہ کے سوئم پر ہی ہوئی تھی. اسکے بعد اک بار نورالہدی اپنی شادی کا انوی ٹیشن دینے آیا تھا. تایا جان اور پاپا نے تو صاف منع کر دیا، لیکن ہمیں اِجازت دے دی تھی. مگر کوئی نہیں گیا. قصرِ فاروقی نے دو ایسے بڑے صدمے دیئے ہیں کہ اب اسکی طرف دیکھنے کو بھی دِل نہیں کرتا. لیکن پھر بھی نورالہدی کا نام سنائی دیتا رہتا ہے. وہ اک کامیاب بزنس مین ہے. اور اگر تم بزنس میگزین پڑھو تو ان میں اکثر نورالہدی اور فاروقی گروپ آف انڈسٹریز کے بارے میں چھپتا رہتا ہے."

"چلو یار! اندر چلتے ہیں. یہاں دھوپ بہت تیز ہے." اسکا دِل اچاٹ ہو گیا تھا. لہجے میں بیزاری صاف جھلک رہی تھی.

آفاق بھی اسکے پیچھے پیچھے اندر آیا تو بچے سینٹرل ٹیبل پر البم کھول کر اسکے ارد گرد قالین پر بیٹھے تھے اور تصویریں دیکھتے ہوئے تبصرے کر رہے تھے. لیکن ان کے بچکانہ تبصرے اتنے مزیدار تھے کہ سب اپنی باتیں چھوڑ کر صوفوں پر آگے جھکے تصویروں کو دیکھتے ہوئے انکی باتوں پر ہنس رہے تھے. البم دیکھتے دیکھتے ایک تصویر کو دیکھ کر چھ سال کی فائزہ دونوں ہاتھ البم پر رکھ کر جھکتے ہوئے تصویر کو قریب سے دیکھ کر بولی.

"واو مناہل! تمھاری ممی کتنی اچھی لگ رہی ہیں."

"میری ممی تو ہیں ہی اچھی." وہ اٹھلا کر بولی.

"مگر میری ممی زیادہ اچھی ہیں." فائزہ کو جیسے اپنے بے ساختہ اظہار پر افسوس ہوا تھا. زوار کو اسکی بات بری لگی تھی. تیز لہجے میں کہا.

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

"جی نہیں. میری ممی زیادہ اچھی ہیں."

فائزہ اپنے سے بڑے زوار کے لہجے پر سہم گئی. جواد نے جو اپنی بہن کو کمزور پڑتے دیکھا تو فوراً میدان میں کود پڑا.

"غلط.... میری ممی سے زیادہ اچھا کوئی ہو ہی نہی سکتا."

مناہل کافی صلح جو بچی تھی. اس نے جو سب کے بگڑے تیور دیکھے تو فوراً بولی.

"اک منٹ..... لڑنے کی کیا ضرورت ہے؟ ہم شایان بھائی سے پوچھ لیتے ہیں کہ کس کی ممی زیادہ اچھی ہیں."

"ہاں، یہ ٹھیک ہے." سب کو یہ آئیڈیا پسند آیا تھا. پھر جواد سب کی نمائندگی کرتے ہوئے شایان سے بولا.

"بتاؤ شایان! ہماری ممی زیادہ اچھی ہیں یا زوار اور مناہل کی؟"

ننھے جج نے مدبرانہ اندازِ میں دونوں پارٹیوں پر نظر ڈالی، پھر سب بڑوں کو دیکھا جن کے ہونٹوں میں مسکراہٹیں دبی تھیں اور آرام سے فیصلہ سنایا.

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

"تم سب کی ممی اچھی ہیں. مگر سب سے اچھی تو صرف میری امی ہیں."

وجدان، آفاق اور سمیرہ ہی اسکی بات سن کر اچنبھے میں گھر گئے تھے. ورنہ باقی سب تو ہنستے ہنستے بے حال ہو گئے. لیکن بچے اک نئے حریف کو پا کر خاصے بددل ہو گئے تھے. زوار تو تنک کر بولا.

"جھوٹ مت بولو. تمہاری تو کوئی امی ہیں ہی نہیں."

شایان جھٹ سے بولا. "میں جھوٹ نہیں بول رہا ہوں. میری امی ہیں."

"ہیں تو دکھاؤ." جواد نے بڑھ کر چیلنج کیا تو شایان اداس سا ہو کر بولا.

"وہ تو اللہ میاں کے پاس چلی گئی ہیں." مگر پھر جوش سے کہنے لگا. "لیکن میرے پاس انکی تصویریں ہیں."

فائزہ بولی. "تو تصویریں ہی دیکھا دو."

"ابھی لایا." وہ اٹھا اور بھاگ گیا. وجدان الجھ گیا تھا کہ شایان نے اپنی ماں کہاں سے تلاش کر لی. آفاق اور سمیرہ بھی حیران سے تھے. تبھی وہ واپس آیا.

"یہ رہی میری امی کی تصویریں۔"اس نے کہتے ہوئے لفافہ ہاتھ میں پکڑ کر جھاڑ دیا اور ٹیبل پر پہلے سے کھلے البم کے اوپر ملیحہ کی تصویریں بکھر گئیں۔ وجدان کے تو ہوش آڑ گئے تھے۔ آفاق اور سمیرہ بھی سٹپٹا گئے۔ دونوں نے اک ساتھ اسکی طرف وضاحتی نگاہوں سے دیکھا، پھر اسکے متغیر چہرے کو دیکھ کر احساس ہوا کہ وہ بھی حیرت میں تھا۔ مناہل، ملیحہ کی اک تصویر ہاتھ میں لے کر مزمل سے کہہ رہی تھی۔

"دیکھیں پاپا! شایان بھائی کی امی کتنی پیاری ہیں۔"

وہ سمجھانے لگا۔"شایان بھائی کی امی نہیں، انہیں چچی کہو۔"

"چچی سچ مچ بہت پیاری ہیں۔"زوار بولا۔ بچے اِختلاف بھلا کر تصویروں میں کھو گئے تھے اور شایان ان کے تعریفی جملوں کو سن کر فخر سے مسکرا رہا تھا۔

آفاق تو ملیحہ کے لیے چچی کا خطاب سن کر بھی خود کو سنبھالے رہا پر سمیرہ کے چہرے پر ناگواری جھلک آئی تھی۔ لیکن وہ لوگ ہمیشہ ملیحہ سے لا تعلقی کا اظہار کرتے آئے تھے، اس لیے کچھ بول نا سکے اور وجدان جو کچھ بولنے کے لائق نہیں رہا تھا، مگر چچی

کا لفظ سنتے ہی اسکے اعصاب جھنجنا گئے.

"یہ کیا لگا رکھا ہے؟" وہ سخت آواز میں بولا. "شایان! یہ تصویریں تمہیں کہاں سے ملیں؟"

شایان نے پہلے کبھی وجدان کو غصے میں نہیں دیکھا تھا. وہ سہمے ہوئے اندازِ میں مصطفی عظیم کے پیچھے جا چھپا تو انہوں نے ہاتھ بڑھا کر اسے اپنے پاس کر لیا اور وجدان کو دیکھ کر ناراضگی سے بولے.

"بچے کو کیوں ڈانٹتے ہو؟.... جو کہنا ہے مجھ سے کہو. ملیحہ کی تصویریں اسے میں نے ہی دی ہیں."

"آپ نے؟" وہ حیرت سے بولا.

"ہاں. حالانکہ یہ کام تمہیں کرنا چاہیے تھا. اک تو اس معصوم نے اپنی ماں کو کھو دیا، اوپر سے تم نے بھی اسے اسکی ماں سے انجان رکھا. اسکا نام تک شایان کو نہیں بتایا. ماں کا حوالہ بچے کے لیے بہت ضروری ہوتا ہے وجدان! قدرت پیدائش کے وقت

www.novelsclubb.com

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

ہی ہر بچے کے دِل میں ماں کے لیے محبت ڈال دیتی ہے۔اِس محبت کو کنارہ ملنا ضروری ہے جو اگر نا ملے تو بچے کے اندر خلارہ جاتا ہے۔ تم کیسے باپ ہو جو اپنے ھاتھوں اپنے بچے کو خلا میں دھکیلنا چاہتے ہو؟"

"ابو پلیز!" وہ کوفت بھرے اندازِ میں ہاتھ اٹھا کر بولا تو وہ تاسف سے کہنے لگے۔

"مجھے تم پر افسوس ہو رھا ہے وجدان! تمھارے لیے اپنا دکھ اپنی اولاد سے بڑھ کر ہے۔ ذرا سوچو! تم اِس عمر میں بھی ماں کے آنچل کی چھاؤں تلاش کرتے ہو اور اس معصوم نے تو ماں کی گود دیکھی ہی نہیں، وہ ماں کے لیے کتنا ترستا ھوگا؟ اسکی یہ محرومی تو ختم نہیں ھو سکتی کم از کم اسکے پاس اپنی ماں کی شناخت تو ہو۔"

"آپکی ہر بات سہی لیکن اِس حوالے سے ملیحہ کا ذکر کرنے کی کیا ضرورت تھی؟" وہ چڑ کر بولا تھا۔

"حد کرتے ہو وجدان!" عائشہ ملامتی لہجے میں کہنے لگیں۔ "اگر ملیحہ کا ذکر نا ہو تو کس کا ہو؟ وہ صرف تمھاری بیوی ہی نہیں تھی، ہمارے پوتے کی ماں بھی تھی۔ بہو

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

تھی ہماری."

وجدان کے تو جیسے سَر پر دھماکہ ہوا تھا.اس نے اک دم سے ہاتھ اٹھا کر انہیں چُپ کرا دیا پھر انگلی دکھاتے ہوئے سخت لہجے میں بولا."نا تو شایان آپکا پوتا ہے اور نا ملیحہ آپکی بہو تھی.ان دونوں سے آپکا کوئی رشتہ نہیں.آئندہ یہ بات یاد رکھیے گا."

وجدان کی ہمت جواب دے گئی تھی.اپنی بات کہہ کر اس نے ٹیبل پر سے فوٹو گرافس اٹھائیں پھر ہاتھ شایان کی طرف بڑھایا جسکے ھاتھوں میں ملیحہ کی تصویر تھی اور کہا.

"یہ تصویر مجھے دے دو."

www.novelsclubb.com

وہ اپنا ہاتھ پیچھے کر کے نفی میں سَر ہلانے لگا تو وجدان نے ہاتھ بڑھا کر وہ تصویر اسکے ہاتھ سے نکالی پھر پلٹ کر دیکھا بھی نہیں.وہ مچل کر روتا ہوا اسکے پاس آیا تھا مگر مزمل نے اسکا بازو تھام کر اپنی گود میں لے لیا اور چُپ کرانے لگا.مگر وہ روتا ہی گیا.

سمیرہ اور آفاق اب پر سکون ہو گئے تھے.آنکھوں میں اک دوسرے کو اشارہ

کر کے اٹھ گئے.

"ہم چلتے ہیں. "آفاق نے سکتے میں گھری عائشہ سے کہا. پر کسی نے جیسے سنا ہی نہیں اور وہ دونوں اپنے بچوں کے ساتھ باہر آ گئے. گاڑی میں بیٹھتے ہی سمیرہ، آفاق سے بولی.

"یہ لوگ بھی عجیب ہیں. نا کسی سے پوچھا، نا سوال کیا اور سب کچھ خود ہی فرض کر کے بیٹھ گئے. "

"مگر اب تو وجدان صاف صاف کہہ چکا ہے. بس بات ختم ہو گئی. لیکن گھر میں کسی سے ذکر نا کرنا. "سمیرہ کو ہدایت کرتے ہوئے آفاق نے انجن اسٹارٹ کر دیا.

مگر بات ختم نہیں ہوئی تھی. عائشہ کی حالت خراب ہو گئی تھی. انیقہ فٹافٹ جا کر گلوکوز بنا لائی، جسے پی کر ان کے حواس کچھ واپس آئے.

"آپ نے دیکھا مصطفیٰ صاحب! وہ کیسے کہہ کر گیا ہے کہ شایان سے ہمارا کوئی رشتہ نہیں. اسکا دِل میری طرف سے صاف نہیں ہوا حالانکہ اس نے بھی تو ملیحہ سے

شادی کر کے اپنی مرضی پوری کر لی تھی۔ پھر اگر وہ ناجی سکی تو میری کیا غلطی ہے۔" انیقہ ان کے پاس بیٹھ کر پیار سے ان کے بال سمیٹتے ہوئے بولی۔

"وہ جو بھی کہے مگر سچ تو یہی ہے نا کہ شایان آپکا خون ہے۔ پھر دِل کیوں چھوٹا کرتی ہیں؟" مزمل بھی بولا۔

"انیقہ ٹھیک کہہ رہی ہے امی! شایان ہمارا خون ہے۔ اور یہ رشتہ کبھی نہی ٹوٹ سکتا اور ابو! آپ بھی شایان کو ہمیشہ سمجھاتے رہے کہ وجدان کے سامنے ملیحہ کا نام نا لے، وہ ڈسٹرب ہو جائے گا اور خود وہی غلطی کر دی۔"

"مجھے اندازہ نہیں تھا کہ وہ اِس طرح سے ری ایکٹ کرے گا۔" وہ افسردہ ہو گئے۔

عائشہ نے دوپٹے سے چہرہ خشک کر کے شایان کو دیکھا جو ابھی تک رُو رہا تھا اور اسکی طرف بازو پھیلا دیئے۔

"ادھر میرے پاس آجاؤ۔" اور وہ روتے روتے ہی مزمل کے بازوؤں سے نکال کر انکی آغوش میں سماں گیا۔

****

وجدان دونوں ھاتھوں سے سَر تھaم کر بیڈ پر بیٹھا تھا. اسکے وہم وگمان میں بھی نہیں تھا کہ شایان کے حوالے سے اسکے گھر والے یہ سوچ رہے ہیں. اپنی ناکام تمنا کواِس روپ میں دیکھ کراسکے سارے زخم رِسنے لگے تھے. وہ خود کو سمیٹنے میں لگا ہوا تھا کہ عایقہ اچانک ہی بنا دستک دیئے گھبرائی سی کمرے میں چلی آئی.

"کیا بات ہے بھابھی؟" وہ اسکی حواس باختگی پر چونک گیا.

"باہر آکر دیکھو وجدان! شایان روتے روتے بے ہوش ہو گیا ہے."

وجدان گھبرا کر اٹھا اور لاونج میں اگیا. مصطفی عظیم، بے ہوش شایان کو گود میں لیے بیٹھے تھے. پاس ہی حواس باختہ سی عائشہ ہاتھ میں پانی کی بوتل لیے بیٹھیں اسکے ہاتھ پر چھینٹے مار مار کر ہوش میں لانے کی کوشش کر رہی تھیں. وجدان کی جان پر بن آئی تھی. اس نے تیزی سے شایان کو اپنی گود میں لے لیا.

"شایان!" وہ اسکے گال تھپک کر آوازیں دینے لگا. "آنکھیں کھولو بیٹا!... میری

طرف دیکھو۔" مگر اسکی صدائیں بے کار گئی۔ وجدان گھبرا ہی تو گیا تھا۔

"اسے ہوش نہیں آ رہا ابو! چلیں اسے اسپتال لے کر چلتے ہیں۔"

"مزمل ڈاکٹر کو بلانے گیا ہے۔"

وجدان پریشانی سے لب کاٹنے لگا۔ پھر اسے گود میں اٹھا کر کمرے میں لے آیا اور بیڈ پر لٹا دیا۔ چند منٹ بعد ہی ڈاکٹر صاحب مزمل کی معیت میں چلے آئے۔ انہوں نے اچھی طرح شایان کو چیک کیا، پھر پوچھا۔

"یوں تو سب ہی ٹھیک لگ رہا ہے۔ کہیں ایسا تو نہیں کہ آپ نے بچے کو کچھ زیادہ ہی دانت دیا ہے؟"

"کچھ ایسا ہی ہے۔" مزمل نے وجدان کو دیکھ کر کہا۔

"آپکو اتنی سختی نہیں کرنی چاہیے۔ بچہ سہم گیا ہے۔ بہر حال میں انجیکشن لگا دیتا ہوں۔ دو گھنٹے میں اسے ہوش آ جائیے گا۔ لیکن آئندہ احتیاط کیجیے گا۔ بعض بچوں کے ساتھ خاص طور پر نرمی برتنے کی ضرورت ہوتی ہے۔ ان میں سختی برداشت کرنے

www.novelsclubb.com

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

کی طاقت نہیں ہوتی۔ آپکا بچہ بھی بہت حساس ہے۔"ڈاکٹر نے شایان کو انجیکشن لگا دیا۔ وجدان پریشان سا بیڈ پر بیٹھ کر اسکے بال سہلانے لگا۔

عشاء کی نماز کے بعد دعا مانگ کر بھی وجدان گھر آنے کے بجائے گم سم سا وہیں مسجد میں بیٹھا رہا۔ کافی دیر بعد جب احساس جاگا کے سب نمازی چلے گئے ہیں تو وہ بھی سست قدموں سے چلتا مسجد کے باہر آگیا۔ اسے شدت سے غم گسار کی ضرورت محسوس ھو رھی تھی۔ گھر جانے کے بجائے وہ آفاق کے گھر آگیا۔

"تم اِس وقت؟.... سب ٹھیک تو ہے؟ پریشان سے لگ رہے ہو؟"اس نے نفی میں سَر ہلادیا۔ آفاق کو سمجھ نہیں آیا کہ وہ اسکے کس سوال کا جواب ہے؟ اس لیے الجھ سا گیا۔

"اچھا اندر تو آؤ۔"

"نہیں باہر ہی ٹھیک ہے۔"

آفاق کا ماتھا ٹھٹکا مگر خاموش رہا۔ دونوں کچھ قدم دور الیکٹرک پول کے نیچے جا کر

بیٹھ گئے.

"کیا ہوا ہے؟" اسے خاموش دیکھ کر آفاق نے اسے بولنے پہ اکسایا تو وہ کہنے لگا.

"مجھے لگ رہا ہے کہ جیسے میں برف میں دفن ہو چکا ہوں اور جسم کے ساتھ میرا ذہن بھی سن ہو گیا ہے. مجھے سمجھ نہیں آ رہا آفاق! کہ میرے گھر والوں نے ملیحہ کے بارے میں یہ سوچا بھی کیسے کہ انکا مجھ سے یا شایان سے کوئی رشتہ رہا ہوگا؟"

آفاق چُپ سا رہ گیا پھر بولا. "اگر انہوں نے ایسا سوچا تو کچھ غلط نہیں کیا. وہ تو یہی سمجھتے ہیں کہ شایان تمہارا اپنا بیٹا ہے اور تمہارے بیٹے کی ماں، ملیحہ کے سوا کون ہو سکتی ہے؟"

www.novelsclubb.com

"ان کے ساتھ میرا ایسا رشتہ نا جوڑو." وجدان کا لہجہ عجیب سا ہو گیا تھا.

"میں کب جوڑ رہا ہوں؟" آفاق جلدی سے ہاتھ اٹھا کر بولا. "ویسے اگر تم پہلے ہی اپنے گھر والوں کو شایان کے بارے میں سچ بتا دیتے تو آج یہ سب نا ہوتا." اسکی بات پر وجدان وضاحت دینے لگا.

"میں نے کبھی اپنے گھر والوں کو دانستہ اِس بات کے لیے مجبور نہیں کیا تھا کہ وہ شایان کو میری سگی اولاد سمجھیں. لیکن آج جب میں نے محسوس کیا کہ وہ ایسا ہی سمجھ رہے ہیں تو مجھے چُپ رہنا بہتر لگ رہا ہے اور اسکی وجہ صاف ہے. شایان کو جو محبت اور مقام میرے بیٹے کی حیثیت سے ملی ہے، وہ کسی گمنام بچے کو نہیں ملے گی. بلکہ یہ جان کر کے اسکے پیدا کرنے والے اسے غلاظت کی طرح خود سے الگ کر کے پھینک گئے تھے، اسکی ذات تضحیک و تحقیر کا نشانہ بن جائے گی. لوگ اسے گناہ کی پیداوار کہہ کر دھتکارے گے. ہمارے معاشرے میں انہیں ظالم رسوم کا رواج ہے کہ گناہ گار سے کوئی نہیں پوچھتا کہ اس نے گناہ کا ارتکاب کیوں کیا؟ مگر بے گناہ کو سزا دینے سبھی چلے آتے ہیں. میں شایان کو طنز کا نشانہ بننے نہیں دے سکتا. ایسے سچ کا کیا فائدہ کہ لوگ اسے ذلت کے گڑھے میں اُتار کر عمر بھر تحقیر کے پتھروں سے سنگسار کرتے رہیں. کسی اور کو سچ بتانا تو دور، میں کبھی شایان کو بتانے کی ہمت بھی نہیں کر پاؤں گا. کیوں کہ میں جانتا ہوں اگر اسے پتہ چل گیا تو وہ اپنی

ہی نظروں میں گر جائیگا. نہیں آفاق! یہ بات کسی کو پتہ نہیں چلنی چاہیے."نم آنکھوں کے ساتھ وہ بے ساختہ نفی میں سَر ہلاتا ہوا کہہ رہا تھا.

"وعدہ کرو یہ راز ہمیشہ راز رہیگا. میرے مرنے کے بعد بھی تم کسی قیمت پرِاس راز سے پردہ نہیں ہٹاؤ گے. شایان میرا بیٹا ہے اور اسکا یہ بھرم ہمیشہ قائم رہنا چاہیے. بلکہ میں تو یہ دعا کرتا ہوں کہ قیامت کے دن بھی اس کا یہ بھرم نا ٹوٹے."

"میں وعدہ کرتا ہوں کبھی یہ بات میری زباں پر نہیں آئیگی."آفاق نے وعدہ کیا تھا پھر قصداً ماحول میں رچے تناؤ کو کم کرنے کے لیے مسکرا کر بولا."تم صرف یہ وعدہ لینے کے لیےاِس وقت چلے آئے؟"

www.novelsclubb.com

لیکن وجدان کے تاثرات میں کوئی تابدیلی نہیں آئی.

"نہیں. میں تواِس خیال سے پریشان ہو کر تمھارے پاس آیا تھا جو ملیحہ کے لیے میرے گھر والوں کے ذہن میں ہے."

"لیکن وہ بات تو صاف ہو گئی تھی."آفاق اچنبھے سے بولا.

"نہیں ہوئی. لیکن انہیں تو میں کوئی بھی کہانی سنا کر سمجھا لونگا.اصل مسئلہ شایان کا ہے جسکے دِل میں ملیحہ ماں کی حیثیت سے نقش ہو چکی ہیں. صرف انکی تصویریں چھن جانے پر اسکا ردعمل اتنا شدید ہے کہ تمہارے جانے کے بعد روتے روتے بے ہوش ہو گیا.کافی دیر بعد ہوش آیا بھی تو ابھی تک بخار میں پھنک رہا ہے. لیکن دوپہر سے پانی کی اک بوند بھی حلق سے نہیں اتاری.دوا لینے کی تو بات ہی کیا ہے؟ سوچتا ہوں اگر ملیحہ کا خیال اس سے چھن گیا تو وہ کیا کرے گا؟"اسکی آواز کی پریشانی سے حالت کی سنگینی کا اندازہ کر کے آفاق بھی پریشانی میں گھر گیا تھا لیکن اسکے پاس بھی اِس پریشانی کا کوئی حل نہیں تھا.دونوں کتنی ہی دیر خاموش بیٹھے اپنی سوچوں سے الجھتے رہے، پھر تھک کر وجدان اٹھ کھڑا ہوا.

"اب چلتا ہوں.شایان کی طبعیت ٹھیک نہیں.مجھے اسکی فکر ہورھی ہے."

آفاق نے بس سَر ہلانے پر اکتفاق کیا.

وجدان گھر پہنچا تو مصطفی عظیم اسکے انتظار میں بے چینی سے گیٹ کے پاس ٹہل

رہے تھے۔ اسے دیکھ کر تیزی سے اسکے پاس آئے۔

"حد ہوتی ہے لاپرواہی کی۔ بیمار بچے کو چھوڑ کر کئی گھنٹوں سے غائب ہو۔ کسی اور کا احساس نا سہی، اِنسان اپنی اولاد کا احساس کر ہی لیتا ہے۔"

"کیا شایان کی طبعیت زیادہ خراب ہو گئی ہے؟" ان کے اندازِ سے سمجھ کر وہ پریشان ہوا تو وہ اور بھی بھڑک گئے۔

"خود ہی جا کر دیکھ لو۔"

کمرے میں آیا تو بیڈ پر نظر پڑتے ہی وہ گھبرا گیا۔ شایان بے سود پڑا تھا۔ مزمل پریشان سی صورت لیے اسکے سرہانے بیٹھا تھا۔ دوسری طرف متفکر سی بیٹھی انیقہ اسکے ماتھے پر پٹیاں رکھ رہی تھی۔ اسکے سامنے ہی عائشہ بیٹھی تھیں اور ٹھنڈے پانی میں بھیگا تولیہ کبھی شایان کے تلووں پر رگڑتیں اور کبھی نم تولیے سے اسکا سینہ مسلنے لگتی تو لگتا بھاپ اڑ رہی ہو۔ لیکن شایان کے دہکتے چہرے کو دیکھ کر لگ نہیں رہا تھا کہ انکی کوششیں سود مند ثابت ھو رھی ہیں۔ وجدان بوکھلایا سا شایان کے پاس چلا آیا۔

عائشہ مصطفی نے اسے بیڈ کے دوسری طرف آکر بیٹھتے دیکھا تو غصے سے بولیں.

"تم اب آرہے ہو؟"

وہ انہیں نظر اندازِ کرتا شایان کے چہرے پر ہاتھ رکھ کر بخار کی شدت محسوس کر کے پریشانی سے بولا.

"بخار تو بہت تیز ہو گیا ہے."تو وہ تڑخ کر بولیں.

"تمہیں کیا؟ تم جا کر مری بیوی کا دکھ مناؤں. زندہ اولاد چاھے تڑپتی رہ جائے. پر یاد رکھو جسکی یاد میں صبح شام اداس پھرتے ہوا سے پیدا کرنی والی بھی وہی تھی. تم ملیحہ پر صرف اپنا حق سمجھتے ہو مگر یہ بھی اس حق میں شامل ہے. اور مت بھولو کہ عورت پر شوہر سے زیادہ حق اولاد کا ہوتا ہے اور جس نے یہ حق چھینا، اسے معافی نہیں ملے گی."

"بس کریں امی!"مزمل نے انہیں ٹھنڈا کرنے کی کوشش کی تو وہ اسی پر چڑھ دوڑیں.

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

"خبردار جو تم نے اسکی طرف داری کی تو. غضب خدا کا کیا حالت ہو گئی ہے بچے کی. دوپہر سے رات تک میں نچڑ کر رہ گیا ہے مگر باپ کو پرواہ ہی نہیں."

"کیا ہو گیا ہے امی! کچھ تو خیال کریں. اسکا بچہ بیمار ہے اور بھلا باپ سے زیادہ کسی پرواہ ہو سکتی ہے؟ ریلکس یار! اتنا پریشان ہونے کی ضرورت نہیں. بچے تو بیمار پڑا ہی کرتے ہیں." مزمل کی تسلی کے جواب میں بھی وجدان خاموش ہی رہا. شایان کے تپتے ہاتھ کی پشت پر ہونٹ رکھتے ہوئے آنسو ضبط کرنے کی کوشش میں وجدان کی آنکھیں سرخ ہو گئی تھیں. وہ خود کو بے بسی کی انتہاء پر محسوس کر رہا تھا.

"رات کافی ہو گئی ہے مزمل بھائی! جائیں آپ بھابھی کو بھی لے جائیں اور خود بھی آرام کریں. اور ابو! آپ بھی تو تھک گئے ہونگے. آپ شایان کی فکر نا کریں. میں اسکے پاس ہوں. اور امی کو بھی سمجھائیں یوں پریشان ہونے سے انکی طبعیت خراب ہو جائیگی." اس نے مصطفیٰ عظیم سے کہا تو انہوں نے سَر اثبات میں ہلا دیا اور اٹھ کر کمرے سے باہر چلے گئے. وقفے وقفے سے سب اٹھ کر اپنے اپنے کمرے میں

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

آرام کرنے چلے گئے.

آٹھ سال میں پہلی بار ایسا ہوا کہ وجدان نے جماعت چھوڑ دی ہو. فجر کی نماز اس نے کمرے میں ہی پڑھی تھی. فجر کی نماز کے بعد وہ جائے نماز پر بیٹھا دعا مانگ رہا تھا.

"یہ تو میں جان چکا کہ تو کبھی لے کر اور کبھی دے کر ازماتا ہے. مگر یہ نا جان پایا تھا کہ کبھی کبھی تو پُرانے زخموں کو اُدھیڑ کر بھی نئی آزمائش میں ڈالتا ہے. اللہ! مجھے اتنی طاقت دینا کہ اس آزمائش سے گزر جاؤں."

منہ پر ہاتھ پھیرتے ہوئے وہ سجدے زیر ہو گیا پھر جائے نماز تہہ کر کے الماری میں رکھتا وہ بیڈ پر بیٹھ کر شایان کا ٹمپریچر چیک کرنے لگا. رات بھر وجدان نے کمر بستر سے نا لگنے دی تھی. اب کہیں جا کر کچھ تسلی ہوئی تو وہ تکیہ اونچا کر کے نیم دراز ہو گیا. کچھ دیر ہی گزری تھی کہ وجدان کو اپنے بائیں ہاتھ کی پشت پر شایان کے ہاتھ کا لمس محسوس ہوا. وہ دائیں بازو سے آنکھیں ڈھک کر لیٹا تھا، چونکتے ہوئے بازو ہٹا کر

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

شایان کو دیکھنے لگا. اسے ہوش آگیا تھا اور بار بار پلکیں جھپکتا وہ کسمسا رہا تھا. وجدان تیزی سے اسکی طرف جھکا اور پیار سے اسکے چہرے پر ہاتھ پھیرتے ہوئے بے تابی سے کہا.

"بیٹا! تم ٹھیک ہو نا؟"

وہ خالی خالی نگاہوں سے وجدان کو دیکھتا رہا، پھر بولا. "امی کی تصویر دے دیں ابو!" وجدان بے بسی سے اسے دیکھ کر رہ گیا پھر تھکن بھرے اندازِ میں سیدھا ہو بیٹھا. شایان بھی اٹھ کر بیٹھ گیا. پھر اسکی آستین مٹھی میں پکڑ کر ہلاتے ہوئے بولا. "ابو! امی کی تصویر دے دیں."

"بیٹا! ضد چھوڑ دو. میں بہت پریشان ہو گیا ہوں اور ذرا اپنی حالت دیکھو! خود کو بیمار کر لیا ہے. پھر ان تصویروں کو پاس رکھنے سے ملیحہ تو تمھارے پاس نہیں آ جائیں گی." وجدان بڑی عاجزی سے منت کر رہا تھا مگر شایان کے لیے تو بس یہی بات اہم تھی کہ وجدان اسے ملیحہ کی تصویریں دینے سے انکار کر رہا ہے. پل بھر میں اسکے

تاثرات بدلے اور سنجیدگی کو ہٹا کر اسکی صورت رونی ہو گئی. وہ اک دم سے وجدان کا ہاتھ اپنے کاندھے سے ہٹا کر اسکی طرف سے منہ پھیرتے ہوئے تکیے میں منہ چھپا کر لیٹ گیا اور کچھ دیر بعد ہی اسکے رونے کی آوازیں آنے لگیں. پتہ نہیں اسکے پاس اتنے آنسو کہاں سے آ گئے تھے کہ کل سے ابھی تک خشک ہی نہیں ہوئے. رونے سے اسکے جسم کو جھٹکے لگ رہے تھے جنھوں نے وجدان کو زلزلوں میں دھکیل دیا تھا. کوئی بے بسی سی بے بسی تھی. اسے سمجھ نہیں آ رہا تھا کہ شایان کو کیسے سمجھائے. وجدان کی برداشت ختم ہو چکی تھی. وہ اس سے زیادہ شایان کا رونا بلکنا نہیں سہہ سکتا تھا. وہ اٹھا اور الماری میں سے تصویروں کا لفافہ نکال کر اک تصویر ہاتھ میں لے کر دیکھنے لگا.

"میں نے ہمیشہ ان فاصلوں کی عزت کی جو آپ نے کبھی اپنے اور میرے درمیان مٹنے نہیں دیئے. مگر اب شاید میں انکا بھرم نا رکھ پاؤں. یہ جرم آپکے نزدیک بہت بڑا ہو گا لیکن مجھے معاف ضرور کر دیجیے گا." وہ دِل ہی دِل میں کہتا تصویر ہاتھ میں

لیے بیڈ پر آبیٹھا. لفافہ سائیڈ میں رکھ کر اس نے ملیحہ کی تصویر شایان کے چہرے کے سامنے کر دی. اس نے روتے روتے آنکھیں کھول کر سامنے دیکھا تھا پھر

"میری امی!" کہتے اس نے تصویر جھپٹ لی اور اٹھ بیٹھا. وہ سارا رونا بھول کر مسکرانے لگا تھا جیسے کوئی خزانہ ہاتھ آگیا ہو.

"میری پیاری امی." وہ تصویر پر ہاتھ پھیر کر اسے چوم رہا تھا. پھر اسے سینے سے لگا لیا. وجدان اسے دیکھتا رہا. جب وہ جی بھر کے ملیحہ کی تصویر کو پیار کر چکا تو وجدان نے پیالا اٹھا کر یخنی سے چمچہ بھر کر اسکی طرف بڑھاتے ہوئے پوچھا.

"اب تو یخنی پیو گے؟"

"ساری پی جاؤنگا اور دوا بھی پیوں گا." وہ مگن سے اندازِ میں کہہ رہا تھا. مگر وجدان جواب میں مسکرا بھی نا سکا. پھر واقعی اس نے پورا پیالا ختم کر کے سیرپ پیا اور اسکے بعد آرام سے سو گیا. مگر سوتے ہوئے بھی ملیحہ کی تصویر اسکے گال کے نیچے دبی تھی.

*****

www.novelsclubb.com

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

شام میں آفاق، شایان کی خیریت دریافت کرنی آیا تو وجدان اس وقت اپنے کمرے میں بیٹھا شایان کو پڑھا رہا تھا. وہ آتے ہی صوفے پر ڈھیر ہو گیا.

"اسلام و علیکم!" وجدان کی آواز میں تنبیہہ تھی. آفاق بے تحاشہ ہنستے ہوئے 'وعلیکم السلام ورحمتہ اللہ و برکاتہ' کہتا سیدھا ہو بیٹھا اور کہنے لگا.

"یار! یہ چنگ والے تجھے ماسٹر عبداللہ کیوں کہتے ہیں؟ انہیں تو تیرا نام مولوی عبداللہ رکھنا چاہیے تھا." وجدان ذرا سا مسکرایا.

"ارے صاحب! یہاں تو زوروں پر پڑھائیاں چل رہی ہیں. لگتا ہے شایان ٹاپ کرلے گا. ویسے ٹیسٹ کی کیا ڈیٹ اناونس ہوئی ہے؟" اس نے وجدان سے پوچھا.

"اگلے مہینے کی دو تاریخ." آفاق نے سر ہلا کر شایان کو دیکھا جو منہ میں پنسل دبائے کبھی اسکا تو کبھی وجدان کا چہرہ دیکھنے لگا. آفاق نے محسوس کیا کہ وہ واقعی اک دن میں بہت کمزور ہو گیا ہے. مگر اس وقت تو وہ ہشاش بشاش بیٹھا تھا. آفاق کو شرارت سوجھی. وہ اک دم سے شایان کے بیگ میں کچھ ڈھونڈھنے لگا.

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

"کیا ڈھونڈھ رہے ہیں انکل؟"

"بھئی تمہارے ابو کہہ رہے تھے تمہیں بخار ہے. پر مجھے نظر نہیں آرہا. کہاں گیا؟ تم نے ضرور دوا کھالی ھوگی، تبھی تو وہ بھاگ گیا."

"وہ ایسے تو نہیں بھاگا انکل! وہ تو ابو نے امی کی تصویر دیدی تو وہ امی کے ڈر سے بھاگ گیا."

آفاق جو بچے کے ساتھ مذاق کو انجوئے کر رہا تھا ٹھٹک کر بولا.

"ہاں یہ دیکھیں میری امی کی تصویر."اس نے سائیڈ میں رکھا فریم اٹھا کر آفاق کی طرف بڑھایا تو آفاق نے اب کہیں جا کر نوٹ کیا کہ ملیحہ کی تصویر وجدان میں بیڈ کے سائیڈ ٹیبل پر فریم ہوئی رکھی تھی. فریم ہاتھ میں پکڑتے ہوئے اس نے وجدان کو دیکھا جس نے نظریں جھکا لیں پھر آہستہ سے اٹھ کر باہر چلا گیا. آفاق کی نظریں بھی اسکے تعاقب میں دروازے تک گئی تھیں اور جبکہ نا سمجھ بچہ ان دونوں کی کیفیتوں سے بے خبر معصومیت سے پوچھ رہا تھا.

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

"انکل میری امی اچھی ہیں نا؟"

"میں ابھی آتا ہوں۔" آفاق عجلت میں اس سے کہہ کر باہر آگیا۔ وجدان اسے ٹیرِس میں مل گیا تھا۔ وہ ریلنگ پر کہنیاں ٹکائے سَر جھکا کر نیچے دیکھ رہا تھا۔ آفاق اسکے پیچھے جا کھڑا ہوا۔

"وہ بہت ضد کر رہا تھا آفاق!" وجدان نے مڑے بغیر کہا جیسے اسکی آہٹ پہچان گیا ہو۔ آفاق چلتا ہوا اسکے برابر ریلنگ تھام کر کھڑا ہو گیا۔ وجدان کو اسکی خاموشی شرمندہ کر رہی تھی۔ وہ دھیمی آواز میں کہنے لگا۔

"یہ سب وقتی ہے۔ کچھ دن گزر جانے دو، پھر میں اسے سمجھا بجھا کر ملیحہ کی تصویر واپس لے لونگا۔"

"لیکن اس تصویر کا کیا جو اسکے ذہن میں فٹ ہو چکی ہے؟" اسکی بات سن کر وجدان نے لب بھینچ لیے۔

"بچہ ہی تو ہے۔ بہل گیا تو بھلا بھی دے گا۔"

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

"محض خیال ہے تمہارا. اسکے اندر ماں کا احساس جاگ چکا ہے. وہ بھلے گا نہیں، سوال کرے گا کہ اگر ملیحہ اسکی ماں نہیں تھی تو پھر اسکی ماں کون تھی؟"

"اس نے تو نو سال میں مجھ سے یہ سوال نہیں پوچھا."

"اس کا ہر گز یہ مطلب نہیں، کہ نو سال بعد تم سے یہ سوال نہیں پوچھے گا. آج اگر بہل بھی گیا تو آئندہ کسی وقت وہ ہر صورت اپنے سوال کا جواب جان کر رہے گا."

"کہہ دونگا، تھی کوئی. اور اسکی پیدائش کے وقت مر گئی." وجدان جھلا کر بولا تھا.

"تمہیں لگتا ہے وہ یہ سن کر مطمئن ہو جائے گا؟"

"ہو جانا چاھیے." وہ سپاٹ لہجے میں بولا.

"لیکن ھو گا نہیں. وہ پوچھے گا، اسکی ماں کس کی بیٹی تھی؟ کہاں رہتی تھی؟ کدھر دفن ہوئی؟ اور اگر تم اسے اسکی ماں کی شناخت نا دے پائے تو وہ یقیناً اس تلاش چنگ والی کا رخ کرے گا. وہاں کے لوگ اسے اسکی شناخت تو نہیں بتا سکیں گے لیکن شایان کو اسکی پہچان ضرور کروا دینگے. تو کیا یہ بہتر نہیں کہ تم اسے خود ہی سچ بتا

www.novelsclubb.com

دو.... ہماری سوسائٹی میں ایسے کئی بچے پیدا ہوتے ہیں انہیں انکی مائیں پولیتھین بیگ میں ڈال کر کچرے کے ڈھیر پر پھینک دیتی ہیں. ان میں سے کئی تو اپنے ماں باپ کے طفیل جرمِ بے گناہی میں سزا موت پا جاتے ہیں اور جو بچ جاتے ہیں، آخر کار اِس تلخ حقیقت کو قبول کر لیتے ہیں... اک دن شایان بھی اس تلخ حقیقت کے ساتھ کمپرومائز کر لے گا."

"کمپرومائز... ہونہہ!" وجدان نے طنز سے کہا. "کمپرومائز کے اس دلاسے میں کتنا سچ ہے، جاننا ہو تو ریکارڈ اٹھا کر دیکھو. ایسے بچے آگے چل کر آنٹی سوشل ایکٹوٹیز کا حصہ بن جاتے ہیں. میں نے عدالت کے کٹہرے میں کھڑے ایسے کئی مجرموں کے چہرے دیکھیں ہیں جنکی کہانی کچرے کے ڈھیر سے شروع ہوتی ہیں اور ختم یا تو جیل کی سلاخوں پر ہوتی ہے یا کسی پولیس والے کی ریوالور سے نکلی گولی پر.... یا پھر وہ خود ہی اپنے ہاتھوں زندگی کا بوجھ اتار پھینکتے ہیں اور جو اسکی ہمت نا کر سکیں، وہ چرس یا افیون کا زہر رگوں میں اُتارتے کسی گندے جوہڑ کے کنارے موت کے

انتظار میں سسکتی رہتے ہیں. لیکن اس سب کے ذمے دار صرف ان کے ماں باپ ہی نہی ہیں، میں بھی ہوں... تم بھی ہو... ہماری یہ سوسائٹی ہے جو ایسے لوگوں کو پروڈیوس کرتی ہیں، جو گناہ کو عیب نہیں سمجھتے اور پھر وہ اپنے ماتھے پر لگے راتوں کے گناہ کے سیاہ داغوں کو دن میں نیک نامی کی چادر سے ڈھک کر معصوم چہرہ بنائے انجان سے ہمارے درمیان اٹھتے بیٹھتے ہیں تو مزید معزز کہہ کر انہیں پھلنے پھولنے کا موقع دیتے ہیں.

ہم میں سے کوئی راتوں جو جاگ کر کچرے کے ڈبوں کی چوکیداری نہیں کرتا تاکہ ان گناہ گاروں کو دوسرے گناہ سے روکا جاسکے. مگر صبح جب چوہے ان معصوم بچوں کے نرم گوشت کتر چکے ہوتے، کتے رات بھر میں انہیں بھنبھوڑ ڈالتے ہیں تو پورا محلہ گہری نیند سے جاگ کر ان مسخ شدہ لاشوں کے آخری دیدار کو آ پہنچتا ہے. پھر بڑے اہتمام سے انکی تدفین ہوتی ہے اور اگر کوئی بدنصیب نوکیلے دانتوں کی کاٹ سہہ گیا ہو تو اسکی مرہم پٹی بھی کی جاتی ہے تاکہ وہ زندہ رہ کر زندگی بھر یہ طعنہ سنے

کہ اسے ڈوب مارنا چاہیے. ہر اک بے گناہ چہرے کے پیچھے دو گناہ گر چہرے چھپے ہوتے ہیں. مگر بے گناہ تو چلتے پھرتے نظر آتے ہیں لیکن گناہ گاروں کی دو گنا اکثریت کہاں چلی جاتی ہے؟" وہ ماتھے پر سلوٹیں لیے سوال کر رہا تھا. لیکن جواب خود اسکے پاس بھی نہیں تھا اس نے اپنے لب بھینچتے ہوئے آفاق کے چہرے سے نظریں ہٹالیں پھر یوں بولا جیسے خود کلامی کر رہا ہو.

"اللہ کہتا ہے، باپ کا کیا اولاد سے نہیں پوچھا جائیگا. لیکن انسان اولاد سے ماں باپ کے اعمال کا حساب لیتا ہے اور پھر سزا بھی سناتا ہے. تو کیا اللہ کا عدل ناقص ہے یا ہمارے انصاف کے پیمانے اسکے پیمانوں سے بہتر ہیں؟ لیکن نہیں، جسے خود انصاف سے گزرنا ہو، وہ منصف کیسے ھو سکتا ہے؟" وہ اچانک آفاق کی طرف دیکھ کر پلٹا.

"تم چاہتے ہو میں بھی اس صف میں کھڑا ہو جاوں. جب میں نے شایان کے ماں باپ کا چہرہ نہیں دیکھا تو اسے وہ آئینہ کیوں دکھاؤں جس میں اسکے ادھورے وجود کی بگڑی ہوئی تصویر نظر آئے گی. اگر وہ اپنی نظروں سے گر گیا تو چوٹ مجھے آئیگی.

www.novelsclubb.com

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

سوال صرف شایان کی زندگی کا نہیں ہے آفاق! دھیان سے دیکھو تو میری زندگی بھی جڑی ہے اور میں تو زندہ ہی اسکے لیے ہوں۔ اگر وہ مجھ سے کھو گیا تو میں زندہ رہ کے کیا کرونگا؟" آفاق کو سچ مچ یوں لگا کہ وجدان اس سے زندگی کی بھیک مانگ رہا ہو۔ وہ سَر جھکا کر رہ گیا۔ پھر پلٹ کر جانے لگا لیکن چند قدم چل کر ہی وہ اچانک مڑ کر وجدان کو دیکھنے لگا جو ساکت نظروں سے اسے دیکھ رہا تھا۔ پھر ہموار لہجے میں کہا۔

"اس بار میں تمہیں کچھ کھونے نہیں دونگا۔" اسکی آنکھوں میں اک خیال کی پرچھائیں تھی۔

****

www.novelsclubb.com

جب اس نے سمیرہ کو اپنا خیال بتایا تو وہ اسے دیکھتی رہ گئی۔

"مجھے حیرت ہو رہی ہے آفاق! آپ دوستی میں اتنا آگے نکل گئے ہیں کہ آپکو یہ بھی یاد نہیں رہا کہ ملیحہ سے آپکا بھائیوں جیسا رشتہ ہے۔ اور کسی بھائی کو زیب نہیں دیتا کہ وہ اپنی بہن کے بارے میں ایسی بات کرے۔" جب وہ اپنی بات کہہ چکی تو

آفاق نے پر سکون اندازِ میں کہا.

"مجھے سب یاد ہے. وہ محبت تھی جو ملیحہ نے وجدان سے کی تھی اور میرے دِل میں انکی محبت کا بہت احترام ہے. جب کسی کا اتنا احترام کر لیا جائے تو انسان اسکے سامنے بے بس ہو جاتا ہے. تُم یقین کرو، میں وجدان کے سامنے اتنا ہی بے بس ہوں. کہنے کو وہ میرا دوست ہے مگر میں اسکے سامنے انکار کی جرات نہیں کر سکتا. اب تم اسے چاھے جو بھی کہو." پھر اسے گم سم دیکھ کر پوچھا. "چُپ کیوں ہو گئیں؟" وہ دھیمے لہجے میں بولی.

"آپ نے بات ہی ایسی کہہ دی ہے، کوئی کچھ کہہ نہیں سکتا." سمیرہ کے چہرے سے فکر مندی جھلک رہی تھی. "لیکن مجھے نہیں لگتا کہ ابّا اور چاچو، وجدان کا ایسا لحاظ کرینگے."

"اگر ہم دونوں مل کر انہیں سمجھانے کی کوشش کریں تو شاید بات بن جائے. ملیحہ کے حوالے سے ان کے دِل وجدان کے لیے بہت گداز ہیں. بلکہ ایسا کونسا شخص

ہے جو ملیحہ سے محبت رکھتا ہو اور اسکی موت کے بعد اس نے وجدان کو دِل میں جگہ نادی ہو۔"

"پھر صرف ہم دونوں کیوں؟... فون کر کے سب کو بلوا لیتے ہیں. ہم تمام کزنز کا رِشتہ ملیحہ کے ساتھ اک جیسا ہے. اسلیے انہیں ساتھ ملانا آسان ھو گا. پھر امی، چچی اور پھوپھو کو ہم خیال بنا کر ابو اور چاچو سے بات کرینگے تو انہیں منانا قدرے آسان ہو جائے گا۔"

"ویسے تمہارا آئیڈیا ہے بہت زبردست. جاؤ جا کر فون لے کر آؤ. میں ابھی جنید کو فون کر کے کہہ دیتا ہوں، پہلی فلائٹ سے گوہر اور پھوپھو کو ساتھ لے کر کراچی آجائے. اسکے بعد ہم سائمہ اور عظمی کو بھی بلوا لینگے."

"ٹھیک ہے. پر سمد اور زارا سے آپ آج ہی بات کر لیں." وہ کہہ کر فون لانے کے لیے اٹھ گئی.

آفاق کو اپنے کیزنز کو اپنا ہم خیال بنانے میں دقت نہیں ہوئی. ان سب نے ملیحہ اور

وجدان کو ایک دوسرے کے لیے برباد ہوتے دیکھا تھا اور شاید اسی کا اثر تھا کہ سب نے وجدان کی بات پر اکتفاق کیا اور اسکی ہدایت پر ہال میں جمع ہو گئے. پھر آفاق، سمد اور جنید جا کر بڑوں کو ان کے کمروں سے بلا لائے. انہوں نے جو ہال میں مجمع لگا دیکھا تو حیرت سے اک دوسرے کو دیکھا.

"کیا بات ہے آفاق! سب ٹھیک تو ہے نا؟" منیر حسن الجھ سے گئے. آفاق نے کہنا شروع کیا.

"اصل میں بات یہ ہے پاپا! کہ میں نے اتنے سالوں تک وجدان کے گھر والوں سے اپنا اور ملیحہ کا رِشتہ چھپا کر رکھا، اسی لیے وہ ملیحہ کی موت کے بارے میں بھی کبھی کچھ نا جان سکے. اور اب انکی بے خبری کنفیوژن پیدا کر رہی ہے."

"کیسی کنفیوژن؟" اسکی امی نے ٹوکا.

"ملیحہ کے جینے مرنے سے تو پہلے بھی انکا کوئی تعلق نہیں تھا اور اب تو انکا بیٹا لوٹ آیا ہے."

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

"یہیں سے تو کنفیوژن شروع ہوتی ہے کہ انکا بیٹا اکیلا نہیں لوٹا. اسکے ساتھ اک بچہ بھی ہے جسے وہ اپنی دانست میں وجدان کی حقیقی اولاد سمجھ رہے ہیں."

"تو اس سے ملیحہ کا کیا تعلق؟" آمنہ ناسمجھی سے بولیں.

"تعلق ہے پھوپھو! کیوں کہ وہ یہ نہیں جانتے کہ وجدان، ملیحہ کے انتقال کے بعد ذہنی توازن بگڑ جانے کے باعث گھر سے چلا گیا تھا، اِس لیے انکا خیال ہے کہ وجدان نے ملیحہ سے شادی کرنے کے لیے گھر چھوڑ دیا تھا اور پھر اس سے شادی بھی کرلی اور شایان ان دونوں کی اولاد ہے."

"کیا؟" بیک وقت سب کی زبانوں سے نکلا. پھر افتخار حسن ناگواری سے بولے.

"کسی کی بیٹی کے بارے میں وہ لوگ اتنی بڑی بات کیسے سوچ سکتے ہیں؟ اور کیا وجدان نے بھی انہیں نہیں روکا؟"

"اسے پتہ چلتا تو وہ روکتا. اسے تو چند دن پہلے اتفاقیہ یہ بات معلوم ہوئی جب شایان نے سب کے بیچ بیٹھے ہوئے ملیحہ کی تصویر یہ کہہ کر دکھائی کے وہ اسکی امی ہے. اس

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

وقت میں بھی وہاں پر تھا. وجدان تو شاکڈرہ گیا تھا. پھر اس نے فوراََ ہی ملیحہ کی تصویر شایان سے لے لی مگر ملیحہ کے ساتھ وہ بچہ اتنا اٹیچڈ ہو گیا ہے کہ صرف تصویر چھن جانے پر بیمار پڑ گیا اور جب تک اسے ملیحہ کی تصویر واپس نا کر دی گئی، کھانا پینا تو دور اس بچے نے دوا تک لینے سے انکار کر دیا تھا."

وہ سانس لینے کو رکا تو منیر حسن نے حیرت سے سوال کیا. "لیکن ملیحہ کی تصویر، شایان کو کہاں سے مل گئی؟"

آفاق بے اختیار جھجک سا گیا، پھر سنبھل کر بولا.

"وجدان نے کبھی ملیحہ کی کچھ تصویریں کھینچی تھیں جو اسکے جانے کے بعد اسکے گھر والوں کے ہاتھ لگ گئیں. پھر جب وجدان لوٹا تو اسکی ذہنی حالت کے پیش نظر خود ڈاکٹر نے بھی منع کر دیا کہ اس سے ملیحہ کا ذکر نا کیا جائے، وہ ڈپریسڈ ہو جائے گا اور مُجھ سے پوچھنے کی شاید انہوں نے ضرورت محسوس نہیں کی اور ان کے ذہنوں نے حالت و واقعات کو جوڑ کر اک کہانی تیار کر لی جو بظاہر سچ ہی لگتی ہے. مگر مسئلہ یہ

نہیں۔انہیں تو سمجھایا جاسکتا ہے مگر مثلاً شایان کا ہے۔ان پانچ مہینوں میں یہ کہانی اسے اتنی بار سنائی گئی ہے کہ ملیحہ کا تصور اسکے دماغ میں راسخ ہو چکا ہے۔اول تو وہ بچہ اتنا چھوٹا ہے کہ اسے سمجھانا ممکن نہیں۔لیکن اگر اسے کسی طرح سمجھا بھی لیا جائے تو وہ یہ فطری سوال ضرور پوچھے گا کہ اسکی ماں کون ہے؟اور وجدان اسے سچ بتانا نہیں چاہتا۔لیکن اسکے متوقع سوال کا جواب بھی اسکے پاس نہیں۔شایان کے ذہن میں تجسُّس بیدار ہو جائے گا۔پھر اگر اس نے خود سے اپنی ماں کو ڈھونڈھنے کی کوشش کی تو اسے زیادہ سفر کرنے کی ضرورت نہیں پڑے گی۔اسے صرف اس گاؤں تک سفر کرنا پڑے گا،جہاں وہ پیدا ہوا اور اب اک تکلیف دہ سچ وہاں اسکا منتظر ہے اور یہی خیال وجدان کو پریشان کر رہا ہے۔اسکے دِل میں یہ خوف بیٹھ گیا ہے کہ اگر شایان کو پتہ چلا تو وہ اسے کھودے گا۔میں نے وجدان کی آنکھوں میں یہ خوف اک بار پہلے بھی دیکھا تھا،جب اسے ملیحہ کی انگیجمنٹ کا پتہ چلا تھا۔لیکن اس نے ملیحہ کو کھودیا۔ذرا سوچیں،ملیحہ کو کھو کر وہ پاگل ہو گیا تھا۔اگر شایان کو بھی کھودیا تو مر

جائیگا."

"اللہ نا کرے." سمیرہ کی امی بے اختیار اپنے کلیجے کو تھام کر رہ گئیں. افتخار حسن بھی پل بھر کو بے قرار ہوئے تھے پھر تفکر سے گویا ہوئے.

"اب اِس پریشانی کا کیا حل؟"

آفاق نے انہیں دیکھا. "اک حل ہے. لیکن شاید اسے قبول کرنا آپ لوگوں کے لیے مشکل ہو." وہ رکا اور بہن بھائیوں کے چہرے دیکھے جو اسکی ہمت باندھ رہے تھے. "کیوں نا ہم شایان کو ملیحہ کے بیٹے کی حیثیت سے قبول کر لیں." اسکی بات ختم بھی نہیں ہوئی کہ منیر حسن دھاڑے۔

"تمہارا دماغ خراب ہو گیا ہے." پھر انہیں اچانک احساس ہوا کہ آفاق عمر کے اِس حصے میں ہے کہ اب انہیں اس سے اِس لہجے میں بات نہیں کرنی چاہیے تو وہ چُپ ہو کر اپنا غصہ ضبط کرنے لگے.

"تم نے ایسی بات کہنے کی جرات بھی کیسے کی؟ تمہیں ذرا شرم نہیں آئی." اسکی امی

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

ملامت کر رہی تھیں. آمنہ بھی ناراضگی سے بولیں.

"کیا ہو گیا ہے آفاق! اپنے دوست کی محبت میں اتنے اندھے ہو گئے ہو کہ بہن کے نام پر من گھڑت کہانیاں بناتے تمہیں ذرا احساس نہیں ہوا."

دور بیٹھے جنید نے جو دیکھا کہ آفاق پر چڑھائی ھو رھی ہے تو وہ فوراً اٹھ کر ان کے پاس آیا.

"امی پلیز! اور ممانی جان! آپ بھی ذرا سوچیں تو یہ من گھڑت کہانیاں وجدان کے جینے کا بہانہ بن سکتی ہیں."

اب کونے میں دبکا صمد بھی آگے آگیا."شایان کی زندگی کو بھی رخ ملے گا اور چاہے ہمارا اس سے کوئی تعلق نا ہو، پر وہ معصوم بچہ ہے. اسکی گردن کے گرد کسی تلخ حقیقت کا پھندا کس کے ہمیں کیا ملے گا؟"

"اور اللہ بھی تو کہتا ہے، دوسروں کے عیب ڈھکو. ہمیں تو خوش ھونا چاہیے کہ ہماری ملیحہ کتنی قسمت والی ہے. ورنہ لوگوں کے اچھے عمل انکی موت کے ساتھ ہی

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

رک جاتے ہیں. پر ملیحہ مر جانے کے بعد بھی کسی کا پردہ بنی رہ گئی. "سمیرہ پست لیکن مستحکم آواز میں بولی تو اسکی امی اسے گھورنے لگیں.

"یہ بھلا کیا تک ہوئی؟ کسی کا پردہ رکھنے کے لیے ملیحہ کے سَر سے چادر اُتار دیں؟ ہماری بیٹی جیسی تھی. ہم کیسے اپنی کنواری بیٹی کے لیے کہہ دیں کہ وہ کسی کی بیوی، کسی کے بچے کی ماں تھی؟"

سائمہ انکی بات سن کر رسان سے بولی. "اگر ملیحہ آپکی بیٹی تھی تو وجدان کو بھی آپ اور ابو اپنا بیٹا مانتے ہیں. بلکہ اِس گھر میں جو اسکا مقام ہے وہ آفاق کی وجہ سے نہیں، آپ دونوں کی وجہ سے اسے ملا ہے. پھر آخر اس نے کیا کیا تھا؟ صرف محبت. جسکے لیے وہ دس سال سے سزا کاٹ رہا ہے اور آخری سانس تک کاٹتا رہے گا. کیا اسکا دکھ آپکا دِل نہیں دہلاتا؟ اسکی عمر رائیگاں گئی ہے. کم اَز کم اک سکھ اسے مل جانے دیں. "سائمہ کی آواز میں اُداسی گُھل گئی. جس نے اسکی امی کو بھی دِل گرفتہ کر دیا تھا. پھر جب بولیں تو انکی آواز میں بھی پہلے جیسی تیزی نہیں تھی.

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

"ایسا نہیں ہے کہ وجدان کی بربادی ہمیں نظر نہیں آتی. لیکن جھوٹ کیسے بولیں؟"

"اس جھوٹ پہ تو اللہ بھی گناہ نہیں دیتا جو کسی کے فائدے کے لیے بولا جائے. جبکہ یہاں تو اک بے گناہ کی زندگی کا سوال ہے." گوہر نے دھیرے سے کہا تو وہ اسے دیکھ کر رہ گئیں. پھر کب سے خاموش بیٹھے افتخار حسن سے بولیں.

"آپ کیوں چُپ بیٹھے ہیں بھائی جان! ذرا دیکھیں تو، بچے کیا کہہ رہے ہیں؟"

وہ سنجیدگی سے کہنے لگے. "بچے اب بڑے ہو گئے ہیں آمنہ! اور خود بھی بچوں والے بن گئے ہیں. مگر افسوس ابھی تک یہ رشتوں کی نزاکت نہیں سمجھ سکے. وجدان سے کیا شکایت، اسکی اپنی مجبوریاں ہیں. مگر آفاق! تم بتاؤ کسی اور کا گناہ اپنی بہن کے سَر ڈالنے کے لیے تمہیں ہمت کہاں سے ملی؟" آفاق گناہ کے لفظ پر اچھل ہی تو پڑا تھا.

"میں ملیحہ کے سَر کوئی گناہ نہی ڈال رہا اور نا میں کچھ ایسا سوچ سکتا ہوں. میں تو یہ

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

کہہ رہاہوں کہ وجدان کے گھر والوں کے خیال کی تصدیق کر دیں کہ واقعی ملیحہ اور وجدان کی شادی ہو گئی تھی. پھر شایان کی پیدائش پر ملیحہ کا انتقال ہو گیا، جیساوہ سمجھتے ہیں اور اِس میں تو گناہ کا کوئی پہلو نہیں نکلتا."

"اِس کہانی کا سب سے بڑا عیب یہی ہے کہ یہ جھوٹی ہے. تم خود شادی شدہ ہو اور اِس رشتے کی نزاکتوں اور تقاضوں سے واقف ہو. نکاح کے بندھن میں باندھے دو لوگوں کے درمیان یہ نزاکتیں قابل احترام ہیں. مگر جن کے بیچ یہ تعلق ہی نہ ہو، انکے بارے میں یہ کہنا کہ وہ میاں بیوی تھے، بذاتِ خود ایک الزام ہے۔اور تم اس الزام سے بھی آگے نکل کر دنیا سے کہلوانا چاہتے ہو کہ ملیحہ، شایان کی ماں تھی۔"

وہ عجیب سے لہجے میں بولے کہ آفاق پہلو بدل کر رہ گیا۔

"میں ان گہرائیوں کے بارے میں دانستہ سوچنا نہیں چاہتا." وہ پیشانی مسلتے ہوئے دھیمے لہجے میں نظریں چراتا ہوا بولا تو افتخار نے دبے دبے غصے سے کہا.

"تم نے تو کسی بھی گہرائی کے بارے میں نہیں سوچا. جو جھوٹ تم دُنیا کو سنانا چاہتے

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

ہو، اسے سچ کرنا ملیحہ کے اختیار میں تھا. مگر اس نے ایسا نہیں کیا. کیا کہو گے وجدان کے گھر والوں سے کہ ملیحہ نے گھر سے بھاگ کر شادی کی تھی؟ کیوں کہ بھائی صاحب تو اِس کھیل میں شامل کیے نہیں جا سکتے."

"میں ملیحہ کے لیے یہ الفاظ کبھی استعمال نہیں کرونگا. بلکہ کہونگا کہ ملیحہ، پھوپھا جان کو منا نا سکی تو ہمارے گھر آ گئی. تا کہ ہم اِنہیں منا لیں. پھر جب وہ نہیں مانے تو آپ نے اور پاپا نے اپنے ھاتھوں سے رخصت کیا تھا. آپ سمجھ رہے ہیں نا، کوئی کبھی نہیں کہہ سکے گا کہ ملیحہ گھر سے بھاگی تھی. بلکہ کہیں گے، باپ کے گھر سے نا سہی، ماموں کے گھر سے سہی لیکن وہ بزرگوں کی چاؤں میں وداع ہوئی تھی." آفاق کی بات سے وہ غم زدہ سے ہو گئے تھے. تھکے تھکے لہجے میں بولے.

"سچ کہوں آفاق! تو واقعی اگر ملیحہ کے دِل کی بات مجھے اسکی زندگی میں پتہ چل جاتی تو میں بھائی صاحب کی مخالفت مول لے کر بھی ملیحہ کو وجدان کے ساتھ رخصت کر دیتا. وہ مجھے اتنی ہی عزیز تھی اور اسے بھی اندازہ ھوگا کہ میں اسکی خواہش کا

احترام کرونگا. پھر بھی اس نے مجھ سے کچھ نہیں کہا. تواِس لیے کہ وہ اس مان کو توڑنا نہیں چاہتی تھی جو ہر باپ کو اپنی اولاد پر ہوتا ہے. اس نے خود پر جبر کر لیا مگر باپ کی چوکھٹ پار نہیں کی. مجھے اسکی اِس سعادت مندی پر فخر ہوتا ہے کہ مرتے دم تک اس نے باپ کی عزت سنبھالی اور اسکے مر جانے کے بعد تم لوگوں سے کہو گے، وہ ان خود غرضوں میں سے تھی جو اپنے دِل کی خوشی کے لیے ہر حد توڑ دیتے ہیں. کیا یہ ملیحہ کے ساتھ زیادتی نہیں؟"

"شاید." وہ اقرار میں سَر کو ذرا سا ہلا کر کہہ رہا تھا. "لیکن مجھے یہ بھی یقین ہے کہ اگر ملیحہ کہیں سے آجائے تو وجدان کی محبت میں جان دینے والی، وجدان کے خاطر اِس زیادتی کو ہستے ہستے برداشت کر لے گی. آپکو معلوم ہے، وجدان کون ہے؟"

افتخار حسن چُپ رہ گئے. اب آفاق روانی سے بول رہا تھا

"وجدان وہی شخص ہے، جس نے ملیحہ کی محبت میں اپنے دس سال پھونک ڈالے اور میں جانتا ہوں، اپنی باقی کی زندگی بھی وہ اسی فیاضی میں لٹا دے گا. لوگ کہتے

ہیں، ہم اِسکی محبت میں دیوانے ہیں...اور وجدان کو لوگوں نے دیوانہ کہا، ہاتھوں میں پتھّر لیے پاگل پاگل کی صدائیں لگاتے اسکے پیچھے بھاگے، اسے سنگبار کیا....بے رحمی سے پھینکے گئے پتھّر اسے لہولہان کر دیتے مگر پھر بھی ملیحہ کا تصور نہیں ٹوٹتا.

وجدان کی اِس حالت کو سوچ کر میری روح کانپ جاتی ہے. اور وہ یہ سب سہتا رہا. بھلا کس نے محبت میں دنیا بھلائی ہے؟ لیکن وجدان اپنا آپ بھول گیا. کہاں ایسے لوگ ملیں گے کہ ایک محبت میں مر جائے اور دوسرا زندہ بھی ہو تو مردوں سے بدتر. میں ملیحہ کا بھائی ہوں مگر میرے ہی سامنے وجدان، ملیحہ کا ذکر کرتے ہوئے بے اختیار ہو جاتا ہے. اسے احساس بھی نہیں ہوتا کہ وہ کیا کہہ رہا ہے. اور میں محسوس کر کے بھی اسے ٹوک نہیں پاتا. ٹوکوں بھی کیسے جب وہ دونوں ہی ایک دوسرے کے لیے ہر حد سے گزر گئے. تو پھر میں حد کس طرح لگاوں؟"

آفاق کی سرگوشیوں میں ڈھلی آواز سن کر سمیرہ کی آنکھیں بھر آئیں. افتخار حسن کی حالت ایسی تھی، جیسے آفاق نے انکی شہ رگ پر ہاتھ دھر دیا ہو.

"پاپا!.....تایا جان!"آفاق نے ان دونوں کو مخاطب کیا تو وہ شکستگی سے اسے دیکھنے لگے.

"آپ دونوں ملیحہ سے بہت محبت کرتے ہیں نا.ملیحہ کی خاطر وجدان کے لیے کچھ ایسا کر دیں،اسکے لیے ہوا میں گھٹن کم ہو جائے....وہ سانس نہیں لے پاتا."

افتخار حسن بے ساختہ نظریں چراتے اٹھ گئے اور کسی نے بھی انہیں جانے سے نہیں روکا.ان کے جانے کے بعد آفاق،منیر حسن کے ہاتھ تھام کر منت سے بولا."پاپا پلیز!"وہ بے بسی سے بولے.

"تم جو بات کہہ رہے ہو،وہ بہت بڑی ہے."

"وجدان کے خاطر نا سہی،ملیحہ کے خاطر.اسے اسی ملال نے تو مار ڈالا تھا کہ پھوپھا جان نے اسکی محبت کو قبول نہیں کیا.آج آپ تو اسکا لحاظ کرتے ہوئے وجدان کو اِس خوف سے چھڑا لیں کہ ایک دن وہ شایان کو کھو دے گا.پاپا پلیز!شایان،وجدان کی زندگی کی آخری خوشی ہے.اِس خوشی کو اسکے پاس رہنے دیں.کہیں یہ

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

خوشی بھی اُس سے کھوگئی تو اسکی عمر رائیگاں ہو جائیگی."

آفاق کی باتیں انہیں جھنجوڑ رہی تھیں. وہ ایک دم ہی اسکی بات کاٹ کر بولے.

"بس آفاق! اب اور کچھ مت کہنا."

"پاپا! وجدان...."آفاق نے کچھ کہنے کی کوشش کی تھی. ان کو جاتا دیکھ کر جنید تائی سے مخاطب ہوا.

"آپ تو شایان والی بات کے لیے راضی ہیں؟"انھوں نے کچھ کہا تو نہیں مگر نم آنکھوں سے اسے تکنے لگیں. خواتین کو اداس دیکھ کر ان سب کو امید ہو چلی تھی کہ تِین مہرے توپٹ گئے. سمیرہ کی امی دوپٹے سے آنکھیں صاف کرتی ہار ماننے کے اندازِ میں بولیں.

"اچھا ٹھیک ہے. میں افتخار سے بات کرتی ہوں."

"سچ؟"خوش تو سب ہوئے تھے پر انکی بیٹیاں تو کھل اٹھی اور ایک زبان ہو کر بولیں تو انہوں نے وارننگ دینا بھی ضروری سمجھا.

"ہاں. لیکن میں صرف بات کرونگی، منانا تمہارا کام ہے. میں اِس عمر میں میاں کی جھڑکیاں نہیں سن سکتی."

"بھابھی! آپ انکی باتوں میں آ رہی ہیں؟"

"بس آمنہ! رہنے دو." وہ عاجزی سے بولیں. "ملیحہ مر چکی مگر وجدان زندہ ہے. اگر ایک جھوٹ اسکے دِل کو تَسلّی دے سکتا ہے تو کیا غلط ہے؟ مجھ سے اسکی اداسی دیکھی نہیں جاتی. اگر شایان کو کھونے کا دھڑکا اسکے دِل سے نکل جائے تو شاید اسکے چہرے پر مسکراہٹ آ جائے. میں دِل سے چاہتی ہوں وہ ملیحہ کو بھول جائے اور شایان ہی وہ مشغلہ ہے جو وجدان کے ذہن سے ملیحہ کا خیال جھٹک سکتا ہے."

"بھابھی! کیا ہو گیا ہے؟" اب کے آفاق کی امی ان سے الجھیں. پھر تینوں میں دھواں دھار بحث چھڑ گئی. کام بن گیا تھا. وہ سارے اک دوسرے کو اشارہ کرتے اٹھ گئے.

******

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

صبح ناشتے کی تیاری کے دوران سمیرا اور اس کی بہنیں سمیرا کی امی سے رپورٹ لے رہی تھیں۔

"آپ نے ابو سے بات کی؟" سمیرا نے پوچھا۔

"کہاں؟... میرے کمرے میں جانے سے پہلے ہی وہ سونے کے لیے لیٹ گئے تھے۔" پھر جوش سے مگر رازداری کے انداز میں بتانے لگیں۔ "تمہاری چچی تو رات میں مان گئیں مگر آمنہ ابھی تک اٹکی ہوئی ہے۔ اصل مسئلہ ہے بھی انہی بہن بھائیوں کا۔ کوئی ایک بھی مان جائے تو باقی دوا پنے آپ کمزور ہو جائیں گے۔"

"تم سارے افتخار کے پیچھے پڑے ہو۔ منیر سے کیوں نہیں کہتے؟"

"کیونکہ ابو ہی بھائیوں میں بڑے ہیں اگر وہ مان گئے تو باقی دو راضی نہ ہوں، فرق نہیں پڑے گا۔ وہ کبھی ابو کے فیصلے کے آگے نہیں بولیں گے۔"

صائمہ کی نظریں کچن کی کھڑکی سے باہر گئیں اور وہ سمیرا کا کندھا ہلا کر بولی۔

"سمیرا! ابو ناشتے کے لیے آگئے۔ یہ آفاق کدھر ہے؟"

سمیرا نے فوراً کھڑکی سے باہر دیکھا۔افتخار حسن ڈائننگ ٹیبل کی چیئر گھسیٹ کر بیٹھ رہے تھے۔

کچھ دیر گزری تو منیر حسن اور صمد ساتھ ساتھ ہی آ کر بیٹھ گئے۔

ماحول میں تناؤ محسوس کیا جا سکتا تھا۔ہر کوئی گردو پیش سے نظر چرائے خاموشی سے ناشتہ کر رہا تھا۔منیر حسن اور افتخار حسن کو اندازہ تھا کہ وہ تینوں رات والا ٹاپک دوبارہ ضرور شروع کریں گے۔اس ٹاپک سے بچنے کے لیے ہی وہ اپنے بیٹوں کی طرف دیکھنے سے بھی گریز کر رہے تھے۔

"تایا جان! آپ نے کیا سوچا؟"

"کس بارے میں؟"انہوں نے تجاہل عارفانہ برتا۔

"وہی جو رات میں بات ہوئی تھی۔"افتخار حسن کپ رکھ کر برہمی سے بولے۔

"وہ بات ایسی نہیں تھی کہ اسکے بارے میں سوچا جائے۔"

"ہمیں آپ سے اجازت چاہیے ماموں جان! اور اگر آپ سوچیں گے نہیں تو ہمیں

اجازت کیسے دیں گے؟" جنید کے لہجے میں اصرار تھا۔افتخار حسن کی تیوریاں چڑھ گئیں۔

"اجازت مانگنی ہے تو مجھ سے نہیں بھائی صاحب سے مانگو۔"

"ان کا یہاں کیا ذکر؟" بنا سوچے ہی صمد کے منہ سے نکلا پھر اسے فوراہی اپنی بات کے بے تکے ہونے کا احساس بھی ہو گیا۔افتخار حسن اسکی بات سن کر بولے۔

"ملیحہ انکی بیٹی تھی اور اگر کل تم کسی کو ملیحہ کی اولاد کہتے ہو تو یہ انکے خون میں ملاوٹ کے برابر ہے۔ جس پر اعتراض وہی کریں گے، میں نہیں۔ حسب نسب خاندانی وراثت ہوتی ہے، جس سے یوں ہی نہیں بانٹا جاتا۔وجدان اگر شایان کو اپنی ولدیت دے رہا ہے تو یہ اس کی مرضی ہے۔ پھر وہ ایسا اپنے والدین کے علم میں لائے بغیر کر رہا ہے۔اگر مصطفی عظیم کو پتہ چل جائے تو وجدان کے خاطر وہ ایک لے پالک کی حیثیت سے تو شایان کو برداشت کر ہی لیں مگر وہ کبھی اس اپنا وارث تسلیم نہیں کریں گے،اظہر فاروقی کی تو بات دور ہے۔ کبھی جاؤان کی

زمینوں پر، وہاں جانوروں کی منڈی جیسا ایک بڑا باڑا ہے جس میں ہر نسل کا چوپایہ موجود ہے سوائے خچر کے...... کیونکہ اس کی نسل دوغلی ہے۔ جس شخص کو جانوروں کی نسل میں ملاوٹ پسند نہیں وہ اپنی نسل میں آمزش کیا برداشت کرلے گا؟ اظہر فاروقی کو اپنے عالی نسب کا غرور ہے..... وہ اپنے غرور کا تاج کبھی بھی کسی کی ناجائز اولاد کے سر پر نہیں سجائیں گے؟"

"آپ کیا صرف ان کی وجہ سے اعتراض کر رہے ہیں؟" جنید کے سوال پر وہ رخ بدل کر دوسری طرف دیکھنے لگے۔ "آپ کو یاد ہے، خالو جان سے ہماری آخری ملاقات کب ہوئی تھی؟" اس نے ایک اور سوال کیا، پھر ان کے جواب کا انتظار کیے بغیر کہا۔ "ملیحہ کے سوئم پر۔ اور آج ملیحہ کو گزرے ہوئے دس سال سے زیادہ کا عرصہ گزر چکا ہے۔ اس دوران نورالہدیٰ بھی آیا تو بس ایک بار۔ اس کے علاوہ ان دونوں خاندانوں کے بیچ دس سال سے کوئی رابطہ نہیں ہوا اور آئندہ بھی ایسا ہونے کی کوئی امید نہیں۔ پھر انہیں کیسے پتا چلے گا کہ دنیا میں کوئی ایسا بھی ہے جو

ملیحہ کو ماں کہتا ہے۔۔۔ماں"۔اس نے مٹھاس سے اس لفظ کو ادا کیا۔"یہ لفظ کتنا مقدس، کتنا قابل احترام ہے۔ملیحہ کو اس سے زیادہ اچھا خطاب اور کیا ملے گا؟"

افتخار حسن نے کوئی جواب ہی نہیں دیا اور منیر حسن جو پہلے لا تعلق سے ناشتے میں مصروف تھے اب چہرے پر عجیب سے تاثرات لیے خاموش تھے اور ان کے سامنے پڑا ناشتہ یوں ہی ٹھنڈا ہو رہا تھا۔وہ تینوں ہی محسوس کر رہے تھے کہ انہوں نے اپنے بڑے بھائی کی تائید میں ابھی تک کچھ نہیں کہا۔انہیں یہ خاموشی اپنے حق میں محسوس ہو رہی تھی۔خاموشی کا وقفہ طویل ہو گیا تھا جسے آخر آفاق نے توڑا۔

"آپ دونوں پھوپھا جان کو صرف ملیحہ کی موت کے لیے ذمہ دار سمجھتے ہیں۔ لیکن کیا وجدان کی بربادی انکے ذمے نہیں؟...یہ دونوں الزام لازم و ملزوم ہیں۔ لیکن پھوپھا جان اکیلے ملزم نہیں، میرا ضمیر مجھے بھی ان الزاموں میں ان کے ساتھ شامل رکھتا ہے۔"

افتخار حسن اور منیر حسن نے ذرا چونک کر اسے دیکھا۔صمد اور جنید بھی حیرت سے

اسے دیکھنے لگے جو سر کو جھکائے نیچی نگاہ کئے کہہ رہا تھا.

"آپ کو بے خبری کا فائدہ حاصل ہے. مگر میں وہ شخص ہوں جو ملیحہ کی زندگی میں ہی پورا سچ جان گیا تھا. میرے پاس تین دن کی مہلت تھی اور ان تین دنوں میں بہت کچھ کر سکتا تھا مگر میں نے کچھ نہیں کیا. مجھے کچھ کرنے کا خیال ہی نہیں آیا. میں ساحل پر کھڑا ان دونوں کے ڈوبنے کا نظارہ کرتا رہا، یہاں تک کہ وہ دونوں ڈوب گئے. "یقیناً آفاق کی آنکھوں میں نمی آگئی جسے اس نے اندر ہی اندر روکتے ہوئے سلسلۂ کلام جاری رکھا.

"میری غلطی یہ تھی کہ میں ان کے جذبوں کی گہرائی کو سمجھ ہی نہیں سکا. سمجھتا بھی کیسے ؟ایک انگوٹھی نے ملیحہ کو باندھ لیا تھا اور گریز کے اشارے نے وجدان کے راستے بدل دیئے تو میں نے سوچا، انہیں اگر محبت تھی بھی تو وہاں تک نہیں پہنچی جہاں ایک دوسرے کے لیے چوٹ سہی جاتی ہے. مگر انکی محبت تو وہاں تک پہنچ چکی تھی، جہاں چاہے جانے والے شخص کے احترام میں اپنے ہاتھوں خود کو مٹا دیا

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

جاتا ہے. وجدان، ملیحہ کے لیے مٹتا رہا اور ملیحہ، نورالہدی کے لیے مٹتے مٹتے وجدان کے لیے مٹ گئی. وہ اپنے آپ اس بھنور میں سے نہیں نکل سکتے تھے. انہیں کسی تیسرے کی ضرورت تھی جو انہیں اس بھنور سے نکالتا. مگر میں وہ تیسرا شخص کیسے بنتا؟.....نہ کوئی اعتراف.....نہ کوئی وعدہ. محض چند ملاقاتیں اور کوئی اپنی زندگی خیرات کر دے... ایسی کوئی مثال کانوں نے سنی کب تھی؟ مگر میں پھر بھی شرمندہ ہوں پاپا!" اس نے سر اٹھا کر منیر حسن کو پکارا.

"مجھے ایسا لگتا ہے کہ شایان کی صورت میں مجھے وہ موقع دیا گیا ہے کہ میں اپنی غلطی کا ازالہ کر سکوں. پھر شاید وجدان کا سامنا کرتے ہوئے مجھے ندامت نہ ہو. میں اس بار ساحل پر بیٹھ کر وجدان کے ڈوبنے کا نظارہ نہیں کرونگا."

منیر حسن اسکی آنکھوں میں پھیلی سرخی کو دیکھتے رہ گئے.

"آج آفس سے ہاف ڈے لے لینا."

آفاق اس غیر متعلق جملے پر اچنبھے سے بولا. "کیوں؟"

www.novelsclubb.com

وہ اسکا جواب دینے کے بجائے بولے۔"میں وجدان کو بھی لنچ کے بعد آف کر دونگا۔ تم اسکے گھر جا کر شایان کو کچھ دنوں کے لیے یہاں لے آنا۔"آفاق الجھا۔

"ایک تو اسکا ایڈمیشن ٹیسٹ ہونے والا ہے۔ دوسرا وجدان تو شاید اعتراض نہ کرے لیکن اسکے گھر والے، شایان کو ہمارے گھر کچھ دن رہنے کی اجازت کیوں دیں گے؟"منیر حسن بولے تو انکے لہجے میں سکون تھا۔

"ایڈمیشن ٹیسٹ کی تیاری یہاں بھی ہو سکتی ہے۔ اور وجدان کے گھر والے تمہیں شایان کو ساتھ لے جانے سے کیسے روک سکتے ہیں؟ آخر تم اسکے ماموں ہو۔"

جب انکی بات آفاق کے سمجھ میں آئی تو وہ صمد اور جنید ایک دوسرے کو دیکھ کر مسکرانے لگے۔ سمیرا کے ہونٹوں پر بھی آسودہ مسکراہٹ آ گئی تھی۔ مگر افتخار حسن فوراً انہیں ٹوکتے ہوئے بولے۔

"منیر حسن!"لیکن انکی آواز میں تیزی نہیں، حیرت بھرا استفسار تھا۔

"میں جانتا ہوں افتخار بھائی! آپ کیا سوچ رہے ہیں۔ یہ سوچ میرے ذہن میں بھی

ہے لیکن میں وجدان کے لیے بھی سوچ رہا ہوں. اگر ہم اس جھوٹ کی تصدیق کر دیں تو نقصان کوئی نہیں لیکن یہ فائدہ ضرور ہو گا کہ وجدان کے ذہن سے بوجھ ہمیشہ کے لیے اتر جائے گا. لیکن اگر ہم تردید کرتے ہیں تو آج یا کل وجدان کو ایک اور خسارے سے گزرنا ہو گا. آپ صحیح غلط کے چکر سے نکل آئیں. ہمیشہ اور ہر معاملے میں صحیح غلط کا ٹیگ لگانا ممکن نہیں ہوتا. بعض چیزیں اس لئے ہوتی ہیں کہ انہیں کسی ٹیگ کے بغیر قبول کر لیا جائے. انکے صحیح غلط ہونے کا فیصلہ خود وقت کرتا ہے."

افتخار حسن نے پھر کچھ نہیں کہا اور سامنے رکھے کپ میں بچی ٹھنڈی چائے کے آخری گھونٹ حلق سے اتارنے لگے. لیکن منیر حسن ٹھنڈے ناشتے پر قناعت نہیں کر سکے اور بلند آواز میں کچن کے دروازے کی طرف منہ کر کے کہا.

"سمیرا بیٹا! ناشتہ ٹھنڈا ہو گیا ہے. اور لے آؤ."

وہ دونوں ہی ناشتہ کر کے جا چکے تو آفاق پر سوچ انداز میں بولا. "یار! اس کہانی میں

بہت جھول ہیں، محنت کرنی پڑے گی."

"کیسے جھول؟" جنید نے حیرت سے پوچھا آفاق نے کہا.

"ہمیں ہر صورت میں اس بات پر قائم رہنا ہے کہ ملیحہ کی شادی ہماری سرپرستی میں ہوئی تھی جس کا مطلب ہوا کہ جب وجدان لاپتہ ہوا تو اس کا اتا پتا ہمارے پاس تھا اور میں نے جان بوجھ کر سالوں سال وجدان کی فیملی کو لاعلم رکھا۔اس کے ساتھ ہی وجدان کی اتفاقاً واپسی بھی دھوکہ ہی لگے گی۔پھر شاید وہ وجدان کی مینٹل کنڈیشن والی بات کو بھی من گھڑت کہانی سمجھیں۔"

"ہوں۔" ذرا پرسوچ انداز میں بولی۔"اگر وجدان کی فیملی کا ہم پر سے اعتبار اٹھ گیا تو واقعی شکوک و شبہات کا کوئی انت نہیں۔"

"اور اس سے بھی بڑی مشکل یہ ہے کہ میں کسی بھی چیز کی وضاحت نہیں دے پاؤں گا۔" آفاق کا انداز ایسا تھا جیسے دیر تک اس مسئلہ کو سوچتے وہ تھک گیا ہوں مگر حل پھر بھی نہ ملا۔

"وہ واقعی بڑا مسئلہ ہو جائے گا۔اگر ہم ان کی نظروں میں مشکوک ہو گئے تو وہ ہماری کہانی پر بھی آسانی سے اعتبار نہیں کریں گے۔اور ہو سکتا ہے کہ تصدیق کرنے کی کوشش میں وہ سچ تک پہنچ جائیں۔"فکر مندی سے کہتا صمد چپ ہوا تو سب پریشان صورت بنائے سر ہلانے لگے۔سمیرہ نے ان کے چہروں کو دیکھا اور کہا۔

"اس میں اتنا سوچنے کی کیا ضرورت ہے؟جو بات نا قابل اعتبار ٹھہرے،وہ بات ہی نہ کریں۔"

"کیا مطلب؟"آفاق سمجھا نہیں۔

"ارے بھائی جھوٹ بولنے کے بجائے سچ بولیں کہ وجدان نے جب گھر چھوڑا،ملیحہ کے انتقال کو 24 گھنٹے گزر چکے تھے۔"

"تو شایان کہانی میں کیسے شامل ہو گا؟"

"خفیہ شادی کے ذریعے۔"سمیرا نے کہا۔

www.novelsclubb.com

"مطلب؟" اس بار عظمیٰ نے وضاحت چاہی تو سمیرا سمجھانے لگی۔

"دیکھیں، ملیحہ کی شادی تو ماموؤں کی سرپرستی میں ہی ہو گی۔ مگر وجدان کی ہو گی خفیہ شادی۔" بول کر کر داد طلب نظروں سے سب کو دیکھنے لگی۔ پر ان کے چہرے بدستور ہونق بنے دیکھ کر سمیرا نے کہا۔

"کیوں بھئی، کیا ہوا؟ سمجھ نہیں آیا؟"

سب نے کورس میں سر نفی میں ہلائے تو سمیرا کہنے لگی۔

"کوئی بات نہیں۔ میں سمجھاتی ہوں۔ دیکھو، ملیحہ ڈیتھ سے ایک سال پہلے وجدان اور ملیحہ کی شادی ہوئی، وہ پریگننٹ ہوئی، پھر 21 دسمبر 1981ء کی رات شایان کو جنم دیتے ہوئے ملیحہ کی ڈیتھ ہو گئی اور 22 دسمبر کو وجدان اپنے بیٹے کو لے کر چلا گیا۔ کہاں؟ بھلا ہم کیسے جان سکتے تھے؟" وہ چپ ہوئی ہوئی تو جنید بے ساختہ بولا۔

"زبردست۔ آفاق، سمیرہ کی بنائی کہانی پر کوئی سوال نہیں ہو سکتا۔ بس اس رف آئیڈیا کو تھوڑا پالش کرنے کی ضرورت ہے۔"

اور پھر اس کہانی کی نوک پلک سنواری جانے لگی۔جب ہر زاویے پر غور کر لیا گیا تو آفاق اپنی جگہ سے اٹھا۔

"چلو تیار ہو جاؤ۔شان کو لینے جانا ہے۔"

"بس ہم دونوں جائیں گے؟.... میرا مطلب ہے امی یا چچی جان میں سے کوئی ساتھ نہیں ہو گا؟" سمیرا نے کہا۔

"نہیں، آج جھوٹ بولنے کا دن ہے۔اجازت دینا اور بات ہے لیکن جب ان کے سامنے ملیحہ اور شایان کے بیچ جھوٹے رشتے کتے کا پل باندھا جائے گا تو ان کے لئے چپ رہنا مشکل ہو جائے گا۔پھر کیوں ہم انہیں اس مشکل میں ڈالیں؟ شایان کو لینے کے لئے بس میں اور تمہیں ہی جائیں گے۔"

"ٹھیک ہے۔آپ چلیں، میں آتی ہوں۔" وہ آفاق سے کہتی اٹھ گئی۔

~~~~~~~~~~~~~~

ان دونوں کو وجدان کے گھر کے لاؤنج میں بیٹھے کافی دیر ہو گئی تھی مگر دونوں میں
~~~~~~~~~~~~~~

سے کسی کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ بات کہاں سے شروع کریں کہ اچانک شایان بھاگتا ہوا آیا اور آفاق کی گود میں چڑھ کر بیٹھ گیا۔

"انکل! آپ جواد کو کیوں نہیں لائے؟ میں نے اس کے ساتھ کرکٹ کھیلنی تھی۔" آج آفاق اسے ملیحہ کے حوالے سے دیکھ رہا تھا شاید اسی لئے معصومانہ خفگی سے منہ پھلاتا وہ ہمیشہ سے زیادہ اچھا لگا تھا۔ آفاق کو اس پر ڈھیروں پیار آگیا تو جواب دیئے بغیر مسکراتا ہوا اس کے گال چومنے لگا۔

"بیٹا! پہلے سلام کرتے ہیں۔" وجدان نے ٹوکا تو شایان نے لہراتا ہوا اسلام کیا۔

"السلام علیکم انکل!"

"وعلیکم السلام۔" افاق نے اسی کی انداز میں جواب دے کر وجدان سے کہا۔ "اب اسے یہ بھی کہہ دو کہ مجھے انکل نہ کہا کرے۔ غیریت سی محسوس ہوتی ہے۔"

"ہاں یہ تو ہے۔ انکل کا لفظ تو غیروں کے لیے بنا ہے۔" عائشہ فوراً اس کی تائید کرتی بولیں پھر شایان کو مخاطب کیا۔ "شایان! تم آفاق کو چاچو کہا کرو۔ آخر وجدان کے

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

بھائیوں جیسا ہے۔"

اور آفاق کو بات کرنے کا موقع مل گیا۔وہ سوچ کر بولا۔

"چاچو نہیں آنٹی! آپ مجھے اس سے ماموں کہلوائیں۔کیونکہ وجدان میرے بھائیوں جیسا ہے۔لیکن ملیحہ کا تو میں بھائی ہی تھا۔"

"کیا؟"عائشہ کے ساتھ مصطفیٰ عظیم اور انیقہ بھی بری طرح چونکے۔وجدان بھی ٹھٹک گیا تھا۔

"جی ہاں۔"آفاق ان کے حیران چہروں پر نظر ڈالتا آرام سے کہہ رہا۔"ملیحہ میری پھوپھی زاد بہن تھی۔"ایک انکشاف تھا اور ان کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا،اس انکشاف پر کس رد عمل کا اظہار کریں۔لیکن وجدان کی چھٹی حس نے اسے کوئی اشارہ کیا تھا۔وہ تیز لہجے میں بولا۔

"بس آفاق! اس کے بعد کچھ مت کہنا۔"

"لیکن کیوں؟ میں پاپا اور تایا جان کی جازت لے کر اسی لئے آیا ہوں کہ انکل اور

آنٹی، ملیحہ اور میرے رشتے کے بارے میں جان جائیں۔اور میں انہیں یہ بھی بتا دوں کہ شایان میرا بھانجا ہے۔"آفاق نے پاپا اور تایا جان کا حوالہ اس لیے دیا تھا کہ وجدان خاموش ہو جائے۔وہ واقعی چپ سا ہو گیا تھا۔پھر لفظ بھینچ کر اٹھا اور لاؤنج سے چلا گیا۔افاق اسے جاتے ہوئے دیکھ رہا تھا مگر وہ اس کے پیچھے نہیں جا سکتا تھا کیونکہ مصطفی عظیم حیرت سے سنبھل کر سوالوں کا سلسلہ شروع کر چکے تھے اور آفاق کو ان کی طرف متوجہ ہونا پڑا جو کہہ رہے تھے۔

"ملیحہ تمہاری کزن تھی، اتنی بڑی بات تم نے ہم سے چھپا کر رکھی، کیوں؟"

"کیونکہ وجدان گمشدہ تھا اور آپ اس کی گمشدگی کا تعلق ملیہ سے جوڑ رہے تھے۔ اگر اس وقت میں کہتا کہ ملیحہ میری کزن تھی تو بدمزگی ضرور ہوتی۔مگر اب حالات میں ٹھہراؤ آ چکا ہے۔پھر وقت بھی اتنا بیت چکا ہے کہ اس بات کو ظاہر کر دینے میں کوئی حرج نہیں۔"

مصطفی عظیم لب بھینچنے لگے، پھر مشکوک انداز میں دیکھتے ہوئے بولے۔

"ملیحا تمہاری کزن تھی اور وجدان دوست۔ اور جہاں تک میرا اندازہ ہے، تم ان کے رازدار تھے۔ سچ بتانا آفاق! کیا وجدان نے گھر سے جانے کے بعد تم سے کبھی کونٹیکٹ نہیں کیا؟"

"نہیں۔ لیکن آپ کا یہ اندازہ درست ہے کہ میں ان دونوں کا رازدار تھا۔"

"ایسا کیسے ہو سکتا ہے؟" انہوں نے اس کی لاعلمی کو رد کر دیا۔ "ملیحہ کو تم بہن کہہ رہے ہو ہوں اور دوست چاہے کتنا ہی قابل اعتبار ہو، کوئی غیرت مند شخص اپنی بہن، دوست کے حوالے نہیں کر سکتا جب تک وہ اس کے نکاح میں نہ آ جائے۔ اور اس کے بعد بھی وجدان نہ سہی، ملیحہ تو تم سے رابطہ کرتی رہی ہو گی۔"

آفاق نے انہیں اطمینان سے اپنی بات کہنے کا موقع دیا۔ پھر جب وہ چپ ہوئے تو کہا۔

"اب بھی آپ کے سارے اندازے درست ہیں۔ مگر ایک بات کی تصیح کر لیجیئے کہ وجدان نے گھر سے جانے آنے کے بعد ملیحہ سے شادی نہیں کی تھی بلکہ جس وقت

اس نے گھر چھوڑا، اس وقت تک ملیحہ کی ڈیتھ ہو چکی تھی۔"

"کیا....؟" حیرت کے ایک اور جھٹکے نے انہیں ہلا کر رکھ دیا۔ آفاق اسی سنجیدگی سے کہتا رہا۔

"آپ کو شاید یاد ہو، جس رات وجدان نے گھر چھوڑا اس دن میں صبح وجدان کو لینے آیا تھا اور آپ کے پوچھنے پر بتایا تھا کہ پچھلی رات میری کزن کی ڈیتھ ہو گئی ہے اور میں وجدان کو جنازے میں شرکت کے لیے لے جا رہا ہوں۔" وہ رکا، پھر کہا۔

"وہ کزن ملیحہ تھی۔"

"مجھے سمجھ نہیں آ رہا، تم کیا کہہ رہے ہو؟" عائشہ بری طرح الجھ رہی تھیں۔ آفاق انہیں دیکھ کر کہنے لگا۔

"ٹھہریں، میں آپ کو شروع سے بتاتا ہوں۔ ملیحہ کے ڈیتھ سے تقریباً ڈیڑھ سال پہلے ان دونوں کی ملاقات ہوئی تھی اور چند ملاقاتوں میں ہی انہوں نے شادی کا فیصلہ کر لیا۔ لیکن جب ملیحہ نے اپنے بابا جان سے بات کی تو وہ چراغ پا ہو گئے۔

ملیحہ نے انہیں منانے کی ہر ممکن کوشش کی لیکن وہ کسی صورت اس رشتے پر تیار نہیں ہوئے اور ملیحہ کے لیے وجدان کو بھولنا ناممکن تھا۔ بات اتنی بڑھی کہ ملیحہ احتجاج گھر چھوڑ کر ہمارے گھر آ گئی۔ اس کا خیال تھا کہ اکلوتی بیٹی کی جدائی پر ان کا دل پسیج جائے گا۔ مگر ان کا غصہ اور بھی بڑھ گیا اور انہوں نے ملیحہ کو اپنی زندگی سے ہی بے دخل کر دیا۔ اب ملیحہ واپس نہیں جا سکتی تھی، ان حالات میں اس سے بہتر فیصلہ کوئی نہیں تھا کہ میں ملیحہ کی وجدان کے ساتھ شادی کر دی جائے۔ پھر میرے پاپا اور تایا نے ملیحہ کے سرپرستوں کی حیثیت سے اسے وجدان کے ساتھ رخصت کر دیا وجدان نے آپ لوگوں سے چھپ کر شادی کی۔ کیوں کہ اسے خدشہ تھا کہ ملیحہ کے بابا جان کی طرح آپ لوگ بھی اس معاملے کو ایشو بنا لیں گے۔ جبکہ اس شادی کو ٹالا نہیں جا سکتا تھا۔ کیونکہ ملیحہ کو پھوپھا جان سے بہت محبت تھی اور ان کی طرف سے تعلق توڑ لئے جانے کے بعد ڈپریشن کا شکار رہنے لگی تھی۔ اس سے جذباتی سہارے کی ضرورت تھی جو اسے وجدان کے علاوہ کوئی نہیں

www.novelsclubb.com

دے سکتا تھا۔اس لئے وجدان نے کچھ وقت کے لئے اپنی شادی کو خفیہ رکھنے کا فیصلہ کیا۔ پھر شادی کے کچھ مہینوں بعد......"آفاق گھر سے رٹ کر آئے جملوں کو روانی سے ادا کرتا جارہا تھا کہ بولتے بولتے اس کی زبان لڑکھڑا گئی۔اس کے لیے بات کو جاری رکھنا مشکل ہو گیا تو چپ ہونے کے ساتھ ہی سر کو جھکاتے ہوئے اس نے غیر محسوس انداز میں اپنا چہرہ چھپالیا جو ایک دم ہی سرخ ہو گیا تھا۔ سمیرا بھانپ چکی تھی کہ یہ غیرت کی سرخی ہے۔وہ یہ بھی جانتی تھیں تھی کہ آفاق کی زبان کس بات نے پکڑلی ہے۔اس لیے اس کے چپ ہوتے ہی سمیرا نے بولنا شروع کر دیا۔

"جب ملیحہ امید سے ہوئی تو وجدان کو لگا کہ اس نے شادی کا اعلان کر دینا چاہیے۔ مگر پھر بھی اس میں اتنی جرات نہیں تھی کہ اچانک ایک دن ملیحہ کو آپ کے سامنے لے آتا۔ پھر اس نے سوچا کہ ایک دم دھماکا کرنے کے بجائے وہ پہلے آپ لوگوں کو اس بات کے لیے راضی کر لے کہ آپ اس کی شادی ملیحہ کے ساتھ کرنے پر تیار ہو

www.novelsclubb.com

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

جائیں پھر وہ آپ کو بتادے گا کہ وہ شادی کر چکا ہے۔ لیکن اس کی توقع کے عین مطابق آنٹی نے ملیحہ کو قبول کرنے سے انکار کر دیا۔اب وجدان دوہرے عذاب میں گرفتار تھا۔ایک طرف اس سے آپ کو منانا تھا،دوسری طرف ملیحہ کی طبیعت خراب رہنے لگی۔وجدان کے لیے اسے سنبھالنا مشکل ہو گیا تھا اور وہ چاہتا تھا کہ فل فوراسے گھر لے آئے تاکہ چوبیس گھنٹے اس کے پاس رہ سکے۔ مگر اس کی نوبت ہی نہیں آئی۔ جس رات شایان پیدا ہوا،ملیحہ کی طبیعت اچانک ہی بگڑ گئی تھی۔اسے ہسپتال لے کر گئے لیکن......"سمیرا نے دانستہ بات ادھوری چھوڑ دی۔ مصطفیٰ عظیم ہونٹوں پر مٹھی جمائے خاموش بیٹھے تھے اور عائشہ پرنم آنکھوں کے ساتھ بولیں۔

"تو یہ وجہ تھی۔میں اکثر سوچتی کہ میں نے تو وجدان سے کہہ دیا تھا کہ ملیحہ سے شادی کر لے،پھر وہ کیوں چلا گیا؟آج پتہ چلا،میں نے جازت دینے میں دیر کر دی۔میں نے اس وقت اسے ملیحہ سے شادی کرنے کی اجازت دی،جب وہ ملیحہ

کو دفنا کر آرہا تھا۔اف میرے اللہ!" انہوں نے کرب سے آنکھیں بھینچ لیں اور آنسو ٹپ ٹپ ان کے گالوں پر بہنے لگے۔

"کیسے برچھی کی طرح میرے لفظ وجدان کے سینے کے آر پار ہوئے ہوں گے۔ کیسی ماں ہوں، اس کی حالت نہیں پہچان سکی۔مجھے آج بھی یاد ہے، اس رات وجدان اپنے حواسوں میں نہیں لگ رہا تھا کہ خود سے بچھڑ گیا تھا، ٹوٹ رہا تھا وہ اور میں نے اسے ریزہ ریزہ کر دیا۔کاش مجھے پہلے پتا چل جاتا تو ملیحہ کو خود جا کر گھر لے آتی۔اپنے ہاتھوں سے اس کا خیال رکھتی۔بھلا وجدان اسے اس حالت میں کہاں سنبھال آتا ہو گا؟" پھر وہ آنسو پونچھتی مصطفیٰ عظیم سے بولیں لیں۔

"یاد ہے مصطفیٰ صاحب! ملیحہ کے انتقال سے کچھ مہینے پہلے وجدان نے اچانک گھر سے باہر رہنا شروع کر دیا تھا۔آفس بھی نہیں جاتا تھا۔صبح کا نکلا آدھی رات کے بعد گھر میں گھستا تھا اور ہم ناراض ہوتے تھے۔اب سمجھ آیا اس کی بیوی ماں بننے والی تھی۔پھر وہ کیسے گھر اور آفس کی پرواہ کرتا؟ اس کا دھیان تو ملیحہ میں اٹکا رہتا ہو گا۔"

پھر جیسے انہیں کسی بات کا دھیان آیا تھا، انہوں نے پکارا۔"انیقہ !"

"جی امی !" وہ چونک کر بولی۔

"تم نے بتایا تھا کہ وجدان کے جانے سے دو تین دن پہلے جب اس کا ایکسیڈنٹ ہوا تھا ملیحہ وجدان سے ملنے گھر آئی تھی۔"

وہ ان کی بات کا مفہوم سمجھ کر سہمی آواز میں بولی۔"جی بتایا تھا۔"

عائشہ مصطفی کے تیور بگڑ گئے۔"مگر تم نے یہ نہیں بتایا تھا کہ ملیحہ پورے دنوں سے تھی۔"

آفاق اور سمیرا ان کی بات سن کر گھبرا گئے۔

آفاق کے ذہن سے یہ بات محو ہو چکی تھی کہ انیقہ کی ملیحہ کے ساتھ ایک چھوٹی سی ملاقات ہوئی تھی تھی اور اب اسے لگ رہا تھا، اس کا بھانڈا پھوٹنے والا ہے، اور شایان کا بھی.... وہ سٹپٹائی نظروں سے انیقہ کو دیکھنے لگا۔ مگر آفاق کو یہ دیکھ کر حیرت ہوئی کہ انیقہ اس سے بھی زیادہ بری طرح سٹپٹائی ہوئی تھی، تیزی سے پلکیں

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

جھجکتی وہ بار بار کچھ کہنے کے لیے منہ کھولتی لیکن کوئی جواب جیسے بن نہیں پا رہا تھا۔

"بولو انیقہ! اب چپ کیوں ہو؟... جواب دو۔" اس کی چپ سے جھنجلا کر مصطفی عظیم بولے تو ان کی آواز میں دبا دبا غصہ تھا۔ انیقہ روہانسی ہو گئی۔

"کیا بولوں ابو! جب میں نے کچھ محسوس ہی نہیں کیا تھا۔"

آفاق کا دل اچھل کر حلق میں آ گیا۔

"کیا بات کر رہی ہو؟" عائشہ پہلے سے بھی زیادہ تیز لہجے میں بولیں۔ "جس عورت کے ہاں دو چار روز میں ولادت ہونے والی ہو، اسے تو کنواری بھی پہچان لے۔ اور تم جو اس وقت بھی ایک بچے کی ماں تھیں، اتنا بھی نہ دیکھ سکیں کہ ملیحہ امید سے ہے؟"

انیقہ اتنی دیر میں خود کو سنبھال چکی تھی، بولی۔ "امی! میں سچ کہہ رہی ہوں، میں نے کچھ محسوس نہیں کیا تھا۔ اصل میں، میں پہلے ہی وجدان کی طرف سے پریشان تھی۔ پھر جب ملیحہ نے بتایا کہ وہ ملیحہ فاروقی ہے اور وجدان سے ملنا چاہتی ہے تو مجھے

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

فطری طور پر غصہ آ گیا۔ شاید اسی لیے میں نے اسے ٹھیک سے دیکھا ہی نہیں۔ یا شاید دیکھا بھی ہو تو دھیان نہ دیا ہو گا۔ کیونکہ وجدان تو یہی کہہ رہا تھا کہ ملیحہ سے شادی کرنا چاہتا ہے۔ یہ کب کہا تھا کہ کر چکا ہے جو اس طرف دھیان جاتا۔ اور پھر ملیحہ نے شال لے رکھی تھی۔ حالانکہ دس سال پرانی بات ہے، پھر بھی مجھے یاد ہے کہ ملیحہ کالے رنگ کی ساڑھی میں تھی اور اس نے اپنے گرد میرون کلر کی شال خوب پھیلا رکھی تھی۔ ہو سکتا ہے اس لیے بھی میں دیکھ نہیں پائی۔"

آفاق اور سمیرا سکون کا سانس لیتے ایک دوسرے کو دیکھ کر مبہم سا مسکرائے تھے۔

حالانکہ انیقہ "چشم دید گواہ" تھی پر اس کا وہ حال تھا کہ "مجھے خود اپنی نگاہوں پر اعتبار نہیں" اس کا عذر سن کر بھی عائشہ کہے بغیر نہ رہ سکیں۔

"بہو تخلیق کے عمل سے گزر رہی ہو تو گئے گزرے بھی اس کے ناز اٹھاتے ہیں۔ اور ہمارے پوتے کی ماں، شوہر کی خبر لینے چوکھٹ پر آئی بھی تو اسے دروازے سے لوٹا دیا۔ تم نے بہت زیادتی کی انیقہ! وجدان کو پتہ چلا ہو گا تو کتنا برا لگا ہو گا اسے کہ

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

آج تک ناراض ہے۔ٹھیک ہی تھا پھر جو وہ اپنے بچے کو لے کر چلا گیا۔ بھلا وہ اپنے بچے کو اس گھر میں لے کر کیوں آتا جس گھر میں اس کے بچے کی ماں کو پاؤں رکھنے کی اجازت نہیں ملی۔"""بیتی باتوں کا دکھ کرنے سے کیا ہوگا؟"انہیں ماضی کا افسوس کرتے دیکھ کر مصطفی عظیم نے دھیرے سے کہا، پھر آفاق کی طرف مڑے۔"تم ایک یقین کرو، ہم سب کو ملیحہ کی جواں مرگی کا بہت افسوس ہے۔میں تمہارے والد اور تایا سے بھی خود جا کر تعزیت کروں گا۔بے شک ملیحہ کے انتقال کو طویل مدت گزر چکی ہے، مگر ہمیں تو آج ہی معلوم ہوا ہے کہ وہ تمہاری بہن تھی۔ بلکہ تم مجھے ملیحہ کے والد کا بھی پتہ بتا دو۔میں ان سے ملنے جاؤں گا۔"

"ایسا سوچیں بھی مت۔"آفاق گھبرا کر بولا۔

"کیوں؟"

"میں نے بتایا نا، وہ اس رشتے پر خوش نہیں تھے۔"

"وہ تو تب کی بات تھی۔"مصطفی عظیم الجھ کر بولے۔

"بات اب بھی یہی ہے۔"

"کیا بیٹی کی موت بھی ان کا غصہ ٹھنڈا نہیں کر سکی؟" وہ حیرت سے بولے۔ پھر ایک خیال کے تحت پوچھا۔

"وہ ملیحہ کی وفات کے بارے میں تو جانتے ہیں نا؟"

"ہاں۔ بلکہ وہ ملیحہ کی آخری رسوم میں شامل تھے۔ لیکن انہوں نے ایک بار بھی شایان کی طرف نہیں دیکھا۔" آفاق اس خیال سے جلدی سے بولا کہ کہیں ملیحہ کے جنازے میں باباجان کی شمولیت کو انکی طرف سے نرمی نہ سمجھ بیٹھیں۔

"حد ہو گئی۔" مصطفیٰ عظیم کو برا لگا تھا۔

"ٹھیک ہے، بچوں سے غلطی ہو گئی تھی۔ مگر اب تو انہیں معاف کر دینا چاہیے۔ پھر جب بیٹی ہی نہیں رہی تو ناراضی کس بات کی؟"

"آپ نہیں جانتے انکل! پھوپھا جان کی سخت مزاجی بے مثال ہے۔ اگر وہ اتنے ضدی نہ ہوتے تھے تو ملیحہ ان کی مرضی کے بعد شادی کیوں کرتی؟ اور آپ کو کیا

لگتا ہے، کیا ملیحہ نے اس کے بعد انہیں منانے کی کوشش نہیں کی؟ ملیحہ نے بہت جتن کئے یے کہ وہ وجدان کو قبول کر لیں مگر پھوپھا جان ٹس سے مس نہ ہوئے۔ موت بر حق ہے اور ایک دن سب کو مرنا ہے۔ لیکن یہ بھی سچ ہے، ملیحہ کو پھوپھا جان کی ناراضگی نے موت سے پہلے مار دیا تھا۔ اسے اپنے بابا جان سے بہت محبت تھی۔ وہ ان کی ناراضگی کے ساتھ سمجھوتا نہیں کر سکی۔ انکی انا پرستی کا اندازہ لگائیں کہ وجدان کے ساتھ ان کی پہلی ملاقات ہی ملیحہ کے جنازے پر ہوئی تھی اور اس دن بھی انہوں نے وجدان کو مخاطب کرنا گوارا نہیں کیا اور اس دن سے لے کر آج تک انہوں نے ایک بار بھی وجدان سے ملنے کی کوشش نہیں کی۔"

آفاق یہ سب اس لیے کہہ رہا تھا تاکہ مصطفیٰ عظیم، بابا جان سے ملنے کا خیال ہی ذہن سے جھٹک دیں۔

"وجدان نہ سہی، شایان سے ملنے کو تو دل چاہتا ہو گا۔ آخر ان کا نواسہ ہے، ان کا خون ہے۔"

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

"دل چاہتا تو کبھی ملنے نہ آتے؟" آفاق کی بات نے انہیں چپ ہونے پر مجبور کر دیا تھا۔ پھر آزردگی سے بولے۔

"اگر غلطی ہوئی بھی تھی تو ملیحہ اور وجدان سے ہوئی تھی۔ پر سمجھ نہیں آتا، بچے کو کس چیز کی سزا مل رہی ہے کہ وہ سارے رشتوں سے دور رہے؟ مجھ سے پوچھتا ہے، زوار اور مناہل تو ہمیشہ سے آپ کے ساتھ رہتے ہیں، میں کیوں نہیں رہتا تھا؟ کبھی جو دونوں اپنے نانا کے گھر چلے جائیں تو یہ ضد کرنے لگتا ہے کہ مجھے بھی نانا کے پاس جانا ہے۔ اب میں اسے کیسے سمجھاؤں کہ اس کی قسمت میں ادھورے رشتے ہیں۔ معصوم بچے کا ذہن الجھنوں کا گڑھ بن کر رہ گیا ہے۔"

ان کی بات سن کر آفاق نے عجیب سے لہجے میں کہا۔ "میں اسے رشتے ہی دینے آیا ہوں۔" پھر وہ کچھ دور بیٹھے شایان سے بولا۔ "نانا کے گھر چلو گے؟"

شایان کا ذہن آس پاس ہو رہی بات چیت کو یاد کرنے اور اس سے نتیجے اخذ کرنے میں لگا تھا، وہ فوری طور پر کچھ نہیں بولا تو آفاق اسے ہاتھ پکڑ کر پاس بلاتے ہوئے

بولا۔"تمہیں امی کی تصویریں دیکھنا اچھا لگتا ہے نا؟"شایان نے زور زور سے سر ہلایا تو آفاق نے جیسے اسے لالچ دیتے ہوئے کہا۔"میرے پاس تمہاری امی کی بہت ساری تصویریں ہیں۔"

"آپ امی کے بھائی ہیں؟"عباس نے اپنے ذہن کی بیٹری سٹارٹ کی۔"آپ مجھے امی کے بارے میں بتائیں گے؟"

"ہاں۔لیکن اگر تم میرے گھر چل کر رہنے پر تیار ہو جاؤ،تو...."آفاق کی بات ختم بھی نہیں ہوئی تھی کہ وہ اچھل کر بولا۔

"میں آپ کے گھر جاؤں گا۔"پھر سست ہو کر بولا۔"لیکن ابو سے پوچھنا ہو گا۔"

"تو چلو،ان سے پوچھتے ہیں۔"آفاق اس کا ہاتھ پکڑ کر کھڑا ہو گیا تو عائشہ بولیں۔

"پوچھنا کیا ہے؟بس جا کر وجدان کو بتا دو۔تب تک میں اسے تیار کرتی ہوں۔"

"ٹھیک ہے۔"آفاق اس کا ہاتھ چھوڑ کر باہر آ گیا۔

وجدان سر دونوں ہاتھوں پر گرائے سیڑھیوں پر بیٹھا تھا۔آفاق اس کے برابر آ کر

بیٹھا تو وجدان سر اٹھائے بغیر بولا۔

"یہ سب کرنے کی کیا ضرورت تھی؟"

"ضرورت کو تم مجھ سے بہتر جانتے ہو۔"

وجدان نے گردن موڑ کر اسے دیکھا اور کہا۔"میں اسے سمجھالیتا۔"

"مان لو وجدان! کہ شایان کے ذہن سے ملیحہ کا تصور جدا کرنا تمہارے بس میں نہیں تھا۔"

وجدان بے بسی سے چہرہ موڑ کر سامنے دیکھنے لگا، پھر تھکن بھری آواز میں بولا۔

"میں منیر انکل اور افتخار انکل کا سامنا کیسے کروں گا؟"

"عادت ہو جائے گی۔"آفاق کے لہجے میں لاپرواہی تھی۔

"تمھیں ایسا نہیں کرنا چاہیے تھا۔"وجدان نے ملامت کی۔

"تو اور کیا کرتا؟"آفاق چڑ گیا۔

"اس دن جب شایان، ملیحہ کو امی کہہ کر تصویریں دکھا رہا تھا تو وہاں جواد اور فائزہ

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

بھی تھے جو ملیحہ کو دوسرے حوالے سے جانتے ہیں۔ وہ تو شکر تھا کہ انہوں نے ملیحہ کو نہیں پہچانا لیکن شکر کرنے کا یہ موقع ہمیشہ نہیں ملتا۔ پھر تم کیا کرتے؟"

وجدان نے کوئی جواب ہی نہیں دیا۔ خاموشی کی اس دیوار کو شایان کی آواز نے توڑا جو "ابو، ابو" پکارتا ان دونوں کی طرف بھاگا چلا آ رہا تھا۔ قریب آنے پر وہ اپنی اسپیڈ کم کئے بغیر وجدان کے سینے میں گھس گیا تو وجدان ہلکے سے دھکے سے پیچھے ہو گیا۔ پھر اسکے سر پر چپت لگا کر بولا۔

"بریک تو لگا لیا کرو۔"

مگر وہ اپنی ہی کہنے لگا۔ "پتہ ہے ابو! ماموں کہہ رہے ہیں، وہ مجھے نانا کے گھر لے کر جائیں گے۔"

وجدان ہکا بکا رہ گیا۔ پھر حواس باختہ سا آفاق سے بولا۔ "تم اسے بابا جان کے گھر لے کر جا رہے ہو؟"

آفاق بدکا۔ "میری شامت آئی ہے؟ اسے وہاں لے کر گیا تو پھوپھا جان مجھے جان

سے مار دیں گے۔"

"مجھے انکے گھر جانا بھی نہیں۔" شایان کے ناراضی سے کہنے پر وہ دونوں اسے دیکھنے لگے۔

"کیوں بھئی؟" آفاق نے دلچسپی سے پوچھا تو وہ بدستور منہ پھلائے کہنے لگا۔

"انہوں نے امی کو ڈانٹا تھا۔ وہ گندے ہیں۔"

"ایسا نہیں بولتے۔" وجدان نے فوراً ٹوکا جبکہ آفاق نے ہلکا سا مسکراتے ہوئے کہا۔

"جب یہ اس طرح سے باتیں کرتا ہے تو مجھے یقین ہونے لگتا ہے کہ یہ ملیحہ کا ہی بیٹا ہے۔"

www.novelsclubb.com

وجدان دانستہ تبصرے سے گریز کرتے ہوئے بولا۔ "اچھا سنو! تم اسے لے کر جا رہے ہو تو واپس کب تک چھوڑنے آؤ گے؟"

"پہلی بار ملیحہ کا بیٹا بن کر میرے گھر جا رہا ہے۔ دس بارہ دن تو روکے گا ہی۔"

"میں شایان کے بغیر اتنے دن نہیں رہ سکتا۔" وجدان تیزی سے بولا۔ "زیادہ سے

زیادہ دو دن۔ پرسوں شام میں اسے واپس چھوڑ جانا۔"

"دیکھیں گے۔" آفاق نے بے نیازی سے کہا تو وجدان انگلی دکھا کر بولا۔

"اگر تم اسے چھوڑنے نہیں آئے تو میں خود اسے لینے آجاؤں گا۔"

"کہا نا، دیکھیں گے۔" آفاق کا انداز ہنوز وہی تھا۔

پھر سارا وقت وجدان اسے یہی تاکید کرتا رہا کہ ایک دو دن کے بعد وہ شایان کو بھیج دے اور آفاق بھی لاپرواہی سے سر ہلاتا رہا۔

رات کے کھانے کے بعد جب وہ جانے لگے تو سب انھیں گاڑی تک چھوڑنے باہر آگئے۔ رخصت کے لیے ہاتھ ملاتے ہوئے وجدان پھر سے تاکید کرنے لگا۔

"بس کل کا دن کافی ہے، پرسوں اسے لے آنا۔"

آفاق چڑھ کر عائشہ سے بولا۔ "آنٹی! اس کا بیگ بھی تیار کر دیں۔" تو وجدان نے بے بسی سے کہا۔

"مذاق مت کرو۔ میں واقعی شایان کے بغیر نہیں رہ سکتا۔ میں نے کبھی ایک دن

کے لئے بھی اسے خود سے الگ نہیں کیا اور وہ میرے بغیر اداس ہو جائے گا۔"

"ہاں یہ تو ہے۔ بلکہ دیکھو، وہ ابھی سے اداس ہو گیا ہے۔" اس نے گاڑی کی طرف دیکھا، جس کی ڈرائیونگ سیٹ پر شایان بیٹھا اسٹیئرنگ سے کھیل رہا تھا۔

"تم بہت ہی بد تمیز انسان ہو۔" اور گاڑی کے پاس آکر ڈرائیونگ سیٹ کا دروازہ کھول کر پاؤں باہر رکھے اندر سیٹ پر بیٹھتے ہوئے شایان کو بازوؤں میں جکڑ کر سینے سے لگا کے پیار کرتے ہوئے بولا۔

"وہاں جا کر شرارت مت کرنا۔ اور اداس ہو جاؤ تو ماموں سے کہہ دینا۔ اور تمہیں میرے پاس لے آئیں گے۔" پھر سمیرہ سے کہنے لگا۔ "بھابی! ذرا خیال رکھیں۔ یہ سارا وقت کھیلتا نہ رہے۔ اس کا ایڈمیشن ٹیسٹ ہونے والا ہے۔ کھانے کا بھی دھیان رکھیں۔ یہ ٹائم پر کھانا نہیں کھاتا اور دودھ سے تو بھاگتا ہے۔ آپ کو زبردستی پلانا پڑے گا۔"

"تم بالکل فکر مت کرو۔ میں شایان کا پورا خیال رکھوں گی۔" سمیرا نے اسے

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

مطمئن کرنے کو کہا۔ تبھی آفاق جو دروازے میں جھک کھڑا ان کی باتیں سن رہا تھا،

وجدان کے کندھے پر ہاتھ مار کر متوجہ کرتے ہوئے بولا۔

www.novelsclubb.com

"جسے سکھا رہے ہو، اسے دو بچے پالنے کا تجربہ ہے۔ اور اب آپ باہر آئیے۔" آفاق نے اسے بازو پکڑ کر باہر نکالا، پھر لے جا کر مصطفیٰ عظیم کے برابر کھڑا کر دیا۔ "ذرا اسے پکڑ کر رکھئے تاکہ میں جا سکوں۔" پھر وجدان کے اُترے ہوئے چہرے کو دیکھ کر مذاق اُڑاتا ہوا بولا اور گاڑی میں جا بیٹھا۔ پھر انجن اسٹارٹ کرتے گاڑی کو گیٹ سے باہر نکال لے گیا۔

مصطفیٰ عظیم نے وجدان کی طرف دیکھا جو کچھ سوچتا ہوا گیٹ سے باہر سڑک کو دیکھ رہا تھا۔

"زندگی میں یہی ایک اُلجھن بچی تھی، وہ بھی سلجھ گئی۔ اب تمہیں فیصلہ کر لینا چاہئے۔"

وجدان چونک کر انہیں دیکھنے لگا۔ "کیسا فیصلہ؟"

"دوبارہ گھر بسانے کا فیصلہ۔"

واپس گردن موڑتے ہوئے وجدان سامنے دیکھنے لگا۔

"زندگی میں ایسے شخص کی ضرورت ہمیشہ رہتی ہے جو دُکھ سُکھ بانٹ سکے، تھک جاؤ تو تھکن سمیٹ لے، لڑکھڑاؤ تو ہاتھ تھام لے۔ پھر ابھی تمہاری عمر بھی اتنی نہیں ہوئی کہ تنہائی کو عادت بنا لو۔ اب بھی تمہارے سامنے زندگی کا لمبا سفر باقی ہے۔ یہ سفر اکیلے نہیں کٹ سکے گا۔"

"میں اکیلا کہاں ہوں؟..... میرے پاس شایان ہے۔"

اس کی بات پر مصطفیٰ عظیم بولے۔ "یہ فیصلہ تمہاری ہی نہیں، شایان کی بھی ضرورت ہے۔ اسے ماں مل جائے گی۔ تم کب تک اسے اکیلے سنبھالتے رہو گے؟ بچے پالنا مردوں کے بس کی بات نہیں۔"

وجدان بولا۔ "میں نے اُس وقت بھی شایان کو سنبھالا تھا، جب اس کی ماں پیدائش کے فوراً بعد ہی اسے چھوڑ گئی تھی۔ پھر اب کیوں نہیں سنبھال سکتا؟ پھر کچھ سالوں کی بات ہے، وہ جوان ہو جائے گا، تب تو مجھے اسے سنبھالنے کی ضرورت ہی نہیں رہے گی۔"

وہ اسے بے بسی سے دیکھتے ہوئے بولے۔ "شادی مرد کی ضرورت ہوتی ہے وجدان! تم کب تک اس ضرورت سے آنکھ چراؤ گے؟"

"لیکن مجھے کوئی ضرورت محسوس نہیں ہوتی۔"

"تم ملیحہ کو بھول نہیں سکتے؟" کچھ توقف کے بعد انہوں نے پوچھا تو وجدان نے نظر جھکاتے ہوئے آہستگی سے کہا۔ "بھول بھی جاؤں تو یاد آتی رہیں گی۔" اور مصطفیٰ عظیم مایوسی سے سر جھکا کر پلٹ گئے۔ مگر اندر جانے سے پہلے انہوں نے مڑ کر دیکھا تو وجدان پورچ کی تیز روشنیوں میں گم سم کھڑا تھا۔ اسے دیکھ کر آہ بھرتے وہ اندر چلے گئے۔

❀❀❀

شایان آیا تو سب ہال میں جمع ہو گئے۔

NOVE
WWW.NOVELSCLUBB.COM

''آؤ تمہاری سب سے جان پہچان کرواؤں۔'' سب سے آفاق اس کا تعارف کروا رہا تھا اور شایان ان رشتوں کو ذہن میں نقش کر رہا تھا۔

رات میں وہ، گوہر اور زارا بچوں کو ان کے مشترکہ کمرے میں سلانے آئیں تو کچھ دیر بعد ہی ارم دودھ کا جگ اٹھائے کمرے میں آ گئی۔ زارا کی بیٹی نے کچھ نخرہ تو کیا مگر دودھ بھی پی لیا۔ لیکن گوہر کے بیٹے اور سمیرا کے بچوں نے آرام سے اپنا اپنا دودھ کا گلاس ختم کر لیا تو ارم نے گلاس بھر کر شایان کی طرف بڑھایا اور وہ ناک بند کر کے ''میں نہیں پیوں گا۔'' کہہ کر تکیے میں منہ گھسا کر لیٹ گیا تو ارم پاس بیٹھ کر اسے گدگدانے لگی۔

''دودھ پیئے بغیر کوئی نہیں سو سکتا۔ اُٹھو۔'' اور وہ لیٹے لیٹے ہی دونوں ہاتھ اٹھا کر انکار میں ہلانے لگا تو سمیرا، ارم کو اشارہ کر کے بولی۔

''دیکھا زارا! شایان، ملیحہ کا بیٹا ہو کر دودھ نہیں پیتا۔''

شایان کے کان کھڑے ہو گئے۔ زارا مسکراہٹ دبا کر بولی۔ ''واقعی، کتنی عجیب بات ہے۔ ملیحہ تو دودھ شوق سے پیتی تھی۔ مگر شایان......''

شایان نے ذرا سی گردن موڑ کر ان کی طرف دیکھا، تبھی ارم بھی بولی۔

''میں تب بہت چھوٹی تھی لیکن مجھے یاد ہے، ملیحہ آپی روز رات کو سونے سے پہلے ایک گلاس دودھ پیا کرتی تھیں۔''

شایان اُٹھ کر بیٹھ گیا اور بظاہر اس کی طرف سے انجان بنی خواتین سے بولا۔ ''امی کو دودھ اچھا لگتا تھا؟''

''ہاں۔'' وہ ایک دوسرے کو دیکھ کر سرسری انداز میں بولیں تو شایان جلدی سے بولا۔

''مجھے بھی دودھ اچھا لگتا ہے۔'' اور خود ہی ارم کے ہاتھ سے گلاس لے کر غٹاغٹ چڑھا گیا۔ پھر گلاس واپس کر کے ہاتھ کی پشت سے منہ پونچھنے کے بعد آرام سے لیٹ گیا اور آنکھیں بند کر لیں۔ ان چاروں کے چہرے ہنسی روکنے کی کوشش میں سرخ ہو گئے تھے۔

❁❁❁

اگلی صبح افتخار حسن فجر کی نماز کے لئے گھر سے نکلنے لگے تو انہوں نے دیکھا کہ شایان گیٹ کے پاس بنے سنگی بینچ پر چڑھ کر بیٹھا ہے۔ رات تو انہوں نے شایان کی طرف دیکھا بھی نہیں تھا مگر اس وقت حیرت کے زیر اثر اس کے پاس چلے آئے۔

''تم اتنی صبح جاگ گئے اور اتنی ٹھنڈ میں باہر کیوں آئے ہو؟''

''نماز پڑھنی ہے بڑے نانا! مگر مجھے پتہ ہی نہیں، مسجد کدھر ہے۔''

چھوٹے بچے کے منہ سے ایسی بات سن کر انہیں بے اختیار اس پر پیار آ گیا تھا۔ مگر اپنے انداز سے انہوں نے کچھ ظاہر نہ ہونے دیا اور سپاٹ آواز میں بولے۔

NOVE
WWW.NOVELSCLUBB.COM

"میں بھی نماز پڑھنے جا رہا ہوں۔ میرے ساتھ آ جاؤ۔"
اور وہ "جی بڑے نانا!" کہتا چھلانگ لگا کر بینچ سے اُترا اور پاس آ کے ان کا ہاتھ پکڑ لیا۔ افتخار حسن اُسے لے کر چل پڑے۔ جاتے ہوئے وہ پورا راستہ باتیں کرتا رہا۔ مگر جب نماز پڑھ کر مسجد سے باہر آئے تو افتخار حسن نے محسوس کیا کہ وہ چپ چاپ سا ہے۔ اسے دیکھ کر دل پر بوجھ آ پڑا تھا۔ اندرونی دروازے کے بڑے دالان میں سمیرا کی امی تخت پر بیٹھی قرآن پاک کی تلاوت کر رہی تھیں۔ شایان نے گیٹ سے اندر آتے ہی افتخار حسن کا ہاتھ چھوڑ دیا اور چلتا ہوا تخت کے پاس آیا اور چپل اُتار کر تخت پر چڑھتا وہ بڑی نانی کی گود میں منہ چھپا کر لیٹ گیا۔ انہوں نے آیت مکمل کی اور قرآن بند کرتیں اس کے گھنے بالوں میں ہاتھ پھیرنے لگیں۔
"کیا بات ہے، اُداس لگ رہے ہو۔"
"بڑے نانا مجھ سے ناراض ہیں۔" وہ اس طرح سے بولا کہ سمیرا کی امی مسکرانے لگیں۔
"وہ تم سے ناراض نہیں ہیں۔"
"مجھے پتہ ہے وہ ناراض ہیں۔ وہ مجھ سے بات نہیں کر رہے۔ اور مجھے گود میں لے کر پیار بھی نہیں کیا۔"
"میں جو تمہیں گود میں لے کر بیٹھی ہوں۔ اور چھوٹے نانا رات کو ہمارے بیٹے کے لئے جہاز بھی تو لائے تھے۔ تمہیں اچھا لگا تھا نا؟" وہ اُسے بہلانے کی کوشش کر رہی تھیں مگر وہ ضد سے بولا۔
"لیکن مجھے بڑے نانا کی گود میں بیٹھنا ہے۔"
"تو جاؤ، جا کر بیٹھ جاؤ۔"
شایان کی آنکھیں چمکنے لگیں۔ وہ فوراً تخت سے اُترا اور اندر بھاگ گیا۔ دروازے پر رک کر اس نے جھانکا۔ افتخار حسن چہرے کے سامنے اخبار پھیلائے بیٹھے تھے۔ وہ دبے پاؤں چلتا آیا، پھر ایک دم سے اخبار کے نیچے سے گھس کر ان کی گود میں جا چڑھا اور افتخار حسن "ارے ارے" ہی کرتے رہ گئے۔
"آپ مجھ سے کیوں ناراض ہیں بڑے نانا! میں نے تو کوئی شرارت بھی نہیں کی۔" وہ ان کے گلے میں بازو حمائل کیے اتنے لاڈ سے بول رہا تھا کہ افتخار حسن خود ساختہ اجنبیت کو قائم نہ رکھ سکے اور مسکرا کر بولے۔
"میں تم سے ناراض نہیں ہوں بلکہ تم اتنے اچھے بچے ہو کہ تم سے کوئی بھی ناراض نہیں ہو سکتا۔"
"میں بھی اخبار پڑھوں گا۔" اور ان کی گود میں پھیل کر بیٹھ گیا۔ ناچار انہوں نے اخبار سیدھا کیا مگر پڑھ نہ سکے۔ کیونکہ شایان ٹوٹے پھوٹے ہجے کرتا بلند آواز میں غلط پڑھ رہا تھا۔ سمیرا کی امی، شایان کو دیکھنے اندر آئیں تو شایان، افتخار حسین کی گود میں بیٹھا انہیں اخبار پڑھ کر سنا رہا تھا۔
"یہ کیا چل رہا ہے؟"
"خبریں سنائی جا رہی ہیں۔" افتخار حسن نے کہا پھر ہنستے ہوئے بولے۔ "میں نے اخبار میں اتنے مزے کی

NOVE
WWW.NOVELSCLUBB.COM

خبریں کبھی نہیں پڑھیں جیسی یہ سنا رہا ہے۔تم بھی آ کر سنو۔"
ان کے چہرے پر مسکراہٹ دیکھ کر وہ بولیں۔
"آخر شایان نے آپ کو منا ہی لیا۔"
انہوں نے لب بھینچ کر مسکراہٹ روک لی، پھر اُلجھ کر بولے۔"لگتا ہے اس میں کوئی مقناطیس فٹ ہے جو دل اس کی طرف کھنچا جاتا ہے۔اور کل سے تو ایک عجیب سی بات ہو رہی ہے۔میں جتنی بار اس کا چہرہ دیکھتا ہوں، اس میں ملیحہ کی جھلک نظر آتی ہے۔"
وہ سانس بھر کر بولیں۔"ملیحہ سے محبت بھی تو بہت کرتا ہے۔اور انسان جس سے محبت کرے، اس کا عکس بن جاتا ہے۔پھر ہمیں ملیحہ اور وجدان کے سوا اور کوئی حوالہ بھی تو معلوم نہیں۔اس کے وجود میں تلاش کیا تو وہی دونوں نظر آئیں گے۔اس میں عجیب کیا ہے؟"افتخار حسن کا دل ہی اچاٹ ہو گیا۔

❁❁❁

شایان کو یہاں آئے سات دن ہو چکے تھے۔شروع کے دو تین دن تو اس کی شوخیوں کا وہی عالم رہا۔پھر دھیرے دھیرے اُداس ہوتا چلا گیا۔بات یہ تھی، ان سات دنوں میں وجدان ایک بار بھی اس سے ملنے نہیں آیا تھا۔اور جب وہ آفاق سے گھر جانے کے لئے کہتا تو وہ بھی کوئی جواب نہ دیتا۔آج سمیرا اسے رات کے کھانے کے لئے بلانے آئی تو وہ بستر پر بیٹھا رو رہا تھا اور سمیرا کے لاکھ چپ کرانے پر بھی چپ نہیں ہوا۔وہ پریشان سی اُٹھ کر آفاق کے پاس آ گئی جو سب کے ساتھ ڈائننگ ٹیبل پر بیٹھا تھا۔
"آفاق! کھانا بعد میں کھا لیجئے گا۔پہلے شایان کو اس کے گھر چھوڑ کر آئیں۔وہ بہت رو رہا ہے۔"
"لیکن رو کیوں رہا ہے؟"افتخار حسن نے حیرت سے پوچھا تو آفاق بولا۔
"وجدان کی یاد آ رہی ہوگی۔اس سے ملنے بھی تو نہیں آیا۔پھر خود سے فون بھی نہیں کرتا۔میں ہی شایان کی اس سے بات کرا دوں تو کرا دوں۔لیکن آفس میں بار بار فون کر کے کہتا ہے، شایان کو بھیج دو۔"
اس کی بات پر منیر حسن بھی پریشانی سے گویا ہوئے۔
"کئی دن سے آفس بھی نہیں آ رہا۔کل تو میں نے اس سے فون پر بھی کہا تھا کہ آفس آ جائے، ڈاکومنٹس اسے ہینڈ اوور کرنے ہیں۔مگر وہ آیا ہی نہیں۔آفاق! پتہ تو کرو، کہیں بیٹے کی جدائی میں بیمار نہ پڑ گیا ہو۔"
"ہو بھی سکتا ہے۔"آفاق بولا۔"لیکن میں جانتا ہوں وہ آپ دونوں کے سامنے آنے سے کترا رہا ہے۔ورنہ وہ کبھی بھی شایان کے بغیر اتنے دن نہ گزارتا۔"
اس کی امی بولیں۔"تم اسے چھوڑ ہی آؤ۔بچہ کتنی بار کہہ چکا ہے، گھر جانا ہے۔"
"میں چاہتا ہوں وجدان خود اسے لینے آئے تا کہ اس کا گریز ختم ہو۔"پھر اس نے سمیرا سے کہا۔"جاؤ شایان کو لے کر آؤ۔اور آتے ہوئے فون بھی لیتی آنا۔"

NOVE
WWW.NOVELSCLUBB.COM

عشقِ آتش از قلم سعدیہ راجپوت

کچھ دیر بعد وہ شایان کے ساتھ لوٹی تو آفاق اس سے بولا۔ ''ابو یاد آ رہے ہیں؟''

اس نے ناک سڑکتے ہوئے ہاں میں سر ہلایا اور رونے لگا۔ آفاق اسے کندھے سے لگا کر تھپکتے ہوئے بولا۔ ''ابھی میں ابو کو فون ملاؤں گا اور تم یہی بات ان سے کہنا۔''

شایان نے روتے روتے پھر سے سر ہلا دیا تو آفاق، بمیرا کے ہاتھ سے کارڈلیس لے کر نمبر ملانے لگا۔ پھر وجدان کی آواز سنتے ہی اس نے فون شایان کو پکڑا دیا جو فون پکڑتے ہی ''ابو!'' کہہ کر اونچی آواز میں رونے لگا تھا۔

وجدان خود بہت بے چین تھا۔ پہلی بار شایان اس کی آنکھوں سے دُور ہوا تھا۔ روز ہی آفاق کو فون کر کے کہتا کہ شایان کو بھیج دے مگر آفاق سنی ان سنی کرتا رہا۔ خود اس میں اتنی اخلاقی جرأت نہیں تھی، آفاق کے پاپا پاپا کا سامنا کر پاتا۔ بلکہ وہ تو آفاق کے گھر کے کسی بھی فرد سے آنکھیں ملانے کی ہمت نہیں رکھتا تھا۔ اسے لگ رہا تھا جیسے وہ زبردستی ایسی چیز پر ملکیت کا حق جتا رہا ہو، جس پر اس کا کوئی استحقاق نہیں۔ مگر شایان کی آواز پر وہ پگھل گیا تھا۔

''آپ یاد آ رہے ہیں ابو!...... آ کر لے جائیں۔''

''تم بھی مجھے بہت یاد آ رہے ہو۔'' وجدان ٹھہرے ہوئے لہجے میں بولا۔

''ابو! مجھے یہاں سے لے جائیں۔'' وہ بار بار ایک ہی رٹ لگائے ہوئے تھا۔

''میں آ رہا ہوں میری جان! بس تم رونا بند کر دو۔'' وجدان کی بے چینی کو محسوس کر کے شایان آنسو ضبط کرنے کی کوشش میں بھرّائی آواز میں بولا۔

''جلدی آیئے گا۔''

''بس تم فون رکھو۔ میں دو منٹ میں آ رہا ہوں۔'' وجدان نے کہنے کے ساتھ ہی فون بند کر دیا اور گاڑی کی چابی اٹھا کر تیزی سے باہر لپکا۔

شایان کی پکار اس کے سب احساسات پر بھاری تھی اور وہ فل اسپیڈ سے گاڑی بھگاتا آناً فاناً آفاق کے گھر آ پہنچا۔ وجدان نے ہال میں قدم رکھا تو سامنے ہی افتخار حسن اور منیر حسن، شایان کو ساتھ لئے صوفے پر بیٹھے تھے۔ باقی لوگ بھی وہیں موجود تھے اور شایان کو دلاسے دے رہے تھے جو ابھی تک رو رہا تھا۔

''شایان!'' وجدان نے اس پر نظر پڑتے ہی پکارا۔ شایان نے آواز کی سمت دیکھا، پھر ''ابو آ گئے۔'' کہتا بندوق سے نکلی گولی کی طرح اُٹھ کر وجدان کی طرف دوڑ پڑا۔ اسے اپنی طرف آتے دیکھ کر گھٹنے زمین پر ٹکا کر بیٹھتے ہوئے وجدان نے اپنی بانہیں کھول دیں اور شایان دوڑتا ہوا آ کر ان میں سما گیا۔ دیکھنے والوں کو لگ رہا تھا جیسے دونوں برسوں بعد ملے ہوں۔ وجدان اسے بے تحاشا چوم رہا تھا اور شایان اس سے لپٹتا جا رہا تھا۔

پھر وجدان کا دھیان سب کی طرف گیا جو اس کے گرد گھیرا ڈالے مسکراتی نگاہوں سے دیکھ رہے تھے۔

NOVE
WWW.NOVELSCLUBB.COM

''السلام علیکم!'' شایان کا ہاتھ پکڑ کر کھڑے ہوتے اس نے سب کو مشترکہ سلام کیا تھا۔

''تم آفس کیوں نہیں آ رہے؟'' منیر حسن کڑے تیور سے بولے تو وجدان ہٹپٹاتا ہوا ''انکل! وہ میں.....'' کرنے لگا تو انہوں نے کہا۔

''بس رہنے دو۔ مجھے پتہ چل گیا ہے، تم کبھی نہیں سدھرو گے۔ میری بھانجی نہیں رہی تو کیا ہوا، اس کا بیٹا جو ہے، جس کے نام پر تم جی بھر کے اوٹ پٹانگ حرکتیں کر سکتے ہو۔''

وجدان خفیف سا مسکراتے ہوئے گدی مسلنے لگا۔ تبھی اس کی نظر افتخار حسن پر پڑی اور بلا ارادہ ہی اُس نے رُخ پھیرتے ہوئے چہرہ چھپانا چاہا۔

''کیا ساری عمر چہرہ چھپاتے رہو گے؟''

وجدان نے کچھ ہچکچاہٹ کے بعد ان کی طرف دیکھا۔ ان کے چہرے پر نرم سے تاثر نے اسے شرمندہ کر دیا۔

''میں اندازہ کر سکتا ہوں کہ اس فسانے کو سن کر آپ کو کتنی تکلیف ہوئی ہو گی۔''

''اب اس ذکر کو جانے دو۔ یوں بھی تقدیر کی بس ایک لکیر ہی درمیان میں ہے۔ ورنہ یہ فسانہ ملیحہ کی داستانِ حیات بھی ہو سکتا تھا۔'' وہ متانت سے بول کر چپ ہوئے تو سمیرا کی امی، وجدان کا بازو تھام کر بولیں۔

''اب یوں کھڑے نہ رہو۔ آؤ بیٹھ جاؤ۔''

وہ فوراً ہی معذرت کرنے لگا۔ ''سوری خالہ! بیٹھ نہیں سکتا۔ میں گھر میں کسی کو بتا کر نہیں آیا۔ سب پریشان ہو رہے ہوں گے۔''

''آئے ہو تو ڈاکومنٹس لے جاؤ۔'' اسے جاتے دیکھ کر منیر حسن جلدی سے بولے۔ ''آفاق کے ساتھ جاؤ۔ وہ تمہیں بتا دے گا۔'' ساتھ آفاق کو اشارہ کیا۔ وہ سر ہلاتا وجدان کو آنے کا کہہ کر اسٹڈی کی طرف چل پڑا۔ اندر آ کر وہ چلتا ہوا ٹیبل کے پاس آ رکا اور فائل میں سے کچھ کاغذات دیکھ کر نکالنے لگا۔ وجدان بھی اس کے پاس آ کھڑا ہوا۔ آفاق نے ایک کاغذ نکال کر وجدان کی طرف بڑھاتے ہوئے سنجیدہ چہرے کے ساتھ کہا۔

''یہ شایان کا برتھ سرٹیفکیٹ ہے جس میں شایان کے ماں باپ کی حیثیت سے وجدان اور ملیحہ فاروقی کے نام درج ہیں۔ اور اس برتھ سرٹیفکیٹ میں شایان کی تاریخ پیدائش وہی درج کی گئی ہے جو ملیحہ کی اصل تاریخ وفات ہے۔''

وجدان نے سپاٹ چہرے کے ساتھ وہ سرٹیفکیٹ آفاق سے لے کر ٹیبل پر رکھ دیا۔ اس کے بعد آفاق نے ایک اور کاغذ اس کے ہاتھ میں دیا۔ وجدان نے اس کاغذ پر نظر ڈالی اور ہکلاتا ہوا بولا۔

''یہ.......یہ تو.......''

''نکاح نامہ ہے۔'' آفاق اس کی بات پوری کرتے ہوئے بولا۔ ''اس پر ملیحہ کے دستخط بھی موجود ہیں جو

NOVE
WWW.NOVELSCLUBB.COM

ڈ ایکسپرٹ سے کروائے گئے ہیں اور انہیں جعلی ثابت کرنا آسان نہیں۔ گواہوں کے طور پر میں، پاپا، تایا ابا اور ممہ سائن کر چکے ہیں۔ تم بھی دستخط کر دینا۔ اس کے بعد اگر شایان کے اصل ماں باپ بھی کہیں سے آ جائیں تو برتھ سرٹیفکیٹ اور نکاح نامے کی موجودگی میں تمہیں شایان پر اپنا حق ثابت کرنے کے لئے کسی بڑی گواہی کی ضرورت نہیں رہے گی۔ کیونکہ اب قانونی طور پر ملیحہ تمہاری مرحومہ بیوی اور شایان تم دونوں کی اولاد ہے۔"

وجدان کے دماغ میں بگولے اُٹھ رہے تھے اور کانوں میں سائیں سائیں کی آوازیں گونجنے لگیں۔ اسے ملیحہ کے ساتھ ہوئی پہلی ملاقات یاد آنے لگی۔ اور اپنا پہلا جملہ جو اس نے ملیحہ سے کہا تھا...... وہ جملہ جو ایک سوال تھا۔ "آپ مجھ سے شادی کریں گی؟"

مگر اس سوال کو جواب نہ مل سکا اور اس ملال نے ایک عمر وجدان کے جنون کو سرگرداں کئے رکھا...... یہ دکھ وجدان کو عزیز بھی بہت تھا۔ یہ دُکھ ہی تو اس کی چاہت کا صلہ تھا...... یہ دکھ ہی اس کی عمر کا حاصل تھا۔ اور آج جدان کے ہاتھ میں پکڑا کاغذ کا ٹکڑا کہہ رہا تھا کہ ملیحہ، وجدان کی بیوی تھی اور شایان سے اس کے تعلق کا ثبوت مذاق...... اور ایسا مذاق وجدان کو لگ رہا تھا کہ اس کا ملال، اس کی جاگیر اس سے چھین لی گئی ہے۔ اب وہ کسے جا کر کہہ سکے گا کہ اس نے محبت میں خسارہ اُٹھایا ہے۔ لب آزاد ہوں تو درد کو جھیلنا کچھ سہل ہو جاتا ہے مگر وجدان کو درد کے دلدل میں اُتار کر طاقتِ فریاد چھین لی گئی تھی۔ وجدان کو لگا، اس کی ناکام آرزوؤں کو تماشا بنا دیا گیا ہے۔ یہ تضحیک اس کی برداشت سے باہر تھی۔ خالی ہاتھ رہ جانا ہمیشہ تکلیف دیتا ہے لیکن جس کے دامن میں صرف دکھ ہو، پھر اگر وہ بھی اس سے چھن جائے تو...... یہ چارہ گری کیسے ہو پائے گی؟

ایک مدت سے وجدان نے آنسوؤں کو پلکوں کی سلاخوں میں قید کر رکھا تھا لیکن آج وجدان نے انہیں آزادی کی نوید دے دی۔ اب وہ پھوٹے چلے آ رہے تھے مگر وجدان ہنس رہا تھا۔ وہ تقدیر کے اس مذاق پر قہقہے لگا رہا تھا اور ساتھ ساتھ اس کا چہرہ بھیگتا جا رہا تھا۔ پھر جانے کیا ہوا، ہنستے ہنستے اس کے ہونٹوں سے قہقہوں کی جگہ آہ و بکا نکلنے لگیں۔ وہ اس کاغذ کو دیکھ دیکھ کر ٹوٹنے لگا۔ اس نے سر کو اٹھا کر چھت کی طرف دیکھا جیسے اس کی نگاہیں سیدھی آسمان تک جا پہنچیں گی اور آنسوؤں کے بیچ پکارا۔

"اللہ......" اُس کی آواز میں ڈھیروں شکوے تھے۔

مگر عرش سے وہی خاموشی سنائی دی، جیسے اللہ کہہ رہا ہو۔ "جو میری رضا۔"

اور وجدان نے سر جھکا دیا۔ ہونٹ کاٹتے ہوئے درد برداشت کرنے کی کوشش میں بے دم ہو کر فرش پر بیٹھ گیا۔

"میرے زخم بھر جانے دے اللہ!...... میرے زخم بھر جانے دے۔" دونوں بازو سر پر رکھے وہ پھوٹ

NOVE
WWW.NOVELSCLUBB.COM

چھوٹ کر روتا ہوا کہتا جا رہا تھا۔

❁❁❁

سمیرا چپ ہوئیں تو اُنہیں بے تحاشا تھکن کا احساس ہوا۔ یہ تھکن صرف اس لئے نہیں تھی کہ وہ مستقل کئی گھنٹوں سے بول رہی تھیں بلکہ ماضی کے پُر خار راستوں پر ننگے پاؤں چلنے کا نتیجہ تھی۔ وہ راستے بے شک ان کا نصیب نہیں تھے مگر جن کے تھے، ان کے پاؤں کے زخم انہوں نے انگلیوں پر شمار کئے تھے۔ انہیں اپنا حلق سوکھتا ہوا محسوس ہوا تو بیڈ پر بیٹھے بیٹھے ہی انہوں نے سائیڈ ٹیبل پر رکھے جگ سے پانی گلاس میں انڈیلا اور گلاس ہونٹوں سے لگا کر حلق تر کرنے کے بعد گلاس میں جھانکتی ہوئی بولیں۔

''آج دیکھنے والی آنکھیں جسٹس وجدان مصطفیٰ کو رشک سے دیکھتی ہیں۔ کون ایسا خوش نصیب ہوگا جسے زندگی میں اتنی کامیابیاں ملی ہوں کہ جو بھی چاہا، آخر اسے پا لیا۔ عزت، شہرت، دولت...... اور محبت بھی۔ کیونکہ دنیا تو یہی دیکھتی ہے کہ وجدان نے جس لڑکی سے محبت کی، وہ اس کی بیوی بن گئی۔ جی نہ تگی، یہ اور بات ہے۔ مگر وہ ان چند خوش نصیبوں میں سے ہے جن کی محبت تکمیل کو پہنچتی ہے اور اس محبت کی حسین یادگار ہے شایان مصطفیٰ۔

جوان بیٹے کا باپ ہونا اپنے آپ میں خوش بختی ہے۔ اور بیٹا اگر اے ایس پی شایان مصطفیٰ ہو تو کیا کہنے۔ ذہانت اور وجاہت تو اسے ماں باپ سے ورثے میں ملی ہے۔ اور اس کی سعادت مندی اور فرماں برداری یقیناً وجدان کی تربیت کا نتیجہ ہے۔ جس نے صحیح معنوں میں محبوبہ بیوی کی نشانی کو سینے سے لگا کر رکھا۔ لوگ وجدان کو دیکھتے ہیں تو رشک سے سوچتے ہیں، کاش انہیں بھی ایسی قسمت مل جائے۔ مگر میں ہر بار وجدان کو دیکھ کر یہی دعا کرتی ہوں کہ اس جیسی قسمت اللہ کسی کو نہ دے۔'' انہوں نے سر اٹھا کر تانیہ کو دیکھا جو دیوار کے ساتھ کر ٹکائے کارپٹ پر بیٹھی تھی۔ دونوں ہاتھ گھٹنوں پر رکھے اس کا چہرہ آنسوؤں سے دُھلا تھا۔

''وجدان کی زندگی میں قیامتیں بہت آئی ہیں۔ آج یوم حساب بھی آ گیا۔ مجھے ڈر ہے کہیں اسے گناہ گار نہ ٹھہرا دیا جائے۔'' وہ خوفزدہ سی کہہ رہی تھیں۔ تانیہ نے کچھ بھی نہ کہا اور پیشانی ہاتھوں کی پشت پر ٹکا دی۔

❁❁❁

وجدان، بابا جان اور نور الہدیٰ کے سامنے ہاتھ باندھے یوں کھڑے تھے جیسے احتساب کے کٹہرے میں لائے گئے ہوں اور اعتراف جرم کے بعد ان کے چہرے پر سزا کا انتخاب انتظار تھا۔ مگر محتسب ان کی زندگی کا حساب کتاب جو کرنے لگے تو مخمصے میں پڑ گئے۔ ان کے چہروں پر فیصلے کی ہچکچاہٹ تھی۔ وجدان نے جھکی نظر اُٹھا کر بابا جان کو دیکھا مگر ان کے چہرے پر کچھ پڑھ نہ سکے۔ پھر بھاری آواز میں بولے۔

''میں اپنی خطا کی کوئی وضاحت نہیں دوں گا، نہ اپنی عمر کی رائیگانی دکھا کر آپ سے کوئی رعایت مانگوں گا۔ مجھے سزا دیجئے بابا جان!''

NOVE
WWW.NOVELSCLUBB.COM

بابا جان ایک گہری نگاہ ان پر ڈال کر بولے۔
"میں تمہیں سزا تو دینا چاہتا ہوں مگر پھر مجھے ملیحہ سے معافی کون دلائے گا؟ میری بیٹی میں انصاف کی خوبی نہیں۔ وہ تمہارے معاملے میں ہمیشہ جانبدار رہے گی۔"
وہ ایسے بولے جیسے ملیحہ کی اس کمزوری پر افسوس کر رہے ہوں۔ ان کی طرف سے نا اُمید ہو کر وجدان، نورالہدیٰ کی طرف مڑے۔
"آپ ہی سزا دے دیجئے ہادی بھائی! آپ کا تو حق بھی بنتا ہے۔ ملیحہ منگیتر تھیں آپ کی۔ زندگی نے بیوی بننے کی مہلت نہیں دی مگر وہ آپ کے لئے دُلہن تو بنی ہی تھیں۔"
نورالہدیٰ گمبھیر لہجے میں بولے۔ "مجھ سے سزا نہ مانگو وجدان! میں اس معاملے میں بے بس ہوں۔ میں نے ملیحہ سے زیادہ محبت کسی سے نہیں کی۔ مگر میں یہ بات کبھی نہیں بھول سکتا، ملیحہ نے سب سے زیادہ تمہیں چاہا تو تمہاری خطا تو وہ سنتے ہی معاف کر دے گی، مگر تمہیں سزا دینے والے کو معافی نہیں ملے گی۔"
پھر وجدان بولے تو ان کی آواز پہلے سے بھی بھاری ہو گئی۔ "ملیحہ وہ پہلی اور آخری لڑکی تھیں، جنہیں دیکھ کر جن کے ساتھ زندگی جینے کا خیال آیا تھا۔ مگر میں یہ بات کبھی نہیں بھول سکتا کہ انہوں نے جسے ہم سفر بنانے کا فیصلہ کیا، وہ آپ تھے۔ آپ بے خوف ہو کر سزا سنائیے۔ کیونکہ جس دن معافی نامے جاری ہونے لگے، وہ مجھ سے پہلے آپ کو معاف کر دیں گی۔"
نورالہدیٰ نے نظر جھکا لی، پھر اُٹھ کر ان کے پاس آ گئے۔
"ضد کر رہے ہو تو سزا دے ہی دیتا ہوں۔ اور سزا یہ ہے کہ تم اپنے ٹوٹے خواب کی کرچیاں عمر بھر اپنے انہی ہاتھوں میں سمیٹتے رہو۔"
"ہادی بھائی!" وجدان نے حیرت میں گھر کر پکارا تھا تو نورالہدیٰ نے ان کے دونوں ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لے کر عاجزی سے کہا۔
"آج تک تم ہر کسی سے درخواست کرتے آئے ہو، یہ بات اپنی زبان پر نہ لائیں کہ شایان تمہارا بیٹا نہیں۔ آج میں تم سے درخواست کرتا ہوں کہ کبھی یہ بات اپنی زبان پر نہ لانا کہ شایان، ملیحہ کا بیٹا نہیں۔"
"نورالہدیٰ!" بابا جان نے ان کی بات سنی تو بل کھا کر رہ گئے۔ "یہ فیصلہ تم نہیں کر سکتے۔"
نورالہدیٰ ان کی طرف پلٹ کر بولے۔ "پلیز بابا جان! ثانیہ نے کہا نہیں، مگر کل جب وہ کہہ رہی تھی کہ شایان کو بھول جائے گی، میں اسی وقت سمجھ گیا، وہ شایان کو کبھی بھول نہیں سکتی۔ میرا ظرف اتنا بڑا نہیں ہے مگر ثانیہ کی خوشی کی خاطر میں اس کا ہاتھ ایک بے نشان شخص کے ہاتھ میں دے دوں گا۔ مگر یہ سچ دنیا کو سنا کر میں اپنی بیٹی کا تماشا نہیں بنا سکتا۔"
"نورالہدیٰ! تم....." وہ ناگواری سے کچھ بولنے لگے تھے کہ نورالہدیٰ نے انہیں بیچ میں ہی ٹوک دیا۔

NOVE
WWW.NOVELSCLUBB.COM

"آپ کی بیٹی مر چکی ہے بابا جان! میری بیٹی کو نہ ماریں۔"

بابا جان چپ سے ہو گئے۔ پھر اُٹھے اور کمرے سے نکل گئے۔ وجدان نے انہیں جاتا دیکھا تو دلگرفتہ سے ہو گئے۔ وہ یاسیت بھری نگاہوں سے اس دروازے کو دیکھ رہے تھے، جس سے بابا جان گزر کر گئے تھے کہ نورالہدیٰ نے ان کے شانے پر ہاتھ رکھ کر انہیں متوجہ کرتے ہوئے کہا۔

"میں شایان سے ملنا چاہتا ہوں۔" وجدان پلٹ کر انہیں دیکھنے لگے تو انہوں نے مزید کہا۔"کل اسے اپنے ساتھ لے آنا۔"

وجدان گم سم سے ہو گئے تو نورالہدیٰ نے کہا۔"کیا ہوا وجدان؟"

وہ بولے۔"آج جب میں نے قصرِ فاروقی میں قدم رکھا تھا تو لگا، میں مقتل میں آ گیا ہوں اور زندگی کچھ پلوں کی مہمان ہے۔ یہ تو سوچا بھی نہیں تھا، مقتل مجھے زندگی بخش دے گا۔ تھینک یو ہادی بھائی!"

نورالہدیٰ خفیف سا مسکرا کر بولے۔"اسی قصرِ فاروقی نے ایک بار تمہاری زندگی چھینی بھی تو تھی۔ آج اگر بخش دی تو شکریہ کس بات کا؟ یہ تمہارا ہم پر قرض تھا جو آج اُتر گیا۔ مگر ستائیس سالوں سے اس قرض پر جو سود چڑھتا رہا، وہ ابھی باقی ہے۔ وہ سود مجھے معاف کر دو۔ مجھ میں اسے چکانے کی سکت نہیں۔" ان کی آواز میں ندامت اور ملال کی آمیزش تھی جس نے وجدان کو مضطرب کر دیا۔

"آپ ایسی باتیں کیوں کرتے ہیں ہادی بھائی؟ آپ تو شروع سے ہی لاعلم تھے۔"

"اس لاعلمی کی تو سزا کاٹ رہا ہوں، ستائیس سالوں سے ایک پھانس دل میں چبھ رہی ہے۔" کرب سے ہونٹ کاٹتے انہوں نے سختی سے آنکھیں میچ کر پلکوں پر آئی نمی کو اندر اُتارا اور کہا۔"کاش! میں ہمیشہ لاعلم رہتا۔"

ان کی اذیت کو محسوس کر کے وجدان نے سر جھکا لیا پھر نظروں کا زاویہ بدل کر دروازے کی طرف دیکھنے لگے۔

ثانیہ نے لاؤنج میں قدم رکھا تو سامنے عذیر اور عمیر سر جوڑے بیٹھے تھے اور آہٹ پر سر اٹھا کر دروازے کی طرف دیکھنے لگے۔

"کیا کھسر پھسر کر رہے تھے؟" ثانیہ نے اردگرد نگاہ گھماتے محتاط انداز میں کہا۔"انکل چلے گئے؟"

"ہاں۔" عذیر نے کہا پھر جوش میں کہنے لگا۔"آپ کو پتہ ہے آپی! وہ انکل کون تھے؟"

ثانیہ نے ٹھٹک کر پوچھا۔"کون تھے؟"

عذیر اُٹھ کر ان کے پاس آ تا بولا۔"ان کا نام وجدان مصطفیٰ ہے۔ اور وہ جو لڑکی ہے نا...... وہی، جن کی تصویر دادا جان کے کمرے میں لگی ہے، وہ دادا جان کی بیٹی تھیں۔ ان کا نام ملیحہ تھا اور وجدان انکل، ملیحہ آنٹی کے شوہر ہیں۔ اور دادا جان بھی ہمارے دادا نہیں ہیں، وہ پاپا کے چچا ہیں۔"

"واٹ ربش۔" ثانیہ ناگواری سے بولی۔"وہ پاپا کے بابا ہوں یا چچا، ہمارے دادا ہی ہیں۔"

NOVE
WWW.NOVELSCLUBB.COM

"ہاں وہ تو ہے۔" عذیر ہکلایا پھر چڑ کر بولا۔ "اچھا نا، بات تو سن لیں۔" اور تانیہ مطمئن سی بولی۔
"ہاں بھئی سناؤ۔"
اور وہ کہنے لگا۔ "ملیحہ آنٹی نے وجدان انکل کے ساتھ لو میرج کی تھی، اسی لئے دادا جان ان سے ناراض ہوگئے۔ پھر آنٹی کی بھی ڈیتھ ہوگئی تو دونوں فیملیز میں رابطہ ہی ختم ہوگیا۔ لیکن اب وجدان انکل اچانک ہی دادا جان سے ملنے آگئے۔ دراصل وہ چاہتے ہیں کہ اب دادا جان ان سے ناراضی ختم کر کے انہیں فیملی ممبر کے طور پر قبول کر لیں۔"
عذیر کی باتوں سے تانیہ کا اطمینان بڑھتا گیا۔ وجدان کی زندگی کا یہ طوفان دبے پاؤں گزر گیا تھا۔
"کاش یہ سکون مستقل ہو۔" اس نے دل سے دعا کی۔ تبھی عمیر پاس آ کر جھنجلاہٹ سے بولا۔
"بے کار کی باتیں کئے جاؤ، اصل بات تو بتاؤ۔"
"کون سی بات؟" تانیہ چونکی۔
"پاپا چاہتے ہیں کہ آپ کی شادی وجدان انکل کے بیٹے کے ساتھ کر دی جائے۔"
تانیہ نے حیرت سے اسے دیکھا۔ وہ اس خبر کی توقع بھی نہیں کر رہی تھی۔ نورالہدیٰ اور بابا جان کے بیچ جان لینے کے بعد اسے اتنا تو اندازہ تھا کہ نورالہدیٰ، وجدان کو سپورٹ کریں گے مگر وہ سب جان کر بھی شایان کو قبول کر لیں گے، تانیہ کو اُمید بھی نہیں تھی۔ لیکن وہ جانتی تھی کہ اگر وہ ایسا کرنے پر مجبور ہوئے ہیں تو صرف اس کی خاطر.....اسے اپنے پاپا پر ڈھیروں پیار آ گیا۔ ہولے سے مسکرا کر اس نے پوچھا۔
"پاپا کہاں ہیں؟"
"اپنے کمرے میں۔ لیکن آپ وہاں مت جائیں۔" عمیر کی بات سنتے ہی وہ نورالہدیٰ کے کمرے میں جانے کے لئے پلٹی تو عمیر جلدی سے بولا۔
"کیوں؟" تانیہ نے اسے حیران ہو کر دیکھا۔
"آپ کی شادی والی بات پر ماما کا پاپا سے جھگڑا چل رہا ہے۔"
"کیوں؟" تانیہ نے پھر سے کہا۔ بعد میں اسے احساس ہوا کہ اسے یہ سوال نہیں کرنا چاہئے تھا۔ عمیر بھی اس کے کیوں پر گڑبڑا کر سوچتا ہوا بولا۔
"شاید اس لئے، وہ شایان بھائی کو نہیں جانتی ہیں اور وہ پہلے سے ہی انصر بھائی کو آپ کے لئے پسند بھی کر چکی ہیں۔" پھر اس نے تانیہ کی طرف دیکھا اور شرارت سے بولا۔ "لیکن آپ تو انہیں جانتی ہیں۔ بابا بتا رہے تھے کہ آپ کی فرینڈ فائزہ کے پیرنٹس، ملیحہ آنٹی کے کزنز تھے اور وجدان انکل کا ان کی فیملی کے ساتھ کافی اسٹرونگ ریلیشن ہے۔ اور آپ ان کے گھر شایان بھائی سے مل چکی ہیں۔"
"ہاں لیکن مجھے باقی باتوں کا علم نہیں تھا۔" اس نے جلدی سے کہا پھر سیڑھیاں چڑھ کر اوپر آ گئی۔

NOVE
WWW.NOVELSCLUBB.COM

نورالہدیٰ کے کمرے سے جھگڑا کرنے کی دبی دبی آوازیں آ رہی تھیں۔ تانیہ جانتی تھی کہ اس جھگڑے کی کیا وجہ ہو سکتی ہے۔ اس نے بس ایک پل کو سوچا، پھر دستک دیئے بغیر دروازہ کھول کر کمرے میں آ گئی۔

''بھول جاؤ نورالہدیٰ! میں تمہاری یہ خواہش کبھی پوری نہیں ہونے دوں گی۔'' مریم کسی بات پر تنفر سے کہہ رہی تھیں۔ وہ بیڈ پر بیٹھی تھیں، غصے کی زیادتی سے ان کا تنفس بگڑا ہوا تھا اور چہرے کے نقوش جن میں ہمیشہ نرمی گھلی رہتی تھی، کھردرے سے لگ رہے تھے۔ نورالہدیٰ ایک جانب رکھی کرسی پر اپنا سر دونوں ہاتھوں سے تھام کر بے بس سے بیٹھے تھے۔ دونوں دروازہ کھلنے کی آواز پر بیک وقت تانیہ کی طرف متوجہ ہوئے۔ اسے دیکھتے ہی نورالہدیٰ تیزی سے کھڑے ہوتے ہوئے بولے۔

''تانیہ! تم یہاں سے جاؤ۔''

''سوری پاپا! مگر میں نہیں جاؤں گی۔'' وہ دھیمی آواز میں کہہ کر مریم سے بولی۔ ''ماما! میں جانتی ہوں، آپ پاپا سے کیوں جھگڑا کر رہی ہیں۔ پلیز آپ پاپا کو ہرٹ مت کریں۔''

''تم کچھ نہیں جانتیں۔'' وہ قطعیت سے بولیں۔ ''تمہیں پتہ ہے، تمہارے پاپا، شایان مصطفیٰ کے ساتھ تمہاری شادی کرنا چاہتے ہیں۔ مگر میں ہرگز یہ نہیں ہونے دوں گی۔''

ان کا لہجہ اتنا اٹل تھا کہ تانیہ گھبرا اٹھی اور نورالہدیٰ کی موجودگی کو نظر انداز کرتے ہوئے بولی۔

''پلیز ماما! پاپا نے اگر فیصلہ کیا ہے تو سوچ سمجھ کر کیا ہو گا۔''

مگر مریم ذرا متاثر نہیں ہوئیں۔

''شایان، ملیحہ فاروقی کا بیٹا ہے، جس کے نام پر نورالہدیٰ کے سوچنے سمجھنے کی صلاحیتیں ختم ہو جاتی ہیں۔ یہ فیصلہ کیا سوچ سمجھ کر کرے گا؟''

''چپ ہو جاؤ مریم!'' تانیہ کی موجودگی میں نورالہدیٰ خجل ہو گئے تو مریم نے چمک کر کہا۔

''واہ! ابھی سے چپ ہونے کو کہہ رہے ہو۔ ابھی تو میں نے تانیہ کو یہ بتایا ہی نہیں کہ اس کا باپ شایان کی ماں سے ہمیشہ محبت کرتا رہا اور آج بھی کرتا ہے۔''

''فار گاڈ سیک مریم! بیٹی کے سامنے تو زبان قابو میں رکھو۔'' وہ جھنجلا کر بولے تو مریم طنز سے مسکرانے لگیں۔

''کمال ہے۔ میرے سامنے تو بے دھڑک ملیحہ سے عشق کا اعتراف کرتے ہو اور اگر یہی بات میں نے بیٹی سے کہہ دی تو تمہیں میری زبان کی فکر ہو گئی ہے۔'' تانیہ کے سامنے مریم کے طنز انہیں بے چین کر رہے تھے مگر وہ کسی طرح چپ نہ ہوئیں تو نورالہدیٰ ضبط کی انتہا پر تانیہ سے بولے۔

''تانیہ! تم اسی وقت یہاں سے چلی جاؤ۔''

''جی پاپا!'' تانیہ ان کی خجالت محسوس کر کے جلدی سے کہہ کر دروازے کی طرف بڑھی تھی کہ مریم نے اس کا بازو پکڑ لیا اور لفظ چبا چبا کر بولیں۔

NOVE
WWW.NOVELSCLUBB.COM

"تانیہ کہیں نہیں جائے گی۔"

نورالہدیٰ نے خود کو بے چارگی کی انتہا پر محسوس کیا۔"میرے صبر کا امتحان مت لو۔"

"صبر کا امتحان تو تم لیتے آئے ہو نورالہدیٰ! پچیس سالوں سے میں ایسے شخص کے ساتھ زندگی گزار رہی ہوں جو کسی اور کا دم بھرتا ہے۔ میں نے اپنا سب کچھ تمہیں بخش دیا، پھر بھی تم میرے نہ ہوئے، ہمیشہ اسی کے رہے جو تمہیں چھوڑ کر کسی دوسرے کے ساتھ نکل بھاگی تھی۔"

"شرم آنی چاہیے تمہیں اس طرح کی بات کرتے ہوئے۔" نورالہدیٰ نے بھڑک کر کہا۔ جواباً وہ سرد لہجے میں بولیں۔

"کسی دوسرے کی بیوی، کسی کے بچے کی ماں سے عشق کرتے ہوئے تمہیں شرم نہیں آنی چاہیے؟"

نورالہدیٰ نے کوفت سے انہیں دیکھا پھر تانیہ سے تیز لہجے میں بولے۔"میں تمہیں جانے کو کہہ رہا ہوں تو جاتی کیوں نہیں؟"

اس کا بازو ابھی بھی مریم کے ہاتھ میں تھا۔ انہوں نے نورالہدیٰ کی بات سن کر جنونی گرفت اتنی سخت کر لی کہ ان کے ناخن تانیہ کی نرم کھال میں گھس گئے اور چلا کر بولیں۔

"یہ یہاں سے نہیں جائے گی۔"

"ماما پلیز میرا بازو چھوڑ دیں۔" تانیہ درد سے بلبلائی تو وہ اس کے بازو کو جھٹکا دے کر سختی سے بولیں۔

"کہہ دیا نا، تم یہاں سے نہیں جاؤ گی۔" پھر وہ گردن موڑ کر نورالہدیٰ کو دیکھنے لگیں اور کہا۔

"آج مجھے تم پر ترس آ رہا ہے نورالہدیٰ! مجھے یاد ہے، سرکل کی کوئی ایک لڑکی ایسی نہیں تھی جو تم سے شادی نہ کرنا چاہتی ہو۔ مگر جس سے تم شادی کرنا چاہتے تھے، وہ تمہیں چھوڑ کر کسی اور کی بیوی بن گئی۔ سو سیڈ۔" وہ ہمدردی جتا کر بولیں تو نورالہدیٰ طیش میں آ گئے۔

"میں نے کبھی ملیحہ کو پانے کی خواہش نہیں کی۔"

وہ ایک دم مشتعل ہو گئیں۔"پھر تم کس لئے اُس ڈائن کا سوگ مناتے ہو؟"

تانیہ کو برا لگا تو وہ فوراً انہیں ٹوکنے لگی۔"ماما! اتنا تو خیال کر لیں کہ وہ مر چکی ہیں۔"

وہ تیز لہجے میں بولیں۔"اسے مرا ہوا مت کہو تانیہ! وہ مرتی ہی تو نہیں۔ اگر مر گئی ہوتی تو آج نورالہدیٰ میرا ہوتا۔ مگر اسے زندہ رہنے کا ایسا لالچ ہے کہ مر کر بھی نہیں مری۔ اس کا وجود اس دنیا سے اُٹھ گیا، پھر بھی وہ دنیا چھوڑنے کو تیار نہیں ہے۔ وہ لڑکی نہیں، آسیب ہے جس نے ہر ایک کو اپنے دام میں گرفتار کر رکھا ہے۔ ایک باپ بیٹا میرے گھر میں اس کے عاشق ہیں، ایک باپ بیٹا اس کے گھر میں اس کے نام کی تسبیح پڑھتے ہیں۔ اور جانے کون کون ہے جسے اس نے اپنے سحر میں جکڑ رکھا ہوگا۔" پھر وہ اچانک نورالہدیٰ سے بولیں۔

"اس میں ایسا کیا تھا نورالہدیٰ! جو ہر کوئی اس کی محبت میں مرا جا رہا ہے؟ اس میں کون سی کشش تھی جو تم

NOVE
WWW.NOVELSCLUBB.COM

عشقِ آتش از قلم سعدیہ راجپوت

نہیں ہوتی؟ کیوں میری محبت اس کی موت کے سامنے بے بس ہے؟" پھر خود ہی سر جھٹک کر کہا۔

"جنتر منتر پھونکے ہوں گے اُس چڑیل نے۔ ورنہ کون اُس گری ہوئی لڑکی کو یاد کرتا، جو ایک طرف کزن کو اُلو بناتی رہی، دوسری طرف وجدان کو پھانس کر بیاہ رچا لیا۔"

"وہ ایسی نہیں تھیں، جیسا آپ بول رہی ہیں۔ اگر ہوتیں تو کوئی اُنہیں یاد نہ کرتا۔ ہاں، وہ نہیں مریں۔ کیونکہ جو دلوں میں جینے کا ہنر سیکھ لے، اسے موت نہیں مار سکتی۔"

مریم نے یوں تانیہ کو دیکھا جیسے یقین نہ آیا ہو، یہ سب اس نے کہا ہے۔ پھر طنز سے مسکراتیں نورالہدیٰ سے بولیں۔

"مبارک ہو نورالہدیٰ! ملیحہ کے عاشقوں کی فہرست میں نئے نام کا اضافہ ہوا ہے۔" پھر وہ تانیہ کا بازو جھٹک کر پیچھے ہٹتیں خونخوار لہجے میں بولیں۔ "تم دونوں اس سے جتنی بھی محبت کر لو، میری نفرت سے جیت نہیں سکتے۔ اور کان کھول کر سن لو! میں کسی قیمت پر ملیحہ کے بیٹے کو اپنی بیٹی کی زندگی میں برداشت نہیں کروں گی۔"

نورالہدیٰ نے سرد سپاٹ نظروں سے ان کی طرف دیکھا اور کاٹ دار آواز میں بولے۔ "تم بھی ایک بات سمجھ لو۔ میں تم جیسی کم ظرف عورت کے لئے اپنی بیٹی کی زندگی داؤ پر نہیں لگاؤں گا۔" وہ رُکے، پھر کہا۔ "میں نے تم سے بہت محبت کی ہے مریم!...... اتنی کہ خود بھی ڈر گیا، کہیں ملیحہ کو نہ بھول جاؤں۔ مگر وہ تم تھیں جس نے کبھی مجھے ملیحہ کو بھولنے نہیں دیا۔ اس کی تصویر ہمیشہ میرے ذہن میں تازہ رکھی۔ لیکن تمہارے اس احسان کے باوجود آج مجھے یقین ہو گیا ہے کہ تم سے شادی کرنا میری زندگی کی سب سے بڑی غلطی تھی۔"

وہ اجنبیت سے بول کر لمبے لمبے ڈگ بھرتے کمرے سے چلے گئے۔

آسمان پر اتنا اندھیرا نہیں تھا، جتنا مریم کی آنکھوں کے سامنے چھا گیا تھا۔ کسی عورت کے لئے اس سے بڑا طمانچہ اور کیا ہو گا کہ اس سے کہا جائے کہ اس کے ساتھ پچیس سال کی رفاقت غلطی تھی۔ وہ گرنے کو تھیں کہ تانیہ نے بڑھ کر انہیں تھام لیا، پھر سہارا دیتی انہیں بیڈ تک لے آئی اور انہیں آرام سے بٹھا کر ان کی کمر کے پیچھے تکیہ لگا دیا۔ وہ سراسیمہ سی تانیہ کا ہاتھ تھام کر بولیں۔

"تم نے سنا، نورالہدیٰ نے کیا کہا؟ آج اسے مجھ سے شادی کرنا غلطی لگ رہا ہے۔ یہ شخص مجھے اور کتنی تکلیف دے گا؟" تانیہ نے دیکھا، ان کی آنکھوں میں آنسو تھے۔ وہ نرمی سے بولی۔

"آپ بھی تو ماما! ایسی بات کے لئے پاپا سے اُلجھتی ہیں جو اُن کے اختیار میں نہیں۔"

"میرا بھی تو خود پر اختیار نہیں۔" وہ بے بسی سے بولیں۔ "جتنی شدت سے میں نے نورالہدیٰ کو چاہا، اگر پتھر کو بھی پوجتی تو خدا ہو جاتا۔ لیکن نورالہدیٰ میرا نہ ہوا۔"

"ایسا کیوں سوچتی ہیں ماما! ملیحہ آپ سے پہلے پاپا کی زندگی میں آئی تھی اور آپ سے پہلے ہی پاپا کی زندگی سے نکل گئی۔ اب اگر وہ ان کے دل میں ہے تو کیا، ان کی زندگی میں تو آپ کے سوا کوئی نہیں۔ پھر پاپا نے

NOVE
WWW.NOVELSCLUBB.COM

ب آپ سے کچھ چھپایا؟"

"یہی تو تم نہیں سمجھتیں۔ اس کی زندگی میں کوئی اور ہوتی تو میں گوارا کر لیتی۔ مگر اس کے دل میں کوئی اور ہے۔ یہ مجھ سے برداشت نہیں ہوتا۔ ابھی بھی جا کر دیکھ لو، آج کے جھگڑے کا فائدہ اُٹھا کر وہ ملیحہ کے کمرے میں گیا ہوگا۔ جانتا ہے نا، جب تک وہ نہیں منائے گا، میں اس کے پاس نہیں جاؤں گی۔ سوچا ہوگا، کیوں نہ اس سنہری موقع کا فائدہ اٹھا کر محبت کے مقبرے کی زیارت کر لی جائے۔ اور یہ وہ پہلی بار نہیں کرے گا۔ شادی کے شروع کے دنوں میں بھی وہ اکثر وہاں جایا کرتا تھا۔ میں نے روکا تو چھپ کر میری غیر موجودگی میں جانے لگا۔ میں نہیں چاہتی کہ دوبارہ ہمارا آمنا سامنا ملیحہ کے کمرے میں ہو، اس لئے میں نے گھر سے باہر مصروفیات ڈھونڈ لیں تا کہ نورالہدیٰ کو موقع ملتا رہے اور میں لاتعلق رہ سکوں۔ خود کبھی دوبارہ ملیحہ کے کمرے کی طرف نہیں گئی۔ اور تم لوگوں کو بھی روک کر رکھا۔ مگر نورالہدیٰ کی غلط فہمی ہے کہ مجھے پتہ نہیں چلتا۔ میں تو اس کی آنکھیں دیکھ کر پہچان جاتی ہوں کہ آج وہ محبت کے مقبرے پر یادوں کی چادر چڑھا کر آیا ہے۔"

بولتے بولتے وہ ایک دم چپ ہو گئیں اور سر تکیے پر ڈال کر ہانپنے لگیں جیسے لمبی دُوری کا سفر پیدل کیا ہو۔ اُن کی اُداسی تانیہ کو بھی اُداس کر رہی تھی مگر اس کے پاس اُن کی اُداسی دور کرنے کا کوئی حل نہیں تھا، اس لئے انہیں سمجھانے لگی۔

"حقیقت کتنی ہی تکلیف دہ ہو، اس کی خوبی یہی ہے کہ اسے بدلا نہیں جا سکتا۔ اور جس کو بدلا نہ جا سکے، اس کے ساتھ سمجھوتا کر لینا چاہئے۔"

مریم نے آنکھیں بند کر لیں۔ "کہنا بہت آسان ہے مگر کرنا مشکل ہے۔ کیا تم کبھی محبت میں سمجھوتا کر پاتیں؟"

'کر چکی ہوں۔' اس نے دل میں کہا۔

"جب محبت ترک کرنا بس میں نہیں ہو تو سمجھوتا تو کرنا پڑے گا۔" پھر ان کی بند آنکھوں کو دیکھتے ہوئے کہا۔ "آپ کو تو پاپا سے محبت کا دعویٰ ہے، پھر آپ نے انہیں اکیلا کیسے چھوڑ دیا؟"

مریم نے آنکھیں کھولیں، پھر سر تکیے سے اٹھا کر اسے دیکھنے لگیں جو کہہ رہی تھی۔

"جسے چاہا جائے، اس کی تکلیف دیکھی نہیں جاتی۔ پر آپ نے تو کبھی پاپا کی تکلیف کو محسوس بھی نہیں کیا۔ پاپا جسے خوش دیکھنا چاہتے تھے، اسے ستائیس سال سے نہیں دیکھا اور قیامت تک نہیں دیکھ پائیں گے۔ آپ اگر انہیں اپنے کندھے پر سر رکھ کر رونے کی اجازت دے دیتیں تو وہ اکیلے خالی کمرے میں بیٹھ کر اپنا دکھ کیوں مناتے؟ آپ ہمیشہ انہیں اپنا بنانے کی ضد کرتی رہیں، خود ان کی کیوں نہ ہو گئیں؟ یہ کیوں نہ سوچا کہ وہ آپ کے نہ ہو سکے تو کیا شکایت، وہ خود اپنے بھی نہیں رہے۔ آپ خود ہی ان سے دُور رہیں تو وہ آپ کے پاس کیسے آتے ماما! لیکن پاپا نے کبھی آپ کے اور اپنے بیچ کی خلیج ہمیں محسوس نہیں ہونے دی۔ مگر میں جانتی ہوں، وہ

NOVE
WWW.NOVELSCLUBB.COM

خوش نہیں اور خوش آپ بھی نہیں ہیں۔ تو اس لڑائی سے آپ نے کیا پایا؟" تانیہ انہیں خاموش دیکھ کران کے پاس سے اُٹھ آئی۔

❀❀❀

کافی رات بیت چکی تھی۔ نورالہدیٰ ابھی تک کمرے میں نہیں آئے تھے۔ وہ ان کی تلاش میں پورشن کی طرف آنکلیں۔ ہال کی چھت سے لٹکتے جھومر کے نیچے کھڑے وہ سامنے سیڑھیوں کو دیکھ رہی تھی۔ تانیہ نے آج تک ان سیڑھیوں پر پاؤں نہیں رکھا تھا۔ ریلنگ کو تھام کر تانیہ نے پہلی سیڑھی پر پاؤں رکھا تو اس نے محسوس کیا، اس کے دل کی دھڑکنیں معمول سے تیز ہوگئی ہیں۔ اس نے دوسری سیڑھی پر پیر جمایا تو اس کی سانسیں بھی اتھل پتھل ہونے لگیں۔ مگر وہ اپنے حواس کو مجتمع رکھے ایک ایک سیڑھی پر چڑھتی زینے تک آگئی۔ اس نے پلٹ کر نیچے دیکھا، پھر گردن موڑ کر اپنے سامنے منقش آبنوسی دروازے کو دیکھنے لگی۔ بھاری تالا کھلا ہوا، کنڈی سے لٹک رہا تھا اور زنجیر ایک طرف کو ہٹی ہوئی تھی۔ تانیہ نے دونوں پٹوں پر ہاتھ رکھ کر ذرا سا دھکیلا اور وہ کھلتے چلے گئے۔ تانیہ کو لگا، اس پر طلسم ہوشربا کا دروازہ کھل گیا ہو۔ سرد ہوا اس کے جسم سے ٹکرائی تو اس نے سانس روک لیا۔ پھر اس نے ایک قدم اٹھایا اور کمرے میں آگئی۔

نورالہدیٰ سامنے بیڈ پر دراز تھے۔ تانیہ کو دیکھ کر چونکتے ہوئے اُٹھ بیٹھے۔ مگر تانیہ نے ان کی موجودگی کا کوئی نوٹس نہیں لیا۔ کمرے میں ٹیبل لیمپ کی ہلکی سی روشنی تھی۔ تانیہ اس روشنی میں نظریں گھماتی کمرے کا جائزہ لینے لگی۔ یہاں ستائیس سالوں میں کوئی تبدیلی نہیں آئی تھی۔ وہ سب طرف دیکھتی نورالہدیٰ کے پاس چلی آئی۔ بیڈ پر بیٹھتے ہوئے اس کی نگاہ پائینتی کی طرف رکھے چھوٹے صوفہ سیٹ پر تھی، جس پر کچھ فریم ہوئی تصویریں رکھی تھیں اور ٹیبل پر زیورات کے ڈھیر کے ساتھ عروسی لباس تہ کیا پڑا تھا۔ تانیہ نے اسے دیکھ کر نگاہیں پھیر لیں۔

نورالہدیٰ بہت غور سے اسے دیکھ رہے تھے۔ تانیہ نے گہرا سانس اندر اُتار کر کہا۔

"اس ہوا میں عجیب سی خوشبو محسوس ہو رہی ہے۔ شاید یہ ملیحہ فاروقی کی خوشبو ہو۔" پھر اچانک ہی مڑ کر نورالہدیٰ کو دیکھا۔ "آپ کو یہی خوشبو یہاں لے آتی ہے نا؟"

وہ چونک کر بولے۔ "تم مریم کی باتوں کو سنجیدگی سے مت لو۔ وہ ایسے ہی بولتی رہتی ہے۔"

"میں سب جانتی ہوں پاپا!" اس نے نرم مسکراہٹ کے ساتھ کہا پھر ایک دم اس کی مسکراہٹ معدوم ہوگئی اور وہ انگلیوں کو آپس میں اُلجھا کر بولی۔ "وہ بھی، جو شایان نہیں جانتا۔"

اب کے نورالہدیٰ ٹھٹک گئے۔

"تمہیں یہ سب کس نے بتایا؟"

"کیا فرق پڑتا ہے؟" وہ کہہ کر دوبارہ مسکرانے لگی۔ نورالہدیٰ پُرسوچ نگاہوں سے اس کی طرف دیکھ رہے

NOVE
WWW.NOVELSCLUBB.COM

تھے۔

"کیا تم شایان کو قبول کر سکتی ہو؟"

"کیا دادا جان، شایان کو ملیحہ کا بیٹا قبول کر لیں گے؟" جواباً اس نے سوال کیا تو نورالہدیٰ چپ سے ہو گئے۔

"اگر دادا جان، شایان کو قبول کر لیتے ہیں تو ٹھیک۔ ورنہ جانے دیجئے گا۔ آج اسے اپنا ساتھ میرے لئے مناسب نہیں لگتا۔ کل اسے اپنا آپ میرے قابل نہیں لگے گا۔ میں نے پہلے بھی اسے کھونا تھا، بعد میں بھی کھو دوں گی۔ پھر اسے وہ سچ کیوں سناؤں جسے سن کر وہ اپنی ہی نظروں میں گر جائے۔" بات کرتے کرتے اس کا دل بھر آگیا اور اس نے خود کو رونے سے روکنے کی کوشش بھی نہیں کی اور نورالہدیٰ کے بازو سے لگ کر رونے لگی۔ انہوں نے بھی اسے چپ نہیں کرایا اور اس کے گرد بازو پھیلا کر تھپکتے رہے۔ جب وہ روتے روتے تھک گئی تو خود ہی ان کے کندھے سے سر اٹھا کر آنسو پونچھنے لگی۔

"بس۔" نورالہدیٰ اسے دیکھ کر مسکرائے، پھر اس کے گال پر ہاتھ مار کر بولے۔ "اپنے پاپا پر اتنا سا بھی یقین نہیں ہے؟ میں تمہیں کبھی کچھ کھونے نہیں دوں گا۔" وہ اس کے سر پر ہاتھ رکھے اسے یقین دلا رہے تھے۔

تانیہ بولی۔ "میں اپنے لئے نہیں رو رہی پاپا! میں تو آپ کے لئے رو رہی تھی۔ محبت بچھڑ جانے کے خوف سے میں نے تین سال تین صدیوں کی طرح گزارے ہیں اور آپ نے محبت سے بچھڑ کر ستائیس سال کیسے گزارے ہوں گے؟ محبت تو آباد کرتی ہے نا..... یہ محبت کا کون سا چہرہ ہے کہ آپ، ملیحہ آنٹی، وجدان انکل اور دادا جان چاروں نے ایک دوسرے سے محبت کی اور چاروں برباد ہو گئے۔"

نورالہدیٰ جبڑے بھینچ کر سامنے دیکھنے لگے۔

"خیر......" اس نے کہا۔ "جو ہوا، برا ہی سہی۔ مگر بدلنا ممکن نہیں۔ لیکن آپ کیوں دادا جان سے آج تک ناراض ہیں؟ انہوں نے کب چاہا تھا کہ ان کی بیٹی مر جائے؟ جو بھی غلطیاں ان سے ہوئیں، نادانستگی میں ہوئیں۔ وقت ہی خراب تھا شاید۔ ورنہ اتنے بچانے والے ہاتھ ہوں تو کوئی کیسے دریا برد ہو سکتا ہے؟ دادا جان کو اپنی خطا کا اعتراف بھی تو ہے۔ پھر بھی اگر آپ انہیں سزا دینا چاہتے ہیں تو تسلی رکھیں۔ انہیں سزا مل چکی ہے۔ ان کی بیٹی کی موت کو ستائیس سال گزر چکے ہیں اور ایک باپ کے لئے اس سے بڑا عذاب کوئی نہیں۔"

نورالہدیٰ بے بسی سے بولے۔ "مجھے ان کے زیاں کا احساس ہے۔ مگر جب ملیحہ کا خسارہ یاد آتا ہے تو ان کی تکلیف بے معنی سی لگنے لگتی ہے۔"

وہ فلسفیانہ انداز میں بولی۔ "خسارے تو ایک سے ہی ہوتے ہیں۔ ان میں کمی بیشی ناپنے کا کوئی پیمانہ نہیں۔ دکھ کی کوئی مقدار نہیں ہوتی۔ بس احساس ہوتا ہے اور انہیں ملیحہ کے دکھ کا احساس ہے، اسی لئے تو پچھتاتے ہیں۔"

نورالہدیٰ تلخی سے بولے۔ "اب پچھتانے سے کیا، جب ملیحہ ہی نہیں رہی۔"

NOVE
WWW.NOVELSCLUBB.COM

عشقِ آتش از قلم سعدیہ راجپوت

"دھیان رہے پاپا! کہیں ایسا نہ ہو، کل جب آپ پچھتائیں تو دادا جان نہ رہیں۔" اس کی بات نے انہیں جھنجھوڑ کر رکھ دیا۔ وہ خوف زدہ نگاہوں سے اسے دیکھنے لگے۔

"اُن کی عمر ستتر ہو چکی ہے۔ بیٹی سے ملنے کی خواہش انہیں اور کتنے دن آپ کی ناراضی ختم ہونے کا انتظار کرنے دے گی؟ ایک سال، دو سال، چار سال......وقت تیزی سے گزر رہا ہے پاپا! کہیں دیر نہ ہو جائے۔" وہ ضرب لگا کر چلی گئی اور نورالہدیٰ کے اندر بھونچال آ گیا۔

وہ رشتوں سے محبت کرنے والے شخص تھے، مگر بدقسمتی سے ہوش سنبھالنے سے پہلے ہی وہ کئی رشتوں کو کھو بیٹھے تھے۔ اپنے ماں باپ کو بھی۔ جب ہوش سنبھالا تو انہوں نے بابا جان، امی اور ملیحہ کو ہی اپنی زندگی میں پایا اور انہیں اپنی زندگی کی اساس بنا لیا۔ مگر ان کی بدقسمتی ایک بار پھر ہاتھ دکھا گئی اور فریال کا انتقال ہو گیا۔ پھر ستائیس برس کی عمر میں غیر محسوس طور پر ہی ملیحہ کو دیکھ کر سحر زدہ رہ گئے.....وہ عام تو پہلے بھی نہ تھی، اب اور بھی خاص ہو گئی مگر یہ خوشی بھی عارضی ثابت ہوئی۔ اب صرف تایا جان بچے تھے۔ وہ نورالہدیٰ کے لئے کیا تھے، سمجھانا مشکل نہیں تھا۔ لیکن ملیحہ کی موت کبھی نہ بھلایا جانے والا صدمہ تھی جس نے ان کے اندر اس انتہائی ردِعمل کو تحریک دی کہ وہ بابا جان کو موردِ الزام ٹھہرا کر ان سے ہمیشہ کے لئے ناراض ہو گئے۔ مگر ان سے محبت کرنا نہ چھوڑ سکے اور وہ محبت ہمیشہ ان کے اندر سر اُٹھاتی رہی مگر ملیحہ کو کھو دینے کا دکھ اس پر حاوی ہو جاتا۔

آج اچانک ہی تانیہ نے اپنی باتوں سے ملیحہ کے دکھ کو پس منظر میں دھکیل دیا تھا۔ اب وہ صرف بابا جان کے بارے میں سوچ رہے تھے۔ جب انہوں نے باپ کی شفقت کو کھو دیا تھا تو بابا جان نے ان کی زندگی کی اس کمی کو آگے بڑھ کر پورا کر دیا۔ لیکن جب ان کی بیٹی چل بسی تو نورالہدیٰ ان کی تکلیف سے نظر چرا کر لاتعلق ہو گئے۔ آج جو سوچا تو نورالہدیٰ کو ندامت ہونے لگی۔

"انسان کو بہت سی چیزوں کا احساس وقت گزرنے کے بعد ہوتا ہے۔ کیونکہ اسے ہمیشہ یہی لگتا ہے کہ ابھی بہت وقت باقی ہے۔ مگر کیا آپ نے ملیحہ کی موت سے سیکھا نہیں کہ وقت کی اُلٹی گنتی کبھی بھی شروع ہو سکتی ہے؟" جانے سے پہلے انہوں نے تانیہ کی کہی آخری بات کو یاد کیا، پھر اپنی عرق آلود پیشانی کو مسلتے ایک فیصلہ کر کے اُٹھ کھڑے ہوئے۔

❀❀❀

آج وجدان سے مل کر کرنل اظہر فاروقی کا زخم ہرا ہو گیا تھا۔ وہ ملیحہ کی ڈائری کو مقدس صحیفے کی طرح سینے سے لگائے راکنگ چیئر پر نیم دراز ملیحہ کی تصویر کو نگاہوں میں قید کئے ہوئے تھے اور ان کا دل ملیحہ سے ہم کلام تھا۔

'بابا کی جان! تمہیں کیا ہو گیا ہے؟ میری ملیحہ ایسی تو نہ تھی کہ اس کے بابا جان اس سے معافی مانگتے اور وہ بے نیاز بنی رہتی۔ ستائیس سال ہو گئے ہیں بیٹا! معاف نہیں کرنا تو سزا ہی دے دو۔ مگر تم تو اپنے باپ کی حرف دیکھتی ہی نہیں۔ تم سے اچھا تو نورالہدیٰ ہے۔ معاف وہ بھی نہیں کرتا، نہ سزا سناتا ہے۔ مگر اس نے بے

NOVE
WWW.NOVELSCLUBB.COM

عشقِ آتش از قلم سعدیہ راجپوت

ئی کا ہی سہی، کوئی رشتہ تو رکھا ہے۔ اور بیٹا! اب تو دل پر بوجھ بہت بڑھ گیا ہے۔ آج وجدان آیا تھا۔ جاتے جاتے اس بوجھ کا وزن کئی من بڑھا گیا۔ کوئی ایسی سبیل ہو کہ یہ بوجھ میرے دل سے اُتر جائے۔" انہوں نے لمبا سانس بھرا جیسے واقعی سینے پر کوئی بوجھ دھرا ہو، جسے اُٹھانے کی اب طاقت نہیں رہی کہ کوئی دستک دیئے بغیر ہی اندر آیا تھا۔

آتش دان کی زرد روشنی میں انہیں نیم تاریک ہیولا نظر آیا تھا اور اس ہیولے میں نورالہدیٰ کا سراپا دیکھ کر بابا جان کو اپنی آنکھوں پر یقین نہیں آیا۔ بھلا وہ ان کے کمرے میں کیوں آتے؟ وہ بھی اس وقت۔ سنہری فریم کی عینک اتار کر آنکھوں کی نمی صاف کرتے انہوں نے دوبارہ سر اٹھا کر دیکھا۔ وہ نورالہدیٰ ہی تھے جو نیم تاریکی سے نکل کر روشنی میں آ گئے تھے۔ پھر یوں ہی چلتے ہوئے وہ بابا جان کے سامنے دوزانو بیٹھے اور ان کے دونوں گھٹنوں پر اپنے ہاتھ رکھ دیئے۔

"مجھے معاف کر دیجئے بابا جان!" وہ جھکے سر کے ساتھ ندامت سے چور لہجے میں بولے۔

بابا جان نے حیرت سے کہا۔ "کس بات کی معافی؟"

"اس بات کی معافی کہ میں آپ کا بیٹا نہیں بن سکا۔ اس بات کی معافی کہ آپ اپنی ساری زندگی میرے سکھ کی خواہش کرتے رہے اور میں نے اپنی آدھی عمر آپ کو دکھ دینے میں گزار دی۔ اس بات کی معافی کہ یہ جانتے ہوئے کہ آپ کو قصوروار ٹھہرانے کا حق صرف ملیحہ اور وجدان کے پاس ہے میں ستائیس سال تک آپ کو قصوروار ٹھہراتا رہا۔" رک رک کر بولتے ہوئے وہ بابا جان کو وہی پرانے نورالہدیٰ لگ رہے تھے۔ انہوں نے آہستگی سے اپنے ہاتھ چھڑا لئے تو نورالہدیٰ نے سر اٹھا کے انہیں سہمی ہوئی نظروں سے دیکھا۔ بابا جان کی آنکھوں سے آنسو جاری تھے۔ انہوں نے اسی آہستگی سے نورالہدیٰ کا چہرہ ہاتھوں میں بھرا اور جھک کر ان کے ماتھے پر ہونٹ رکھ دیئے۔ ستائیس سالوں کی دُوری اور ناراضی ایک پل میں ہی غائب ہو گئی تھی۔ بابا جان شفقت سے بھرپور آواز میں بولے۔

"کون کہتا ہے، تم میرے بیٹے نہیں بن سکے؟ تم میرے ہی بیٹے ہو۔ بس ذرا ناراض ہو۔ تو کیا بیٹا، باپ سے ناراض ہو جائے تو بیٹا نہیں رہتا؟" اب وہ ان کے بال سلجھا رہے تھے۔ "تم نے میرے ساتھ کوئی زیادتی نہیں کی۔ تمہارا غصہ، تمہاری ناراضی جائز ہے۔ ہاں، مگر دل دُکھتا ہے تو کیا، میں نے بھی تو بہت بار ملیحہ کا دل دُکھایا ہے۔ شاید اس طرح کفارہ ادا ہو جائے۔"

نورالہدیٰ بے تابی سے ان کے ہاتھ تھام کر بولے۔ "کیوں اُس کا دل دُکھاتے تھے؟..... جانتے تھے، وہ کتنا اُداس ہو جایا کرتی تھی؟ ایک بار مجھ سے بھی کہا تھا کہ آپ سے پوچھوں، کیوں آپ اُس کی پروا نہیں کرتے؟ آپ آج مجھے ملیحہ کے سوال کا جواب دیجئے۔" آج اچانک ہی انہیں ملیحہ کا سوال یاد آیا تو پوچھ بیٹھے۔

بابا جان نے جو سنا کہ یہ ملیحہ کا سوال تھا، انہیں دُکھ نے آ گھیرا۔ سسکتے ہوئے کہنے لگے۔ "میں ڈرا ہوا

NOVE
WWW.NOVELSCLUBB.COM

انسان ہوں نورالہدیٰ! موت نے مجھ سے ہر اُس شخص کو چھین لیا جس سے میں نے محبت کی۔ انسان دنیا میں آنے کے بعد سب سے پہلے جس وجود سے محبت کرتا ہے، وہ ماں ہے۔ میں دس سال کا تھا جب اماں جی چل بسیں۔ آج ستتر برس کی عمر میں بھی مجھے اُن کی آغوش یاد آتی ہے۔ پھر ابا میاں بھی جلد ہی ساتھ چھوڑ کر چلے گئے۔ پر چلو، اُن کی تو عمر ہو چلی تھی۔ سنبھالیا خود کو۔ مگر بھائی جی کی عمر تو مرنے کی نہیں تھی۔ وہ اٹھائیس سال کے تھے جب وہ ایکسیڈنٹ ہوا۔ ابھی تو بہت زندگی باقی تھی اور وہ اچانک ہی دنیا سے اُٹھ گئے۔ تمہاری ہر خوشی مناتے ہوئے میرے دل میں ان کی موت کا غم تازہ ہو جاتا ہے۔ انہوں نے تمہارے حوالے سے کتنے خواب دیکھے تھے.......ایک ایک کر کے وہ سارے خواب پورے تو ہو گئے مگر ان کی آنکھیں نہ دیکھ سکیں۔ بہت بڑا جھٹکا تھا نورالہدیٰ! فریال مجھے نہ سنبھالتی تو میں کبھی اس جھٹکے سے نہ سنبھل پاتا۔ فریال آئیڈیل بیوی تھی۔ سمجھنے والی، ساتھ دینے والی، محبت کرنے والی۔ میں اس کے ساتھ اپنی پوری زندگی گزارنا چاہتا تھا۔ مگر ملے صرف اٹھارہ سال۔ ایک عورت جس سے محبت بھی ہو، پھر وہ بیوی بھی ہو اور بچے کی ماں بھی، اگر موت اسے الگ کر دے تو کیسا لگتا ہے، جانتے ہو؟'' وہ ہانپتے ہوئے پوچھ رہے تھے۔ نورالہدیٰ نے کچھ بولے بغیر نظر جھکا لی اور بابا جان سر پیچھے ٹکا کر ملیحہ کی تصویر کو دیکھنے لگے۔

''ملیحہ، فریال کا دیا ہوا سب سے خوب صورت تحفہ تھی۔ میں سب کو کھو چکا تھا لیکن ملیحہ کو کیسے کھو سکتا تھا؟ اس میں تو میری جان تھی۔ تم خود بھی باپ ہو نورالہدیٰ! اولاد کیا ہوتی ہے، جانتے ہو۔ اولاد سے ایک پل کی جدائی برداشت نہیں ہوتی، دائمی جدائی کا تو تصور کون کرے گا؟ مگر یہ خوف میرے ذہن میں بیٹھ گیا تھا۔ میں نے جس سے بھی محبت کی، وہ جدا ہو گیا۔ مگر مجھ میں ملیحہ کی جدائی سہنے کی طاقت نہیں تھی۔ میں نے سوچ لیا، میں اس سے محبت نہیں کروں گا۔ مگر دل بھاگ بھاگ کر اس کی طرف جاتا۔ لیکن میں اس کے چہرے پر نظر ڈالنے سے ڈرتا کہ کہیں اسے میری نظر نہ لگ جائے۔ مگر وہ خود ہی میرے پاس آ جاتی۔ میرے قدموں میں بیٹھ جاتی، پھر میرے گھٹنے پر ہاتھ رکھ کر مجھے ''بابا جان'' کہہ کر پکارتی تو میرے اندر زندگی کی لہر دوڑ جاتی۔ خود پر چڑھایا خول چٹخنے لگتا۔ لیکن کہیں ٹوٹ نہ جائے، اس ڈر سے میں اسے خود سے دور کر دیتا۔ یہ سب کرنا آسان نہیں تھا نورالہدیٰ! ملیحہ بیٹی تھی، مجھے پیار آتا تھا اس پر، اس کی مسکراہٹ پر۔ لیکن نظر نہ لگ جائے، اس خوف سے میں نے خود پر اس کی خوشیاں حرام کر لیں۔ اس کا مسکراتا ہوا چہرہ چاہے نظر نہ آئے مگر وہ خوش ہے، اتنا ہی کافی تھا میرے لئے۔''

''اُسے نظر لگ جانے کے ڈر نے آپ کو اتنا خوف زدہ کر دیا کہ خود اس کی خوشیوں سے دُور رہتے رہتے اسے ہی خوشیوں سے دُور کر دیا۔'' اس حیرت انگیز انکشاف پر شاکڈ نورالہدیٰ نے شکوہ کیا تو بابا جان نے کہا۔

''ملیحہ بالکل اپنی ماں جیسی تھی۔ بس ایک فرق تھا۔ فریال شوخ تھی اور ملیحہ خاموش۔ اس کی خاموشی نے مجھے فیصلے سنانے کی عادت ڈالی تھی۔ ملیحہ نہیں جانتی تھی مگر تمہیں تو پتہ ہے کہ تم دونوں کی شادی کا فیصلہ میں بہت

NOVE
WWW.NOVELSCLUBB.COM

پہلے کر چکا تھا۔ پھر ملیحہ نے وجدان کا ذکر کیا تو مجھے غصہ آ گیا اور غصے میں نہ جانے کیا کچھ کہہ دیا۔ مگر اُس کی اُداس صورت دیکھی نہیں گئی اور زندگی میں پہلی بار میں نے فیصلہ بدلنے کا ارادہ کر لیا۔ اس دن میں شدت سے انتظار کر رہا تھا کہ ملیحہ کسی بھی وقت وجدان کو لے کر آ جائے گی۔ مگر وہ لوٹی تو تنہا تھی۔ پھر جب اس نے چپ چاپ تمہارے ہاتھوں سے انگوٹھی پہن لی تو مجھے یقین ہو گیا کہ وجدان، شادی کا ارادہ کر کے مکر گیا ہے.....''

نورالہدیٰ اُن کی بات کاٹ کر بولے۔ ''آپ نے اس سے پوچھا کیوں نہیں؟.......فرض کیوں کر لیا کہ وجدان نے انکار کر دیا ہو گا؟''

''میں اُس کا بھرم نہیں توڑنا چاہتا تھا'' وہ بول کر ہونٹ کاٹنے لگے۔ پھر سسک کر بولے۔ ''مجھ سے غلطی ہو گئی تھی نورالہدیٰ! اور اس غلطی کی سزا بھی ملی۔ میری بیٹی مر گئی ہے۔'' وہ اس طرح بول کر رو پڑے جیسے ملیحہ آج مری ہو۔ انہوں نے اپنا چہرہ دونوں ہاتھوں میں چھپا لیا تھا۔ نورالہدیٰ کے گال بھی بھیگنے لگے تھے۔ انہوں نے تاسف کی نگاہ بابا جان پر ڈالی، پھر ان کے ہاتھوں کو چہرے سے ہٹاتے ہوئے بولے۔

''ہم کب تک ایک ہی دکھ پر الگ الگ آنسو بہائیں گے بابا جان! کیوں نہ مل کر رو یا کریں۔''

بابا جان نے اچانک ہی اپنے ہاتھ ان کے آگے جوڑ دیئے اور بھرائی آواز میں بولے۔ ''مجھے معاف کر دو نورالہدیٰ!''

نورالہدیٰ تیزی سے ان کے ہاتھ الگ کرتے ہوئے بولے۔ ''یہ کیا کر رہے ہیں بابا جان؟ میں کہہ چکا ہوں، یہ حق مجھے نہیں ہے۔''

''تمہیں حق ہے نورالہدیٰ! میں نے اس لڑکی کو مارا ہے، جس سے تمہیں محبت تھی۔ میرے ہاتھوں تمہارے دل کی دنیا برباد ہوئی ہے۔ میں تمہارا مجرم ہوں اور مجھے اپنے جرم کا اعتراف ہے۔ اور جانتے ہو، اعتراف کے بعد جزا و سزا کے عمل میں تاخیر بہت گراں گزرتی ہے۔ یہ سکوت نا قابلِ برداشت ہے نورالہدیٰ! اسے توڑ دو۔''

''ٹھیک ہے۔'' نورالہدیٰ ان کے ہاتھوں کو اپنے ہاتھوں میں لئے بولے۔ ''اگر میرے کہہ دینے سے آپ کو سکون ملتا ہے تو کہہ دیتا ہوں۔'' وہ رُکے، پھر ان کی طرف دیکھتے ہوئے ٹھہر ٹھہر کر بولے۔ ''میں نے آپ کو معاف کیا۔''

بابا جان کو لگا، کسی نے ان کے سینے سے خنجر کھینچ نکالا ہے۔ مگر زخم تو باقی تھا اور درد بھی.......انہوں نے سر کرسی کی پشت سے ٹکاتے آنکھیں بند کر کے سکون کا سانس لیا۔

''تم نے میرے دل کا بوجھ ہلکا کر دیا۔ ایک معافی اور مل جائے تو باقی کا بوجھ بھی اُتر جائے گا۔ پھر بس تھکن باقی رہ جائے گی۔'' پھر وہ آنکھیں کھول کر چھت کو دیکھتے ہوئے بولے۔ ''کاش وقت لوٹ آئے اور تمہاری جگہ ملیحہ میرے سامنے بیٹھی مجھ سے وجدان کا ساتھ مانگ رہی ہو.......اس بار میں انکار نہیں کروں گا۔'' ان کی آواز میں حسرت گھلی ہوئی تھی۔

NOVE
WWW.NOVELSCLUBB.COM

نورالہدیٰ نیچی آواز میں بولے۔ ''وقت لوٹ آیا ہے بابا جان! لیکن ملیحہ کی جگہ تانیہ نے لے لی ہے اور فیصلہ آج بھی آپ کے ہاتھ میں ہے۔ اس بار انکار مت کیجیے گا۔'' نورالہدیٰ کی آواز رندھ گئی تھی۔ بابا جان مضطرب ہو گئے۔

''اقرار بہت مشکل ہے۔''

''پلیز بابا جان! تاریخ خود کو دہرا رہی ہے...... جو ہو چکا ہے، اسے دوبارہ مت ہونے دیں۔ میری بیٹی کو کچھ نہ ہونے دیں۔ ستائیس سال پہلے ایک گھاؤ دل پر لگا تھا جو آج بھی رس رہا ہے۔ میرے دل پر دوسرا زخم نہ لگائیں۔ میری تانیہ خوش نہ رہی تو میں بھی خوش نہیں رہ پاؤں گا۔ پلیز بابا جان! تانیہ کی خاطر شایان کو قبول کر لیں۔ آپ کا بیٹا بیٹی کو مار دے گا....... میری بیٹی کو اس کی زندگی بخش دیں۔'' وہ عاجزی سے نم آواز میں منتیں کر رہے تھے اور بابا جان کے ماتھے پر سلوٹیں بڑھتی جا رہی تھیں۔

❁❁❁

تانیہ گہری نیند میں تھی کہ اچانک اس کے بھائیوں نے اس کے کمرے میں دھاوا بول دیا۔

"آپی اٹھیں۔ جلدی سے اٹھیں نا۔" وہ اس پر سے کمبل کھینچ کر اسے جھنجوڑ رہے تھے۔ وہ بے چاری حواس باختہ سی "کیا ہوا، کیا ہوا؟" کرتی جلدی سے اٹھ بیٹھی۔

"جلدی نیچے چلیں۔ آپ کو کچھ دکھانا ہے۔"

"کیا بدتمیزی ہے عمیر! میں رات کو تین بجے سوئی ہوں اور تم دونوں صبح صبح میرے سر پر ڈھول پیٹنے آ گئے ہو۔"

"افوہ آپی! آپ چلیں تو۔ کیوں ٹائم ویسٹ کر رہی ہیں؟" عذیر بولا۔ پھر اس کے نہ نہ کرتے وہ دونوں زبردستی اسے بازو سے پکڑ کر بستر سے کھینچتے نیچے لے آئے۔

"وہ دیکھیں۔" لان میں لے جا کر انہوں نے ایک طرف اشارہ کیا۔ تانیہ نے جھنجلا کر اس طرف دیکھا اور اس کا منہ کھلا کا کھلا رہ گیا۔

نور الہدیٰ اور بابا جان چیئرز پر بیٹھے ایک دوسرے سے ہنس ہنس کر باتیں کر رہے تھے۔ ایسا کوئی منظر ان تینوں نے پہلے کبھی نہیں دیکھا تھا۔ اسے خوشگوار حیرت ہوئی اور مسکراتے ہوئے فریش ہونے کے لئے باتھ روم میں گھس گئی۔

اس کے دل کی حالت عجیب سی ہو رہی تھی۔ ایک طرف تو وہ خوش تھی کہ آج شایان اس کے پاپا سے ملنے آ رہا ہے، دوسری طرف اسے بابا جان کی طرف سے دھڑکا لگا ہوا تھا۔ متضاد کیفیتوں میں گھری وہ ناشتے کے لئے ڈائننگ روم میں آئی تو نور الہدیٰ اور بابا جان کے علاوہ عمیر اور عذیر بھی ٹیبل پر موجود تھے۔

"تم دونوں کالج نہیں گئے؟" اپنے لئے چیئر گھسیٹ کر بیٹھتی وہ بولی تو عمیر بولا۔

"نہیں۔"

"کیوں؟"

"کیونکہ پاپا آفس نہیں گئے۔" سلائس پر جیم لگاتے وہ اس جواب پر حیرت سے بولی۔

NOVE
WWW.NOVELSCLUBB.COM

"پاپا تو اس لئے آفس نہیں گئے کیونکہ آج کوئی ان سے ملنے آرہا ہے۔"
عذیر اس کی بات دہرا کر بولا۔ "میں بھی اسی لئے کالج نہیں گیا کہ آج کوئی پاپا سے ملنے آرہا ہے۔ ویسے آپ آفس کیوں نہیں گئیں؟" عذیر نے معنی خیزی سے کہہ کر آنکھیں نچائیں تو وہ چڑ کر بولی۔
"میری مرضی۔" پھر سلائس دانتوں سے کتر کر بولی۔ "ماما نظر نہیں آرہیں۔"
"وہ کمرے سے ہی نہیں نکلیں۔ لگتا ہے، ابھی تک ان کا موڈ خراب ہے۔" عمیر کے سنجیدگی سے بتانے پر تانیہ چپ سی رہ گئی اور ایک نگاہ نورالہدیٰ کے خاموش چہرے پر ڈال کر کپ ہونٹوں سے لگا لیا۔
ابھی وہ سب ناشتہ کر ہی رہے تھے کہ مریم غیر متوقع طور پر ڈائننگ روم کے دروازے سے اندر آتی نظر آئیں۔ وہ چلتی ہوئی آئیں اور نورالہدیٰ کے سامنے جا کھڑی ہوئیں۔ وہ سر اٹھا کر انہیں دیکھنے لگے۔ انہوں نے کہا۔
"مجھے ملیحہ کے کمرے کی چابی چاہیے۔" ان کے تیور عجیب سے ہو رہے تھے۔ نورالہدیٰ تذبذب میں گھر گئے۔ وہ ان کی آفت مچانے والی طبیعت سے واقف تھے مگر بچوں کے سامنے کوئی حوالہ دے کر منع بھی نہیں کر سکتے تھے۔
"ٹھہرو، میں لاتا ہوں۔" آخر وہ کہہ کر چابی لانے کے لئے اٹھ گئے۔ کچھ دیر بعد واپس آئے تو مریم نے انہیں دیکھتے ہی اپنا ہاتھ آگے بڑھا دیا۔ نورالہدیٰ نے چابی ان کی ہتھیلی پر رکھتے ہوئے ہولے سے کہا۔
"خیال رکھنا۔"
مریم مٹھی بند کر کے عجیب سے انداز میں مسکرائیں۔ نورالہدیٰ ان کی مسکراہٹ کا مطلب اخذ نہ کر سکے اور وہ جھٹکے سے ہال کی طرف جانے والے دروازے کی طرف بڑھ گئیں۔ سب ناشتے سے ہاتھ روک کر بیٹھے تھے۔ عمیر اور عذیر تو ٹھیک سے صورتِ حال کو سمجھے ہی نہیں تھے مگر بابا جان کے چہرے پر تشویش تھی۔ نورالہدیٰ اپنی جگہ پر خاموش کھڑے تھے اور تانیہ بھی ان کی طرح چپ بیٹھی اٹھا پٹخ کی آوازوں کا شعوری طور پر انتظار کر رہی تھی۔ مگر کوئی آواز نہیں آئی۔ نورالہدیٰ اپنے اندر کے اضطراب کو دبا نہ پائے اور لمبے لمبے قدم اٹھاتے دروازے تک آئے تو ہال سے اندر آتی مریم سامنے آگئیں۔ دونوں ایک دوسرے کو دیکھ کر رک گئے تھے۔
مریم ہاتھوں میں کچھ فوٹو فریم اٹھائے ہوئے تھیں۔ انہیں ایک ہاتھ سے سنبھالتے ہوئے انہوں نے دوسرے ہاتھ میں پکڑی چابی نورالہدیٰ کی طرف بڑھائی۔
"تمہاری امانت۔" نورالہدیٰ نے کچھ کہے بغیر چابی ان کے ہاتھ سے لی تو بولیں۔ "جا کر تسلی کر لو۔" پھر بہادر کو آواز دے کر اپنے ساتھ آنے کا کہتی لاؤنج کی طرف بڑھ گئیں۔
نورالہدیٰ کچھ دیر اپنی جگہ ساکت کھڑے رہے، پھر چابی پاکٹ میں ڈال کر لاؤنج میں چلے آئے۔ بہادر ان کی ہدایت پر دیوار پر سے کئی فریم اُتار چکا تھا۔ پھر مریم نے ملیحہ کی تصویروں والے فریم ان کی جگہ لگوا دیئے۔

NOVE
WWW.NOVELSCLUBB.COM

"ان تصویروں کو کہاں لگانا ہے بیگم صاحب؟" بہادر تصویریں لگا چکا تو اسٹول سے اُتر کر صوفے پر پڑی تصویروں کی طرف اشارہ کر کے بولا۔

"ابھی تو انہیں رکھ دو۔ تھوڑی دیر میں ملیحہ کا شوہر اور بیٹا آنے والے ہیں۔ ان کے جانے کے بعد بتاؤں گی کہ ان تصویروں کو کہاں لگانا ہے۔"

"جی بیگم صاحب!" وہ نورالہدیٰ کو کن انکھیوں سے دیکھتا ہوا بولا اور رفو چکر ہو گیا۔

نورالہدیٰ چلتے ہوئے مریم کے پاس آ گئے۔ اپنی پشت پر ان کا رکنا محسوس کر کے وہ پلٹیں۔ نورالہدیٰ سامنے لگی تصویروں کو دیکھ رہے تھے، بولے۔

"یہ سب کیا ہے؟"

مریم ان کی بات سن کر اُداسی سے بولیں۔ "جب میں ملیحہ کی تصویر تمہارے دل سے ہی اُتار نہ پائی تو دیوار سے اُتارنے کا کیا فائدہ؟"

نورالہدیٰ نے انہیں دیکھا، پھر ان کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر نرمی سے پکارا۔

"مریم!"

وہ ایک دم سے ہاتھ اٹھا کر بولیں۔ "بس نورالہدیٰ! کچھ نہ کہنا۔ میری عمر بھر کی ریاضت بے کار گئی ہے۔"

نورالہدیٰ ان کے چہرے پر دکھ کے سائے لرزتے دیکھتے رہے، پھر ان کے گرد بازو پھیلا کر انہیں خود سے قریب کر لیا۔

"میں تم سے بہت محبت کرتا ہوں مریم! میرا اعتبار کرو۔" وہ ان کے کان میں کہہ رہے تھے۔ مریم نے بے بسی سے آنکھیں بند کرتے ہوئے ان کے سینے پر سر رکھ دیا۔

"صاب!" بہادر بوتل کے جن کی طرح حاضر ہو کر اچانک سے بولا تو نورالہدیٰ نے مریم کے شانے سے بازو ہٹاتے ہوئے کہا۔

"ہاں بولو۔"

"وجدان صاب آ گئے ہیں۔"

"ٹھیک ہے۔ تم بابا جان کو اطلاع کرو۔" وہ جلدی سے اسے کہہ کر وجدان کے استقبال کے لئے باہر جانے لگے۔ دو تین قدم آگے جا کر انہیں احساس ہوا، مریم ان کے ساتھ نہیں ہیں۔ وہ رک کر پلٹے اور انہیں دیکھ کر بولے۔

"آج چاہے ملیحہ کے بیٹے کی شکل نہ دیکھو پر کیا کل تانیہ کے شوہر کی صورت دیکھنے سے بھی انکار کرو گی؟ اور یاد رکھنا! یہ فیصلہ میرا نہیں، ہماری بیٹی کا ہے۔"

انہوں نے ایک پل کو سوچا، پھر چھوٹے چھوٹے قدم اٹھاتی ان کے پاس آ کر بولیں۔ "چلو۔"

NOVE
WWW.NOVELSCLUBB.COM

نورالہدیٰ کے چہرے پر بڑی جاندار مسکراہٹ پھیل گئی۔''تھینکس۔''
مریم ان کی مسکراہٹ کا برا مان کر بولیں۔''میں یہ سب اپنی بیٹی کے لئے کر رہی ہوں۔تمہارے لئے نہیں۔''
''میں بھی یہ سب اپنی بیٹی کے لئے کر رہا ہوں۔''انہوں نے سنجیدگی سے کہا اور فوراً پلٹ کر چلنے لگے۔
گاڑی پورچ میں رُک چکی تھی۔کار کا دروازہ کھول کر اُترتے وجدان کو دیکھ کر نورالہدیٰ ان کی طرف چلے آئے۔
''السلام علیکم ہادی بھائی!''وجدان نے ان کی طرف مصافحہ کے لئے ہاتھ بڑھاتے ہوئے کہا۔
نورالہدیٰ ان کا ہاتھ تھام کر''وعلیکم السلام'' کہتے ان سے بغل گیر ہو گئے۔
''کیسے ہو؟''
''اللہ کا کرم ہے۔آپ سنائیں۔''وہ ان سے الگ ہوتے ہوئے بولے۔پھر شایان کو دیکھنے لگے جو گاڑی لاک کر کے انہی کی طرف آ رہا تھا۔ورزشی جسم پر بلیک ڈریس پینٹ کے ساتھ میرون کلر کی شرٹ پہنے لمبے چوڑے سراپے والا شایان،نورالہدیٰ کو پہلی نظر میں اچھا لگا تھا۔
''السلام علیکم ہادی انکل!''کہہ کر وہ ان کے گلے لگ گیا۔ان سے گلے ملتے ہوئے اس کی نظر باہر آتی تانیہ پر پڑی تھی۔تانیہ نے بھی اسے دیکھ لیا تھا۔دونوں کی ہی آنکھوں میں چمک لہرائی تھی پر لب مسکرا نہ سکے۔
شایان اس کے چہرے سے نظر ہٹاتا نورالہدیٰ سے الگ ہو گیا۔
''وعلیکم السلام بیٹا۔''نورالہدیٰ اسے توصیفی نگاہوں سے دیکھ رہے تھے۔پھر مریم کی طرف اشارہ کرتے ہوئے وجدان سے بولے۔''ان سے ملو وجدان!یہ مریم ہیں۔میری بیوی۔''
''کیسی ہیں بھابی؟''وجدان خوش اخلاقی سے مسکراتے ہوئے بولے۔
''ٹھیک ہوں۔آپ اندر آئیے۔اور شایان بیٹا!تم بھی آؤ نا۔''وہ اندر جانے لگے تو تانیہ نے جھٹ سے آگے ہو کر وجدان کو سلام کیا۔پل بھر کو اس کا سر اپنے کندھے سے لگا کر سلام کا جواب دیتے وہ نورالہدیٰ کی ہمراہی میں اندر آ گئے۔نورالہدیٰ انہیں ڈرائنگ روم میں لے جانے کے بجائے سیدھے لاؤنج میں لے آئے۔
''بابا جان کہاں ہیں؟''عذیر نے عمیر کے چپ رہنے کے اشارے کو نظرانداز کرتے ہوئے کہا۔
''وہ تو وجدان انکل کا سن کر اپنے کمرے میں چلے گئے ہیں۔''
ایک پل کے لئے ہر کوئی چپ سا رہ گیا،پھر نورالہدیٰ،وجدان سے بولے۔''تم بیٹھو،میں بابا جان کو لے کر آتا ہوں۔''اور جانے لگے تو وجدان نے ان کا بازو پکڑ کر روکتے ہوئے کہا۔
''آپ اجازت دیں تو میں انہیں لے آؤں۔''
نورالہدیٰ نے ذرا سا مسکرا کر سر ہلاتے ہوئے اجازت دے دی۔پھر انہیں لئے بابا جان کے کمرے تک آئے اور ہاتھ کے اشارے سے اندر جانے کا کہتے ہوئے پلٹ گئے۔

NOVE
WWW.NOVELSCLUBB.COM

وجدان نے دروازہ کھولتے ہوئے اندر قدم رکھا اور ان کی نگاہیں سیدھی ملیحہ کی تصویر سے جا ٹکرائیں۔ ایک پل کے لئے وجدان کی آنکھیں، وجدان کا دل بن گئی تھیں۔ مگر انہوں نے فوراً ہی خود کو سنبھال لیا اور راکنگ چیئر پر بیٹھے بابا جان کو دیکھنے لگے جو ان کی طرف گہری نظروں سے دیکھ رہے تھے۔ وہ چلتے ہوئے ان کے سامنے جا کھڑے ہوئے۔

''کیوں آئے ہو تم یہاں؟'' بابا جان چیخ کر بولے۔ ''میرے پچھتاوے کو بڑھانے کے لئے کہ ستائیس سال پہلے جب ملیحہ میری منتیں کر رہی تھی کہ ایک بار تم سے مل لوں تو تم سے کیوں نہیں ملا۔ جاؤ وجدان! چلے جاؤ۔ میں آج بھی تم سے ملنا نہیں چاہتا..... تمہاری صورت میری تکلیف کو بڑھا رہی ہے۔'' انہوں نے منہ پھیر لیا تو وجدان دکھ سے بولے۔

''لیکن میری تکلیف کا کیا ہو گا بابا جان! آپ نے ستائیس سال پہلے بھی مجھے قبول کرنے سے انکار کر دیا تھا، اب ستائیس سال بعد بھی مجھے قبول کرنے سے انکار کر رہے ہیں۔ آپ جانتے ہیں، ملیحہ کی آخری خواہش کیا تھی؟'' بابا جان نے ان کی طرف دیکھا لیکن کچھ بولے نہیں تھے۔ وجدان توقف کے بعد کہنے لگے۔

''وہ مجھے، آپ کو اور ہادی بھائی کو ایک ساتھ دیکھنا چاہتی تھیں۔ ان کی خواہش تھی کہ آپ مجھے قبول کر لیں۔ مرنے والے کی آخری خواہش اس کی زندگی میں ہی پوری کرنے کی کوشش کی جاتی ہے مگر ستائیس سالوں میں ملیحہ کی خواہش کو پورا کرنے کی کوشش نہ میں نے کی، نہ آپ نے اور نہ ہادی بھائی نے..... مگر میں مجبور تھا۔ ملیحہ کے انتقال کے بعد کے دس سال تو جیسے میری عمر سے تحلیل ہو گئے اور اس کے بعد میں ان کی خواہش کی تکمیل کے لئے آپ کے پاس آنا چاہتا تھا پر شایان نے مجھے کمزور کر دیا۔ لیکن آج اسی نے اتنی طاقت دی ہے کہ آپ کے پاس آ سکوں۔ اب تو مجھے قبول کر لیجئے بابا جان!'' انہوں نے عاجزی سے کہا تو بابا جان حسرت بھرے لہجے میں بولے۔

''کاش تم اس کی زندگی میں مجھ سے ملنے آ جاتے تو میں تمہیں قبول کر لیتا۔ پھر شاید ملیحہ بھی نہ مرتی..... مگر اب کیا فائدہ؟ میری بیٹی تو مر چکی۔'' ان کی آواز بھیگ گئی تھی۔ ''جانتے ہو، اولاد کو قبر میں اُترتے دیکھنا کیسا لگتا ہے؟ پھر مجھے تو اللہ نے اولاد کے لئے ترسایا بھی بہت تھا۔ ملیحہ میری شادی کے سات سال بعد پیدا ہوئی تھی اور آج مجھے اس کی موت کا سوگ مناتے ہوئے ستائیس سال ہو گئے ہیں۔'' ان کا گلا رندھ گیا تھا۔ ''میری بیٹی صرف بیس سال زندہ رہی۔ کیا اس سے بہتر نہیں تھا کہ اللہ مجھے بے اولاد ہی رکھتا؟''

انہیں سسکتا ہوا دیکھ کر وجدان ان کے پاس آ کر بیٹھ گئے اور ان کے ہاتھ پر اپنا ہاتھ رکھ کر بولے۔ ''اللہ کے کام مصلحت سے خالی نہیں ہوتے بابا جان! یقیناً آپ کو اولاد دے کر لینے میں اس کی کوئی مصلحت ہو گی اور اللہ کی مصلحتیں سمجھ آ جائیں تو صحیح، نہ سمجھ آئیں تو ضد نہیں کرتے، قبول کر لیتے ہیں۔ میں مانتا ہوں، آپ کا دکھ بڑا ہے۔ مگر وقت بھی تو بہت گزر چکا..... وقت ہر درد کی دوا ہے۔ آپ اگر صبر کرنے کی کوشش کرتے تو آپ کا

NOVE
WWW.NOVELSCLUBB.COM

درد کم ہو ہی جاتا۔"

"تم تو صبر کرنے کی کوشش کرتے رہے ہو......کیا تمہارا درد کم ہوا؟" وہ ان کی طرف غور سے دیکھتے ہوئے پوچھ رہے تھے۔ وجدان نظر چرا گئے۔

"برداشت درد سے بڑھ گئی ہے۔" پھر کچھ دیر پہلے بابا جان کی کہی بات کو یاد کر کے بولے۔ "میں آپ کی تکلیف کو بڑھانے نہیں آیا تھا بلکہ اس تکلیف کو ختم کرنے آیا تھا جو کل آپ کو مجھ سے پہنچی ہے۔ میں اپنے ساتھ شایان کو بھی لایا ہوں۔ وہ باہر بیٹھا ہے۔ آپ میرا ایک کام کریں گے بابا جان!......مجھ میں شایان کو سچ بتانے کی طاقت نہیں۔ آپ جائیں اور جا کر اس سے کہہ دیں کہ اس کا ملیحہ سے کوئی رشتہ نہیں۔ بلکہ یہ بھی کہہ دیں کہ اس کا مجھ سے بھی کوئی رشتہ نہیں۔ وہ ان لوگوں کی اولاد ہے جو رات کے اندھیرے میں اپنے بچوں کو پھینک آتے ہیں مگر دن کے اُجالے میں کسی سے نہیں کہتے کہ کچرے کے ڈھیر پر پڑی مسخ شدہ لاش ان کے بچے کی ہے۔ مگر پہلے وعدہ کریں کہ اس کے بعد آپ اسے دھتکاریں گے نہیں اور تانیہ کا ہاتھ اس کے ہاتھ میں دے دیں گے۔"

"اس کے بعد شایان کا کیا رِدِّعمل ہوگا؟" پتہ نہیں کیوں وہ یہ سوال کر رہے تھے۔ وجدان نے سوچا اور کہا۔

"ظاہر ہے، ناراض ہوگا۔ پوچھے گا کہ کیوں میں نے اسے دھوکے میں رکھا۔ لڑے گا بھی بہت۔ مگر مجھ سے محبت کرتا ہے، اس لئے مان بھی جائے گا۔"

ان کی بات سن کر بابا جان بولے۔ "نورالہدیٰ بھی مجھ سے محبت کرتا ہے مگر اس نے ایک عمر مجھ سے ناراض رہنے میں گزار دی۔ اگر شایان بھی نہ مانا تو؟"

"تو کیا ہوگا؟" پتہ نہیں کیوں وہ ہنس پڑے۔ "اللہ کو میرے ایمان پر بڑا شک ہے۔ بار بار آزما کر بھی اسے یقین نہیں آتا اور مجھے ایک کے بعد دوسری آزمائش میں ڈالتا رہتا ہے۔ جہاں اتنی آزمائشیں بھگت لیں، وہاں ایک اور کے آجانے سے کیا ہوگا؟ بلکہ اچھا ہوگا جو ایسا ہو جائے۔ مولوی صاحب مرحوم کہا کرتے تھے، شایان کا نصیب میرے نصب سے جڑا ہے۔ اچھا ہوگا اگر اس کا نصیب میرے نصیب سے الگ ہو جائے۔ میرے نصیب کی سختیاں اب اس کے نصیب پر سایہ ڈالنے لگی ہیں۔" کل وہ بار بار شایان کو اپنی برباد عمر کا حاصل کہہ رہے تھے اور آج اسے خود سے الگ کرنے کی بات کر رہے تھے۔ بابا جان حسرت سے اپنے سامنے بیٹھے اس شخص کو دیکھ رہے تھے جو کسی اور کے فائدے کے لالچ میں اپنی زندگی بھر کی جمع پونجی لٹانے کو کمربستہ تھا۔ انہیں یاد آیا کہ ملیحہ کی ڈائری میں انہوں نے پڑھا تھا کہ ایک بار ملیحہ کی کسی بات پر وجدان نے مذاقاً اقرار کیا تھا۔

"میں پاگل بھی ہوں اور دیوانہ بھی......" اور بابا جان ایمان لے آئے۔ وہ واقعی پاگل اور دیوانہ تھا۔ ٹھیک ہے، آج کوئی اسے پتھر نہیں مارتا اور اس کے پاس مینٹل نارمیلٹی کا سرٹیفکیٹ بھی ہے مگر دیوانہ پھر بھی دیوانہ تھا۔

NOVE
WWW.NOVELSCLUBB.COM

اور بابا جان کو یقین ہونے لگا تھا کہ دنیا بھر کے سائیکاٹرسٹ مل کر بھی علاج کر لیں تو بھی اس کی دیوانگی نہ جائے گی۔

وجدان، بابا جان کو ساتھ لئے لاؤنج میں آئے تو وہاں بیٹھے ہر شخص کی نظریں ان دونوں پر ٹھہر گئیں۔ شایان تو ان دونوں کو دیکھ کر اضطراب میں اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا ہوا۔ اس کے اندر ہیجان برپا تھا مگر وہ افراتفری کا مظاہرہ کیے بغیر بڑے بڑے قدم اٹھاتا ان کے سامنے جا رکا تو بابا جان بھی رک گئے اور اسے دیکھنے لگے۔ بابا جان کے نقوش میں ملیحہ کی جھلک صاف نظر آ رہی تھی، جسے محسوس کر کے شایان گویا ہوا۔

"سر! میری ماں نہیں ہے۔ مگر دل تو ہے جو چاہتا ہے کہ میری ماں زندہ ہوتی۔ جو مجھے اُنگلی پکڑ کر چلنا سکھاتی، مجھے اپنے ہاتھوں سے کھلاتی پلاتی۔ اور پھر جب میں تھک جاتا تو مجھے گود میں لے کر لوری سناتی۔ جسے سنتے سنتے میں ان کی گود میں سو جاتا۔ مگر میں ایک پل کے لئے بھی اپنی ماں کی آغوش کو محسوس نہیں کر سکا۔ اور شاید انہیں خود سے قریب محسوس کرنے کے لئے ہی مجھے ہر اس شے سے محبت ہو جاتی ہے جس سے امی کو محبت تھی۔ ابو بتاتے ہیں، امی کو آپ سے بہت محبت تھی۔ مجھے بھی آپ سے بہت محبت ہے۔" وہ رُکا، پھر کہنے لگا۔

"مگر میں جانتا ہوں سر! آپ کو مجھ سے پیار نہیں ہے۔ لیکن میری ماں آپ کی بیٹی تھیں۔ ان کی خاطر مجھے اتنی اجازت دے دیجئے کہ کبھی کبھی آپ سے ملنے آ جاؤں۔"

وہ جب تک بولتا رہا، بابا جان چپ رہے۔ جب وہ چپ ہوا تو بولے۔

"جسے تم نے ماں کہا ہے، وہ میری بیٹی تھی۔" اُن کی آواز کی وہ گونج...... وجدان نے دعا کی، کاش وہ بہرے ہو جائیں۔ بھلا وہ ان لفظوں کو کیسے سن پائیں گے جو شایان کی زندگی میں اندھیرا کرنے والے ہیں۔ وہ چشمِ تصور سے شایان کے تاریک ہوتے چہرے کو دیکھ رہے تھے۔ نورالہدیٰ نے بے ساختہ وجدان کے سفید پڑتے چہرے کو دیکھا پھر فوراً ہی ان کی نظر تانیہ پر گئی جس کا سانس تک رک چکا تھا۔ بابا جان نے اسی گونج دار آواز میں اپنا جملہ مکمل کرتے ہوئے کہا۔ "اس لئے دوبارہ مجھے سر کہنے کی جرأت نہیں کرنا۔"

وجدان نے بے اختیار شکر ادا کیا کہ ان کی دعا قبول نہ ہوئی ورنہ وہ شایان کے چہرے پر روشنی بکھیرتے لفظوں کو کیسے سن پاتے؟ تانیہ کا سانس بھی بحال ہو چکا تھا اور نورالہدیٰ کی جان میں بھی جان لوٹ آئی تھی۔

شایان ان کی بات سن کر مسکراتا ہوا بولا۔

"تو کیا میں آپ کو نانا جان کہوں؟"

"تم مجھے اس کے سوا اور کیا کہہ سکتے ہو؟" وہ پوچھ رہے تھے۔ شایان کندھے اچکا کر بولا۔

"کچھ بھی نہیں۔" پھر کہا۔ "کیا میں آپ کے گلے لگ سکتا ہوں؟"

اور انہوں نے مسکرا کر شایان کو گلے لگا لیا۔ اس نے ملیحہ کی کوکھ سے جنم نہیں لیا تھا، پھر بھی بابا جان کو ایک پل کے لئے یوں لگا کہ انہوں نے ملیحہ کو گلے لگایا ہو۔

NOVE
WWW.NOVELSCLUBB.COM

"میرا بہت دل چاہتا تھا کہ آپ سے ملوں مگر ڈر بھی لگتا کہیں آپ ملنے سے انکار نہ کر دیں۔ نانا جان! آپ کا کبھی دل نہیں چاہا کہ آ کر مجھ سے ملتے؟" وہ ان سے لپٹا ہوا کہہ رہا تھا۔ بابا جان خفیف سی مسکراہٹ کے ساتھ اس سے الگ ہوتے ہوئے بولے۔

"جو ہونا چاہئے تھا اور جو نہ ہوا، اسے جانے دو۔ یوں بھی وقت گزر جانے کے بعد ان باتوں کا کوئی فائدہ نہیں۔"

"ٹھیک ہی کہہ رہے ہیں۔ ملال کرنے سے کب گزرا ہوا وقت واپس آ سکتا ہے؟ چلیں چھوڑیں ان باتوں کو۔ میں پہلی بار آپ سے مل رہا ہوں۔ اچھی اچھی باتیں کرتے ہیں۔ آیئے!" وہ انہیں لے کر صوفے کی طرف بڑھا۔ وجدان بھی انہونی کو ہوتا دیکھ کر حیرانی سے نورالہدیٰ کے ساتھ جا بیٹھا۔ دونوں کے بیچ کوئی بات نہیں ہوئی مگر نظروں کا تبادلہ ہوا تھا۔ بیٹھنے کے بعد شایان بولا۔

"میں جانتا ہوں نانا جان! کہ آپ امی سے بہت ناراض ہیں۔ اسی لئے کبھی مجھ سے اور ابو سے نہیں ملے۔ لیکن اگر آج میں امی کی طرف سے آپ سے معافی مانگوں تو بھی کیا آپ کی ناراضی ختم نہ ہوگی؟"

بابا جان اس کی بات سن کر بولے۔

"میں ملیحہ سے ناراض نہیں ہوں اور نہ ہی مجھے وجدان سے کوئی شکایت ہے۔"

وجدان نے فوراً نظر اٹھا کر انہیں دیکھا۔ وہ بھی انہیں ہی دیکھ رہے تھے۔ وجدان کے دیکھنے پر نظر جھکاتے ہوئے بولے۔

"مجھے نورالہدیٰ کو دیکھ کر رشک آتا ہے۔ یہ اپنی بیٹی سے اتنا قریب ہے کہ وہ اپنے دل کی ہر بات نورالہدیٰ سے بے جھجک کہہ دیتی ہے۔ اور نورالہدیٰ بھی اس کے دل کی بات سنتا ہے اور اس کی خوشی کی خاطر کسی بھی حد تک جا سکتا ہے۔ جیسے وجدان نے تمہاری خوشیوں کے آگے کوئی حد نہیں رکھی اور صرف تمہاری خاطر یہاں تک چلا آیا، یہ جانتے ہوئے بھی کہ اگر اظہر فاروقی نے نورالہدیٰ سے باپ بننا نہ سیکھ لیا ہوتا تو آج وجدان مصطفیٰ، قصرِ فاروقی میں اپنی زندگی کی آخری بازی بھی ہار جاتا۔ یہ دونوں دنیا کے سب سے اچھے باپ ہیں اور ملیحہ دنیا کی سب سے اچھی بیٹی...... اور مجھے یقین ہے اگر اس کی آغوش میں تم ہوتے تو وہ سب سے اچھی ماں ہوتی۔" وہ چپ ہو گئے تھے۔ پھر ان کے برابر بیٹھے شایان نے عجیب سی حرکت کی۔ وہ اپنی جگہ سے کھسک کر کارپٹ پر گھٹنوں کے بل بیٹھ گیا پھر ان کے گھٹنے پر ہاتھ رکھ کر سر اٹھا کے انہیں دیکھتے ہوئے پکارا۔

"نانا جان!" اس کا انداز ملیحہ کی عادت سے اس قدر مشابہہ تھا کہ بابا جان کے اندر ہلچل سی مچ گئی۔ ان کی آنکھوں میں نمی اُمڈتے دیکھ کر شایان نے حیران ہو کر پوچھا۔

"کیا نانا جان؟" وہ قصداً مسکرا کر بولے۔ "تم نے اس طرح پکارا کہ ملیحہ یاد آ گئی۔ وہ مجھے اسی طرح پکارا کرتی تھی۔" پھر اسے آزردہ ہوتے دیکھ کر فوراً خود کو سنبھال کر بولے۔ "کہو، کیا کہہ رہے تھے؟"

NOVE
WWW.NOVELSCLUBB.COM

اور وہ نیچی آواز میں بولا۔ ''میں کبھی امی کی قبر پر نہیں گیا نانا جان! آپ مجھے وہاں لے جائیں گے؟''
''تم نے کبھی وجدان سے نہیں کہا؟'' وہ حیرت سے پوچھ رہے تھے۔ شایان بتانے لگا۔
''ہر سال 21 دسمبر کو ابو، امی کے لئے قرآن خوانی کا اہتمام کر کے ان کے نام کی فاتحہ پڑھواتے ہیں۔ پھر میری سالگرہ کا کیک کٹتا ہے اور مجھ سے کہتے ہیں جو دل چاہے وہ تحفہ مانگ لو۔ اور میں ہر سال ان سے کہتا ہوں، مجھے امی کی قبر پر لے جائیں لیکن ابو کہتے ہیں کہ انہیں امی کی قبر کی جگہ یاد نہیں۔''
بابا جان اُس کی بات سن کر وجدان کو دیکھنے لگے جو نظر چرا گئے تھے۔ نورالھدیٰ نے بھی ٹھٹک کر انہیں دیکھا تھا اور بولے۔
''وجدان جھوٹ بولتا ہے۔ وہ اپنے گھر کا پتہ بھول جائے گا لیکن ملیحہ کی قبر کا نشان نہیں بھول سکتا۔''
''لیکن وہ جھوٹ کیوں کہیں گے؟'' شایان نے اچنبھے سے کہا۔ نورالھدیٰ بولے۔
''کیونکہ جسے زندگی سے زیادہ چاہا ہو، اس کی قبر پر فاتحہ کے لئے ہاتھ اٹھانا دنیا کا سب سے مشکل کام ہے۔''
ان کی بات سن کر شایان بولا۔ ''پھر تو آپ بھی امی کی قبر پر نہیں جاتے ہوں گے۔ کیونکہ آپ کو بھی تو امی سے بہت محبت ہے۔''
''ٹھیک کہہ رہے ہو۔ جس دن سے ملیحہ کو دفنا کر آیا ہوں، دوبارہ وہاں جانے کی ہمت نہیں کر سکا۔''
نورالھدیٰ کی آواز ست ہو گئی تھی۔ ان کی بات سن کر مریم کے دل میں کانٹے چبھنے لگے تھے۔ وہ آہستگی سے اُٹھیں اور وہاں سے چلی گئیں۔ اور تو کسی نے محسوس بھی نہیں کیا تھا مگر تانیہ نے انہیں جاتے ہوئے دیکھ کر دکھ سے سوچا تھا۔
'کچھ درد شاید ہمیشہ زندگی کے ساتھ رہیں گے۔' جبکہ شایان، بابا جان سے کہہ رہا تھا۔
''آپ بھی امی کی قبر پر نہیں جاتے؟''
''نہیں۔'' وہ بولے۔ ''لیکن صرف اس وجہ سے نہیں کہ وہاں جا کر تکلیف ہو گی۔ بلکہ اس لئے بھی کہ میں ملیحہ سے شرمندہ تھا اور اپنی پیشانی سے ندامت کے داغ کو دھوئے بغیر میں اس کی قبر پر کیسے جاتا؟ میری بیٹی کو خود سے زیادہ دوسروں کی خوشیاں عزیز تھیں۔ اسے دوسروں کا دکھ بھی اپنے دکھ سے بڑا لگتا تھا، اس لئے میں سوچتا اگر نورالھدیٰ نے مجھے ملیحہ کی موت کے لئے معاف کر دیا تو وہ بھی مجھے معاف کر دے گی۔ مگر آج جب نورالھدیٰ مجھے معاف کر چکا ہے، پھر بھی لگتا ہے جیسے ملیحہ ابھی تک مجھ سے ناراض ہے، دل پر رکھا بوجھ ہلکا تو ہوا ہے ابھی اُترا نہیں ہے...... مگر اب سمجھ آ رہا ہے کہ وہ بوجھ وجدان کے نام کا ہے اور اس کے معاف کر دینے کے بعد ہی دل سے ہٹے گا۔''
''کس چیز کے لئے معافی کی بات کر رہے ہیں بابا جان؟'' وجدان نے ان کی بات سنی تو حیرت سے چونک کر بولے۔ بابا جان نے ان کی طرف عجیب سی نظروں سے دیکھا۔

NOVE
WWW.NOVELSCLUBB.COM

"کیوں، کیا تم مجھے قصوروار نہیں سمجھتے؟ اگر میں تمہیں قبول کر لیتا تو ملیحہ کیوں مرتی؟...... ملیحہ کی موت کے لئے، تمہاری بربادی کے لئے میں ہی ذمہ دار ہوں۔ میرے ہی فیصلے نے تین زندگیوں کو عذاب میں ڈالا تھا۔"

"نہیں بابا جان! میں آپ کو قصوروار نہیں سمجھتا۔" وجدان پرُسکون انداز میں کہہ رہے تھے۔ "اور نہ آپ کا فیصلہ غلط تھا۔ اگر آج بھی مجھے ملیحہ کے لئے کسی شخص کے انتخاب کا اختیار دیا جائے تو میں سب سے پہلے ہادی بھائی کا نام لوں گا۔ کیونکہ ان سے زیادہ کوئی شخص ملیحہ کو خوش نہیں رکھ سکتا...... میں بھی نہیں۔" نورالہدیٰ نے حیران ہو کر خود سے ایک فٹ دور بیٹھے شخص کو دیکھا جو بابا جان کو بھی حیرت میں مبتلا کرتا ہوا کہہ رہا تھا۔

"پھر آپ کا فیصلہ غلط کیسے ہوا؟ غلطی تو وقت میں تھی جو کسی کے اختیار میں نہیں۔ اور بابا جان! اب خود کو یا کسی دوسرے کو الزام دے کر کیا حاصل ہوگا؟ جو ہوا، برا ہوا۔ نہیں ہونا چاہیے تھا۔ مگر مشیت ایزدی یہی تھی۔ ملیحہ اتنی ہی عمر لکھا کر لائی تھیں جو انہوں نے گزار لی۔ بیس سال واقعی بہت کم ہیں مگر اب ان میں اضافہ ممکن نہیں۔ اور جس دن سے میں نے یہ جانا کہ ان کی موت نے مجھے جو سکھایا، ان کی زندگی نہیں سکھا سکتی تھی، میرے دل سے ان کے جانے کا گلہ مٹ گیا۔ بس افسوس ہی باقی ہے۔ اور جس دن جان گئی، وہ بھی چلا جائے گا۔" ان کی باتوں نے بابا جان کو ٹرانس میں مبتلا کر دیا تھا۔ وہ خواب جیسے عالم میں بولے۔

"ستائیس سال تک میں حیران رہا کہ ملیحہ نے تم سے محبت کیوں کی؟ اور اتنی محبت کہ مر ہی گئی۔ لیکن آج مجھے اس سوال کا جواب مل گیا ہے۔ آج مجھے تم میں وہ نظر آ رہا ہے جو ملیحہ نے تم میں دیکھا تھا۔ آج سمجھ آیا، کیوں ملیحہ کو یقین تھا کہ اگر میں ایک بار تم سے مل لوں گا تو اس کے انتخاب کو قبول کر لوں گا۔ وہ میری منتیں کرتی رہی کہ وجدان بہت اچھا ہے بابا! آپ اس سے ملیں گے تو آپ کو بھی اچھا لگے گا۔ وہ پورا دن تمہیں پاگلوں کی طرح ڈھونڈتی رہی کہ بس ایک بار تمہیں میرے سامنے لے آئے۔ تم اسے کیوں نہیں ملے وجدان؟" وہ سسکنے لگے۔ "ملیحہ کا یقین سچا تھا۔ میں اگر تم سے مل لیتا تو واقعی انکار نہ کر پاتا۔ کاش تم اسے مل گئے ہوتے۔" وہ رُکے اور اپنی آواز کی لرزش کو قابو کر کے بولے۔

"آج اگر مجھے ملیحہ کے لئے کسی شخص کے انتخاب کا اختیار دیا جائے تو میں سب سے پہلے تمہارا نام لوں گا۔ کیونکہ ملیحہ کی خوشی صرف تمہارے ساتھ میں تھی۔ اور میری بیٹی کا انتخاب، میرے انتخاب سے بہتر ہے۔" ان لفظوں میں وہ جادو تھا کہ وجدان کو لگا ان کی محبت، احترام پا گئی ہے۔ برسوں کی رائیگانی کا صلہ ایک پل میں مل گیا تھا۔ بابا جان کہہ رہے تھے۔

"مجھے یہ اعتراف کرنے میں بہت دیر ہو گئی ہے، پھر بھی یہ میری بیٹی کی خواہش تھی کہ میں تمہیں اپنا لوں۔ مگر میں اس کی زندگی میں یہ خواہش پوری نہیں کر سکا۔ لیکن آج میں ملیحہ کی خواہش کو پورا کر دینا چاہتا ہوں۔"

یہ کہہ کر وہ اُٹھے اور گم سم بیٹھے وجدان کے پاس چلے آئے۔ انہیں بازوؤں سے تھام کر اپنے مقابل کھڑا کیا

NOVE
WWW.NOVELSCLUBB.COM

اور گلے لگا لیا۔ انہیں گلے لگاتے ہی ان کے سینے پر سے تمام بوجھ اُتر گیا تھا اور انہیں ایسا لگا کہ کہیں بہت پاس ان کی بیٹی انہیں دیکھ کر مسکرائی تھی۔

''کاش....'' نم آنکھوں کے ساتھ وجدان کو سینے سے لگائے ان کے ذہن میں اسی لفظ کی تکرار ہو رہی تھی۔

❁❁❁

شام ڈھلنے کو تھی۔ قبرستان کی خاموش فضا میں ہوا کے جھونکے دبی دبی سرگوشیوں کا شور پیدا کرتے خشک پتوں کو اُڑائے چلے جا رہے تھے، جب سب لوگوں کا یہ قافلہ اس قبر کے پاس چلتا ہوا آ پہنچا جو برسوں سے تنہا تھی۔ سفید سنگ مرمر کی قبر کے اوپری حصے پر مدفن کی مٹی نظر آ رہی تھی اور کتبے پر سیاہ روشنائی سے لکھا تھا۔

ملیحہ فاروقی بنت اظہر فاروقی

تاریخ پیدائش: 15 ستمبر 1960ء

تاریخ وفات: 21 دسمبر 1981ء

بابا جان کی نظر کتبے کی تحریر پر پڑی اور ان کے قدم لڑکھڑا گئے۔ مگر ان کے دائیں بائیں موجود نورالہدیٰ اور وجدان نے فوراً انہیں سنبھال لیا۔ جان تو شایان کے پیروں میں بھی نہ رہی تھی۔ وہ بے دم سا ہو کر قبر کی پائنتی کے پاس بیٹھ گیا۔ کسی کو کسی کی خبر نہ تھی۔ بس اتنا پتہ تھا کہ اپنے دل پر قیامت بیت رہی ہے۔

تانیہ نے فاتحہ کے لئے ہاتھ اٹھا دیے۔ دعا مانگ کر اس نے چہرے پر ہاتھ پھیرتے ہوئے سامنے دیکھا۔ بابا جان کے دائیں جانب نورالہدیٰ اور بائیں جانب وجدان کھڑے تھے اور تینوں کے ہاتھ فاتحہ کے لئے اُٹھے ہوئے تھے۔ وہ تین لوگ جنہیں ملیحہ نے اپنی زندگی میں سب سے زیادہ چاہا تھا......وہ تین لوگ جن میں سے کوئی ایک بھی اگر کم ہو جاتا تو ملیحہ جی نہیں پاتی......جی نہ پائی......وہ تین لوگ جن کے بارے میں ملیحہ کو یقین تھا کہ کبھی ایک ساتھ کھڑے نہ ہو پائیں گے۔ مگر انہیں ایک ساتھ کھڑے دیکھنے کی خواہش اس نے پوری شدت سے کی تھی۔ آج......ملیحہ کے مرنے کے ستائیس سال بعد وہ تین لوگ ایک ساتھ کھڑے تھے......کیا یہ معجزہ نہیں تھا؟......مگر یہ معجزہ اس وقت رونما ہو رہا تھا جب اسے دیکھنے کی منتظر آنکھیں مدتوں پہلے تھک کر سو چکی تھیں۔ تانیہ کا جی چاہا وہ قبر میں سو رہی ملیحہ کو جھنجوڑ کر اٹھا دے اور کہے۔

''ذرا آنکھیں کھول کر اس منظر کو تو دیکھ لو جسے دیکھنے کی حسرت میں تم دنیا سے اُٹھ گئیں......ستائیس برس کا ہی تو انتظار تھا۔ کاش کر لیا ہوتا......تم تو بے کار میں مر گئیں۔''

ایک آنسو، تانیہ کی آنکھ سے ٹپک گیا تھا۔ اسے اپنی پوروں میں جذب کرتے ہوئے اس نے شایان کو دیکھا جس کے چہرے پر زلزلے کے آثار تھے اور قبر کی مٹی کو مٹھی میں جکڑے اس کی آنکھوں کی نمی بے خیالی میں ہی اس کے چہرے کو بھگوتی جا رہی تھی۔ تانیہ چلتے ہوئے اس کے پاس آئی اور نرمی سے اس کے شانے پر ہاتھ رکھ

NOVE
WWW.NOVELSCLUBB.COM

دیئے۔ یہ سہارا اسے مضبوط کرنے کی بجائے کمزور کر گیا اور وہ بھرّائی آواز میں بولا۔

"میرا دل چاہ رہا ہے، میں مٹی کی اس دیوار کو ہٹا کر قبر میں اُتر جاؤں۔ بے شک امی مجھے گلے نہ لگا سکیں گی مگر میں ان کا چہرہ تو دیکھ لوں گا۔"

"ایسی باتیں نہ کرو۔" تانیہ نے اسے ٹوکا مگر وہ پھر بھی بولتا رہا۔

"تانیہ! مجھے ایسا لگ رہا ہے کہ میرا آدھا وجود قبر میں دفن ہو چکا ہے۔ یہ قبریں اتنی تاریک اور گھٹن زدہ کیوں ہوتی ہیں؟"

'وہ عورت بدنصیب ہے شایان! جس نے تمہیں پیدا کیا اور پھر خود کو تم سے محروم کر دیا۔ مگر یہ قبر والی خوش نصیب ہے جس نے تمہیں پیدا نہیں کیا، پھر بھی حشر کے دن تم اس کے نام سے پکارے جاؤ گے۔'

قبرستان، زندوں کی سرائے اور مُردوں کا ٹھکانہ ہے۔ یہاں وہی ٹھہرتا ہے جو کندھوں پر آئے۔ پیروں سے چل کر آنے والوں کو واپس جانا ہی ہوتا ہے۔ وہ سات لوگ بھی واپس جا رہے تھے۔ شام سرمئی ہو گئی تھی۔ کہیں سے ایک سفید کبوتر اُڑتا ہوا آیا اور مٹی کے پیالے سے گھونٹ گھونٹ پانی پینے لگا۔ قبر کے کتبے کے پاس رکھے دیے کی لو تیز ہوا سے پھڑپھڑائی پھر بجھنے کے بجائے اور تیز ہو کر جلنے لگی۔ پاگلوں کی طرح چلتی ہوا کے ساتھ ایک دبی دبی سرگوشی، ایک تھکن بھری آواز اس ویرانے میں پھیل گئی۔

"وہ چیز جو میں زندگی میں کبھی نہیں سیکھ پائی، محبتوں کو کیٹگرائز کرنا ہے۔ میں کبھی جان نہیں پائی کہ کیسے کسی محبت کو سب سے اوپر والے خانے میں رکھتے ہیں اور کسی دوسری محبت کو نیچے والے خانے میں۔ مجھے تو بس محبت کرنا آتا تھا اور وہی میں نے کی۔" ہوا نے رُک کر اس سوگ بھری آواز کو سنا، پھر سر جھٹک کر اپنی راہ ہو لی۔

'کیا کبھی ایسا ہوگا کہ میں گھر لوٹوں اور تمہاری یاد میری منتظر نہ ہو؟' ہر روز کی طرح آج بھی خالی صوفہ ان کے اندر کے خالی پن کو بڑھا گیا۔

'ایک تم جو نہیں ہو تو لگتا ہے کچھ نہیں ہے...... کہیں سے آ جاؤ ملیحہ! تمہیں دیکھے ہوئے مدت گزر گئی۔ مگر تم کہاں سے آؤ گی؟' انہوں نے ہمیشہ کی طرح اپنی بے بسی کا اعتراف کرتے ہوئے ہر روز کی جانے والی خواہش کی تھی اور روز کی طرح ہی اپنی خواہش کا گلا خود ہی گھونٹ ڈالا تھا۔

'سنا تھا لوگ پیار میں مر جاتے ہیں۔ پر کبھی کسی کو مرتے نہیں دیکھا تھا۔ تم مر گئیں تو یقین آ گیا اور اُمید بھی بندھ گئی کہ ایک دن میں بھی تم سے محبت کرتے کرتے مر جاؤں گا۔ مگر تمہارے بغیر جینے کی ایسی عادت پڑ گئی ہے کہ موت نہیں آتی۔ ویسے تمہیں نہیں لگتا کہ میری عادتیں کافی بگڑ گئی ہیں۔'

آنکھوں میں اس کا عکس لئے وہ خالی صوفے کی طرف دیکھتے ہوئے پُرتشویش انداز میں سوال کر رہے تھے۔

'مگر عادتیں تو تمہاری بھی خراب ہو گئی ہیں...... میں اکیلا بولتا جا رہا ہوں اور تم جواب نہیں دیتیں۔ بری عادت ہے یہ۔' وہ خفگی سے کہہ رہے تھے۔

NOVE
WWW.NOVELSCLUBB.COM

''کھانا لگا دوں صاب؟'' بہادر پاس آکر بولا تھا۔ نورالہدیٰ نے اسے دیکھ کر نفی میں سر ہلایا اور انٹرنس کا دروازہ بند کرتے خالی صوفے سے نظر بچا کر سیڑھیوں کی طرف بڑھ گئے۔

نورالہدیٰ دروازہ کھول کر اپنے بیڈروم میں آئے تو کمرے میں اندھیرا ابھرا ہوا تھا۔ اپنے پیچھے دروازہ بند کر کے انہوں نے اندازے سے سوئچ بورڈ ٹٹول کر لائٹ جلا دی۔ وہ پلٹے تو دیکھا، مریم دونوں پاؤں اٹھا کر بیڈ کے کنارے گھٹنوں میں چہرہ چھپائے اپنے گرد بازو لپیٹ کر بیٹھی تھیں۔ انہوں نے دروازہ بند ہونے کی آواز نہیں سنی تھی اس لئے کمرے میں روشنی بکھرتے ہی انہوں نے چونک کر سر اٹھایا تھا۔

''تم نے کمرے میں اندھیرا کیوں کر رکھا ہے؟'' نورالہدیٰ حیرت سے بولے، پھر ٹھٹک گئے۔

''تم رو رہی ہو؟'' بات حیرانی کی ہی تھی۔ ازدواجی زندگی کے پچیس سالوں میں نورالہدیٰ نے کبھی انہیں روتے نہیں دیکھا۔ مگر آج اس وقت ان کی آنکھیں بتا رہی تھیں کہ وہ کئی گھنٹوں سے لگاتار رو رہی تھیں۔ چہرے کے تیکھے نقوش ملاحت میں ڈوبے تھے۔ آنسوؤں سے دھل کر ان کے چہرے کی چاندنی نکھر آئی تھی۔ مستقل رونے سے ان کی آنکھیں اور ناک سرخ ہو رہی تھی۔ انہوں نے بس ایک پل کے لئے سر اٹھا کر نورالہدیٰ کو دیکھا تھا پھر دوبارہ سر گھٹنوں پر رکھ لیا اور بے آواز رونے لگیں۔ نورالہدیٰ کو انہیں روتے ہوئے دیکھ کر تکلیف ہوئی تھی۔ وہ پاس بیٹھ کر ان کے بال سہلاتے ہوئے نرمی سے بولے۔

''تم رو کیوں رہی ہو؟''

انہوں نے سر اٹھائے بغیر چہرہ موڑ کر انہیں دیکھا۔ ان کی سوجی ہوئی آنکھوں کو دیکھ کر نورالہدیٰ کے اندر بے چینی بڑھ گئی تھی۔ ان کے سر پر رکھے ہاتھ کو ان کے چہرے تک لا کر انگوٹھے سے ان کے گال سے نمی سمیٹتے ہوئے بولے۔

''پچیس سال میں آج پہلی بار تمہیں روتے ہوئے دیکھ رہا ہوں اور تم مجھے بالکل اچھی نہیں لگ رہیں۔ تم بس لڑتی جھگڑتی ہی اچھی لگتی ہو۔ اگر مجھ سے شکایت ہے تو کہو۔ بلکہ ایسا کرو، جھگڑا ہی کر لو۔ مگر یوں رو کر میری عمر بھر کی محبت برباد نہ کرو۔''

''تم نے ملیحہ سے محبت کیوں کی؟'' ہمیشہ ہی یہ شکایت کرتے ہوئے مریم آتش فشاں کی طرح پھٹ پڑتیں۔ مگر آج واقعی کچھ ہوا تھا جو وہ یوں ٹوٹ کر بکھرتے ہوئے شکوہ کر رہی تھیں۔ نورالہدیٰ اپنا ہاتھ ان کے چہرے سے ہٹاتے ہوئے نیچی آواز میں بولے۔

''کی کب تھی؟ ہو گئی تھی۔''

''مجھ سے محبت کیوں نہیں ہوئی؟'' انداز روٹھا روٹھا سا تھا۔ نورالہدیٰ بے ساختہ مسکرائے۔

''کون کہتا ہے، میں تم سے محبت نہیں کرتا؟''

وہ تھکن بھری آواز میں بولیں۔ ''محبت کرنے میں اور محبت ہو جانے میں فرق ہے۔ یہ معاملہ اختیار اور بے

NOVE
WWW.NOVELSCLUBB.COM

اختیاری کا ہے۔ مجھ سے محبت کرنا تمہارے اختیار میں ہے۔ مگر ملیحہ کو نہ چاہنا تمہارے اختیار میں نہیں۔"

نورالہدیٰ عاجز آ کر بولے۔ "تم میری بیوی ہو مریم!...... میرے بچوں کی ماں ہو۔ ملیحہ میری کچھ نہیں تھی۔ صرف محبت ہی اس سے کی تھی، کبھی اسے پانے کی آرزو نہیں کی۔ مگر تمہیں پانا چاہا تھا اور پالیا۔"

وہ حسرت سے بولیں۔ "کاش! میں تمہاری بیوی نہ ہوتی، تمہارے بچوں کی ماں نہ ہوتی۔ کاش تم مجھے پانے کی خواہش ہی نہ کرتے، بس مجھ سے محبت کرتے...... ویسی محبت جیسی تمہیں ملیحہ سے ہے۔"

وہ آواز میں بے چارگی سمو کر بولے۔ "تم کیوں اپنا مقابلہ ملیحہ سے کرتی ہو؟ کیوں تمہیں یقین نہیں آتا کہ میرے دل میں ہر طرف تم ہی ہو۔ بس ایک کونہ ایسا ہے جہاں ملیحہ رہتی ہے۔ مگر میرے دل میں حکم صرف تمہارا چلتا ہے۔ تمہاری جگہ کوئی نہیں لے سکتا۔ ملیحہ بھی نہیں۔" ان کی آواز کا سچ ان کی آنکھوں سے بھی جھلک رہا تھا جس نے مریم کو اور بھی آزردہ کر دیا۔

"وہ میری جگہ لے گی بھی کیوں؟ جبکہ اس کی جگہ میری جگہ سے اچھی ہے۔"

"تم میری بیوی ہو مریم!" نورالہدیٰ نے انہیں احساس کرانا چاہا مگر وہ ان کی بات کاٹ کر بولیں۔

"مجھے خود سے اپنے رشتے نہ گنواؤ نورالہدیٰ!" پھر اچانک ہی ان کے ہاتھ تھام کر منت کرنے لگیں۔ "میرا ایک کام کرو گے؟ اپنے سارے رشتے، ملیحہ کو دے دو۔ اسے چاہو...... ہر سانس کے ساتھ اس کی آرزو کرو۔ اپنے دل کی حکمرانی کا تاج میرے سر سے اُتار کر ملیحہ کے سر پر رکھ دو اور بدلے میں مجھے وہ کونا دے دو، جو تم نے ملیحہ کے نام کر رکھا ہے۔" ان کا وہ جنون اور دیوانگی...... نورالہدیٰ بوکھلا گئے۔

"تمہیں کیا ہو گیا ہے مریم؟"

مگر انہوں نے سنا ہی نہیں۔ وہ تڑپ تڑپ کر روتے ہوئے کہتی جا رہی تھیں۔

"مجھے تمہارا دل نہیں چاہیے۔ بس مجھے وہ کونا دے دو۔ تمہیں ملیحہ کی قسم ہے، مجھے تہی دامن کر دو۔ مجھے اپنے گھر سے، اپنی زندگی سے نکال دو، بس وہ کونا مجھے دے دو۔ مجھے تمہارا دل نہیں چاہئے، مجھے تمہارے دل کا وہ کونا چاہیے جہاں ملیحہ کے سوا کسی کی دسترس نہیں۔"

"ہوش میں آؤ مریم!" نورالہدیٰ نے انہیں شانوں سے پکڑ کر جھنجھوڑ ڈالا تو وہ چپ ہو کر انہیں دیکھنے لگیں۔ پھر اپنے شانوں سے ان کے ہاتھ ہٹا کر دور جا بیٹھیں اور دکھ سے بولیں۔

"میں جانتی ہوں، تم کبھی ایسا نہیں کرو گے۔ وہ کونا ہی تو تمہارے دل کی کائنات ہے۔ تم کیسے ملیحہ کو اپنی کائنات سے بے دخل کر سکتے ہو؟"

نورالہدیٰ بہت پیار سے ان کا چہرہ اپنے ہاتھوں میں بھر کر بولے۔

"میری کائنات تمہارے بغیر ادھوری ہے۔"

وہ اُداس مسکراہٹ کے ساتھ بولیں۔

NOVE
WWW.NOVELSCLUBB.COM

''تم خود نہیں جانتے نورالہدیٰ! کہ تم نے جو کونا ملیحہ کے نام کیا تھا، وہ تمہارے دل کی چوکھٹ ہے جس پر پاؤں رکھنے کی مجھے اجازت نہیں.....میں اندر کیسے آؤں؟'' وہ روہانسی ہو گئیں تو نورالہدیٰ مضبوط آواز میں بولے۔

''تم میرے دل میں ہو مریم!......میں نے تمہیں محسوس کیا ہے۔ تمہیں کیوں محسوس نہیں ہوتا؟''

''کاش تم نے مجھے اس طرح چاہا ہوتا جیسے ملیحہ کو چاہا ہے۔ حسرتیں ہیں کہ تمام نہیں ہوتیں۔''

نورالہدیٰ تھک کر بولے۔''یہ جھگڑا پھر کسی دن کر لینا۔ آج میں بہت اُداس ہوں۔ آج ایسا کرو کہ میری اُداسی سمیٹ لو۔ وہاں ملیحہ کے کمرے میں ہر چیز میری تکلیف کو بڑھاتی ہے مگر تمہاری تکلیف نہ بڑھے اس لئے کبھی تمہارے پاس اپنے درد لے کر نہیں آیا۔ لیکن آج اکیلے نہیں رو پاؤں گا۔ ملیحہ یاد آئے تو بکھرنا لازم ہے لیکن آج مٹ جانے کا ڈر ہے۔ تم پاس ہوئیں تو سنبھال لو گی۔''

''مجھے حیرت ہوتی ہے نورالہدیٰ! ملیحہ کو مرے ہوئے ستائیس سال ہو گئے اور تم آج بھی اس سے محبت کرتے ہو۔'' وہ سچ مچ حیران تھیں۔

''تمہاری حیرت میرا دکھ ہے مریم! میں جس سے محبت کرتا ہوں، وہ لڑکی ستائیس سال پہلے مر چکی ہے۔''

نورالہدیٰ یہ کہہ کر رو پڑے۔ ان کی آواز میں وہ درد تھا کہ مریم بھی کانپ گئیں۔ وہ کہہ رہے تھے۔

''کوئی چیز اس اذیت کی برابری نہیں کر سکتی۔ مگر تم اس درد کو اس وقت سمجھو گی، جب میں مر جاؤں گا۔''

صرف یہ سن کر ہی مریم کی روح فنا ہو گئی۔ انہوں نے تڑپ کر اپنا ہاتھ نورالہدیٰ کے ہونٹوں پر رکھ دیا اور وہ ان کا ہاتھ اپنے ہونٹوں سے ہٹا کر مریم کی گود میں سر رکھ کر لیٹ گئے۔ مریم ساکت نگاہوں سے انہیں دیکھ رہی تھیں۔ مریم کا ہاتھ نورالہدیٰ کے سینے پر ان کے ہاتھ کے نیچے دبا تھا اور ان کی بند آنکھوں کے کونوں سے گرم سیال بہہ کر مریم کے کپڑوں میں جذب ہو رہا تھا۔ آج انہیں ملیحہ کو یاد کرتے دیکھ کر ملیحہ کو اعتراض نہ ہوا کیونکہ آج وہ صرف ان کے دکھ کو محسوس کر رہی تھیں۔ ان کا دل گداز ہونے لگا۔ وہ انہیں پُرسکون کرنے کے لئے دھیرے دھیرے ان کے بالوں میں اُنگلیاں چلانے لگیں اور نورالہدیٰ نے ستائیس سال بعد اپنی رگوں میں سکون اُترتا محسوس کیا تھا۔

''ہم بہت اچھی زندگی گزار سکتے تھے مریم!'' نورالہدیٰ نے بند آنکھوں سے کہا اور ان کی آواز میں وہ افسوس تھا کہ ان کے بالوں میں گردش کرتا مریم کا ہاتھ لرز گیا۔

❀❀❀

لان میں دھوپ کھلی ہوئی تھی گر ہلکی ہلکی خنکی میں یہ دھوپ خوشگوار لگ رہی تھی۔ راڈ کی ڈبل سیٹر چیئر پر تانیہ، وجدان کے بازو سے لگی بیٹھی تھی۔ وجدان کے ہاتھ میں اخبار تھا اور تانیہ خبروں پر بے تکے تبصرے کرتے مستقل انہیں ہنسا رہی تھی کہ شایان نے ٹیرس پر آ کر اسے آواز دی۔ مگر وہ اتنی مگن تھی کہ سنا ہی نہیں۔ وجدان

NOVE
WWW.NOVELSCLUBB.COM

نے اخبار رول کر کے اس کے سر پر ہلکے سے مارا، پھر ٹیرس کی طرف اشارہ کر کے بولے۔

"شوہر کی تو سن لو۔"

تانیہ نے ٹیرس کی طرف دیکھا تو شایان نے وہیں سے آواز لگائی۔"میرے یونیفارم کے بیجز نہیں مل رہے۔آ کر دیکھو۔"

"آتی ہوں۔" تانیہ نے اونچی آواز میں کہا تو وہ اندر پلٹ گیا۔تانیہ جھنجلا کر بڑبڑائی۔"اچھی مصیبت ہے۔چھٹی کے دن بھی یہ آدمی مجھے چین نہیں لینے دیتا۔جب دیکھو تانیہ تانیہ کی آوازیں لگاتا ہے۔" اس بے زاری میں جو ناز چھپا تھا، وجدان اسے محسوس کر کے مسکرائے تو وہ اُن پر چڑھ دوڑی۔

"یہ غلط بات ہے ابو! آپ کا بیٹا مجھے پریشان کرتا ہے تو آپ اسے ڈانٹنے کے بجائے ہنستے ہیں۔"

"میں نے کیا، کیا ہے؟" وہ فوراً ہنسی ضبط کر کے معصومیت سے بولے تو تانیہ چڑ کر بولی۔

"ساری غلطی ہی آپ کی ہے۔لاڈ پیار کر کے صاحبزادے کا دماغ خراب کر دیا ہے۔اوپر سے دادا جان نے اسے سر پر چڑھا رکھا ہے۔مگر آپ لوگوں کا کیا بگھتنا تو مجھے ہے۔" وہ خفگی سے کہہ کر اُٹھی اور اپنے کمرے میں آ گئی۔

"یار! میرے بیجز نہیں مل رہے۔کب سے ڈھونڈ رہا ہوں۔" شایان نے اسے دیکھتے ہی دہائی دی۔وہ ایک نظر اس پر ڈال کر ڈریسنگ ٹیبل کے پاس آئی اور دراز کھینچ کر باہر نکال لیا۔شایان نے آگے ہو کر دیکھا، اس میں اس کے سارے بیجز موجود تھے۔

"بس یہیں پر نہیں دیکھا۔" وہ گدی سہلانے لگا۔تانیہ نے اسے تیکھی نظروں سے دیکھا۔

"صاف کیوں نہیں کہتے، میں پاس نہ دِکھوں تو چین نہیں پڑتا؟"

"جب جانتی ہو تو خود ہی میرے پاس آ جایا کرو۔" اُس کی ڈھٹائی پر تانیہ گھور کر بولی۔

"شرم تو نہیں آتی اس حالت میں مجھ سے اوپر نیچے کے چکر لگواتے ہو۔"

"کس حالت میں؟" اس نے محظوظ ہو کر پوچھا۔تانیہ بری طرح شرما گئی اور جھینپ مٹانے کو بولی۔

"اچھا زیادہ باتیں نہ بناؤ۔جاؤ جا کر تیار ہو۔میں ناشتے کا کہتی ہوں۔"

"ارے بھئی ناشتے کا ٹائم نہیں ہے۔ڈی آئی جی آپریشن نے فوراً میٹنگ کے لئے بلایا ہے۔" وہ یونیفارم اٹھا کر عجلت میں باتھ روم کی طرف بڑھا تو تانیہ بولی۔

"اتنی جلدی ہوتی ہے تو وقت پر کیوں نہیں اُٹھتے؟ فجر کی نماز بھی بند آنکھوں سے پڑھتے ہو۔دیر تک سونے کی عادت تو نہ ابو میں ہے نہ امی میں تھی۔پتہ نہیں، تم میں کہاں سے آ گئی؟"

وہ جاتے جاتے رک کر بولا۔"تمہیں امی کی عادتوں کا کیا پتہ؟"

"ان کے بارے میں، میں تم سے زیادہ جانتی ہوں۔" وہ اِٹھلائی۔

NOVE
WWW.NOVELSCLUBB.COM

"کیا جانتی ہو؟" وہ تو بحث کے موڈ میں آ گیا۔ تانیہ بولی۔
"بعد میں بتاؤں گی۔ ابھی تمہارا ناشتہ تیار کرلوں۔"
"میں ناشتہ نہیں کروں گا۔" وہ باتھ روم کی طرف جاتا ہوا بولا۔
"جتنی دیر یہ بحث کرنی ہے، دو سینڈوچ آرام سے کھائے جا سکتے ہیں۔ اور جوس تو میں نے صبح ہی بنا کر فریج میں رکھ دیا تھا۔"
اس کی بات کے جواب میں ٹھک سے دروازہ بند ہونے کی آواز آئی تھی۔ وہ منہ بناتی کچن میں آ گئی۔ اور جب وہ سینڈوچ کی پلیٹ اور جوس کا گلاس لے کر کمرے میں آئی تو شایان ڈریسنگ ٹیبل کے سامنے کھڑا یونیفارم کی شرٹ کے بٹن بند کر رہا تھا۔
"میں نے کہا تھا، میں ناشتہ نہیں کروں گا۔" شایان نے اسے گلاس اور پلیٹ ٹیبل پر رکھتے دیکھ کر کہا۔
"اور میں نے بھی ہزار بار تم سے کہا ہے کہ مجھے تمہارا خالی پیٹ گھر سے جانا پسند نہیں۔" یہ کہہ کر تانیہ نے سینڈوچ اس کے منہ میں ٹھونس دیا۔ اس کے بٹن بند ہونے تک سینڈوچ ختم ہو چکا تھا۔ تانیہ نے دوسرا سینڈوچ اس کے ہاتھ میں دیا اور خود اسے بٹھا کر اس کے بال بنانے لگی۔ وہ بال بنا کر فارغ ہوئی تو شایان آخری نوالہ منہ میں رکھ کر جوس کا گلاس اٹھا چکا تھا۔ اس نے ایک سانس میں گلاس خالی کر دیا۔
"اب اجازت ہے؟" شایان نے گلاس ٹیبل پر رکھ کر پوچھا۔ تانیہ نے اسٹک اور کیپ اس کے ہاتھ میں دے کر کہا۔
"جاؤ۔" وہ اسے باہر تک چھوڑنے گئی تو ساتھ ساتھ کہتی رہی۔ "اس سے تو اچھا تھا شایان! تم سکھر میں ہی رہتے۔ ہفتے میں ایک دن آتے تھے، پر وہ پورا دن گھر میں گزرتا تھا۔ اب جب سے کراچی ٹرانسفر ہوا ہے، سارا دن آفس میں رہتے ہو۔ گھر تو بس سونے کے لئے آتے ہو۔ مجھے کمپنی دینے کے لئے تمہارے پاس ذرا وقت نہیں ہے۔"
"کیا کریں جانِ من! نوکری ہی ایسی ہے۔" وہ جیپ کا دروازہ کھول کر اس کی طرف مڑتا ترنگ میں بولا۔
"بدتمیز۔" تانیہ نے گھورا۔ وہ ہنسا۔ پھر نرمی سے بولا۔
"بس تین چار مہینے اور انتظار کرلو، پھر تمہیں کمپنی دینے والا آ جائے گا۔"
وہ سرخ چہرے کے ساتھ بولی۔ "وہ تم تو نہیں ہو گے۔"
"اس مسئلے کا تو کوئی حل نہیں ہے۔" اس نے بے چارگی سے کندھے اچکا کر کہا پھر لان چیئرز کی طرف منہ کر کے زور سے کہا۔
"اللہ حافظ ابو!"
"اللہ حافظ!" انہوں نے وہیں سے اسے دیکھتے ہوئے جواب دیا۔

NOVE
WWW.NOVELSCLUBB.COM

پولیس جیپ پورچ سے نکل گئی تو تانیہ، وجدان کے پاس چلی آئی۔
''میرا چائے پینے کو دل چاہ رہا ہے۔ آپ پئیں گے؟''
''نیکی اور پوچھ پوچھ؟'' وہ مسکرائے۔ تانیہ ہنس کر بولی۔
''ابھی لائی۔'' اور اندر کی طرف پلٹ گئی۔

وجدان اسے ہی دیکھ رہے تھے کہ ٹیرس پر رنگین آنچل لہراتا ہوا محسوس ہوا۔

'تانیہ تو نیچے ہے، پھر یہ کون؟' انہوں نے چونک کر اوپر دیکھا اور پتھر کے ہو گئے۔ ملیحہ ٹیرس کی ریلنگ پر آگے کو جھکی ایک ہاتھ تھوڑی کے نیچے رکھے بہت دلچسپی سے انہیں دیکھتے ہوئے دلکشی سے مسکرا رہی تھی۔ اس کے کھلے بال ہوا سے اُڑتے اس کے چہرے پر آ رہے تھے اور آنچل ہوا کے دوش پر لہراتا دھنک بکھیر رہا تھا۔ وہ اس منظر میں کھو کر بولے۔

'اٹھارہ سال بعد......' اور ایک یاسیت ان کے اندر پھیل گئی۔ 'کہا تھا آپ سے، جب تک سانسیں ہیں تب تک جی لینے دیں۔ پھر...... پھر آج کیوں؟' منظر حسین سہی، پر اٹھارہ سال بعد بھی وجدان میں اسے دیکھنے کی تاب نہیں تھی۔

انہیں یقین تھا، اگر وہ یوں ہی اس منظر کو دیکھتے رہے تو ایک بار پھر دیوانے ہو جائیں گے...... اور تب نہ جانے کیا واہمہ حقیقت بنا کہ حقیقت واہمہ بن گئی، ملیحہ کو دیکھتے ہوئے وجدان نے اپنا دایاں ہاتھ دل پر رکھ کر بے قابو ہوتی دھڑکنوں کو سہارا دیا تھا۔ اور اب ان کے ہاتھ کی پشت پر نرم انگلیوں کا لمس جاگا تھا۔ وہ ابھی اس احساس سے سنبھلے نہ تھے کہ ان انگلیوں نے بڑھ کر ان کے ہاتھ پر ملائمت سے گرفت کر لی اور انہیں لگا کہ گداز ہتھیلی سے درد کی گرم سلاخ نکل کر ان کے ہاتھ سے گزرتی دل میں جا کھبی ہے۔ بہت تیز درد تھا۔ وجدان نے تڑپ کر آنکھیں کھولنی چاہیں مگر پلکیں تھرتھرا کر رہ گئیں۔ تبھی کسی نے ان کے شانے پر اپنا سر رکھ دیا تھا۔ ان کا بایاں پہلو بدن کے لمس سے سنسنا اٹھا تھا۔ وجدان کی دھڑکنیں ڈگمگائیں اور پھر تال سے ہٹ گئیں۔ انہیں محسوس ہوا کہ درد، خون کے ساتھ بہتا ان کے جسم کے بائیں حصے میں مکڑی کے جال کی طرح پھیل گیا ہے۔

درد بہت شدید تھا...... رگوں کو کاٹتا ہوا۔ مگر اس میں عجیب سا نشہ ملا تھا۔ وجدان مدہوش ہونے لگے...... ان کے چہرے پر ریشمی زلفیں لہرائی تھیں جن کی مہک نے ان کے رہے سہے ہوش بھی چھین لئے۔ اپنی گردن پر گرم سانسوں کو محسوس کر کے ان کی سانسیں اُکھڑتی جا رہی تھیں۔ بے قابو دھڑکنیں تیز ہوتی گئیں۔ اور تیز...... اور تیز...... درد چھانے لگا تھا۔ نشہ بڑھنے لگا...... اور کیف کے لمحے دراز ہوتے چلے گئے۔

ہم نے بھلا کس سے کہا
کرتے رہے ہیں عمر بھر
کس راہ گزر کی جستجو

NOVE
WWW.NOVELSCLUBB.COM

عشقِ آتش از قلم سعدیہ راجپوت

آنکھوں سے کیوں اوجھل ہوا
منسوب جس کے نام تھی
ہر روشنی، ہر آرزو
تیز تھی موجِ بلا
مرگِ تمنا عام تھی
چپ چاپ ہم کس کے لئے
تھامے رہے جلتے رہے
دیکھو کہ پھر صیقل ہوئے
شہرِ وفا کے آئینے
آتی رُتوں کی آہٹیں
بیتے دنوں کے نقش پا
دیکھو کہ وہ آرام جاں
ہم پر ہوا پھر مہرباں
ہم نے بھلا کس سے کہا۔

"لیجئے ابو! آپ کی چائے۔" تانیہ نے ٹرے ٹیبل پر رکھتے ہوئے بڑے خوشگوار انداز میں وجدان سے کہا تھا۔ پھر ان کی طرف سے جواب نہ پا کر اس نے سر اٹھا کر انہیں دیکھا۔ وہ آنکھیں بند کئے ایک ہاتھ سینے پر رکھے بہت پُرسکون نظر آ رہے تھے۔ تانیہ ان کے چہرے پر نظر ڈال کر مسکرائی۔

"ابو!"

مگر اُس کی پکار کا جواب نہیں آیا تو اسے عجیب سا لگا۔

"کیا سو گئے؟" اُس نے حیرت سے کہا اور پھر سے پکارنے لگی۔ "ابو! چائے تو پی لیں۔ پھر اندر جا کر سو جائیے گا۔"

وہاں اب بھی خاموشی تھی۔ تانیہ کے اندر بے چینی پھیل گئی۔ اسے یہ سکوت غیر فطری لگنے لگا تھا۔ وہ اُٹھ کر ان کے پاس آ گئی۔

"ابو!" آواز دینے کے ساتھ ہی اس نے ان کے سینے پر ہاتھ رکھا، کہنی سے پکڑ کر ہلایا تو وہ بے جان سے انداز میں پہلو میں جا گرا۔ اُس نے گھبرا کر دو قدم پیچھے کئے اور کچھ سیکنڈ تک بے یقینی سے انہیں دیکھتی رہی۔ پھر اس کے حلق سے فلک شگاف چیخ بلند ہوئی تھی۔

"ابو......!" اور دوڑ کر وجدان کے بے روح جسم سے لپٹتی اور اُونچی آواز میں رونے لگی۔ ملازم اس کے

NOVE
WWW.NOVELSCLUBB.COM

بین کی آوازیں سن کر دوڑے چلے آئے مگر انہیں سوال کرنے کی ضرورت نہیں تھی۔ وجدان کے چہرے کا سکون اور تانیہ کے گالوں پر بہتے آنسو بتا رہے تھے کہ وجدان راہیٔ ملکِ عدم ہو چکے..... بظاہر یہ اختتام ہے لیکن کہانی یہاں ختم نہیں ہوتی......اس اختتام سے نئی شروعات کی ابتدا ہو گی۔

محبت جسے بخش دے زندگانی
نہیں موت پر ختم اُس کی کہانی

(ختم شد)

پاک سوسائٹی ڈاٹ کام